(39)

خیابان فارس

یعنی

ترجمہ کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کویسچن"

مصنفہ

ہز اکسلنسی دی رائٹ آنریبل جارج نیتھنیل کرزن

پی - سی - جی - ایم - ایس - آئی - جی - ایم - آئی - ای

بیرن کرزن آف کیڈلسٹن - اعظم الامرائے آئرلینڈ

ایم - اے - ایل - ایل - ڈی

وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند

مترجمہ

ظفر علی خان بی - اے (علی گڑھ)

متوسل سرکار نظام

جلد اول

در مطبع شمسی حیدرآباد دکن باہتمام محمد ابراہیم خان اکبرآبادی طبع شد

(سنہ ۱۹۰۲ء)

مختصر فہرست کتاب



ہز اکسیلنسی لارڈ کرزن وایسرائے گورنر جنرل کشور ہند

فہرست مضامین جلد اول

مقدمہ

دوسرا باب

راہ و رسد

پانچوان باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

ساتوان باب

مشہد

آٹھوان باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

نوان باب

معاملات سیستان

دسواں باب

از مشہد تا بہ طہران

فہرست تصاویر و نقشہ جات

تصاویر

نقشہ جات

دیباچۂ مترجم

وایران کے حالات کے متعلق متعدد کتابین لکھی گئی ہین اور اس موضوع کی مسلسل و عمیق دلچسپی اور وسیع اہمیت نے ایک عرصہ دراز سے اس کو اون ذی رتبہ سیاحون اور مقیم ملک مصنفون کا مبحث بنا رکھا ہے جنہین اپنے شوق سفر یا تعلقات سفارت کی وجہ سے اس مسئلہ پر رائے زنی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے چنانچہ اس سرزمین کے مختلف پہلوؤن کو عالم و فاضل و تجربہ کار لوگون نے وقتاً فوقتاً اپنے زور قلم کا تختہ مشق بنایا۔ کسی نے اسکی تاریخ لکھی۔ اور کسی نے اسکے جغرافیہ طبعی۔ اسکی ہیئت طبقات الارض۔ اس کے تمدن۔ اس کی السنہ۔ اس کی اقوام اور اسکے آثار قدیمہ پر خامہ فرسائی کی۔ بعض مصنفین نے دولت ایران کے اون تعلقات سیاسی کو جو اسے دول خارجہ سے ہین اور نیز اسکے اندرونی طرز نظم و نسق اور اس کی تدبیر مملکت کے مالہ و ماعلیہ کو شرح و بسط کے ساتھہ بیان کیا۔ لیکن آجتک کسی ایک کتاب مین ان تمام امور پر اوس وضاحت سلاست اور امعان نظر سے بحث نہین کیگئی جو لارڈ کرزن کی جامع تصنیف کی حقیقی خصوصیات ہین۔ لارڈ کرزن کی کتاب متعلقہ دولت ایران جو خود لارڈ ممدوح کے قول کے مطابق "تین سال کی لگاتار محنت۔ چھہ مہینے کے سفر ایران و علاقہ جات ملحقہ اور اس سفر کے بعد سے لایق و مستند اصحاب مقیم ایران کے ساتھہ مسلسل خط و کتابت کا نتیجہ ہے" اس ملک کی آغاز زمانۂ

تاریخ سے لیکر آجتک کی سیاسی۔ جغرافی۔ طبعی اور تمدنی سرگذشت ہی اور اس بے نظیر کتاب سے ایران کے حالات کے شایق کی وہ تمام ضروریات رفع ہوسکتی ہین جو اس کے اندرونی و بیرونی تعلقات سے نسبت رکھتی ہین۔

مسلمانان ہند کے لئے جو اس ہمسایہ سلطنت مین ابھی تک عہد گذشتہ کے عظمت و جلال کا نشان پاتے ہین اور اسکے حوالی مثلاً بخارا۔ سمرقند۔ سیستان اور خراسان پر اوس پر اسرار سرزمین کی حیثیت سے نظر ڈالتے ہین جو فاتحان عالم کے ایک جلیل القدر سلسلہ کا مولد و منشا تھی۔ ایک ایسی کتاب جس سے ایران کے متعلق اون کی معلومات کے ذخیرہ مین اضافہ ہوسکے باعث دلچسپی ہوگی۔ اسکے علاوہ جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ اس کتاب کا نمایان وصف یہ ہے کہ اس مین اوس روزافزون اثر کی تصویر کھینچی گئی ہے جو شمال کے دیو مہیب یعنی روس کو ایران اور ملحقہ علاقون مین حاصل ہورہا ہے جسکے باعث نصیب اعدا سلطنت انگریزی ہند کے ثبات قیام کا متاثر ہونا متصور ہے اور جبکہ ساتھ ہی اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ اس کتاب مین قابل تحسین تفصیل اور پیش بندی کے ساتھ اوس طرز عمل کی توضیح کی گئی ہے جو حکومت برطانیہ کو وسط ایشیا مین روس کے سیاسی اور تجارتی تفوق کے رد عمل کی غرض سے اختیار کرنا چاہیئے تو اس کتاب کی دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ خیال ہندوستان پر خاص طور سے راست آتا ہے کیونکہ یہان ایک غیر محدود زمانہ سے یہ خوف پھیلا ہوا ہے کہ روس کشور ہندوستان کے مسخر کرنے کی نیت سے برابر پیش قدمی کررہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب مین بچہ تھا اور میری عمر چھہ سال کی تھی تو یہی افواہ میرے سننے مین آئی تھی اور آج جبکہ میری عمر ۶۰ سال کی ہے مین دیکھتا

ہون کہ یہ افواہ فرو نہین ہوئی اور مجھے ڈر ہے کہ آئیندہ نسلون کے کان بھی اسی تشویش ناک خبر سے نا آشنا نہ رہین گے۔ مصنف نے مسئلہ کے اس پہلو پر نہایت مفصل طور پر بحث کی ہے اور اس لحاظ سے جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون یہ کتاب اہل ہند کیلئے اور بھی زیادہ دلچسپ ہو جاتی ہے۔

اس مقام پر یہ کہنا غالباً بیجا نہ ہوگا کہ اس کتاب کی خوبی اور اوسکے مستند ہونیکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ جو تجاویز اسکے عالی مقام مصنف نے اوس زمانے مین جبکہ وہ محض پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور ایران و وسط ایشیا مین بطور خود سفر کر رہا تھا حکومت برطانیہ کے غور کے لئے پیش کی تھین وہی آج کے دن ہندوستان کی مشرقی سرحد کی قسمت کے مسئلہ کا جزو اعظم ہین۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان براہ نوشکی وسیستان ایک تجارتی راستہ کے کھولے جانے کی تجویز اس غرض سے کہ مشہد مین روس کے تجارتی اثر کے تفوق و ترفع کا اندفاع ہو اور دریائے ہلمند کے کنارہ غیر مزروعہ زمین کا جو وسیع خطہ حال مین انگریزی دائرہ اثر کے اندر داخل ہو گیا ہے اوسکی زراعتی استعداد کو ترقی دیجائے۔ آج مکمل ہو گئی ہے[۵] جنوبی بلوچستانی ریلوے کے ایک سلسلہ کے اس غرض سے قایم کرنے کا منصوبہ کہ برطانوی سرحد پر روس کی شمالی ماوراء النہری ریلوے کی طاقت اور دولت کا جواب

۵ یہ رستہ کوئٹہ اور مشہد کے درمیان ۱۸۹۵ء کے شروع مین کھولا گیا کل فاصلہ ۱۱۰۰ میل ہے یعنی کوئٹہ سے نوشکی تک ۹۰ میل نوشکی سے قلعہ رباط تک جہان سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے ۴۰۲ میل قلعہ رباط سے نصرت آباد تک ۲۲۰ میل اور نصرت آباد سے مشہد تک ۵۰۵ میل سڑک کچی ہے اور اوسپر گاڑیان چل سکتی ہین۔ مناسب فصل سے مسافرون کے آرام کیلئے جابجا کنوئین موجود ہین۔ ہر منزل پر تھانہ اور کاروان سرائے اور دکانین بھی ہین اور راہ مین لٹیرون اور ڈاکوؤن وغیرہ کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ نہین کوئٹہ اور مشہد کے درمیان ہفتہ مین دو مرتبہ ڈاک آتی جاتی ہے اور ویلیو پیبل پارسل جاری ہے کوئٹہ سے نوشکی تک سلسلہ تار برقی بھی قایم ہے۔ جو قابل ذکر مقامات اس راہ پر پڑتے ہین وہ یہ ہین نوشکی چاہی نصرت آباد بیرجند۔ ان مقامات پر انگریزی افسر متعین ہین تاجرون اور سیاحون کی آسانی کے خیال سے نوشکی نصرت آباد بیرجند اور مشہد مین سرکار انگریزی کی طرف سے بینک کے ایجنٹ مقرر ہین اور روپیہ بینک کے ذریعہ سے کوئٹہ سے مشہد کو بھیجا جا سکتا ہے۔ اس رستہ کے کھلنے کی وجہ سے جو فروغ ہندوستانی تجارت کو ہو رہا ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جاتا ہے کہ ۱۸۹۶ء مین اس راہ پر مشہد کے ساتھ صرف ۱۷ لاکھ روپیہ کی تجارت ہوئی اور سنہ ۱۹۰۱ء مین بڑھ کر مالیت کی مقدار ۳۱ لاکھ تک پہنچ گئی۔ مترجم

ہو اس وقت زیر غور ہے[۵]۔ ان دونون تجویزون اور انکے علاوہ اور بہت سی تجاویز کی تحریک جن کے اعادہ کی یہان ضرورت نہین جارج نیتھنیل کرزن نے بارہ سال قبل اپنی مشہور و معروف تصنیف متعلقہ دولت ایران مین کی تہی۔ یہ کتاب ساڑہے تیرہ سو صفحون کی ضخامت کی ہے جن مین کثیر التعداد حواشی بخط خفی درج ہین مصنف کو جو کوششین اس کتاب کے لکھنے مین کرنی پڑی ہونگی اونکا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جو تصانیف اس کتاب کے مرتب کرتے وقت مصنف کے پیش نظر تہین اون کی تعداد ڈہائی سو سے کم نہین اور ان سب کی سب یا تقریباً سب کا اوسنے بغور مطالعہ کیا۔

اردو سے معلی مین لارڈ کرزن کی تصنیف جیسی جامع اور فاضلانہ کتاب تو کجا کوئی ایسی معمولی تصنیف بھی موجود نہ تھی جو ایران کے حالات پر آج کل کے زمانہ کے مذاق کے موافق روشنی ڈالتی اور اس لئے جب میرے مخدوم محترم جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے سابق ہوم سکرٹری وحال ڈپٹی کمشنر علاقہ سرکار آصفیہ نے مجھکو ہز اکسلنسی لارڈ کرزن کی کتاب کے ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا تو مین نے بشوق تمام اونکی تجویز پر عمل کیا۔ چنانچہ مین نے بوساطت سرکار آصفیہ ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم کی پیشگاہ مین کتاب پرشیا کے ترجمہ کی اجازت کی استدعا کی جسے ہز اکسلنسی نے اوس شوق علم و فن اور ہنر پروری کے اقتضا سے جو حضور ممدوح کی طبیعت کا خاصہ ہے منظور فرمایا۔

اسکے علاوہ بادشاہ دکن ہز ہائنس میر محبوب علیخان بہادر جی سی۔ ایس۔ آئی نے ازراہ مواہب خسروانہ اس امر کی اجازت مرحمت فرماکر میری قدر بڑہائی کہ ترجمہ کو حضرت اقدس کے اسم گرامی سے مزین کردن۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ جب اس ترجمہ کو ایسے جلیل القدر سخن پرورون کی ذات سے انتساب ہے

---

[۵] اس ریلوے کی جو تونشکی سے ہوکر گزرے گی آجکل بڑی سرگرمی سے پیمایش ہورہی ہے۔ مترجم

اور جبکہ مین نے ترجمہ مین اصلی نور قایم رکھنے کی برابر کوشش کی ہے تو اسے پوری کامیابی حاصل ہوگی۔ اس کتاب کا ترجمہ چار جلدون مین شایع کیا جائیگا۔ جن مین سے پہلی جلد جو ساڑہے چہہ سو صفحے کی ہونے کے باعث کچہہ کم ضخیم نہین ہے اس وقت ملک کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہل ملک اسے شرف قبول عطا فرما کر دوسری تیسری اور چوتھی جلدون کے جلد شایع کرنے کی مجھے جرأت دلائینگے۔ مجھے افسوس ہے کہ نقشہ ایران جو اس جلد کے ساتھہ منسلک ہے خوشنما ہونے کے لحاظ سے اصل جیسا نہ ہوسکا اس لئے کہ میرے پاس ایسے ذرایع موجود نہ تھے کہ مین اصل کے مطابق نقشہ تیار کرا سکتا۔ مگر امید ہے کہ اس کتاب کے ناظرین کی ضروریات نقشۂ منسلکہ سے پوری ہوجائینگی۔ اسکے علاوہ مینے ایک اور نقشہ اس کتاب کے لئے مصنف کی دوسری تصنیف "رشیا ان سنٹرل ایشیا" سے لیکر تیار کرایا ہے۔ اس نقشہ سے وہ تمام ریل کی راہین معلوم ہوسکتی ہین۔ جو یورپ اور ایشیا کو ایران سے ملاتی ہین یہ نقشہ اون لوگون کے لئے جو سیاحت ایران کا قصد رکھتے ہون بدرجہ غایت مفید ثابت ہوگا۔

اس کتاب کے بعض ابواب کا آغاز کسی استاد کی نظم سے ہوا ہے مین نے نظم کا نظم مین ترجمہ کیا ہے۔ جہان جہان ضرورت پیش آئی ہے مین نے متن پر اپنی طرف سے حاشئے بھی لکھے ہین اور اونکے لئے میرا ماخذ حسب ذیل مصنفین تھا۔

الاصطخری	ابن حوقل	فرہاد میرزا
پروفیسر میرزا حیرت مرحوم	علامہ شبلی	اسٹوڈنٹس سائیکلوپیڈیا
انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا	لارڈ بائرن	

تصاویر لندن کے مشہور کارخانہ لانگمین گرین اینڈ کمپنی میں تیار کرائی گئی ہیں جس کے اہتمام سے لارڈ کرزن کی اصل کتاب طبع ہوئی تھی۔ مصنف کی شبیہ جس سے اس کتاب کا پہلا صفحہ مزین ہے میں نے علیحدہ طور پر حیدرآباد کے ایک عکاس سے تیار کرائی ہے

اصل دلچسپی کا مرکز دوسری تیسری اور چوتھی جلدیں ہیں جن میں اون مشہور و معروف مقامات مثلاً طہران۔ شیراز۔ اصفہان۔ اصطخر۔ رے وغیرہ کے حالات سے بحث ہے جن سے فارسی لٹریچر معمور ہے۔ یہ جلد ابتدائی ہے اور اسکا نصف حصہ زیادہ تر فن سیاست، مذہب اور جغرافیہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس لحاظ سے وہ ناظرین جو ایسے مباحث کو پیچیدہ اور پھیکا سمجھتے ہیں شاید اسکے ساتھ وہ محویت وابستہ نہ پائیں جو آیندہ جلدوں کے اکثر حصہ کا خاصہ ہے۔

میں اپنے [illegible]صادق مولوی سید محفوظ علی صاحب۔ بی۔اے (علیگڈھ) کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی گرانبہا مدد اور محنت کے بغیر میں اس کتاب کو وقت پر ختم نہ کرسکتا۔

آخر میں ناظرین سے میری یہ التماس ہے کہ کتابت کی غلطیوں کو جو اوس وقت تک برابر قایم رہیں گی۔ جب تک کہ پتھر کا چھاپہ متروک نہ ہوجائے گا جسکی وجہ سے مصنفین کو اہالی مطبع کے "ناز بیجا" سہنے پڑتے ہیں۔ اغماض کی نگاہ سے دیکھیں۔ علی الخصوص جبکہ اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ اتنی بڑی ضخیم کتاب دو مہینے کی مدت میں چھپی ہے۔

حیدرآباد دکن
یکم مارچ سنہ ۱۹۰۲ء ظفر علی خان

دیباچہ مصنّف

کتاب جو تقریباً تین سال کی لگاتار محنت چھہ مہینے کے سفر ایران و علاقہ جات ملحقہ اور اس سفر کے بعد سے لایق و مستند اصحاب مقیم ایران کے ساتھہ مسلسل خط و کتابت کا نتیجہ ہے اس امید پر شایع کی جاتی ہے (اور بیجا نہ ہوگا اگر مین یہ کہون کہ یہ اُمید شایبۂ تفاخر سے پاک ہے) کہ جب تک اس سے بہتر کوئی کتاب ایران کے حالات کے متعلق نہ لکھی جائے اوس وقت تک انگریزی زبان مین یہ کتاب مستند سمجھی جائیگی۔ جب مین سنہ ۱۸۸۹ء کے موسم خزان مین اخبار "ٹائمس" کا نامہ نگار ہوکر ایران کو گیا تو میرا مقصود اصلی یہ تھا کہ مضامین کے ایک سلسلے کے ذریعے سے جن کا بلحاظ تعداد و طوالت محدود ہونا لازمی تھا اس اخبار کے لئے شاہ کجکلاہ کے ممالک محروسہ کی سیاسی حالت کی مجمل کیفیت قلمبند کرکے بھیجون[1]۔ اس کے ساتھہ ہی مین نے اس موقع

---

[1] یہ خطوط جو تعداد مین ستر تھے ماہ نومبر سنہ ۱۸۸۹ء سے ماہ اپریل سنہ ۱۸۹۰ء تک "ٹائمس" مین وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہے۔

سے فائدہ اوٹھا کر بہت کچھ مزید اطلاع جس سے مین اس موقع پر استفادہ نہین
کرسکتا تھا بہم پہونچائی اور ایران کے موجودہ حالات کے متعلق متعدد تصانیف کے
مطالعہ سے جن فروگذاشتون کا مجھے پہلے سے علم تھا اونکی تلافی کرنے کیلئے
بھی مین نے ضروری معلوم حاصل کین۔ یہی اطلاعات ومعلومات ہین جو بشمول اوس
مسلسل تحقیقات اور خط وکتابت کے جو مین نے بعد مین جاری رکھی اس کتاب کا مواد ہین
جس مضمون کو مین نے اختیار کیا تھا جب مین نے اوسپر مزید نظر ڈالی تو مجھے بہت
جلد معلوم ہوگیا کہ ایران کے متعلق ہماری معلومات کے موجودہ ذرایع بالکل ناکافی ہین
اگرچہ اس ملک کے حالات کے متعلق موجودہ (انیسوین) صدی کے ربع اول بلکہ
نصف اول کے اختتام پر عمدہ کتابین اور بعض صورتون مین ایسی تصانیف قلمبند
کی جاچکی تھین جو موزون طور پر یادگار زمانہ کہی جاسکتی ہین۔ لیکن تاریخ ثانی الذکر کے
بعد سے کوئی ایک جامع تصنیف اس ملک کے حالات پر بحیثیت مجموعی نہین لکھی گئی
جن مصنفین نے ایران پر کتابین لکھین اونہون نے اپنا موضوع اس مضمون کے
مختلف پہلوؤن کو قرار دیا اور بعض صورتون مین جو کچھ اونہون نے لکھا وہ نہایت
ہی مجمل اور مختصر تھا۔ لیکن باوجودیکہ اونہون نے مضمون کا ایک پہلو اختیار کیا تھا
پھر بھی مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق پیش آیا کہ اونہون نے کسی خاص مقام کی تفصیل
یا کسی خاص مسئلہ کی تشریح سے محض اس بنا پر گریز کی ہے کہ مصنفین سابق ان امور پر
تفصیل کے ساتھ رائے زنی کرچکے ہین اور جب مین نے اون کے اس استدلال

کی تصدیق کیلئے ان مصنفین کی تصانیف کی ورق گردانی کی تو اوّل تو مجھے اون کی تفصیلی رائے زنی کا سراغ ہی نہ ملا۔ کیونکہ اس کا سرے سے وجود ہی نہ تھا اور یا اس کو زمانہ مابعد کی تحقیقات سے آثار قدیمہ یا حوادث وعوارض سیاسی کی وجہ سے بالکل بے اثر پایا۔ اس لئے مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس قسم کے مسایل پر قلم اٹھانے مین مصنفین مذکور کا تامل اکثر تو سہل انکاری پر مبنی ہے۔ اور کسی قدر اس بات پر بھی کہ متقدمین کی مساعی کی تعظیم اون کو تصرف کی اجازت نہ دیتی تھی۔ غرضکہ دولت ایران کے متعلق جسقدر صحیح معلومات ہتین وہ ایسی پریشان و منتشر ثابت ہوئین کہ اگر ایران کے وسیع سفر کے لئے کسی سیاح کو معلومات کے لوازم کا ہمراہ لے جانا مطلوب ہو تو اوسے اون کتابون کی باربرداری ہی کے لئے جن کے بغیر کام ہی نہین چل سکتا ایک علحدہ "چارپایے" کی ضرورت ہوگی۔ پس جس نسبت سے مین بڑہا اوسی نسبت سے میرے کام کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا گیا یہان تک کہ مجھے یہ بات محسوس ہوئی کہ ایک ایسی جامع کتاب کا موجود ہونا حقیقی اور لازمی طور پر ضروری ہے جس مین ایران کے تمدن کے ہر پہلو سے بحث ہو جس مین اسکے باشندون۔ اسکے صوبون۔ اسکے صوبون۔ اسکے شہرون۔ اسکی سڑکون۔ اسکے آثار قدیمہ۔ اسکے نظم و نسق سلطنت۔ اسکے وساتیر و آئین اسبس کی طاقت۔ اسکی تجارت۔ اسکی آمدنی۔ اسکے طرز عمل اور اسکے موجودہ و آیندہ نشوونما۔ غرضکہ اون تمام امور سے بحث ہو جن کی وجہ سے اسے دولت ایران کا لقب حاصل ہے یا جو اس لقب کے حصول مین اوسکے معین ہین۔

اس ذمہ داری کو اپنے اوپر لیکر مین نے ذاتی قابلیت کی عدم موجودگی کی تلافی جسکا

مین یہ آمادگی تمام مقر ہون اوس مطالعہ یا تحقیقات سے کرنے کی کوشش کی ہے جو کتابون کے پڑہنے یا لایق مصنفین سے استشارہ کرنے کی بدولت مین کرسکا انہی ذرایع کو مین نے اون مقامات کے حالات کی تفصیل کے بہم پہونچانے کے لئے استعمال کیا ہے جہان اپنے اثنائے سفر مین مجہے خود جانے کا موقع نہین ملا۔ یورپین زبانون مین ایران کے متعلق گذشتہ پانچ صدیون کے اثنا مین جو دو سو اور تین سو کے درمیان کتابین لکہی گئی ہین اونہین یا مین نے خود شروع سے لیکر آخر تک پڑہا اور یا اون کا اس کتاب مین حوالہ دیا اور مین سچائی کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ اس کتاب مین جو کئی سو حوالے دئے گئے ہین اون مین سے ایک بہی ایسا نہین جو بجائے اسکے کہ کسی دوسری کتاب سے نقل کرلیا گیا ہو میرے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ نہو۔ جو ناظرین میری اس محنت پر تبسم کرین اونہین مین والٹیر کے ان لفظون مین جواب دونگا:

"تمہین یاد رہے کہ مین نے بہت سی کتابین اس لئے پڑہی ہین کہ تم اون کے پڑہنے کی زحمت سے بچو۔ اور اسکے لئے میرا شکر ادا کرو"

اور جو ناظرین میری اس محنت پر تعجب کرین اون سے مین یہ کہونگا کہ بغیر اس جانکاہی کے نہ تو مین دوسرے سیاحون یا مصنفون کے اقوال یا افعال یا جو کچھہ وہ کہہ نہین سکے یا کر نہین سکے۔ اوسکی تحقیق کرسکتا اور نہ مجہہ مین یہی قدرت ہوتی کہ تاریخ کے جن متعدد مباحث کو نظر انداز کردیا گیا ہے اور جسے عام مورخ جو زبردست نتایج کے مترتب کرنے کا متمنی ہوتا ہے نظر انداز کر دیا کرتا ہے اونکو اپنے حیز غور مین لاسکون اور نہ

میری تصویر مین ترتیب کی وہ وحدت ہی نمایان ہوئی جس سے مین نے اس کو آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگرچہ اس تصنیف کا حقیقی موضوع سیاسی قرار دیا جاسکتا ہے تاہم بہت کچھ تاریخی معلومات بھی اسکے اوراق مین پائی جائین گی۔ خواہ مین اسکے ضمن مین اہم صوبون اور قومون اور شہرون کے ابتدائی کارنامے درج کرون خواہ اون مدارج کے سراغ لگانے کی کوشش کرون جو ایران جاہلیت کی پستی سے تمدن کی بلندی پر پہونچنے مین طے کرچکا ہے اور مشرق کی گھڑی کے سست رفتار پنڈلم کے بجائے مغرب کے سریع السیر پہیون اور چکرون کی ترویج سے ابھی تک طے کر رہا ہے خواہ اوس تار و پود کو سلجھاؤن جسکی رسن سازی یوروپ اور ایران اور بالخصوص برطانیہ کلان کے تین صدی کے تجارتی و سیاسی تعلقات کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کریگی۔

اسی طرح فن تحقیق آثار ماضیہ کے متعلق مین نے اس امر کو نظر انداز نہین کیا کہ اگرچہ ایران حقیقی و اصلی اعتبار سے مدبرون اور تاجرون ہی کی جولانگاہ ہے تاہم اس مین آثار قدیمہ بھی بہ کثرت پائے جاتے ہین جن پر متبحر اور یگانہ فضلا نے اپنے قلم اور طبیعت کو آزمایا ہے اور ابھی تک اس میدان مین اون کی کوششین جاری ہین۔ اونکی مساعی نے مجھے اوس کام کے لئے تیار کر دیا ہے جسے مین نے بے احتیاطی اور سہل انگاری سے شروع نہین کیا اور جس مین طالب علم کے جوش و اشتیاق کو چشمدید شہادت سے بہت بڑی تائید حاصل ہوتی ہے۔ پس میرا روئے خطاب اون لوگون کی طرف

بھی ہے جو ایران کے حالات سے کماحقہ آگاہی رکھتے ہیں اور اون لوگون کی طرف بھی جنہین فن سیاست مدن سے مذاق ہے اور جو ایران کے حالات کے دریافت کرنے کے شایق ہین۔

مقامات کے جغرافی موقعون کے مسئلہ پر جو توجہ مین نے صرف کی ہے وہ ہرگز کسی ایسے ملک پر مبذول نہ کی جاتی جسکے متعلق لوگون کی معلومات ایران کے مقابلہ مین زیادہ وسیع ہوتین۔ ایران مین بہت کم ممتاز مقامات ایسے ہونگے جن کا اس کتاب مین ذکر نہین کیا گیا یا حوالہ نہین دیا گیا۔ ان مقامات کی فہرست کتاب کے آخر مین بطور ضمیمہ کے لگا دی گئی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ نقشہ ایران جو اس کتاب کے ساتھ منسلک ہے اور جسپر مین نے ایک سال کی محنت شاقہ اور نگرانی صرف کی ہے سابق کے ہر مطبوعہ نقشہ کے مقابلہ مین زیادہ بہتر ہوگا۔ اسکے مجدداً مسٹر ڈبلیو جے ٹرنر کے ہنر ہاتھ سے تیار ہونے اور موجودہ شکل مین کتاب کے ساتھ نظر آنے کیلئے مین رایل جاگریفیکل سوسائٹی کی فیاضی کا ممنون ہون جس نے اسکے مرتب کرانے کی ذمہ داری میرے تفویض کی اون اسناد کی یادداشت کے لئے جن پر اس کی ترتیب مبنی ہے اور اون اصولون کے لئے جو اسکی تیاری مین مرعی رکھے گئے۔ مین ناظرین کی توجہ اوس یادداشت کی طرف منعطف کرتا ہون جو سوسائٹی کی روئداد ماہ فروری ۱۸۹۲ء کے ساتھ اس نقشہ کے اول اول شایع ہونے کے موقعہ پر مین نے قلمبند کی تھی۔ یہان مین صرف اسی قدر ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہون کہ اس نقشہ مین ایک نام بھی ایسا نہین جسکی تحقیق

اور تلفظ کی نگرانی مین ــــ فے حتو ونہ کی ہو۔ بلا شبہ اس مین بہت سی غلطیان ہین لیکن مین امید کرتا ہون کہ یہ غلطیان غفلت و بے احتیاطی کا نتیجہ نہ ہونگی بلکہ معلومات کے نقص کا۔ اس کتاب کے چھوٹے نقشے میری ہدایت کے بموجب مسٹر شار بو رایل جاگرافیکل سوسائٹی کے نقشہ نویس نے جن کا پاکیزہ اور صحیح کام قابل تعریف ہے تیار کئے ہین۔

اگر مغربی ممالک کے متعلق اسی قسم کی تصانیف کے ساتھ اس کتاب کا مقابلہ کرنے پر میرے ناظرین کو محسوس ہو کہ ان مضامین پر اور خصوصًا ان کے اوس حصہ پر جو فن تدبیر مملکت سے تعلق رکھتا ہے اور جسکی نسبت مین مقدمہ مین کچھ بیان کرونگا بحث کرتے وقت مجھ سے لغزشین سرزد ہوئی ہین تو مین اون سے یہ عرض کرون گا کہ اونہین یاد رہے کہ مشرق مین اطلاع و معلومات کے حصول کے وہ سرکاری ذرایع ہرگز موجود نہین ہین جو مغرب مین عام طور پر آسانی سے بہم پہونچ سکتے ہین۔ نہ یہان کوئی بلو بک شایع ہوتی ہے نہ علمی طور پر شمار اعدادی کو ترتیب دیا جاتا ہے۔ نہ مردم شماری کی رپورٹ نکلتی ہے نہ کوئی اخبار یا موقت الیشوع رسالہ ہی چھپتا ہے غرضکہ معلومات کے اون مہتم بالشان لوازم کا ایک جزو بھی یہان نہین پایا جاتا جنکی نسبت یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اون سے انسان کے اطمینان کی دولت مین اضافہ ہوتا ہی یا وہ خانہ برانداز عقل و ہوش ہوتے ہین۔ شمار اعداد و واقعات کا جو نفس الامر مین مشرقی تصور کے لئے باعث توہین ہین اگر ایران مین بہم پہونچنا ممکن ہے تو عرصہ دراز کی تحقیقات اور صبر و تحمل کے بعد اور وہ بھی اوس صورت مین جب کہ تفحص و جستجو کی متعدد کوششین جداگانہ طور پر عمل مین لائی جائین۔ اور مین سچ کہتا ہون کہ بعض دفعہ اس کتاب کی ایک سطر کی

لکھنے مین مجھے گھنٹون کی محنت اور کئی کئی مضمون کی خط و کتابت کرنی پڑی ہے۔

جو خاص خاص باتین مین نے اس کتاب مین بڑہائی ہین وہ حسب ذیل ہین۔ جن ابواب کا موضوع کوئی خاص صوبہ یا علاقہ ہے اونکے آخر مین مین نے قرب وجوار کے اون خاص خاص رستون کی فہرست درج کردی ہے جنہین سیاحان سابق نے اختیار اور بیان کیا۔ جس ملک مین ریل نہو اور جہان مسافر کی رہنمائی کے لیئے کوئی ہدایتی دستور العمل موجود نہو وہان اجنبی اگر پگڈنڈی سے کترا کر کوئی دوسری سمت اختیار کرے گا تو ظن غالب ہے کہ اوسکو اس بات کا بالکل علم نہ ہوگا کہ آیا اوسکے رستے کو پہلے کوئی اور مسافر طے کرچکا ہو۔ یا وہ اچھوتی زمین پر چل رہا ہے۔ صورت اول الذکر مین مین اوسکو مقابلہ کے ذرایع بہم پہونچاتا ہون اور صورت ثانی الذکر مین مین اوسکو تحقیقات کی ذمہ داریون سے آگاہ کرتا ہون ابتداءً مجھے یہ امید تہی کہ مین اس کتاب کے آخر مین اون مقامات کے نامون کی فہرست ضمیمہ کے طور پر شامل کرسکون گا جو ایرانی جغرافیہ اور سیاحت سے متعلق ہون لیکن ان نامون کی فہرست اس قدر ضخیم ہوگئی ہے کہ مجھے اوس کا علیحدہ شایع کرنا لازم ہوا اس کی تلافی کے لئے مین نے ہر ایک مقام یا مضمون کی بحث مین تصانیف متعلقہ بزبان یوروپ کی جن کا مین نے مطالعہ کیا ایک مکمل فہرست درج کردی ہے۔ بہت سے نقشے شجرے اور فہرستین بہی جو پہلے کبہی شایع نہین ہوئین کتاب مین شامل کی گئی ہین۔

جو سیاسی آرار مین نے اس مین ظاہر کی ہین اون کی ذمہ داری مین کوئی دوسرا میرا شریک نہین ہے۔ نہ تو ان آراء کا ماخذ سفارت برطانوی متعینہ طہران ہے اور نہ

غالباً سفارت مسطورہ ان سب کی ہمداستان ہی ہے اور جن احباب کی اعانت کا مین آگے چلکر اعتراف کرونگا اون سے بھی انکو منسوب نہین کیا جا سکتا۔ اگر یہ آرا ایران کے معرفین کو کبھی ناگوار گزرین تو اونہین یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان آرا کے اظہار کی وجہ تحریک معاندانہ تھی جس قوم کی نسبت مین نے یہ خیالات ظاہر کئے ہین مین تو اوراوس کی اغراض کا حامی اور معین ہون۔ یہ بھی واضح رہے کہ مین نے کوئی رائے اوس وقت تک ظاہر نہین کی جب تک کہ مجھے اس بات کا واثق یقین نہین ہوا کہ یہ رائے صحیح ہے۔ یہ امر ہنوز معرض نزاع مین ہے کہ سیاسی مباحث مین اظہار حق سے کس حد تک کام لینا چاہیئے۔ مگر پھر بھی مجھے اون لوگون کے ساتھہ تو اتفاق ہے جو سیاسی جھوٹ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس کتاب کی دونون جلدین باستثنا اوس فصل کی جسکا موضوع اصطخر ہے اوسوقت مطبع مین بھیجی جا چکی تہین جبکہ سرکاری طور پر مین تعلق انڈیا آفس سے ہوا اور اس لئے آرا مندرجہ کتاب ہذا ہر صورت مین ایک خانگی حیثیت کے شخص کی رائین ہین اور سرکاری سند یا تحریک کے بغیر قایم کی گئی ہین۔

تلفظ کے متعلق واضح رہے کہ مین نے رواج عام اور عالمانہ تنقید کے درمیان حد اوسط قایم کی ہے اور بجائے اسکے کہ خودنمائی اور تفاخر کا التزام مجھپر عاید ہو مین نے عامی ہونے کا الزام اپنے سر لینے کو زیادہ پسند کیا ہے۔ فارسی اور عربی نامون کو ایک ایسی زبان مین ادا کرنا جو اون علامات سے بالکل معرا ہو جنکے ذریعہ سے ان زبانون کی بعض آوازین ادا کی جاسکین درحقیقت مشکل ہے اور موجودہ صورت مین اسکو ایرانی نامونکے ہندوستانی تلفظ نے جس سے انگریز زیادہ آشنا ہین مگر جن کا خود ایران مین رواج نہین زیادہ پیچیدہ کر دیا ہے۔ بہت سی صورتون مین مین نے "غلط العام فصیح" کے

اصول پر عمل کیا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد بمنزلہ قانون کے ہوجاتا ہے اور اس لحاظ سے ابوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشد[1] لکھا ہے۔ کہین کہین مین نے دیسی تلفظ کی آواز کے بعینہ ادا کرنے کے ساتھ جسقدر صحت ممکن ہوسکتی تھی اوسکا لحاظ رکھا ہے۔ اگر مجھ سے بعض دفعہ تناقض سرزد ہوا ہے تو وہ ایسا ہے جس سے اجتناب ممکن نہ تھا۔

اگر یہ کتاب کسی حد تک مصنف کی دلی خواہش کے معیار مین پوری اترے تو اس کی وجہ بعض وہ فیاضانہ امداد ہے جو خوش طالعی سے اوسے مل سکی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف مین نہ تو میرا سفر اور نہ میری کتب بینی ہی میرے کام آتی اگر اوسکے معین وہ تمام مصنفین نہوتے جن سے مین نے استعانت کی۔ اس بارہ مین خاص طور سے اطلاعات و معلومات کا وہ بیش بہا مخزن میرے لئے مفید ثابت ہوا جو اس کتاب کے شایع ہونے کی تاریخ تک بعض احباب ایران سے مجھے بہم پہونچاتے رہے ہے۔ اسکے علاوہ ان اوراق کی اشاعت مین صحت کا پورا اعتبار مجھے اوسوقت تک نہ ہوسکتا جب تک کہ لکھے جانے کے بعد وہ مجھ سے بھی زیادہ لایق لوگون کی نظر ثانی کے لئے طہران کو نہ بھیجے جاتے اور بہت سی صورتون مین اونہین انگلستان کے مساوی قابلیت کے اصحاب کی خدمت مین تبصرہ کے لئے پیش نہ کیا جاتا۔ ان معاونین مین سے پہلا نام بلحاظ مستند ہونے اور باعتبار وسعت اعانت کے جنرل اے ہاوٹم شنڈلر کا ہے۔ یہ صاحب جو ایران مین بہت سی ممتاز خدمات پہ سرفراز رہ چکے ہین اب امپیریل بینک آف پرشیا واقع طہران کے مشیر کار ہین قطع نظر اس کے کہ اس ملک مین وہ ایک عرصہ دراز سے اقامت پذیر ہین تبحر علمی اور جوش قومی اون کی ذات کے نمایان اوصاف ہین۔ مین نے

[1] اگرچہ انگریزی مین بوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشد کر کے لکھتے ہین لیکن مین نے یہ لحاظ کیا ہے کہ ان مقامات کا اصلی نام جس طرح اردو مین لکھا جاتا ہے کتب مین لکھا جائے۔ مترجم۔

نہ صرف وہ جدید معلومات جو اس کتاب مین درج ہین اون سے حاصل کی ہین۔ بلکہ ان دونون جلدون کے
تقریباً ہر ایک صفحہ پر اونہون نے نظر ثانی کی ہے اور جب یہ خیال میرے دل مین آتا ہے کہ اگر اونکی
فیاضانہ اور بیدریغ مدد نہوتی تو اس کتاب مین کتنی غلطیان ہوتین تو مین کانپ اوٹھتا ہون بہت کم
لوگ ایسے ہون گے جو خود ایک اعلی درجہ کی کتاب لکھنے کی استعداد رکھتے پر بھی دوسرے آدمی کی
کتاب کی قدر و قیمت کے بڑہانے مین ایسی بے غرض کوشش کرین جن دوسرے اصحاب مقیم ایران
سے مجھے مدد ملی ہے وہ مسٹر جے آر۔ پریس حال انگریزی قونسل متعینہ اصفہان مسٹر جے جے
فیہی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ انڈو یورپین محکمہ تار برقی شیراز اور نیز میرے نومبر ۱۸۹۹ء کے متعدد میزبان
ہین۔ ان کے علاوہ دوسرے صاحبون کی اعانت کا بھی مجھے اعتراف ہے جنکے بار منت سے مین
اسوجہ سے سبکدوش نہین ہوجاتا کہ اونکے نام یہان درج نہین ہین۔ انگلستان مین سر ایف گولڈ اسمڈ نے
براہ کرم اون فصلون پر نظر ثانی کی ہے جو سیستان اور جنوبی و مشرقی صوبجات سے متعلق ہین اور جنکی
بلحاظ وسعت تجربہ اونہین خاص طور سے رائے زنی کا استحقاق ہے اسکے علاوہ اور دوسرے
امور مین بھی اونہون نے میری مدد کی۔ کرنیل سر ای سی۔ راس نے جو سابق بوشہر مین برطانوی رزیڈنٹ
تھے جنوبی ایران اور خلیج فارس کے متعلقہ ابواب پر اسی طرح کی فیاضانہ توجہ مبذول کی ہے اور کرنیل اسٹوارٹ
ہماری لایق قونسل جنرل متعینہ تبریز نے اکثر ابواب کو جو سلطنت ایران کے شمالی علاقجات سے تعلق رکھتے ہین اپنی
مبصرانہ نگاہ کا فیض پہونچایا ہے مسٹر سیسل اسمتھ نے جنکا تعلق عجائب خانہ لندن سے ہے براہ عنایت
پسارگدے اور اصطخر کے حالات کو پڑہا ہے اور مین اون کی اس عنایت کے واسطے مستفیض
ہوا کہ اونہون نے ان مقامات کی خود سیر کی ہے۔ آخر مین مجھے سر الفرڈ لائل کے فاضلانہ اور

محققانہ مشورون کا جن سے مجھے بیشمار صورتون مین نفع پہونچا صدق دل سے اعتراف کرے
جن عکسی تصاویر سے یہ کتاب مزین ہے وہ یا تو خود میری اتاری ہوئی ہین یا طہران کے شاہی مدرسے کے
ایرانی تلامذہ کی یا میرے احباب کی جن مین خصوصیت کے ساتھ مین میجر سایکس اور مسٹر ہربرٹ ویلڈ بلنڈل کا نام
لے سکتا ہون چند نقشے پیرس کی نیشنل لائبریری کی کریمانہ اجازت سے اصل سے لئے گئے ہین ۔

مین خوب جانتا ہون کہ اتنی بڑی ضخیم کتاب باوجود متذکرہ بالا امداد موافق اور حسب مراد حالتون کے غلطیون
اور فروگذاشتون سے پاک نہ ہوگی جن ناظرین کی نظر اس قسم کی غلطیون پر پڑے اون کی بہ منت مین
یہی ہے کہ اس کتاب کی طبع ثانی کیلئے (اگر خدا وہ وقت لائے) تصحیحاً میری امداد کرین جسکے لئے
مین بصدق دل اون کا شکریہ ادا کرون گا۔ مین اوپر اشارہ کر چکا ہون کہ مین ایک کتاب اس تصنیف کے
ضمیمہ کے طور پر شائع کرنا چاہتا ہون جسکے مجھے امید ہے کہ سال رواں مین یہ ضمیمہ شائع ہو جائیگا۔ اسمین ایران کی
تاریخ۔ جغرافیہ۔ سیاحت۔ واقعات اور مقامات۔ کے نقشون عہدنامجات و معاہدات کی نقول۔
خاندانون کی فہرست۔ اوزان پیمانون اور سکون کے نقشون اور بہت کچھ مزید اطلاع متعلقہ شمار اعداد کی
تفصیلی بیان ہوگا جسے مین نے ان اوراق کی تصنیف و ترتیب کے وقت جمع کیا ہے۔ یہ ضمیمہ جزئیات
کے طالب کیلئے مفید ثابت ہوگا اور عام ناظرین کو اس سے زیادہ دلچسپی نہ ہوگی لیکن مجھے امید ہے کہ اصحاب ثانی الذکر
مین سے بھی بعض مجھپر یہ عنایت کرینگے کہ جہان یہ کتاب اونکی الماری مین ہو وہان وہ اسکے ضمیمہ کو بھی اوسکے قریب جگہ دین

خاتمہ پر مین اپنی اس دوسری تصنیف کے لئے جسکے ساتھ میری واثق تر امیدین وابستہ ہین اس سے زیادہ
کامیابی کا خواہان نہین ہون کہ دو سال قبل میری زیادہ تر کم مایہ تصنیف کو ناظرین نے جس حوصلہ افزائی اور
قدردانی کی نظر سے دیکھا تھا اوسکا اسکے متعلق بھی اعادہ کیا جائیگا۔

جارج نیتھینیل کرزن

مقدمہ

اشیاء قابل دید ومشاہدہ یہ ہین - بادشاہون کے دربار بالخصوص اوس حالتین جبکہ سفرا اونکے حضور مین باریاب ہون - عدالتہاے دینوی ومذہبی جبکہ وہ مقدمات کی سماعت مین مصروف ہون - کلیسا اور صومعے اور اونکے آثار ماضیہ - بلاد وامصار کی فصیلین - شہرپناہین - بندرگاہ - قدیم یادگارین - کھنڈر - کتبخانے - مدارس - مناظرے اور خطبات - کشتیان - جہاز اور بحری قوت کے لوازم - بڑے بڑے شہرون کے قرب وجوار کی سرکاری اور تفریح عام کی عمارات وباغات - سلاح خانے - آلات حرب کے مخازن - گولی بارود کے ذخیرے - ساہوکارے - مہاجنی کوٹھیان - مال کے گودام - سواری - پھکیتی - فوجی قواعد اور اسی قسم کے دوسرے کرتب - کھیل تماشے جنکے دیکھنے کے لئے شرفا جاتے ہون - خلعت وجواہرات کے توشہ خانے - شیشہ آلات اور بلورین ظروف اور دوسری نادر اور کمیاب چیزین - غرضکہ جو کچھ بھی عجیب اور بے عدیل معلوم ہو اوسے دیکھنا چاہیئے -

(بیکن کا اٹھارہوان مضمون جسکا موضوع سفر ہے)

اس کتاب کے مقاصد سہ گانہ

اپنی سیاحت کی داستان کے شروع کرنے سے پہلے مین اس ابتدائی باب مین اون سہ گانہ مقاصد کو اپنے ناظرین پر واضح کرنا چاہتا ہون جو اس کتاب کی تصنیف کے متعلق میرے پیش نظر ہین - مینے ایران سے جو پہلا مراسلہ اخبار "ٹائمس" کو لکھا تھا اگر مین اوسکے شروع کی عبارت کا اس مقام پر اقتباس کرون تو شاید بہترین طریقہ پر اس کتاب کی اصلی غرض کی تصریح ہو سکے گی -

"شاہ ایران کے ۱۸۸۹ء کے سفر انگلستان اور اوس خاطر و مدارات نے جو ملک مین سرکاری طور پر اور خلایق عامہ کی طرف سے اون کے لئے عمل مین لائی گئی - ایران اور مسئلہ ایران کی اوس دلچسپی کو پھر تازہ کر دیا ہے جس مین چند سال سے (شاہ موصوف کے ممالک محروسہ سے بعد اور اُس روز افزون بے توجہی کے باعث جو اہل انگلستان کو اپنی فوری اغراض کے علاوہ دوسرے امور کے متعلق پیدا ہو گئی تھی) ضعف آ چلا تھا - جس گرمجوشی اور تپاک کے ساتھ ابنائے ملک کے ہر طبقہ نے ملکہ معظمہ سے لیکر ادنی ترین رعایا تک اس جلیل القدر مہمان کا استقبال کیا اور برطانیہ کلان کے عظمت و جلال اور اہل برطانیہ کی رفاقت و اخلاص کا نقش اوس کے دل پر بٹھانے کی جو کوششین کیگئین وہ اس امر کی شاہد ہین کہ شاہ کجکلاہ کو محض اسی نظر سے نہین دیکھا گیا کہ وہ ایک مشرقی حکمران ہے جسے ممالک غیر مین سفر کرنے کی چاٹ لگی ہوئی ہے اور اسلئے بزم معاشرت کی جدید ترین شمع ہونگی

حیثیت سے سب لوگون کو اوس کی جہلک دیکہنی چاہیئے بلکہ اوسکی وقعت کا پلہ اس سے بھی بھاری تھا۔ گو یقین کی روشنی اس پر نہ پڑی تہی لیکن پھر بھی لوگون کو یہ خیال ضرور تھا کہ جس شاہنشاہ کی سواری اس تزک و احتشام اور جلوس کے ساتہہ دریائے "ٹیمس" کی شاہراہ پر لائی گئی ہے۔ جسے تصر گلڈ ہال مین دعوت دیگئی ہے اور جسے سلطنت کے خاص خاص صنعتی مراکز کی سیر کرائی گئی ہے وہ انگریزی قوم کا رفیق اور شریک ہونیکے علاوہ مشرق مین ہماری تدابیر مملکت کے انفصال کا ایک مہتم بالشان جزو ہے۔ جن لوگون کو سیاست و تدبیر ملکی کی شاہانہ اغراض کی طرف سے بے پروائی تہی وہ بھی اس بات سے بے خبر نہ تہے کہ قلمرو ایران انگریزی اور انگلستان کی وساطت سے ہندوستانی اشیا کی تجارت کے لئے ایک وسیع اور نفع رسان منڈی بن سکتی ہے اور اگر روپیہ اور فائدہ کے خیال کے علاوہ اور کوئی خیال مرکوز خاطر نہ بھی ہوتا ہم ایران کے حکمران کے ساتھ دوستانہ تعلقات قایم رکھنا ایک پر زور خواہش ہونی چاہیئے۔ لیکن اسکے ساتہہ ہی باوجودیکہ یہ امر مسلم تہا کہ شاہ ایران کا سفر غیر معمولی طور پر نتیجہ خیز ہے اور اس گرمجوشی کے ساتہہ اونکا استقبال اور تواضع کرنی قرین مصلحت ہے پھر بھی اخبارون کی تحریرات اور اراکین بیت العوام (ہاوس آف کامنز) کی آرا سے اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ اکثر لوگ ایسے ہین جنہون نے زمانہ کی علامات کی تعبیر غلط کی ہے یا جو اون کی تعبیر سے قاصر رہے ہین اور اشارۃً و کنایتًہ ہی نہین بلکہ علانیہ طور پر بھی اس امر کا اظہار کیا گیا کہ ایک ایسے شاہنشاہ کی آؤ بھگت مین جو غالبًا غرض آمیز دانست کی ان علامات کو حقارت کی نگاہ سے دیکہتا ہے اور جس سے

اسکے معاوضہ مین کسی بات کی توقع نہین ہوسکتی اس قدر نمایش سے کام لینا اور شوروغل مچانا کچھ مضحکہ انگیز سا معلوم ہوتا ہے۔ غرضکہ مسئلہ ایران کے پیچ در پیچ اور مہتم بالشان حقایق کا مفہوم اوس وقت ناکامل طور پر سمجھا گیا اور جو مقدمہ کہ اصل مین نہایت ہی معقد اور معلق تدبر کی شان لئے ہوئے تہا اوس پر اسطرح سے بحث کیگئی کہ گویا وہ ایک اتفاقی فرض ہے جسکی انجام دہی سے خوش آیند طور پر عہدہ برا ہوکر بعد مین بلا تردد اوسے صفحہ خاطر سے محو کر دینا چاہئیے۔

چونکہ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے تصورات لوگون کے ذہن مین ابھی تک جاگزین ہین اور مجھے یقین ہے کہ یہ تصورات غلط ہین اور ممکن ہے کہ اون سے بربادی بخش نتایج مترتب ہون اس لئے جو کچھ مین نے اپنی آنکھون سے ایران مین دیکھا ہے اوس سے استشہاد کرکے مسئلہ ایران کے مالیہ وما علیہ کو بیان اور اس بات کو اپنے انگریزی ناظرین پر ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اس بعید مملکت کے ساتہہ اونکی کیا کیا اغراض متعلق ہین کیون وہ ایران کے سیاسی مسئلہ اور اوسکے نشوونما کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور ہین۔ ایران کے ساتہہ اتحاد قایم ہونے کے کیا معنی ہین۔ اور اوس سے کیا کیا نتایج حاصل ہوسکتے ہین اور کیون یہ امر خارج از امکان ہے کہ شاہ ایران اور اونکی رعایا کو ذرا اعتنائی سے دیکھا جائے۔ بہت سے مسایل ایسے ہین جن پر مجھے اپنے سفرنامہ کے ضمن مین بحث کرنی پڑے گی۔ یہ مسائل شاہ کی گورنمنٹ کے طرز نظم ونسق کے موجودہ رجحان۔ مملکت ایران کے انتظام کے اسلوب۔ کیفیت۔ محاسن یا معایب۔ شاہ کے سفر یورپ سے

اصلاحون کے منتج ہونے کے احتمال، مسئلہ وراثت تخت وتاج۔ فوج کی کمیت وکیفیت قلمرو ایران مین ریلوے کے اجرا، اہل ایران کے سیاسی رجحانات۔ روس اور برطانیہ کلان کی رسوخ واثر کے مدارج کی نسبتی تعیین۔ ان دونون دولتون کے اغراض ومقاصد، مسئلہ خراسان کے مفہوم اور اوس کی وقعت۔ اور اون خطرات پر مشتمل ہین جن مین انگریزی تجارت کا غیرون کے مقابلہ مین ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ کے مختلف صوبہ جات مین پڑنا بیان کیا جاتا ہے۔

سر چارلس میگگریگر متوفی نے ۱۸۷۵ء مین شاہ کے سفر اوّل یورپ کے بعد اپنے سفر ایران کے اثنا مین حسب ذیل راے ظاہر کی۔

"میرے خیال مین شاہ کا جو استقبال ہم نے کیا اوس سے کچھ بھی مفید اثر نہین پیدا ہوا ایرانی جانتے ہین کہ ہمین روسیون کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے۔ اور اسلیئے وہ اس معاملہ پر محض سیاسی پہلو سے نظر ڈالتے ہین۔ اور گو جس گرمجوشی اور تپاک سے اونکے شاہ کا استقبال لنڈن مین کیا گیا اوس سے اون کی نگاہون مین اوس کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے پھر بھی ہماری حالت مین اس سے کچھ ترقی نہین ہوئی۔ میری دانست مین ایرانیون کو یہ خیال ہے کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ جب روس کے ساتھ چپقلش ہو تو ایرانی ہماری طرف ہون اور اس کمک کیلیئے ہم اونہین بیش قرار معاوضہ دینگے۔ اگر انکا ایسا خیال ہے تو مجھے نہایت افسوس ہے"

"مین اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرونگا کہ آیا یہ خیال شاہ ایران کی رعایا کے ذہن مین ابھی تک سمایا ہوا ہے یا نہین۔ اور گذشتہ سولہ سال کے عرصہ مین فن تدبیر مملکت کے

ابتدائی اصولون کی تحصیل مین اونہون نے کس حد تک ترقی کی ہے۔ غرضکہ مین اپنے مراسلات مین ایران پر ایک انگریز اور بالخصوص ایک انگریزی مدبر کی حیثیت سے بحث کرونگا کسی ملک مین جو شخص عرصہ دراز سے مقیم ہو وہ اُس ملک کے باشندون کے رسم و رواج و عادات کو بوجہ احسن بیان کرسکتا ہے اور اس کام کے لئے موزون بھی ایسا ہی شخص ہوتا ہی اگر ایک سیاح اس کام کو اپنے ذمہ لیگا تو اوس سے لامحالہ غلطیان سرزد ہون گی کیونکہ جو رائے وہ قایم کریگا وہ تعجیل او نقایص سے مملو ہوگی۔ لیکن ایک سیاسی مسئلہ کا تصفیہ بلا خوف و خطر ایک مدبر پر چھوڑا جا سکتا ہے اور اس تصفیہ مین غلط نتایج کے استنباط کا احتمال نہین ہوسکتا اگر یہ کوشش کیجائے جیسی کہ اس صورت مین کی گئی ہے کہ مسئلہ مزبور پر تنگ حوصلگی یا خود غرضی کے پہلو سے نظر نہ ڈالی جاسے بلکہ اغراض سلطنت کو ملحوظ اور اون تعلقات کو مرعی رکھکر اسپر بحث کیجائے جو اس کو اجتماعی حیثیت سے ایشیائی سیاست مدن کے وسیع تر مسئلہ کے ساتھ ہین اور جسکا یہ ایک ممتاز جزو ہے ::

اس کا تعلق قلمرو ہند کے ساتھ

کرہ بالا فقرون مین مینے کافی وضاحت کے ساتھ اس کتاب کے سیاسی پہلو کو دکھایا ہے۔ مجھے اس امر کے اخفا کی ضرورت نہین کہ میری اصلی غرض و غایت بھی اسی پہلو کا دکہانا ہے اور بجائے اسکے کہ مین کوئی سفرنامہ لکھون جسے عام لوگ ایک دفعہ پڑھ جائین اور پھر اُٹھا کر بھی نہ دیکھین۔ مین اس بات کو بدرجہا اولیٰ وانسب خیال کرتا ہون کہ کوئی ایسی سیاسی تصنیف میرے قلم سے نکلے جو اون خاص لوگون کے پسند آئے جنکی

معلومات وسیع ہین۔ میری اس خواہش کی یہی وجہ نہین کہ فن سیاست مدن کے متعلق اگر کسی کتاب کی تصنیف مین کامیابی ہوئی تو وہ دیرپا ہوگی۔ حالانکہ سیر وسیاحت کی کسی داستان کے ساتھہ لوگون کو دلچسپی ہوئی بھی تو وہ عارضی اور بے ثبات ہوگی۔ بلکہ اوسکا منشا یہ ہے کہ وسط براعظم ایشیا کی سلطنتون اور حکومتون کے حالات سے بحث کرتے وقت کوئی امر زیر بحث ایسا ضروری اور نتیجہ خیز نہین جیسا کہ وہ حصہ ہے جو مشرق کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کرنے مین وہ لین گی یا لے سکتی ہین۔ ترکستان۔ افغانستان۔ ماورالنہر[۱] اور ایران ایسے نام ہین جنہین سنکر بہت سے لوگون کے ذہن مین بُعد مسافت عجیب وغریب انقلابات۔ اور اون افسانون اور حکایتون کے جادو کے سوا جنکے دھوئین کوئی دم مین اڑا جاتے ہین اور کوئی خیال پیدا نہین ہوتا۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو مین یہ کہون گا کہ میرے نزدیک وہ شطرنج کے مہرے ہین جو ایک ایسی بساط پر چنے ہوئے ہین جسپر ربع مسکون کی حکومت کی بازی کھیلی جارہی ہے۔ اس خیال کے مطابق برطانیہ عظمی کی آیندہ قسمت کا فیصلہ نہ یوروپ مین ہوگا نہ اون سمندرون پر جن پر اوس کا پھریرا اڑ رہا ہے اور نہ اوس برطانیہ عظمی ترین جبکی بنا اوسکی

[۱] ابتدائی زمانہ کے اسلامی مورخین دریائے آکسس یعنی جیحون کو لفظ "النہر" سے تعبیر کرتے تھے اور اس لحاظ سے اوس علاقہ کو جو دریائے جیحون کے بائین جانب واقع ہے اور جسکے شمال مین یورالسک جنوب مین سطوح مرتفع خراسان وافغانستان۔ شمال مشرق مین خیوا اور بخارا۔ جنوب مشرق مین افغانی ترکستان اور مغرب مین بحیرہ اخضر واقع ہے ماورالنہر کہتے تھے۔ زمانہ حال کے جغرافیہ مین جس صوبہ کی حدود اربعہ حدود متذکرہ بالا پر منطبق ہوتی ہین وہ بحیرہ اخضر کی دہنی جانب واقع ہونے کے باعث انگریزی مین ٹرانس کیسپیا یعنی ماوراالاخضر کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن چونکہ یہ دونون علاقے دراصل ایک ہی ہین اس لئے مین نے ٹرانس کیسپیا کا ترجمہ ماورالنہر کیا ہے۔ مترجم

اولاد و احفاد نے ڈالی ہے۔ بلکہ اوس براعظم مین جہان سے ہمارے اولین آبا و اجداد ترک وطن کرکے آئے تھے اور جہان اون کی اولاد فتح و نصرت کے ساتھ پھر واپس آتی ہی۔ ہندوستان کے بغیر سلطنت برطانیہ قایم نہین رہ سکتی۔ ہندوستان کا قبضہ کرہ زمین کے مشرقی حصہ مین شاہنشہی کی الشغہ سند ہے جب سے کہ ہندوستان کے وجود کا علم ہوا ہے اوس وقت سے اسکے حکمران نصف دنیا کے فرمان فرما رہے ہین۔ جس خواہش نے سکندر۔ تیمور اور بابر کو دریاے انڈس کی طرف بڑہنے کی تحریک کی اوسی نے پرتگیزون کے حق مین شاہنشہی کا وہ قلیل المیعاد قبالہ لکہدیا جسکے فرسودہ پرزون کو اونہون نے ابھی تک حرزجان بنا کر رکھ چھوڑا ہے۔ اوسی نے گذشتہ صدی مین ایران کے ایک شاہ کو دس سال تک مشرقی متخاصمین کا حکم بنائے رکھا۔ اوسی نے فرانس کو وہ سلطنت دے ہی دی ہوتی جسے قوی تر دلون اور روشن تر ستارہ بخت نے ہماری قوم کو عطا کیا اور یہ وہی ہے جو آج کے دن تک دیوشمال[۱] کے سمند حرص پر تازیانے برسا رہی ہے اور اوسکے رگ و پے مین موجین مار رہی ہے۔ باوجودیکہ سیاسی حیثیت سے ہمارے زمانہ مین خانگی مسائل متعلقہ سیاست مدن ایک ایسی وقعت اور اہمیت کی شان لئے ہوئے ہین جو یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے اور باوجودیکہ عام رجحان یہ ہے کہ مغرب کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا جائے اور واجب الاتباع نظایر اور تدبر و سیاست کی مثالون کیلئے نوخیز لوگون اور ایک صبیح رنگ کی قوم سے استشارہ کیا جائے پھر بھی ایک شخص ضرور ایسا

[۱] دیوشمال سے مراد روس ہے۔ مترجم

ملے گا۔ جسکے مرقع تصویرین زمانہ قدیم کی شبیہین کھنچی ہین۔ جو اپنے ہموطنون کو یہ بات یاد دلاتا ہے کہ ہم مغرب مین اونکو یہ اختیار باقی نہین رہا کہ

"جس کو چاہا دے دیا اور جس سے چاہا لے لیا"

پھر بھی وہ مشرق کے وصی اور ولی ہین اور دنیا مین ہیچ رنگ کی دوسرے درجہ مین سب سے بڑی آبادی اونکے زیر حکومت ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ صیانت و حفاظت کا کوئی ایسا دقیقہ اوٹھا نہ رکھنا چاہیئے جنکے ذریعہ سے روانی طلبہ [illegible] سے تمدن کے اون عمدہ ترین نتائج سے استفادہ کیا جائے جو انسان کو اپنے اسلاف سے میراث مین پہونچے ہین۔

تاریخ و جغرافیہ

علاوہ اوس تعلق کے جو ایران کو ایشیا کے دقیق اور وسیع تر سیاسی مباحث سے ہے اور جو میرا اصلی اور ابتدائی مقصود ہے۔ ایک دوسری غرض بھی جو اہم ہونے مین اوس سے کچھ کم نہین ہمیشہ میرے پیش نظر رہی ہے اور فحوا اور وسعت کے اعتبار سے اوس نے بتدریج اسقدر ترقی کی ہے کہ مجھے یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر اس ضخیم کتاب کا موضوع اکیلی یہی غرض ہوتی تو اسے غیر حق بجانب نہ کہا جا سکتا۔ یہ غرض اس خواہش پر مشتمل ہے کہ مین ایران کی حالت موجودہ کو قطع نظر اون تعلقات کے جو اوسے دول خارجہ سے ہین بیان کرون۔ اوسکے مختلف صوبون۔ باشندون۔ قوانین و خصوصیات۔ منظرون۔ شہرون محلون۔ معبدون اور کھنڈرون کے مختصر حالات قلمبند کرون۔ موجودہ صدی اور بالخصوص گذشتہ پچاس سال مین (یہ وہ زمانہ ہے جو موجودہ شاہ کی عہد حکومت پر قریب قریب منطبق ہوتا ہے)

جسطرح ایران اقوام کے سیاسی تماشا گاہ مین شریک ہوا اوس کا سراغ لگاؤن اور جو کوششین کہ اس مملکت نے ایک ایسے تمدن و شایستگی کا غیر موزون لباس پہننے کے متعلق کی ہین جو اوسے زیب نہین دیتین اونہین تفصیل وار حیز تحریر مین لاؤن۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو شخص یہ تحقیق کرنا چاہے کہ ناصر الدین شاہ کا ایران کیسا ہے۔ وہان کسطرح پہونچ سکتے ہین کس راستے وہان جانا چاہیئے اور کتنے دن کا وہ رستہ ہے۔ وہان کی کیا کیا اشیاء لینے یا دیکھنے کے قابل ہین۔ جن لوگون نے اوس سے پہلے ایران کا سفر کیا ہے اونہون نے کیا کچھ کیا۔ کونسی نئی بات دریافت کی یا اسکی نسبت کیا رائے ظاہر کی۔ اور اب خود اوسکے لئے کیا کرنا باقی ہے۔ ان صفحون مین وہ باتین دریافت کر سکے جن کا وہ متلاشی ہے۔ اس کتاب مین اوسے نہ صرف ایران کی موجودہ حالت کے کوائف معلوم ہونگے۔ بلکہ وہ اون وسائل او ذرایع کے حلقون کو جداگانہ طور پر دیکھ سکیگا جن سے اس حالت کی زنجیر تیار کی گئی ہے اور جن سے آگاہ ہونے کے بغیر نہ تو وہ اون نتائج کو سمجھ سکتا ہے جو اوس سے منتج ہونگے اور نہ آیندہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی کر سکتا ہے۔ غرضکہ ایران کے حالات کے قلمبند کرنے کے متعلق مین اون مساعی سے کام لونگا جو مجھ سے قابل تر مصنفون نے دوسرے ممتاز ممالک پر مبذول کی ہین لیکن جنہین دو سو سال سے کسی انگریزی مصنف نے ایران پر صرف نہین کیا یعنی اس قلمرو کی ہو بہو اور پورے قد کی تصویر اتارنا۔

سیاحت

بالآخر مین مسافر کی زندگی کے اون حالات کو جو مشرق مین سفر کرنے سے پیش

آتے ہین اور سیاحت کے اون واقعات کو جو گو ہمیشہ اہم نہین ہوتے لیکن پھر بھی تازگی کی ایک شان لئے ہوتے ہین قلمبند کرنے سے اس تصنیف مین وہ دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرونگا جسکے نہونے کی صورت مین ناظرین کی طبیعت اِسکے پڑہنے سے شاید کسی حدتک اُکتا جاتی۔

ایرانی قوم کے حالات کی دلچسپی

اہل انگلستان کو ایرانیون کے حالات سے دلچسپی پیدا کرانا کوئی زیادہ مشکل نہین[ل] اونکا وہی نسب ہے جو ہمارا ہے تین ہزار سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اونکے آبا و اجداد نے اوسی پر اسرار آریہ ورت کی سطوح مرتفع کو خیرباد کہا جہان سے ہمارے اسلاف پہلے ہجرت کر چکے تہے جس مقام سے اونہون نے نقل مکان کیا وہ ایک عرصہ سے علوم و فنون

ل سچ تو یہ ہے کہ بہت سے انگریزون کے دلون مین ایران کا خیال آتے ہی ہیروڈوٹس کے قصون مور کی نظمون اور شاہ کے جواہرات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے مجموعی اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہیروڈوٹس نے قصون کے مقابلہ مین زیادہ تر تاریخی حالات قلمبند کئے اور شاہ کے جواہرات کی خوبی اور چمک دمک مین کوئی کلام نہین ہوسکتا لیکن مجھے افسوس ہے کہ مور پر بوجہ اوس مبالغہ و اطراء عظیم کے جس سے اوس کی نظم بہری پڑی ہے۔ ذمہ داری کا بہت بڑا بار عاید ہوتا ہے۔ ایران کے جو حالات اوسنے بیان کئے ہین اون کو اصلی حالات سے اوسی درجہ مشابہت ہے جتنا کہ لیسٹر کے چوک کے الحمرا کو ابو عبداللہ کے دلفریب اور بے نظیر محل کے ساتھ۔ جوئے بندمیر کی گلگشت کا بیان ایسا ہی مرب آسا ہے جیسا کہ عنادل شیدا کا "شراب عنبرین کشماء" کو اصل کشم کے بنجر ویرانہ سے مقابلہ کرنے پر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور جب لٹل نے یہ اشعار لکہے تہے کہ

مورا میوزیہ سناہے کہ صفاہان پہ جب • چادر نور چڑہاتی ہے قمر کی طلعت
گاتے ہین فارسی مین لوگ تمہاری غزلین • گر یہ سچ ہے تو ہو تم یار بڑے خوش قسمت

تو ضرور اوسنے مور کی لاعلمی کے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہوگا اور ہمارے شاعر کی انانیت کا اوسکی خاطر سے دم بہرا ہوگا۔

کا سلسل و متصل گو غیر نتیجہ خیز بحث بن رہا ہے۔[۵۱] انڈو یورپین خانوادہ کے وہ پہلے افراد تھے جنہوں نے خالص توحید کو اپنا ایمان قرار دیا۔ اونہیں مین زروشت کا ظہور ہوا جو شرق کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤن مین زمانہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر تھا بشرطیکہ اوسکا ظہور حقیقت مین کبھی ہوا بھی ہو۔[۵۲] یزدان و اہرمن کے روح کو تزکیہ بخشنے والے عقیدے نے وہین نشو و نما پایا اور اوستا نے مدون کی شکل پکڑ کر وہان اوس آگ کو روشن کیا جو اگرچہ اپنے آبائی آتش خانون مین قریبا بجھ گئی ہے پھر بھی اوسکا ایک وہیما مگر مستقل شعلہ بمبئی کی دولت و آسایش کے فانوس مین جل رہا ہے۔

تاریخ ایران کا ڈراما

تاریخ ایران کی شاندار منازل کو ہم جون جون طے کرتے ہین ہماری نظر کے

---

۵۱ مین اس امر سے واقف ہون کہ آجکل یہ دعوی کیا جارہا ہے کہ آریہ لوگ ایشیا سے نہین آئے لیکن فی الحال مجھے سار مینین تھیوری (ملاحظہ ہو "اقوام آریہ کی قدامت قبل زمانہ تاریخ" مصنفہ ڈاکٹر شریڈر و مترجمہ ایف بی جیونس۔ اور "آریون کی اصلیت" مصنفہ کینن آئی زک ٹیلر ۱۸۹۰ء) کے تسلیم کرنے مین بھی تامل ہے اور اسکینڈی نیوین تھیوری (دیکھو تاریخ آریہ مصنفہ مسٹر پیکا ۱۹۰۶ء) کے باور کرنے سے بھی مین جھجکتا ہون کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہین انکے بعد کوئی تیسرا نظریہ جو ابھی تک معرض شہود مین نہین آیا میرے سامنے نہ پیش کر دیا جائے لہذا مین ابھی اوس قدیم مفروضہ کو سب پر ترجیح دیتا ہون کہ آریون کا اصل وطن ایشیا تہا جسکی تائید پروفیسر جے اشمڈٹ نے ایک مضمون مین جو رسالہ "پروسیڈنگس آف دی رایل ایکیڈیمی آف برلن" مین سنہ ۱۸۹۰ء مین شایع ہوا تہا نہایت شد و مد سے کی ہے۔

۵۲ اس شرط کی قید مجھے یہ اس لئے لگانی پڑی ہے کہ پروفیسر ڈارمسٹیٹر جیسے فاضل جید کی راے مین زردشت کے وجود کی اصلیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ "طوفان کے عالمگیر فسانہ کا ماحصل ہے"

سامنے بہت سے ایسے لوگون کے نام گذرتے ہین جنکو ہم بچپن سے اچھی طرح پر جانتے ہین۔ روایات اور فرضی حکایات سے جنکو بمقابلہ کسی دوسرے ملک کے ایران سے زیادہ تعلق ہے۔ قطع نظر کرکے ہمین کیخسرو۔ دارا۔ اور اخشیارشا کی جلیل القدر اور عظیم الشان صورتین نظر آتی ہین جنکے ہاتھون کی لکھی ہوئی تحریر زبان حال سے اونکی شہرت اون محلون اور عمارتون سے پکار رہی ہے جہان اونہون نے حکومت کی تھی اور جشن برپا کئے تھے۔ اسکی بعد کچھ شہاب ثاقب جونبی نوع انسان کو تعجب مین ڈال گئے یا اُن پر بلاے ناگہانی کی طرح نازل ہوئے۔ سکندر۔ چنگیز خان۔ تیمور۔ نادرشاہ کی شکل مین وقتاً فوقتاً گذرتے ہین اور آتش افشانی اور خونچکانی کرتے ہوئے غائب ہوجاتے ہین۔ روما کی جمہوری سلطنت کے لئے سب سے زیادہ مصیبت ناک وہ زمانہ تہا جبکہ کیرہے کے میدان جنگ پر کراسیس کی فوجون کے کشتون کے پشتے لگ گئے۔ دو دفعہ روما کے ایک قیصر کو ایک ایرانی یا نیم ایرانی فاتح کے آگے گردن اطاعت جھکانی پڑی ایک تو اوسوقت جبکہ قیصر ولیرین نے اپنی گردن شاپور اول کے جوتے کی ایڑی کے نیچے رکھی اور ایک اوسوقت جبکہ قیصر رومینس دیوجانس کو الپ ارسلان سلجوقی ہزبر اعظم نے قید کرلیا۔ ایک تیسرے روما کے قیصر جولین کا جسے ایک زمانہ جانتا ہے میدان جنگ مین مارا جانا شاپور ثانی کے لئے بمنزلہ ایک ایسی فتح کے ہوگیا جو لڑائیان جیتنے سے بھی زیادہ قیمتی تھی۔ پھر دو دفعہ مشہور و معروف خسرو نوشیروان اور اوسکے پوتے خسرو پرویز کے عہد مین سرحد ایران بحر روم کے ساحل سے جاملی اور اوسکی سطوت و جبروت کا ڈنکا بازنطیم کی چار دیواری کے اندر جابجا۔

اسکے بعد حضرت عمرؓ کی تلوار چمکی اور قرآن کے شعلہ جوالہ کی لپٹ نے ہر طرف آتش افشانی کی۔ از منہ مابعد مین بڑے بڑے لوگون مثلاً ابو[۱]ابن سینا فردوسی۔ عمر خیام۔ سعدی۔ حافظ کے نام ایران کے صفحۂ حکمت وشعر وسخن کے عنوان طراز ہوئے اور اوسکے لئے ایک ایسی میراث چھوڑ گئے جسکی شہرت کا فنا ہونا محالات سے ہے۔ بالآخر ایک ملکی خاندان شاہی اور اوسکے ساتھ ایک ملکی خصوصیتون کے رنگ مین ڈوبا ہوا مذہب نمودار ہوا اور ایران کی تاریخ کے گذشتہ تین سو سال کے جسقدر کارنامون مین عظمت وشکوہ اور ثبات واستقلال کی شان پائی جاتی ہے وہ آجکے دن تک شاہ عباس اعظم سے منسوب کئے جاتے ہین۔ اسکے بعد کمتر درجہ کے فرمانرواؤن کے نامون کا ایک سلسلہ ہماری نظر کے سامنے گذرتا ہے اور اندرونی خانہ جنگیون اور قومی کشاکشون کا ایک مسلسل نظارہ ہمارے دیکھنے مین آتا ہے جسکے اثنا مین روس اور انگلستان میدان مین آنمودار ہوتے ہین۔ یہ واقعات ہمکو موجودہ زمانہ تک لے آتے ہین اور ہم دیکھتے ہین کہ سلطنت ایران جسکی حدود اب بہت ہی کم رہ گئی ہین لیکن پھر بھی سمٹی ہوئی خوب ہین ایک ترکی خاندان کے زیر نگین ہے اور دنیا کے روبرو ناصر الدین شاہ کی مشہور ومعروف ذات کو پیش کرتی ہے۔ اگر ایران کو کسی اور لحاظ سے وقعت کی نظر سے دیکھے جانیکا استحقاق نہ بھی حاصل ہو پھر بھی اوسکے لئے کیا یہ شرف وامتیاز کچھ کم ہے کہ اوس کی ڈہائی ہزار سال کی مسلسل ومتصل قومی تاریخ موجود ہے جو دنیا کے بہت کم ملک پیش کر سکتے ہین۔

[۱] مصنف کی مراد مشہور حکیم بوعلی سینا سے ہے۔ مترجم

انگلستان اور ایران کے تعلقات

اسکے علاوہ جو خاص تعلقات ایران کو انگریزی قوم کے ساتھہ مختلف زمانون اور بالخصوص موجودہ صدی مین رہے ہین اوسکے لحاظ سے لازم ہے کہ انگریزون کو ایران سے دلچسپی ہو اور جس انگریز نے اپنے ملک کی تاریخ کو بامعان نظر پڑھا ہے وہ اس لزوم کا نظر انداز کرنا پسند نہ کریگا۔ شاہ آیڈورڈ اول کے عہد مین برطانیہ کلان نے ایک معتبر سفیر کو اپنی طرف سے پورے اختیارات دیکر مغل شاہنشاہ ارغون کے دربار مین بہیجا جسکے علاقہ مین اوسوقت ایران شامل تھا۔ اسکے تقریباً تین صدی بعد ایک سفیر صفوی خاندان کے دوسرے شاہنشاہ کے پاس ملکہ ایلزبتھ کے خطوط لایا۔ شاہ چارلس اول نے بھی اپنا ایک ایلچی ایران بہیجا تھا مگر اوس کا یہان پہونچکر انتقال ہوگیا۔ سولہوین اور سترہوین صدی مین انگریزی کارپردازون نے شمالی یوروپ اور بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے ساتھ تجارتی روابط قایم کرنے مین مساعی جمیلہ سے کام لیا۔ ان دونون صدیون کے درمیان انگلستان کو اپنی بحری قوت کے روز افزون تفوق کی وجہ سے پہلے تو خلیج فارس کی تجارت کا ایک حصہ ملا اور پھر پوری طرح سے یہ تجارت اوسکے ہاتھ مین آگئی۔ بالآخر موجودہ صدی کے آغاز کے ساتھہ انگلستان اور ایران مین قریبی تعلقات کا ایک ایسا سلسلہ قایم ہوگیا جو باوجودیکہ دو دفعہ تو سیاسی کشاکش اور ایک مرتبہ جنگ سے ٹوٹ چکا ہے پھر بھی اوسکا وجود برابر قایم رہا ہے۔ انہین تعلقات کی وجہ سے انگلستان کو کئی موقعون پر وہ شہرت حاصل ہوئی کہ جسکے مہتم بالشان ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور گو ان تعلقات پر بہت سی غلطیون اور

کسی قدر ندامت کا داغ لگا ہوا ہے اور بہت سی مثالین ایسی بھی پائی جاتی ہین کہ کبھی تو اس شد و مد کے ساتھ ان روابط کے متعلق سلسلہ جنبانی کی گئی کہ اوسپر انتشار و ہیجان کے الفاظ صادق آنے لگے اور کبھی ایسی غفلت اور کاہلی سے کام لیا گیا کہ ضعف و اضمحلال کی تعریف کا اوسپر اطلاق ہونے لگا لیکن بایں ہمہ انہین تعلقات کی بدولت انگلستان و ایران ایک ایسے قریب کے سیاسی رشتہ سے مربوط ہین جو مملکت اوّل الذکر کو ایشیا کی کسی دوسری خود مختار حکومت کے ساتھ نہین۔

میرے سفر کے چار حصے

حکایت کو مین اب شروع کرنے والا ہون اوسکے ضمن مین مین متذکرہ صدر نامون مین سے اکثر کی یادگارون اور مندرجہ بالا اشخاص مین سے بعض کے کارنامون پر نظر ڈالون گا۔ میرا سفر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک تاریخی دلچسپی یا سیاسی امتیاز اور نیز جداگانہ طور پر اپنی اپنی خصوصیات کی شان لئے ہوئے ہے۔ ان چارون حصون مین علی الترتیب ایران کے شمالی مشرقی۔ وسطی اور جنوبی مغربی صوبہ جات اور جنوب کی بحری شاہراہ سے بحث ہوگی۔ اور اگر مین استعارہ سے کام لون تو مین اونکو ایک تاگے سے تعبیر کرسکتا ہون جس مین مینے اون ممالک کے متعلق جن مین نے خود سفر کیا ہے یا جو اون سے ملحق تھے ایسے تمام کوائف و معلومات کو پرو دیا ہے جن کا مصدر میرا اپنا سفر ہے جو حسب ذیل اجزا پر مشتمل ہے۔

(۱) ۸۵۰ میل کا سفر بذریعہ سواری اسپ خراسان کے سرحدی صوبہ مین اور وہان سے

دارالسلطنت طہران تک۔

(۲) ۸۰۰ میل کا مشہور سفر (یہ بھی گھوڑے پر) طہران سے بوشہر تک

(۳) شط العرب اور دریاے قارون کی مرحلہ پیمائی اور۔

(۴) خلیج فارس کا کشتی کا سفر۔

(۱) خراسان

اولاً مین اپنے ناظرین کو اون مقبوضات کی سیر کراؤنگا جو زمانہ کی غارت گری سے بچکر خراسان کے پاس جو کسی زمانہ مین ایک عظیم الشان سلطنت ہوتی تہی رہ گئے ہین۔ ایک وہ زمانہ تہا کہ مملکت خراسان مین مرو کا علاقہ شریک تھا۔ خیوا تک اس کی سرحد پہیلی ہوئی تھی۔ ہرات اور قندہار اس مین شامل تہے اور دریاے جیحون اسے سیراب کرتا تہا۔ اور گو اب اسکی عظمت وشوکت قایم نہین رہی پھر بہی یہ صوبہ (جو بیتاک پہاڑون اور دشوار گذار گہاٹیون سے مستحکم ہے جسمین جابجا ایسے میدان پہیلے ہوے ہین جن مین مشہور ومعروف دارالسلطنتون کے آثار ابھی تک باقی ہین اور جس مین کم از کم ایک شہر[۱] اب بھی ایسا ہے جو تمام دنیا مین مشہور ہے) ایسے بہت سے مباحث کی جولانگاہ ہے جو موثر اغراض سلطنت اور دلچسپ ومعنی خیز ہین صدہا سال سے یہ مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد اقوام کا میدان کارزار بن رہا ہے اور جنگ کی دستبرد کے علاوہ قتل وغارت کا بازار یہان خوب گرم رہا ہے۔ ایشیا مین کم علاقے ایسے ہونگے جنکا رقبہ خراسان کے رقبہ کے مساوی ہو

[۱] اس سے غالباً مشہد مراد ہے۔ مترجم

اور ان مین استنے ہی آدمی قتل ہوے ہون جتنے کہ انسان ہین۔

صوبجات ملحقہ

ایک قدرتی امر ہے اور اس کتاب کی ضخامت کا بھی یہی اقتضا ہے کہ اپنے سفر کے اس حصہ کے حالات بیان کرتے وقت مین صوبجات یا اضلاع ملحقہ کے جدید ترین کوایف قلمبند کرون۔ ان کوایف کے اکثر حصہ کا ماخذ وہ تحقیقات ہے جو مینے بطور خود اس نواح مین کی اور اجتماعی حیثیت سے نہایت لایق اور مستند لوگون نے اوس کی نظر ثانی کی ہے۔ اسمین مشرق کی طرف سرحد ایران و افغانستان اور بلوچستان کے مسایل کی حقیقت داخل ہے جہان سرحد ہندوستان کا مسئلہ ایک زبردست مسئلہ کی شکل مین آکر ظاہر ہوتا ہے اور ایران کے ترکی کے مقبوضات واقع بحر اخضر سے واقعات بھی ان مین شریک ہین۔ اس حصہ کے طبعی حالات اور اقلیم ایران کے دوسرے حصون کی طبعی خصوصیات مین ایسا حیرت انگیز تخالف اور تناقض پایا جاتا ہے کہ یہان ہوتے لگتا ہے کہ ہم سرزمین ایران کے کسی حصہ کے بجاے کرہ ارض کے متقابل حصہ امریکہ مین آ گئے ہین۔ اسکے علاوہ کوایف مسطور شمال مغربی اور مغربی صوبہ جات کے حالات پر شتمل ہین جہان بڑے بڑے شہر موجود ہین۔ غیر ممالک کے ہر قوم و ملت کے لوگ آباد ہین اور نہ مٹ سکنے والے آثار قدیمہ پاے جاتے ہین۔ اسی طرح ایران کے جنوبی حصون کے حالات پر بحث کرتے وقت مین اون بعید المقام اور غیر معروف جنوب شرقی و جنوب غربی صوبہ جات کے حالات قلمبند کرونگا جو زمانہ کے تمدنی رجحانات

کا ایک عرصہ دراز سے مقابلہ کرتے چلے آئے ہین۔ اور جن مین اب تک خانہ بدوشی کا وہ تمرد اور شورش پائی جاتی ہے جو ایک زمانہ مین اہل ایران کی خصوصیات کا ایک غیر تغیر پذیر جزو تھی۔

(۲) صوبجات متوسط

ان کو خیرباد کہتے وقت مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے دربار کی تصویر کا ایک رخ دکھاؤنگا جو عظمت وشان کے لحاظ سے زمانہ سابق مین سلاطین مغلیہ کے دربار کا ہمسر تھا اور ایک ایسے طرز حکومت کا نقشہ کھینچکر بتاؤنگا جسپر باستثنائے چین شرقیت کا سب سے زیادہ رنگ چڑہا ہوا ہے اور بالآخر ایک ایسے شہر کی سیر کراؤنگا جسمین ایک ایشیائی دارالسلطنت کی ناقابل تغیر خصوصیات کے ساتھ یوروپ کے مستعار لوازم تمدن ملے ہوئے نظر آئینگے۔ طہران سے ایک شاہراہ (جسکے عرفی مفہوم کا اطلاق صرف نوے میل کے ایک ٹکڑے پر ہوسکتا ہے) اوس عظیم الشان سطح مرتفع کی تدریجی حدود وفاصل کی طرف ہماری رہنمائی کریگی جو سطح سمندر سے بحساب اوسط ۴۰۰۰ سے لیکر ۵۰۰۰ فٹ تک بلند ہوگی۔ اور جو ایران کے بیچون بیچ واقع ہے۔ اس سطح مرتفع کے کثیر التعداد سلسلہ ہائے کوہ شمالی اور جنوبی سمندرون کے مابین آرہ کے دندانون کی طرح حائل ہین۔ جو کم یا زیادہ وسعت کے میدان ان پہاڑون کی دامن مین واقع ہین اون پر ہم کو بڑے بڑے مگر ویران شہرون کی شکل مین گئی گذری شان وشوکت۔ شرمناک بے عنوانی اور اندرونی انحطاط کی محسوس یادگارین نظر آئینگی۔ تم اپنے اوہام وتعصب اور رموز واسرار کے

پردہ کے پیچھے سے اون دمکتے ہوئے سنہری قبون کی جہلک دکھارہا ہوگا۔ جو اولیاء کے مزارون اور شہنشاہون کے مقبرون پر سایہ افگن ہین۔ آصفہان اپنے محلون کے اُجڑے ہوئے کروفر۔ اپنے باغون کی خزان رسیدہ فضاؤن اور اپنے عظیم الشان پلون کی شکستہ حالی سے جو کسی زمانہ مین چہہ لاکہ پچاس ہزار کی آبادی کی دہمک سے گونجا کرتے تہے ایک حسرت اور درد سے بھری ہوئی داستان سنا رہا ہوگا۔ گو کہ اسکے پر رونق بازارون کی گھما گھمی سے ابھی تک اس بات کا ثبوت ملتا ہو کہ بیع بیوپار مین یہان کے لوگ سرگرمی سے مشغول ہین اور قومی تجارت فروغ پر ہے۔ شیراز جس مین کبھی حافظ کے دلکش ترانون کی شکرین صدا آتی تھی اور جو سعدی کے فلسفہ آمیز کلام کی شور انگیزی کا نمکدان تہا ان شعرا کے مقابر کو اپنی آغوش مین لئے ابھی تک اون پر نازان نظر آرہا ہوگا لیکن اسکے دلفریب چمنستان۔ اسکی رقص کنان نوارے اور اس کی جانفزا بہارین اون لوگون کے ساتہہ چلی گئی ہین جو اونکی مدح مین رطب اللسان تہے اور جنکا اب فقط نام باقی رہ گیا ہے جنکی یاد آٹہہ آٹہہ آنسو رلاتی ہے۔ اسی نواح مین اور زمانہ حال کے ان کھنڈرون سے بالکل علحدہ ایک زیادہ عظیم الشان تصور اور ایک قدیم تر عہد سلف کے آثار کچھ کچھ فاصلہ پر واقع ہین۔ یہان ابھی تک میدان پر دہ سفید سنگ مرمر کا مقبرہ کھڑا ہے جسمین غالباً کسی زمانہ مین کیخسرو کی نعش ایک سونے کے تابوت مین محفوظ تھی۔ اس سے تہوڑے ہی فاصلہ پر دارا کا مقبرہ جسپر کسی بے دردنے نباشی کا ستم ڈہایا ہے ایک عمودوار گہائی کے ڈہلوان پہلو سے حسرت بھری نگاہ کے ساتھ ٹکٹکی جمائے نظر آتا ہے۔

اِسکے مقابل اصطخر کا شاہانہ چبوترہ اپنے بوسیدہ ستونون کو اپنی ہتیلی پر اُٹھائے کہڑا ہے اور ملبہ کے ڈہیرون مین سنگتراشی کی صنعت کے اون نمونون کو دکہاتا ہے جنہون نے کسی زمانہ مین اخشیارشا کے محلون اور اَنخشِشت کے طاق در واق کو زینت بخشی تہی۔

آثار قدیمہ

گر مین عہد سلف کی ان مشہور و معروف یادگارون کی سیر مین تہوڑا سا وقت اور صرف کرون تو غالبًا میرے ناظرین کو مجہہ سے شکایت نہ ہوگی۔ یہ یادگارین ہین تبائی ہین کہ دولت و عظمت اور طمطراق کے لحاظ سے ازمنہ وسطی کے ایران کو زمانہ حال کے ایران پر جسقدر تفوق عظیم حاصل تہا اوس سے بہی زیادہ عہد سلف کے ایران یعنی ہرو ڈوٹس اور زینوفن کے ایران کو ازمنہ وسطی کے ایران پر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے فضیلت حاصل تہی اور اب بہی اوسکے کہنڈرون کو دیکہکر ہمین اوس کی اس فوقیت کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ ان قدیم اور تاریخی یادگارون کو بحث مین لاتے وقت مین اون تفاصیل کا اعادہ نہین کرونگا جو مقام وقوع اور عمارت کی حیثیت سے ان سے متعلق ہین کیونکہ ایسی تفاصیل دوسری زیادہ تر اصطلاحی کتابون مین شرح و بسط کے ساتہہ درج ہین۔ پہر بہی مین علوم و فنون جدیدہ کی معلومات و تحقیقات سے استفادہ کرونگا۔ مجہے اون لوگون کے ساتہہ ہمدردی نہین ہے جو ایک ملک مین جسکے حالات لایق اور مشہور مصنفون نے لکہے ہون ادہر اودہر چکر لگا کر اپنا سفرنامہ لکہہ ڈالتے ہین اور سمجہنے لگتے ہین کہ ایک سیاح کی بیاض کی مجہول الکیف یادداشتون کا رطب و یابس مواد متعدد علما و فضلا کی مساعی کے ماحصل سے بہتر ہے۔ جس وقایع نگار سفر کو

کچھ بھی پاس وضع یا خودداری کا خیال ہو وہ "تھونیر" کے مدبر کے خیال کے مطابق جو سترہوین صدی مین گذرا ہے ان علما وفضلا کی تحقیقاتون سے فائدہ اُٹھائے گا۔ مدبر مسطور لکھتا ہے کہ "تہیہ علوم و فنون و السنہ و جغرافیہ و نقشہ جات و کتب سیاحان ماسبق کے متعلق کافی معلومات حاصل ہین کیونکہ اسکے بغیر عام اور معمولی وجہ سے کہ سیاح اپنے سفر کے حالات آسانی اور عمدگی کے ساتھ قلمبند نہین کر سکتے اور نہ اپنی ذات کو اور نہ دوسرونکو زیادہ فائدہ پہونچا سکتے ہین" اسکے ساتھ ہی وقایع نگار مسطور کو چاہیئے کہ مشاہدہ اور جانچ نکتہ چینی سے کام لیکر اپنے چشمدید واقعات کو صحیح صحیح بیان کرے۔

(۳) جنوب مغربی صوبجات

نتہا ہے جنوب مغرب مین مین اپنے ناظرین کی توجہ ملک کے ایک ایسے حصہ کی طرف منعطف کرونگا جو قدرت کے عطیون سے جنگلی انسان نے کبھی تو قدر کی اور جنہین کبھی اوسنے اپنے پاؤن تلے روند ا مالامال ہے اس حصہ ملک مین کشتی چلانے کے قابل دریاؤن اسیرابون ہین بہتے ہین جنپر کسی زمانہ مین سبزہ کا زمردین فرش بچھا تھا لیکن جواب اجڑ کر پتھریلے ویرانون کی شکل مین بدل گئے ہین۔ یہان اصول فن عمارت کے عظیم الشان نتایج جو علم آب کی صنایع و بدایع اور اوس زمانہ کے لوگون کی بلند نظری اور اولوالعزمی کی دیرپا یادگارین ہین اور جن کے نشان قرون مابعد مین نہین ملتے اسوقت رائیگان بہنے والے دریاؤن اور غیر مزروعہ اراضی کے درمیان شکستہ پلیا یون کی شکل مین قایم ہین۔ یہ وہی سرزمین ہے جہان کسی زمانہ مین بڑے بڑے شہر زینت وہ لب

دریا تھے جہان شاندار اور خوبصورت محل بلند ٹیکرون پر اپنے ستونون کے تناسب
اور دیوان نمانون کی عظمت ورفعت کی شان دکھلاتے تھے۔ جہان کیخسرو۔ دارا۔
سکندر اور شاپور جیسے جلیل المرتبہ شہنشاہ یا تو کشورستانی اور تسخیر کے اُمڈے ہوئے
دریا کی رو کے ساتھ بہے چلے جاتے تھے اور یا آرام و آسایش کی دلفریب اور روح افزا
لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے تہوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتے تھے۔ یہان مین کچھ
عرصہ کے لئے اوس صنعت و حرفت و تجارت کے شرارو تلی تبسم کا تماشا دیکھنے کے لئے
قیام کرونگا جسمین از سر نو جان پڑی ہے اور وجود نسل کا یہ فرض ہے کہ ان شرارون کو
دہکا کر ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل کردے۔ اس دلفریب قطعہ کی ٹکر کا ایک
اور قطعہ زمین موجود ہے جو زمانہ سلف کی تاریخ مین اس سے بھی زیادہ مشہور تھا۔ اس کی
سرحد کو وہ وسیع میدان سیراب کرتا ہے جس مین سے دجلہ و فرات اپنے ملحقہ پانیون کو خلیج
فارس مین ڈالتے ہین۔ یہ وہ سرزمین ہے جسکی قدر و منزلت مقدس روایات اور گستاخ
ناپاک تاریخ کی نظرون مین یکسان ہے۔ ہم یہان باغ عدن کی روایتی سرحد سے گزرکر اوس
پراسرار مقام مین جا پہونچتے ہین۔ جہان مٹی کے برتنون اور اینٹون کے دیوہیکل تودون
کے درمیان توبخت نصر کے حروف تہجی ترشے ہوئے پتھر کے محلون۔ اونچی کرسی کے
ہیکلون اور بابل کے مینارون کی داستان الف ابجد سے لیکر تا ایں ترتیب زبان حال
سے پکار پکار کر سنا رہے ہین۔ یہ وہی مقام ہے جہان حضرت دانیال نے اپنی پیشین
گوئیان کین۔ جہان بنی اسرائیل کے شیون و بکا کی صدا بلند ہوئی اور جہان سکندر پیوند زمین

ہوا- غرضکہ ہم بصرہ کی دریائے دہلیز پر کھڑے ہین جو سند باد جہازی زمانہ گذشتہ کے عربی کولمبس کا مولد اور وطن مالوفہ تھا- یہان سے ہم المداین کی رفیع الشان محراب کو مشاہدہ کرسکتے ہین اور بغداد کے مینارے اور خراسان یہان سے ہکو افق مین نظر آسکتے ہین-

(۴) خلیج فارس

تا آخر ایران کی جنوبی اور بحری سرحد کے کنارہ کنارہ کشتی مین سفر کرتا ہوا مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے حصہ ملک اور ایک ایسے سمندر کی طرف متوجہ کرونگا جسکے حالات سے بہت کم لوگ انگلستان مین واقف ہونگے اور ساتھ ہی جنگجو عرب قومون- بحری قزاقون اور ویران اور غیر آباد بندرگاہون کا ذکر کرون گا جنکا غلغلہ ایک زمانہ مین یورپ مین پڑ گیا تھا- مزید بران مین سمندر کے اون حصون سے استشارہ کرون گا جنکو پرتگال- ہالینڈ اور برطانیہ کلان کے رقیب تجارتی بیڑون نے اپنی جولانگاہ بنایا ہے- اگر اسکے ضمن مین مجھے اوس تار و پود کے سلجھانے کی خواہش پیدا ہو جس سے تاریخ کی بساط بنی گئی ہے اور جس سے ہمارے ملک اور قوم کا نہایت گہرا رشتہ ہے تو مین اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی ظاہر کرسکون گا کہ برطانیہ کلان نے ایک ایسے زمانہ مین جو جنگی اور استحصالی اعتبارات سے عہد سلف سے کمتر درجہ پر ہے اوس حق کو جو اوس نے اپنی ایشیائی ملک گیری کے ابتدائی زمانہ مین حاصل کیا تھا اب تک قایم و برقرار رکھا ہے- اور انگریزون کا نام ان دور دراز سمندرون مین ابھی تک خوش نظمی اور آزادی کا مترادف ہے-

مشرق کی غیر تغیر پذیری

مواد میری داستان کو رنگین بنائے گا۔ اور اسکے ساتھ جب مشرقی سیاحت کے قرین قیاس مگر غیر معمولی واقعات شامل ہونگے تو وہ لوگ بھی اسکے مطالعہ سے گریز نہ کرینگے جو کسی کتاب کو مسلسل اور باقاعدہ طور پر نہین پڑھتے اسکے علاوہ جب مین زمانہ گذشتہ کے واقعات کو خواہ وہ کیسے ہی تعجب انگیز اور نتیجہ خیز کیون نہ ہون بیان کرتے کرتے زمانہ حال کے حوادث کا ذکر خواہ وہ کیسا ہی حسرتناک اور عبرت انگیز کیون نہ ہو۔ چھیڑونگا تو ضرور ہے کہ اس قسم کے ناظرین کی رگ اشتیاق پھڑک اوٹھے جس ملک مین ریل نہین وہ بلاشبہ وشک دلفریبیون اور دلبستگیون کا مخزن ہے۔ اور چونکہ ایران کے بہت سے حصون مین ابھی تک ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو ایشیائی زندگی کی مقامی خصوصیتون اور رواجون کی لکیر پیٹ رہے ہین۔ اور ایسی گہری نیندین ہین کہ زمانہ حال کا تمدن اونکے دروازہ پر جو دستک دے رہا ہے۔ اوسکا جواب تک نہین دیتے اسلیئے ایران پر بھی وہی قول صادق آتا ہے۔ اب سے پچاس برس پہلے ایران کے مفصلات کے شہرون پر دارالسلطنت کا روغن گو کسی قدر چڑھ گیا ہو اور اونکے تشخص کی خصوصیت جو وقار و اختلاط کی معجون مرکب تھی۔ گو کسی قدر ضایع ہو گئی ہو۔ لیکن بحالت موجودہ تو ایران مشرق مین مشرقیت کی شان سب سے زیادہ لیئے ہوئے ہے اور گو ایرانی امرا روسی ساخت کی بروہم گاڑی مین سوار ہوتے ہون اور ایرانی سوداگر فرانسیسی گھڑیان جیب مین رکھتے ہون۔ اور ایرانی کاشتکار مانچسٹر کے کپڑے کے جبے پہنتے ہون۔ پھر بھی ایرانی قوم کی

باطنی حالت وہی ہے جو پہلے تھی اور پرانے دستورون اور رسمون سے اوسے ایک متعصبانہ موانست (جس سے گو ہمیشہ غیر مفید نتایج مترتب نہین ہوتے) ہے۔ ہم ابھی تک چارڈن فلسفی کے ان الفاظ کو دہرا سکتے ہین:-

"صورت اشیا مثلاً عادات۔ عمارات۔ باغات وغیرہ مین جو تغیرات و انقلابات آئے دن ہمارے یوروپ مین برپا ہوا کرتے ہین۔ وہ ایشیا مین نہین ہوتے۔ مشرق مین لوگ تمام باتون مین غیر متغیر ہین۔ اہل مشرق کی عادات و خصایل آج کے دن تک وہی ہین جو زمانہ قدیم مین تھین۔ اور اس لئے اگر کوئی شخص اس یقین کو اپنے ذہن مین جگہ دے کہ اس حصہ دنیا مین اشیا کی خارجی صورت (مثلاً وہان کے لوگون کی عادات و رواجات) اب بھی وہی ہے جو دو ہزار برس پہلے تھی تو بیجا نہ ہوگا۔ البتہ اگر کوئی تبدیلیان ہوئی ہین تو وہ مذہب کے باعث ظہور مین آئی ہین۔ لیکن وہ اسدرجہ کم ہین کہ قابل لحاظ نہین ہوسکتین۔"

مشرق کی دائمی دلفریبی

ن مین دوسرونکو اوس بات کے سمجھانے کی کوشش کرتا ہون جسے مجھے بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ مین خود کامل طور پر سمجھ نہین سکا یعنی مشرق کی حیرت افزا اور بے انداز دلبستگی۔ مسٹر اسٹیڈلی نے اپنے ایک خط مین ایک دفعہ لکھا تھا کہ سوڈان مین بھی کیا مقناطیسی اثر ہے جس نے گارڈن اور دوسرے بہت سے بہادرون کو افریقہ کے قعر تیرہ و تار مین ہلاک ہونے کے لئے کھینچ لیا اور معلوم نہین کہ کتنی انسانی قربانیان اور اس پر چڑھین گی جب اسکی خون کی پیاس کہین جاکر بجھے گی۔ اسی قسم کا ایک اثر گو وہ اسدرجہ

خطرناک نہین مسافر کو کشان کشان ایشیا مین لاتا ہے اور فاصلہ اور وقت کی خفیف مزاحمتون کی طرف سے بے پروا بنا کر اوسکے دل مین صرف یہی اشتیاق آمیز خواہش پیدا کرتا ہے کہ وہ آگے بڑھا چلا جائے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ وسیع منظرون۔ دامن ہائے کوہ تک بے حجاب پھیلے ہوئے میدانون۔ اپنے دامن سے میدانون کی حاشیہ طرازی کرنے والے پہاڑون بے سڑک کے رستون۔ بے پشتہ یا بے خندق کی سڑکون۔ اور طے منازل و طریقہ سفر کے ذرایع کے بے روک انتخاب مین جو لطف اور مسرت حاصل ہوتی ہے وہ ہرگز انگلستان ایسے وسائل نقل و حرکت کی یکرنگی اور زندگی روزمرہ کے تکلفات کے روکھے پن مین حاصل نہین ہوتی۔ اسکا باعث ایک حد تک اوس اطمینان کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے جو اپنے کام کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دینے کی اوس خواہش کے پورا ہونے سے پیدا ہوتا ہے جسے نوکرون چاکرون کا ایک جم غفیر بھی مٹا نہین سکا۔ اور نیز اسے جان جوکھون مین ڈالنے کے اوس شوق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جسے انیسوین صدی بھی زائل نہین کر سکی۔ یا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ مشرق کی سرزمین مین اُن نظارون کی دید مین محو ہو کر جہان زندگی اور اوس کے حوالیات مین ہزارہا سال سے کوئی تبدیلی واقع نہین ہوئی۔ جہان خانہ بدوش ابراہیم ابھی تک اپنے مویشیون کے گلون کو لئے ہوئے دشت نوردی اور بادیہ گردی کرتے پھرتے ہین جہان ربیکا ابھی تک کنوئین سے مشک مین پانی بھر کر لاتی ہے۔ جہان وحشیانہ چپقلشین حضرت ایوب کی غریب الوطنی کے مصائب و آلام کی یاد کو تازہ رکھتی ہین۔ مغربی شخص اپنے مصنوعی تمدن کا خول اتار دیتا ہے اور اُسے یہہ محسوس

ہونے لگتا ہے کہ مین اپنے آباو اجداد کی نسل سے پھر آملا ہون اور اوس سرزمین کی ہوا میرے رخساروں پر مروجہ جنبانی کر رہی ہے جس مین کبھی میرے اسلاف نے پرورش پائی تھی -

مغرب اور مشرق کا مقابلہ

مغرب اور مشرق کی زندگی کے حوایج اور سامان معیشت کے محسوس اور مستقل اختلافات پر [illegible] اصل ہے جس شخص نے مشرق خاص مین سرسری طور پر بھی سفر کیا ہوگا وہ ان اختلافات [illegible] انکے بے پایانی سے بیخبر نہین - جن ملکون مین نہ گھاٹ ہین نہ بندرگاہ - نہ ریلوے [illegible] سٹیشن - نہ شاہراہین ہین نہ بازار (جن معنون مین کہ ہم ان لفظون کا استعمال کرتے ہین) [illegible] ہین [illegible] ہوٹل - نہ پلنگ ہین نہ میزین اور نہ کرسیان بلکہ جہان ایک مسافر کے لئے یہی ساز و سامان کافی ہوتا ہے کہ اوسکی پاس سواری کی ایک زین کے علاوہ اگر اور کچھ ہو تو صاین کی ایک ٹکیا ہو - اون مین اور ہماری ملک مین فی الحقیقت بعد المشرقین حایل ہے اور اونکے عجائبات فی الواقع شوق و تحیر کے پہلو مین چٹکیان لیتے ہین - کوئی ایسا وقت بھی ہے کہ یہان ایک نہ ایک عمامہ کا سحر ہمکو از خود رفتہ نہ بناتا ہو - یا غبار آلودہ گلیون مین سے گذرتی ہوئی اون برقعہ پوش شکلون کے معمے کے حل کرنے مین جنہین عورتون سے تعبیر کیا جاتا ہے ہماری عقل چکر مین نہ آتی ہو ؟ کیسا عجیب اور انوکھا ہمکو معلوم ہوتا ہے وہ منظر جہان کہیتون کے گرد جھاڑیون یا درختون کی باڑ ہے - نہ جنگل ہین - نہ چراگاہین ہین اور نہ کہیت - جہان روشن و تابناک مطلع مین ننھی ننھی چیزین کئی میل سے نظر آتی ہین - جہان شہرون پر دہوئین کی گھٹا چھائی ہوئی دکھائی نہین دیتی اور جہان

مکانون کی ہموار چھتین روشن والون اور آتش دانون سے شق نہین ہین - یہان کے کف دست میدانون کی پہنائی پر جو بے اختیار کردینے والی خاموشی طاری ہے وہ انگلستان کے سہانے جنگلون کی اون دلکشا آوازون سے کسدرجہ مختلف ہے جن سے ہمارے کان آشنا ہین - اور کیسی جانفزا ہے وہ آب و ہوا جسے دہند اور کہر اور ابخرے مکدر نہین کرتے بلکہ جہان نیر اعظم اپنی عمودی شعاعون کی برچھیان نصف النہار پر سے پھینکتا ہے!

ایران اور انگلستان کا بے پایان اختلاف

مشرقی ممالک مین مین پھرا ہون اون مین ایک بھی ایسا نہین ہے جسے ایشیائی اور یورپی مناظر کے اختلاف کے لحاظ سے ایران کی ہمسری کا دعویٰ ہو - انگریزی ناظرین کو جنکے قدرتی مناظر کے خیالات کا ماخذ محض یوروپ ہے اوس تناقض و تخالف کا تصور دلانا مشکل ہے جو یوروپ کے نظارون کو ایران کے نظارون سے متمیز کرتا ہے - یورپ مین پہاڑ بالعموم نیلی یا نافرمانی رنگت کے ہوتے ہین - حالانکہ ایران مین پہاڑون کا رنگ شعلہ کی طرح سرخ ہوتا ہے یا بہورا - یا فاختئی - یوروپ مین جب کہیت گہاس یا زراعت کے سبزپوش سے ڈہکے ہوئے نہین ہوتے تو لکر متون کی سرخی کے باعث ارغوانی نظر آتے ہین لیکن ایران مین صحرا اور کہیت مین اگر کوئی فرق ہے تو وہ یہ ہے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۸ سطر اخیر - مینے ایک چہوٹی سی چیز مثلاً ایک جہونپڑی یا عمارت کو متعدد بار کم از کم بیس میل کے فاصلہ سے دیکہا ہے - اور ایران مین جس شخص نے سفر کیا ہے اوسے ماننا پڑے گا - کہ بسا اوقات اوسے منزل مقصود کے سراب نے یاس و حرمان کا منہ دکہایا۔

کہ صحرا کی رنگت بھوری ہوتی ہے اور کھیتون کے ساتھ آبپاشی کی نالیون کی خشک تہ بھی ہمکو نظر آتی ہے۔ انگلستان کا مثال کے طور پر پیش کیا جاسکنے والا گاؤن علیحدہ علیحدہ اور اکثر خوبصورت مکانات پر جو عظیم الشان اور سالخوردہ درختون مین چھپے ہوئے ہوتے ہین مشتمل ہوتا ہے لیکن ایک ایرانی گاؤن کی حقیقت جسے نقطے کے طور پر پیش کیا جاسکے کچی مٹی کے غلیظ جھونپڑون کے ایک مجموعہ سے زیادہ نہین جو بادی النظر مین افقی اور عمودی خطوط سے متشکل اور ایک بوسیدہ کچی مٹی کی دیوار سے محصور ہوتا ہے۔ بحیرہ اخضر کے صوبجات اور چند کوہستانی وادیون کے علاوہ اور کسی حصہ مین جنگل نہین پائے جاتے اور ایران مین ایک بھی ایسا بن نہین جسے بن کہا جاسکے۔ یہان مسافر کئی کئی دن سفر کرتا رہے اور اوسے گھاس کی ایک پتی تک نظر نہ آئے۔ نہ یہان دریا بہتے ہین جنکے کنارون پر سبزہ و ریاحین کی رونق نظر آسکے اور نہ یہان کوئی ندی

ریزۂ سنگ سے تار آب پہ دلکش زمزمہ لگاتی ہے۔

یا تو کوئی جوش و خروش سے بہنے والا سیل تمہارا سد راہ ہوتا ہے اور یا کسی حقیر سے نالے کو عبور کرتے وقت بمشکل تمہارے گھوڑے کے سم تر ہوتے ہین۔

اندرونی تناقض

عرصہ کے بعد یہ احساسات ایسے عامیانہ اور دلچسپی سے اس درجہ معرا ہو جاتے ہین کہ مجھے تو دلبستگی کا سامان اوس اختلاف مین اتنا نظر نہین آتا جو مشرق و مغرب کی زندگی کے اسالیب مین ہے جتنا کہ اوس تناقض مین جو خود مشرقی زندگی

کے عناصر وکیفیات مین پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا تناقض ہے جو غیر ذی روح اور انسانی دنیا مین یکسان طور پر محسوس ہوتا ہے۔ وسیع اور بسیط میدان بغیر کسی ڈھلوان یا نشیب وفراز کے یہان دفعتہً آسمان سے باتین کرتی ہوئی اور ڈراونی پہاڑ کی چوٹیون پر منتہی ہو جاتین موسم سرما کا بھیانک اور اجڑا ہوا سمان فصل بہار کی مختلف الالوان جلوہ نمایون سے یکایک بدل جاتا ہے اور گویہ رنگین عارضی ہوتی ہے لیکن اسکی دلکشائی اور روح افزائی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہزارہا قسم کے رنگ برنگ کے پھولون اور سبزہ کا فرش زمین پر کوسون بچھا نظر آتا ہے۔ سبز مزروعہ مقامات کی بھی یہ حالت ہے کہ ادہر ہم نے پانی کا سحر زا حصار چھوڑا اور ادہر دہشتناک صحرا نے اپنی مہیب شکل زمین دکھائی اور اس اچانک تبدیلی سے دل پر کچھ ایسا اثر ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دفعتہً وادئ حیات سے بادیہ ممات مین پہونچ گئے۔ خزان اور جاڑے کے مہینون مین دن کے وقت تو حرارت کی جان بخشی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا جسم مین سیرون خون دوڑ گیا حالانکہ رات کے وقت اور طلوع آفتاب سے قبل سردی کی وہ شدت ہوتی ہے کہ مغز استخوان منجمد ہوا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہان مغنی قدرت کو اپنی معجز نما اور بے انتہا سرون کی چنگ کی پنچم اور کھرج کے تارون پر ہی مضراب لگانے مین مزا آتا ہے۔

فریب زندگی

جو آثار قدریہ کہ اشارے اور کنایہ سے ایران کے شہرون اور اون کے باشندون کو اپنے اسرار کی حقیقت کا درس دے رہے ہین۔ اونکے سبق کا اثر ایسا

نہین کہ رائگان جائے۔ شہر اور اہل شہر دونون اوس کی کیفیت سے متکیف ہین۔ اجاڑ ویرانون اور خانہ بدوش لوگون کے خیمون کے اطراف مین

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

ننھے ننھے بے قاعدہ طور پر پرورش پائے ہوئے بچے بڑے ہو کر صحیح الجسم اور تنومند جوان نکل آتے ہین۔ برخلاف اسکے عورتون کا حسن کی دوپہر قبل از وقت ڈھل جاتی ہے اور وہ ایسی بدصورت نکل آتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایران مین جس طرح کہ ایک قصبہ اپنی باغیچون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹ سے گھرا ہوا کچھہ دور سے دیکھنے پر حسن و خوبی کا جواہر ریزہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب اسکے پاس جاکر دیکھو تو کچی مٹی کے جھونپڑون کے ایک مجموعہ کی شکل مین منتقل ہو جاتا ہے اور جس طرح کہ ان مکانون کے بیرونی حصہ کو دیکھہ کر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اُن کے اندر پھولون کی کیاریان اور حوض اور سامان عیش و راحت ہوگا جیسا کہ بعض دفعہ فی الحقیقت ہوتا ہے اسی طرح اہل ایران کی ظاہری شکل و صورت اوس متناقض کی داستان سناتی ہے جو اوسے اونکے باطن سے ہے ایرانیون کی خصلت۔

" اونچی دوکان پھیکا پکوان۔"

کی مصداق قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ اپنے بال بچون کے ساتھہ گو کیسی ہی شفقت اور سلوک سے پیش آتے ہون لیکن اپنے دوسرے ابنائے جنس کے مصائب و آلام کو دیکھکر اس بے اعتنائی سے منھہ پھیر لیتے ہین۔ کہ اونکو وحشی کہا جاسکتا ہے۔ ان کی وضع و روش مین بظاہر ایک شان پائی جاتی ہے لیکن ساتھہ ہی ان مین بھونڈا پن اور کرختگی بھی اسدرجہ ہے

کہ اونہین صورت مین انسان اور سیرت مین بہائم سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ ایک ہی شخص ایک وقت تو کبر و نخوت سے اکڑتا نظر آتا ہے اور دوسرے وقت اس تملق اور انکسار سے کام لیتا ہے کہ فراشی سلام کرتے کرتے اوس کی کمر دوہری ہوئی جاتی ہے تہذیب و تمدن کے اصول سے بوجہ احسن آگاہ ہونے پر بھی اونکا خبط واوہام پرستی زایل نہین ہوئی۔ اونکے اوضاع واطوار کو جنکے سامنے بادی النظر مین اہل پیرس کے اخلاق بھی ماند ہین اگر غور سے دیکھا جاے تو مکر و دروغبافی اور گندم نمائی و جو فروشی کے سوا اون مین اور کچھہ نظر نہ آئے گا۔ قانون اخلاق کے مقررہ ضوابط کی دکھانے مین تو نہایت سختی سے ساتھہ پابندی کرتے ہین لیکن عمل کرنے مین نہایت شرمناک بدکرداری اونکا وتیرہ ہے۔ مذہب کا تقید اور سختی کبھی تو یہان تک بڑھ جاتی ہے کہ آتش تعصب سے لوگون کی روح جل اوٹھتی ہے اور کبھی ایسی آزادی کی ہوا چل جاتی ہے کہ لا اوریون کی بے اعتنائی اوس مین حلول کرجاتی ہے۔ نظام سلطنت کو اس لحاظ سے کہ اوسکی ترکیب سادہ ہے زمانہ قدیم کے اوس طرز حکومت سے تشبیہہ دیجاسکتی ہے۔ جسمین قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ پر فرمانروائی کرتا تھا اور اس اعتبار سے کہ اوس کو غلط کاری کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے گر اور ڈھب یاد ہین۔ اوس طرز سلطنت سے تشبیہہ دیجاسکتی ہے جسکے اصول کی بنا فلارنس کے ایک مدبر میکیاولی نے پندرہوین صدی کے آخر اور سولہوین صدی کے شروع مین ڈالی غرضکہ ایران۔ کے طرز زندگی مین شان و شوکت بھی پائی جاتی ہے اور پھوہڑپن اور غلاظت بھی ہین یہان کے لوگ رذیل بھی ہین اور شریف بھی۔ اور عجم کے مرقع مین ایک طرف تو چشم ظاہر بین کی دلفریبی اور دوسری طرف مکر و زور کی

حیلہ بازی کی تصویر کھینچی ہوئی نظر آتی ہے۔

کتب سیاحت

اس باب کے ختم کرنے سے پہلے مین اون تصنیفات کے متعلق کچھہ لفظ کہنا چاہتا ہون جو ایران کے حالات کے بارہ مین بالخصوص سیاحت اور تحقیقات کے مضامین پر لکھی گئی ہین۔ کم ملک ایسے ہونگے جن کا سفر اسقدر قلیل التعداد لوگون نے اختیار کیا ہو لیکن جن کے حالات مین پھر بھی اسقدر کثیر التعداد کتابین لکھی گئی ہون اسکی وجہ ظاہر ہے۔ جو شخص اس ملک مین وارد ہوتا ہے۔ اوسکے مشاہدون اور تجربون کا نرالا پن اوسکے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ ان تصنیفات کی فہرست مین ایسی کتابین بھی پائی جائین گی جو نہایت قابلیت اور محنت سے لکھی گئی ہین۔ اور ان کی قدر قیمت ابھی تک نہین گھٹی بلکہ اس لحاظ سے اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ جس فہرست کا مینے ذکر کیا ہے اوس مین بعض نہایت ہی ناکارہ اور بے سروپا کتابین بھی شامل ہین۔ مین عنقریب ایک دوسری جلد مین تاریخ و سیاحت ایران کے متعلق اون تصنیفات کی ایک کامل فہرست شایع کرنے کا قصد رکھتا ہون جو مین مختلف کتابون کے مطالعہ اور موجودہ وسایل معلومات سے مرتب کر سکا ہون۔ لیکن فی الحال مین ذیل مین ایک نقشہ درج کرتا ہون جو میری ذاتی کتب بینی کا ماحصل ہے۔ اس نقشہ مین اون تمام سیاحون کے نام شریک ہین جنہون نے میرے علم مین دسوین صدی کے شروع سے ایران مین خود سفر کرکے وہان کے تاریخی اور جغرافی حالات کو قلمبند کیا ہے اور اس کے متعلق ہماری معلومات کے صحیفہ کے حجم

کو بڑہایا ہے اور جن کی تصنیفات معدودے چند مستثنیات کو چھوڑکر عام طور پر دستیاب ہو سکتی ہین - ہر ایک سیاح کے نام کے مقابل مین نے اوسکے سفر یا سکونت ایران کی تاریخ بھی لکھہ دی ہے - اوسکی تصنیف کی اشاعت کی تاریخ کا درج کر دینا مینے اس لئے مکتفی نہین خیال کیا کہ اوس سے ناظرین کو ٹھیک حالات معلوم نہ ہو سکین گے - اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جاے کہ ان اعداد کے جمع کرنے مین مجھے ہر صورت مین مصنف کی اصلی تصنیف سے بلعض حالتون مین عسیر الحصول تھی استفارہ کرنا پڑا اور بہت کم صورتین ایسی ہین جنمین مینے تصنیف متعلقہ کو بالاستیعاب نہین پڑہا تو غالباً ناظرین کو اس امر کا اعتراف ہوگا کہ ایسی فہرست کی تدوین مین جو ایران کے متعلق اپنی قسم کی پہلی فہرست ہے کچھ محنت صرف نہین کی گئی - ذیل کے نقشہ مین مینے کسی ایسی تصنیف کا نام شریک نہین کیا جو کسی یوروپین کی طبعزاد نہ ہو یا جسکا ترجمہ بعد کو یوروپ کی کسی زبان مین نہ ہوا ہو -

سنہ ۹۰۰ء لغایت سنہ ۱۰۰۰ء	سنہ ۱۰۰۰ء لغایت سنہ ۱۱۰۰ء	سنہ ۱۱۰۰ء لغایت سنہ ۱۲۰۰ء	سنہ ۱۲۰۰ء لغایت سنہ ۱۳۰۰ء
علی ابوالحسن مسعودی سنہ ۹۱۳ء لغایت سنہ ۹۱۵ء ابواسحق الاصطخری	ناصر خسرو سنہ ۱۰۳۵ء لغایت سنہ ۱۰۵۰ء	ادریسی سنہ ۱۱۵۰ء ربی بنجمن ٹیوڈیلائی سنہ ۱۱۶۰ء	یاقوت سنہ ۱۱۸۰-۱۲۲۹ء پادری ولیم ڈی ربروکویٹس سنہ ۱۲۵۳ء نکولو میفیو و مارکو پولو سنہ ۱۲۷۱-۹۴ء ابوالفدا سنہ ۱۲۷۳-۱۳۳۱ء
سنہ ۱۳۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۰۰ء	سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۶۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء
سیر یوسینو ٹو سنہ ۱۴۷۱ء	لیودوویکو ورٹومیس تھیما سنہ ۱۵۰۳ء	سر انتھونی و سر رابرٹ شرلی سنہ ۱۵۹۹-۱۶۲۷ء	آدم اولیریئس سنہ ۱۶۳۳-۳۹ء

سنہ ۱۳۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۰۰ء	سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۶۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء	سنہ ۱۶۲۰ء لغایت سنہ ء
پادری اوڈورکس ڈل پوردنیان سنہ ۱۳۲۵ء		جی مین ویرنگ سنہ ۱۶۰۰-۱۵۹۹ء	پادری گیبرئیل ڈی شنان سنہ ۱۶۲۸-۵۰ء
	ایک گمنام سوداگر سنہ ۱۵۰۷-۲۰ء	جان کارٹ رایٹ پادری سنہ ۱۶۰۰ء	جے بی ٹیورینر سنہ ۱۶۲۹-۷۵ء
ابن بطوطہ سنہ ۱۳۳۰ء	جیودینی انجیولیلو سنہ ۱۵۱۰ء	ڈان جوان ڈی پرشیا سنہ ۱۶۰۰ء	جے اے ڈی منڈیلسلو سنہ ۱۶۳۸ء
پادری بی پیگولاٹی سنہ ۱۳۴۰ء	انٹانیو ٹنٹریو سنہ ۱۵۲۹ء	سر جان ملڈن ہال سنہ ۱۶۰۰ء	ہیبر ہیٹنگ سنہ ۱۶۴۵ء
پادری جوینی ڈی مارگنالی سنہ ۱۳۵۰ء	گیبرئیل ڈی لوسٹز سنہ ۱۵۴۶-۵۰ء	ایس کے زلائکی مینی سنہ ۱۶۰۲ء	پی آر رگورڈی سنہ ۱۶۵۰
ڈان رائی گانزیلر ڈی کلیویجو سنہ ۱۴۰۵ء	سدی علی سنہ ۱۵۵۶ء	پیڈرو ٹکسیرا سنہ ۱۶۰۴ء	ڈان پیڈرو ڈیسیٹیانو کیوبیرو سنہ ۱۶۵۰ء
عبد الرزاق سنہ ۱۴۴۱-۵۸ء	اہلکاران وافسران برٹش اسکوئی ٹریڈنگ کمپنی یعنی انتھونی جنکینسن	پی آر۔ پال سائمن سنہ ۱۶۰۷ء	پی آر الگزنڈر ڈی روڈس سنہ ۱۶۶۳ء
نکولوکانٹی سنہ ۱۴۱۹-۴۴ء		جوزف سیلبنک سنہ ۱۶۰۹ء	پی آر مینویل گاڈینہو سنہ ۱۶۶۳ء
ایتھینیس نکیٹن سنہ ۱۴۷۰ء	رچرڈ چینی۔ آرتھر اڈورڈس۔	فرے گیسپر ڈی سین برنارڈینو سنہ ۱۶۱۱ء	پی آر انجیلو ڈی لابراس سنہ ۱۶۶۴-۷۸ء
جوزفیا باربیرو سنہ ۱۴۷۳ء	لارنس چیمین۔ لائونل پلمٹری		
امبروزیو کنٹرینی سنہ ۱۴۷۴-۵ء	کرسٹوفر برو سنہ ۱۵۶۲-۸۰ء	جان کروتھر و رچرڈ اسٹیل سنہ ۱۶۱۵-۱۶ء	جے ڈی تھیونیا سنہ ۱۶۶۴ء
ہیرانیمو ڈی سینٹو اسٹیفینو سنہ ۱۴۹۹ء	سیزر فریڈریکو سنہ ۱۵۶۳ء	ٹامس کاریٹ سنہ ۱۶۱۶ء	سر جے چارڈن سنہ ۱۶۶۵-۷۷ء
	ڈی۔ ڈی۔ بینک سنہ ۱۵۷۰ء	پیٹرو ڈیلا ویلی سنہ ۱۶۱۶-۲۳ء	اے ڈالیر ڈیلسلٹ ڈیز سنہ ۱۶۶۵ء
	ونسنشیو ڈی الیسنڈری سنہ ۱۵۷۱ء	ڈان گرشیاس ڈی سلوے نیگیورووا سنہ ۱۶۱۸ء	ایچ۔ ڈی۔ جیگر سنہ ۱۶۶۵ء
	جان نیوبری سنہ ۱۵۸۱-۵ء		
	ریلف فچ سنہ ۱۵۸۳-۵ء	گائس ہابز سنہ ۱۶۱۹-۲۰ء	جان اسٹرائیز سنہ ۱۶۷۱-۲ء
	جے ایچ۔ وان لنسکوٹن سنہ ۱۵۸۳-۹ء	نکولس ہیم سنہ ۱۶۲۳ء	الیف پیٹس ڈی لاکرائے سنہ ۱۶۷۴-۶ء
	سی لیمبرٹ سنہ ۱۵۹۸ء	سر ٹامس ہربرٹ سنہ ۱۶۲۷-۸ء	
	انٹونیو ڈی گوویا سنہ ۱۵۹۸ء	پی آر پیسیفک ڈی پرائونس سنہ ۱۶۲۸ء	جان فرائیر سنہ ۱۶۷۶-۷ء
			پی آر ایس این سنین سنہ ۱۶۸۳ء

سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء

وان کمپفر	سنہ ۱۶۸۴-۸ء
پی ارولا	سنہ ۱۶۸۹-۹۰ء
گیملی کریری	سنہ ۱۶۹۴ء
پی آر ڈی لامینز	سنہ ۱۶۹۸ء
ایف سی شلنگر	سنہ ۱۶۹۹ء

سنہ ۱۷۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۰۰ء

کپتان اے ہیلٹن	سنہ ۱۷۰۱-۲۰ء	جولس ہیوسے	سنہ ۱۷۴۳-۸ء	ایل ڈی بوشیپ	سنہ ۱۷۸۷ء
جے پی ڈی ٹورنیفورٹ	سنہ ۱۷۰۱ء	پی آر ڈیسوینیر	سنہ ۱۷۴۴ء	جان ٹیلر	سنہ ۱۵۹۰ء
کارنیلئس ل برن	سنہ ۱۷۰۳-۴ء	ڈاکٹر جے کک	سنہ ۱۷۴۷ء	جی-اے آلیور	سنہ ۱۷۹۶ء
پی آر کروزنسکی	سنہ ۱۷۰۵-۲۵ء	بارتھالومیو پلیسٹڈ	سنہ ۱۷۵۰ء	جان جیکسن	سنہ ۱۷۹۷ء
جان بیل ساکن انٹرموری	سنہ ۱۷۱۶-۷ء	لفٹنٹ-اے-بی-آئیوز	سنہ ۱۷۵۸ء		
بیسل بیٹنزیں	سنہ ۱۷۱۹-۳۰ء	کارسٹن نیبور	سنہ ۱۷۶۱-۵ء		
دوری افندی	سنہ ۱۷۲۰ء	ایس جی گمیلن	سنہ ۱۷۷۱-۲ء		
پی آر بشود	سنہ ۱۷۲۲ء	آر-ہیبلرٹ	سنہ ۱۷۷۳-۴ء		
کپتان بی-ایچ-بروس	سنہ ۱۷۲۲-۳ء	ابراہام پارسنز	سنہ ۱۷۷۵ء		
پی آر لینڈروڈی-ایس-سیسیلیا	سنہ ۱۷۲۵-۶ء	جی-فارسٹر	سنہ ۱۷۸۳-۴ء		
جے آرٹ	سنہ ۱۷۳۷-۹ء	کانٹ دی فریرس ساودیان	سنہ ۱۷۸۴-۵ء		
دوانگریز	سنہ ۱۷۳۵ء	پی-ایس-پیلاس	سنہ ۱۷۸۵ء		
عبدالکریم	سنہ ۱۷۴۱ء	ڈبلیو فرینکلن	سنہ ۱۷۸۶-۷ء		
پی آر بیزن	سنہ ۱۷۴۱-۷ء	سر ایچ جونز برجز	سنہ ۱۷۸۶ء و سنہ ۱۸۰۸-۱۱ء		

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

سر جے میلکم	سنہ ۱۸۰۰-۱۰ء	مہ سو وان کاٹزیبو	سنہ ۱۸۱۶ء	لال موہن	سنہ ۱۸۳۲ء
جے اسکاٹ ویرنگ	سنہ ۱۸۰۲ء	کرنل جے جانسن	سنہ ۱۸۱۷ء	لفٹنٹ ٹی ایس پاول	سنہ ۱۸۳۳-۴ء
پی اسپڈی جابرٹ	سنہ ۱۸۰۵-۶ء	سر آرکیر پورٹر	سنہ ۱۸۱۸-۲۰ء	میجر ہیڈ نسٹم	سنہ ۱۸۳۳ء
کرنل اے۔ ڈی۔ باٹمس	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	لفٹنٹ ل ٹلمڈان	سنہ ۱۸۱۹-۲۰ء	بیرن ٹامس کارٹ	سنہ ۱۸۳۴ء
پی۔ اے۔ ڈی۔ گارڈین	سنہ ۱۸۰۷ء	پی گارڈن	سنہ ۱۸۲۰ء	پادری سمتھ پرکنس	سنہ ۱۸۳۳-۳۰ء
کپتان ٹرول رسیر	سنہ ۱۸۰۷ء	سی۔ جے۔ رچ	سنہ ۱۸۲۰-۱ء	سر ایچ۔ رالنس	سنہ ۱۸۳۴-۶ء
اے ڈیری	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	جے۔ بی فریزر	سنہ ۱۸۲۱-۳۴ء	کرنل ڈبلیو اسٹوڈرٹ	[illegible]
پی ٹینکاین	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	آنریبل جی۔ کیپل	سنہ ۱۸۲۴ء	آچر ابلیا ۓ	سنہ ۱۸۳۵-۷ء
کرنل ترینزل	سنہ ۱۸۰۷-۹ء	ایم۔ آکورٹ	سنہ ۱۸۲۶ء	الگزینڈر شوڈزکو	سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
جے پی سوریسر سنہ ۱۸۰۸-۹ء و	سنہ ۱۸۱۱-۵ء	سر جے۔ ای الگزینڈر	سنہ ۱۸۲۶ء	جنرل۔ الیف۔ آرچسنی	سنہ ۱۸۳۵-۷ء
کپتان ڈبلیو پی گرانٹ	سنہ ۱۸۰۹ء	کپتان۔ آر گنان	سنہ ۱۸۲۶-۳۰ء	ڈبلیو۔ ایچ اینیورتھ	سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
سر ایچ پاٹنجر و کپتان کرسٹی	سنہ ۱۸۱۰ء	ٹی۔ بی۔ آرمسٹرانگ	سنہ ۱۸۲۸-۹ء	وی فانٹینٹیر	سنہ ۱۸۳۵-۸ء
جنرل ڈبلیو مانٹیتھ	سنہ ۱۸۱۰-۳۱ء	تامس الکاک سنہ ۱۸۲۸-۹ء - سی بلینجر	سنہ ۱۸۲۹ء	میجر ڈارکی ٹاڈ	سنہ ۱۸۳۶-۷ء
سر جے میکڈانلڈ کنیئر	سنہ ۱۸۱۰-۳۰ء	ای۔ اسمتھ و ایچ جی ڈوایٹ	۱۸۲۹ء	سر جے سیکنیل	سنہ ۱۸۳۶-۸ء
سر ڈبلیو آؤسلے	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	اے این گروز	سنہ ۱۸۲۹ء	سر جسٹن اور لیڈی شیل	سنہ ۱۸۳۶-۵۳ء
پادری ایچ مارٹن	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	ای این مینٹریر سنہ ۱۸۳۰ء		کپتان۔ آر۔ ولبرہیم	سنہ ۱۸۳۷ء
ڈبلیو پرآیس	سنہ ۱۸۱۱-۲ء	کپتان اے کونائی	سنہ ۱۸۳۰ء	یوجین بوری	سنہ ۱۸۳۸-۴۰ء
جے۔ بی۔ روسو	سنہ ۱۸۱۲ء	سارجنٹ گنس	سنہ ۱۸۳۱ء	حاجی عبد النبی	سنہ ۱۸۳۸ء
کرنل جی ڈرووِل	سنہ ۱۸۱۲-۳ء	ڈاکٹر جے والف	سنہ ۱۸۳۱-۴۴ء	کپتان لیم	سنہ ۱۸۳۸-۹ء
ایم فرگین	سنہ ۱۸۱۲ء	جی فاؤلر	سنہ ۱۸۳۱-۶ء	پرنس شہزادہ ای سالٹیکاف	سنہ ۱۸۳۸-۹ء
جے ایس بکنگھم	سنہ ۱۸۱۶ء	جے ایس۔ اسٹاکیلر	سنہ ۱۸۳۱-۲ء	کپتان۔ اے۔ کونولی	سنہ ۱۸۳۹ء
لفٹنٹ ڈبلیو ہیوڈ	سنہ ۱۸۱۷ء	سر اے برنس	سنہ ۱۸۳۲ء		

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ایچ۔ ٹیکسیئر	سنہ ۱۸۳۹-۴۰ء	ڈبلیو کے لافٹس	سنہ ۱۸۶۵-۹ء	سر لیوئیس پیلی	سنہ ۱۸۶۲-۷۲ء
اے فلینڈن وپی کاسٹی	سنہ ۱۸۳۹-۴۱ء	ایم۔ چریکات	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	آرم۔ ویمبری	سنہ ۱۸۶۲-۳ء
ڈاکٹر اے گرانٹ	سنہ ۱۸۴۰ء	آر بی۔ بننگ	سنہ ۱۸۵۱ء	سر۔ او سینٹ جان۔	سنہ ۱۸۶۳-۷ء
بیرن سی۔ ڈی۔ بوڈ	سنہ ۱۸۴۰-۱ء	جے بریزن	سنہ ۱۸۵۱ء	کانٹ جے۔ ڈی راشورٹ	سنہ ۱۸۶۴-۶ء
سر اے۔ ایچ لیئرڈ	سنہ ۱۸۴۰-۲ء	زار لوٹا	سنہ ۱۸۵۲-۳ء	ایف میشن	سنہ ۱۸۶۵ء
ای۔ ایل مٹفورڈ	سنہ ۱۸۴۰ء	ایچ۔ گارنیئر	سنہ ۱۸۵۲ء	وایکاونٹ پالنگٹن	سنہ ۱۸۶۵ء
کانٹ ڈی سرسی	سنہ ۱۸۴۰ء	کانٹ۔ جے۔ اے ڈی گا بینو	سنہ ۱۸۵۵-۸ء	ڈاکٹر ایس ہاس لنشٹ	سنہ ۱۸۶۵-۹ء
ڈاکٹر ایف۔ فارلس	سنہ ۱۸۴۰ء	سر جے۔ آوٹرم	سنہ ۱۸۵۷ء	ڈاکٹر جے ای۔ پالک	سنہ ۱۸۶۵-۸۲ء
جی۔ آسکیولیٹی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	ڈبلیو۔ اے شفرڈ	سنہ ۱۸۵۶ء	میجر بی۔ لاوٹ	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
لفٹنٹ ڈبلیو۔ بی۔ سیبی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	کپتان سی۔ ایچ ہنٹ	سنہ ۱۸۵۷ء	سی بی۔ ولس	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
ڈاکٹر جی۔ پی۔ بیجبر	سنہ ۱۸۴۲ء	کپتان۔ سی۔ کلارک	سنہ ۱۸۵۷-۶۳ء	اے۔ ایچ۔ مونسی	سنہ ۱۸۶۶-۷ء
ڈبلیو آر۔ ہالس	سنہ ۱۸۴۳-۴ء	این۔ ڈی۔ خانیکاف	سنہ ۱۸۵۸ء	کرنل۔ ای۔ سی۔ راس	سنہ ۱۸۶۷-۹۰ء
این۔ ایل۔ وسٹرگارڈ	سنہ ۱۸۴۳ء	ڈاکٹر اہ بلا	سنہ ۱۸۵۸ء	ڈی۔ ڈبلیو۔ فریشفیلڈ	سنہ ۱۸۶۷ء
ایم۔ وگینر	سنہ ۱۸۴۳ء	ای۔ ڈیوہاسٹ	سنہ ۱۸۶۰ء	جی۔ میگلیوناٹ	سنہ ۱۸۶۸ء
لفٹنٹ۔ آر۔ مرلیچ	سنہ ۱۸۴۳ء	آر جی۔ واٹسن	سنہ ۱۸۶۰ء	پادری۔ اے۔ ایل کٹس	سنہ ۱۸۷۰ء
کام سجے۔ ای جونس	سنہ ۱۸۴۴-۷ء	جے۔ آسمیٹن	سنہ ۱۸۶۰ء	کرنل ایون اسمتھ	سنہ ۱۸۷۰-۲ء
جے۔ پی فیریئر	سنہ ۱۸۴۵ء	ایم۔ ڈی۔ بلاکویل	سنہ ۱۸۶۰ء	جے بیسٹ	سنہ ۱۸۷۱-۸۵ء
ایچ ڈبلی سہیل	سنہ ۱۸۴۸ء	اے۔ بی۔ ایسٹوک	سنہ ۱۸۶۰-۲ء	ڈبلیو بریٹل بینک	سنہ ۱۸۷۲ء
مس آیڈا پلیفر	سنہ ۱۸۴۸ء	ڈاکٹر ایچ۔ بروشس	سنہ ۱۸۶۰-۱ء	بیرن میکس وان تھیل مین	سنہ ۱۸۷۲ء
ڈاکٹر ایف اے بوسی	سنہ ۱۸۴۸-۹ء	جے اشر	سنہ ۱۸۶۱ء	کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش	سنہ ۱۸۷۲ء
ای۔ کیتھ ایبٹ	سنہ ۱۸۴۹-۵۹ء	سر ایف۔ گولڈاسمڈ	سنہ ۱۸۶۱-۷۲ء	ڈاکٹر ایچ ڈبلیو۔ بیلیو	سنہ ۱۸۷۲ء
آنریبل آر کرزن	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	ایف۔ ڈی۔ فلیپی	سنہ ۱۸۶۲ء	ڈاکٹر۔ جی روزیریو	سنہ ۱۸۷۲ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ڈبلیو ٹی بلینفورڈ سنہ ۱۸۶۲ء	اے لیسو سنہ ۱۸۸۰ء	کپتان۔ اے۔ سی ییٹ سنہ ۱۸۸۵ء
کرنل ڈال بیگی و کپتان ڈبلیو گل سنہ ۱۸۶۳ء	کرنل سی۔ ای اسٹورٹ سنہ ۱۸۸۰-۹۱ء	جی بائولیٹ سنہ ۱۸۸۶ء
پی او گورڈ نیکاف سنہ ۱۸۶۳ء	ای۔ او ڈانوون سنہ ۱۸۸۱ء	ٹی اسٹیونس سنہ ۱۸۸۶ء
کپتان آنریبل جی نیپیر سنہ ۱۸۶۴ء	اے۔ کاڈی۔ اسٹیفن سنہ ۱۸۸۱-۸ء	ایچ بائینڈر سنہ ۱۸۸۶ء
الیف اسٹلز والیف سی انڈریاز سنہ ۱۸۶۴-۸۱ء	ایم ڈیولیفائے وسیٹ ڈیولیفائے سنہ ۱۸۸۱-۶ء	کرنل۔ اے لی سوریئر سنہ ۱۸۸۷ء
اے ڈاونیرا سنہ ۱۸۶۴-۵ء	ای اسٹیک سنہ ۱۸۸۱ء	لفٹنٹ آر اسی گلنڈ سنہ ۱۸۸۷ء
مر سی میکلریگر سنہ ۱۸۶۵ء	جنرل گستیجر خان سنہ ۱۸۸۱ء	لفٹنٹ ایچ۔ بی۔ واگن سنہ ۱۸۸۸-۹۱ء
ایچ بیلنٹائن سنہ ۱۸۶۵ء	کرنل ایچ۔ ایل۔ ویلس سنہ ۱۸۸۱-۹۱ء	جے بی بینٹ سنہ ۱۸۸۸ء
ٹی۔ ایس۔ اینڈرسن سنہ ۱۸۶۵-۶ء	ای۔ آرسولی سنہ ۱۸۸۲ء	ایچ ڈی ونٹ سنہ ۱۸۸۸ء
اے آرنلڈ سنہ ۱۸۶۵ء	ایچ موسر سنہ ۱۸۸۳ء	ایم۔ وان پراسکوولٹز سنہ ۱۸۸۸ء
ڈاکٹر ای۔ سٹیلز سنہ ۱۸۶۵ء	سر جی۔ ڈبلیو بنجمین سنہ ۱۸۸۳-۵ء	کانٹ ڈی سیبرن سنہ ۱۸۸۸ء
ای۔ اے۔ فلائر سنہ ۱۸۶۶-۷ء	اے۔ رائلی سنہ ۱۸۸۴ء	ای۔ جی۔ براؤن سنہ ۱۸۸۸ء
سر آر۔ مرڈاک اسمتھ سنہ ۱۸۶۶ء	کرنل ایم۔ ایس۔ بیل سنہ ۱۸۸۴ء	ایچ ایف بی۔ لینچ سنہ ۱۸۸۹ء
کپتان پشین سنہ ۱۸۷۷ء	کپتان۔ آر ایچ۔ جننگس سنہ ۱۸۸۴-۵ء	ڈاکٹر پی۔ ایف۔ ٹرابن برگ سنہ ۱۸۸۹ء
میڈیم سی۔ سرنیا سنہ ۱۸۷۷-۸ء	فر۔ ہاؤسے سنہ ۱۸۸۵ء	مصنف کتاب ہذا سنہ ۱۸۸۹-۹۰ء
کے۔ ڈی۔ کیلاش سنہ ۱۸۷۹ء	اے نکولسکی سنہ ۱۸۸۵ء	میجر ایچ اوسایر سنہ ۱۸۹۰ء
ڈاکٹر جی۔ رڈی سنہ ۱۸۷۹-۸۰ء	جے۔ آر پریس سنہ ۱۸۸۵ء	مسز بشپ (مس ایسابلا برڈ) سنہ ۱۸۹۰ء
جنرل گراڈیکاف سنہ ۱۸۸۰ء	ریڈن سوین سنہ ۱۸۸۵ء	
جنرل بیٹروس وچ سنہ ۱۸۸۰ء	جے ڈی۔ ریز سنہ ۱۸۸۵ء	
جنرل اے۔ ایچ شنڈلر سنہ ۱۸۷۷-۹۱ء	ڈاکٹر اے۔ راڈلر سنہ ۱۸۸۵ء	

تقسیم باعتبار زمانہ

کرہ بالا فہرست مین جونام شریک ہین اون مین سے بعض کی نسبت اس مقام پر کسی قدر رائے زنی کرنا جس سے اونکے زمانہ ظہور کی تعیین اور نسبتی قابلیت و فضیلت کا اندازہ لگانے مین سہولت ہوسکے بیجا نہ ہوگا - قرون اولی مین جو فتوحات اسلام کے بعد گزرین ایران کے بہت کم سفرنامے لکھے گئے لیکن پھربھی ہمکو مختلف ملل و مذاہب کے زایرون - مثلاً ربی بنجمین ہسپانیہ کے ایک یہودی - ابن بطوطا تنجیر کے ایک بربر - اور ولیم ڈی ابرو کوئیس اور اوڈورکس ڈی پورو نیان کیتھولک پادریون کے زہد و ورع کا شکر گزار ہونا چاہیئے جس نے اونکو اکثر دیار و امصار کی مرحلہ پیمائی کا شوق دلایا - اسی زمانہ مین مارکو پولو کی عظیم الشان شبیہ خرامان خرامان اسٹیج پر جلوہ گر ہوتی ہے - پندرہوین صدی کے آخری حصہ مین وینس کی تجارتی فوقیت کا ثبوت وہان کے بعض تجار اور امرا کے ایران مین آنے سے ملتا ہے - علی ہٰذالقیاس ایک صدی بعد انگلستان کے روزافزون تجارتی فروغ کی شہادت انگریزی تاجرون کی ایک جماعت سے بہم پہونچتی ہے - جو شمال اور جنوب کی طرف سے ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قایم کرتے ہوئے نظر آتے ہین - ڈان رائی ڈی کلیویکو - ہسپانوی سفیر نے جسے ہنری ثالث شاہ کیسٹیل نے تیمور کے دربار مین سمرقند بھیجا تھا اپنی سفارت کے حالات ایک نہایت گرانمایہ شکل مین قلمبند کرنے سے جو مثال قایم کی تھی اوسکی تقلید اون کثیر التعداد سفرا نے کی جنہین تاجوران یورپ نے سترہوین صدی مین شاہ عباس اعظم کے دارالخلافہ اصفہان مین سفارت پر مامور کرکے بھیجا - سر انتھونی شرلی

۱۳ ۲ ۲ ۳ ۲

وسر آبرٹ شرلی نے جو آپس مین بھائی بھائی تھے اور سر ٹامس ہربرٹ نے جو سر ڈاڈ
مور کاٹن سفیر شاہ چارلس اول کے ساتھ آیا اور جس نے حالات ایران پر ایک نہایت ہی
دلچسپ کتاب لکھی انگریزی پہلو سے ایران کے واقعات قلمبند کئے۔ ڈان گرشیاس ڈی
سلوا جسے فلپ ثالث نے خدمت سفارت پر مامور کیا گویا ہسپانیہ کا سرکاری وقایع نگار ہے
آدم اولیریس اوس سفارت کے حالات کو ضبط تحریر مین لایا جو ہالسٹین کے ڈیوک نے
ایران بھیجی تھی۔ پادری پسیفک ڈی پراونس راہب نے فرانسیسی پہلو سے ایران کے
حالات لکھے۔ اور کمپفر متوطن وسٹفلیا ایران مین اوس سفارت کا میر منشی ہوکر گیا جو چارلس
یازدہم شاہ سوئڈن نے بھیجی تھی۔ سترہوین صدی ایران کے منتہائے عروج کا زمانہ ہونے
کے علاوہ وہ دور ہے جس مین غیر ممالک کے لوگون نے اسکے بابت سفرنامے لکھے
اس زمانہ مین بہت سے فاضل وقابل سیاح تجارتی وتحقیقاتی اغراض سے یکے بعد دیگرے
نہایت سرعت کے ساتھ اس ملک مین آئے اور اپنی مساعی اور اون مواقع کے حالات
کو جو اونہین ایک دول خارجہ سے ربط ضبط بڑھانے والے دربار کی تائید سے حاصل
ہوئے۔ ایسی کثیر التعداد تصنیفات کی شکل مین چھوڑتے گئے۔ جنھین اگر یادگار زمانہ کہا جائے
تو غیر موزون نہ ہو۔ ان کتابون مین اہل ایران کی قومی زندگی کے کوایف کے ہر پہلو سے
بحث کیگئی ہے اور تفصیل و وضاحت کے ساتھ موقعہ موقعہ کی تصویرین اور نقشہ بھی دیے
گئے ہین گو کہ بعض حالتون مین اونکی صحت مین کلام ہے۔ ان سفرنامون مین نہ صرف اوس
زمانہ کے ایرانیون کی عادات اور رسوم و رواجات کا حال اور صفوی خاندان کے بادشاہون

کے جاہ وجلال اور تزک واحتشام کی کیفیت مندرج ہے بلکہ ان مین پہلی مرتبہ مفصل اور واضح طور پر اصطخر اور دوسرے مقامات کے عظیم الشان کھنڈرون کے با تصویر حالات سپرد قلم کئے گئے ہین جنکی طرف مشاہیر علمائے یوروپ کی توجہ پہلے ہی منعطف ہو چکی تھی اور جن کی نسبت مضحکہ انگیز خیالات اونکے ذہن مین سما گئے تھے - پادری ڈیلاویلی ایک معزز خاندان کے رومانی کو جس نے نسطورین فرقہ کی ایک خاتون سے بغداد مین شادی کر لی تھی لیکن جس کا انتقال اوسکے اثنائے قیام ایران مین ہو گیا . اگرچہ گبن نے طول کلامی اور خود نمائی کا مجرم قرار دیا ہے لیکن پھر بھی وہ ان ضخامت آئین مصنفین مین سب سے پہلا شخص ہے اور پر گوئی اور خود بینی ایسے عیوب ہین جنکو تنقید اوس مصنف مین اغماض کی نگاہ سے دیکھ سکتی ہے جو عہد عتیق کے دہندلے پردون کو اُٹھا کر ہمین اُن رازون کی سیر کرائے جو پردہ کے پیچھے چھپے ہوئے تھے - اسکے بعد جین بیڈپسٹ ٹیورینر مشہور فرانسیسی جوہری صوفی اعظم (شاہ ایران کو اوس زمانہ مین لفظ صفوی کو بگاڑ کر یوروپ اسی نام سے پکارتا تھا) اور سلاطین مغلیہ کے دربارون مین تاجرانہ حیثیت سے آتا ہے پھر چارڈن ظاہر ہوتا ہے - یہ متورع اور مشہور و معروف شخص پراٹسٹنٹ مذہب کا ایک فرانسیسی جوہری تھا اپنا متجرانہ سفرنامہ ایران لکھنے کے بعد اپنی عمر کے آخری حصہ مین آئین نینٹیز کی تنسیخ پر وہ فرانس سے ہجرت کر کے انگلستان چلا گیا اور جب وہ مرا تو اوسے شہر لندن کے ایلڈرمین (چوہدری) اور ناسٹ (انگریزی مین سر کا خطاب) ہونے کا اعزاز حاصل تھا - اسکے بعد تھیونو اور ڈالیر ڈیلا ندی دو خانگی حیثیت سے فرانسیسون سینان ایک فرانسیسی پادری اور ڈاکٹر فرایئر ایسٹ انڈیا

کمپنی کے طبیب کی باری آتی ہے جنکی تحریرات انوکھے پن اور ظرافت مین ہربرٹ سے کچھ ہی کم ہون گی اور ان سب کے بعد کارلیس لابرن ولندیز کا ظہور ہوتا ہے جنکا ناپنے کا فیتا اور پنسل ہر وقت ساتھ رہتی تھی اور جو ان مصنفین کی غلطیون کا بلا تامل اعلان کرنے کے ساتھ جو اوس سے پہلے گذرے اپنے جانشینون کے حظ نکتہ چینی کے لئے کچھ کم مواد نہین چھوڑ گیا ہے۔

اٹھارہوین صدی

اسکے بعد کے زمانہ یعنی اٹھارہوین صدی مین ایران سیاسی شورشون کا مرکز بنا رہا اور چونکہ یہ صورت حالات سیاحت یا علمی تحقیقات کے لئے موزون نہ تھی اس لئے اسی نسبت سے غیر ملک کے مصنفین کی تصنیفات اس ملک کے حالات کے متعلق کم ہوگئین۔ لیکن باین ہمہ جان بیل متوطن انٹرموری کروزنسکی۔ متعدد رومن کیتھولک پادریون اور آٹر اور بالخصوص جونس ہینوے کی تصانیف مین ہمکو اس عہد کی خونریزیون اور خانہ جنگیون کے ہولناک واقعات کا شرح و بسط کے ساتھ پتہ چلتا ہے۔ جان بیل اوس روسی سفارت کے بطور طبیب کے متعین تھا جو پیٹر اعظم نے خاندان صفوی کے آخری شہنشاہ شاہ سلطان حسین کے پاس بھیجی تھی۔ کروزنسکی اسی عہد مین مسیحی فرقہ جیسوئٹ مقیم اصفہان کا پیشوا تھا۔ آٹر نے اوس عہد مین ایران مین سفر کیا جبکہ نادر شاہ نے ہندوستان پر اپنی مشہور و معروف چڑھائی کی۔ اور جونس ہینوے ایک زیرک اور فہیم اور ہمدرد بنی نوع انسان لندنی تاجر تھا۔ جس نے بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے

ساتھہ انگریزی تجارت کا تعلق قایم کرنے کے خارج از امکان منصوبہ کی تجدید کرنے کا قصد کیا۔ اسی صدی کے آخری حصہ مین جی۔ فارسٹر نے جو ہندوستان سے روانہ ہوکر پہلی مرتبہ افغانستان اور ایران کی راہ سے انگلستان پہونچا۔ شمالی اقطاع مین اپنے خوفناک سفر سے جغرافیہ کے متعلق ہماری معلومات کو بہت کچھ بڑہایا۔ اور جنوب مین کریم خان زند صوبہ دار شیراز کی بے تعصبانہ اور ہر دلعزیز حکومت کے حالات کو انگلو انڈین فوج کے لفٹنٹ فرینکلن اور کارسٹن نیبور نے جو جزیرہ نمائے عرب کے مہتم بالشان سفر سے واپس آیا تھا بیان کیا ہے۔ اسی زمانہ مین گمیلن اور آلیور نے ایران کے عمدہ حالات لکھکر اپنے ملکون یعنی روس اور فرانس کی شہرت کے برقرار رکھنے مین حصہ لیا۔

انیسوین صدی

انیسوین صدی کے پردہ کا ایک کنارہ اُٹھا کر ہم ایک ایسے عہد کی دہلیز کے اندر قدم رکھتے ہین جس مین یوروپ کی تدبر و سیاست نے ایران مین داخل ہونے کے تمام رستون کو از سر نو کھول دیا اور سفیرون اور ایلچیون کے ساتھہ ساتھہ بہت سے سیاح مملکت ایران مین وارد ہوئے اور دونون طبقہ کے لوگون نے اپنے تجربون اور مشاہدون کو مساوی محنت و جانفشانی سے قلمبند کیا۔ سر جان میلکم کی سنہ ۱۸۰۰ء اور سنہ ۱۸۱۰ء کی دو سفارتون کا ماحصل کئی تصنیفات تھین جن کا ذکر ذیل مین کیا جاتا ہے۔ دو کتابین خود سر جان میلکم نے لکھین۔ ان مین سے ایک کا نام "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران) اور دوسرے کا نام جو گمنام طور پر شایع کیگئی "اسکچز آف پرشیا" (مرقع ایران) ہے۔

"تاریخ ایران" اگرچہ اوس زمانہ مین لکھی گئی جبکہ فن تاریخ نویسی مین فلسفہ کی روح نہ پڑی تھی لیکن پھر بھی انگریزی مین کوئی کتاب ایران کے تاریخی حالات کے متعلق اسکی ٹکر کی نہین۔ "مرقع ایران" بھی ایک نہایت ہی دلفریب کتاب ہے اور نوادر و لطائف کا مخزن ہے۔ ایک دوسری کتاب جسے متذکرہ بالا سفارتون کے نتائج کے جزو سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کپتان میکڈانلڈ کا "جاگرفیکل میمائر" (تذکرہ متعلقہ فن جغرافیہ) ہے۔ یہ کپتان میکڈانلڈ وہی ہین جو بعد مین سر جے میکڈانلڈ کنیر کے لقب سے ملقب ہوئے اور اون کا یہ تذکرہ ایک عرصہ تک ایران کے حالات متعلقہ فن جغرافیہ مین معلومات کا عطر سمجھا جاتا تھا سفارتہائے مسطورہ کے نتائج کے منجملہ وہ سفر اور تحقیقاتین بھی قرار دی جا سکتی ہین جو متعدد برطانوی یا ہندوستانی افسرون بالخصوص گرانٹ۔ پاٹنجر کرسٹی اور مانٹیتھ نے کین۔ اسی زمانہ مین نپولین کے قاصد جنرل گارڈین کی فرانسیسی سفارت اپنے ہمراہ متعدد لایق لایق مصنف لیتی گئی۔ جن مین ٹروہیر۔ ٹریزل۔ ٹنکائن اور ڈوپری کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ڈوپری کی تصنیف سب سے عمدہ ہے۔ سر ہارڈ فورڈ جونس نے ۱۸۰۹ء مین اپنی محنتون اور مصیبتون کی سرگذشت کو خود قلمبند کیا۔ اوسکے ساتھ موریئر بھی تھا جس نے اس موقعہ کو اور دو سال بعد سر گور آوسلی کے ہمراہی کے موقعہ کو غنیمت پا کر دو نہایت مستند اور محققانہ کتابین لکھین۔ کسی سفارت کے ہمراہ اتنے مورخ نہ تھے جتنے کہ اوسلی کی سفارت کے ساتھ تھے۔ کیونکہ موریئر کی دوسری تصنیف کے علاوہ اس سفارت کے حالات کو سر ڈبلیو آوسلی سفیر کے بھائی نے جو مشرقی

علوم مین بڑا ماہر تھا اور نیز ڈبلیو پرائس نے قلمبند کیا۔ ۱۸۱۷ء مین کوٹزبو کاؤنٹ یرمولات
کی روسی سفارت کی سرگذشت کو حیز تحریر مین لایا۔ ۱۸۳۵ء مین کرنل اسٹوئرٹ سر ہنری ایلس
کا میر منشی ہوکر آیا اور محمد شاہ کے نظام سلطنت کی ایک دلاویز تصویر کھینچتا گیا۔ اسکے بعد سر
جسٹن شیل سفیر انگریزی نے اپنی بی بی کو ایک مفید اور معلومات سے بھری ہوئی تصنیف کے
مرتب کرنے مین مدد دی۔ کانٹ ڈی گابینو نے طہران مین بطور سفیر مقیم ہونے کے
اثنا مین اغراض فرانس کو مرعی رکھکر متعدد عالمانہ کتابین تصنیف کین۔ اور دوسری سفارتون
کے اراکین نے بھی عمدہ عمدہ کتابین لکھین۔ چنانچہ بیرن ڈی بوڈ روسی سفارت کے میر منشی نے
سفر سرزمین بختیاری کے دلچسپ حالات کو جو اوس نے ۱۸۴۰ء مین اختیار کیا تھا ایک
کتاب کی شکل مین قلمبند کیا۔ ایسٹوک نے جو بیس سال بعد انگریزی سفارت مین اسی
عہدہ پر ممور ہوکر آیا ایک عمدہ کتاب لکھی اور موسو باربیر ڈی مینارڈ مشرقی مصنفین کی تصانیف
کے تراجم اور شرحون کی وجہ سے درجہ اوّل کے فرانسیسی علما مین شمار ہونے لگا۔

مغربی دنیا مین ایران جو روز افزون شہرت حاصل کر رہا تھا۔ اوس سے متاثر ہوکر متعدد
متمول انگریزی سیاحون نے انیسوین صدی کے پہلے دس سال کے بعد سے اس
ملک کو فن جغرافیہ کی تحقیقات یا آثار قدیمہ کی سراغ برآری اور بعد مین اس تحقیق و تفتیش کی
نتائج کو معرض انشا مین لانے کے متعلق اپنا مقصود قرار دیا۔ اسکاٹ ویرنگ۔ بکنگھم۔
سر آر۔ کیر پورٹر اور جے بیلی فریزر اس طبقہ کے وہ مصنفین ہین جو موجودہ صدی کے
پہلے نصف حصہ سے تعلق رکھتے ہین اور فریزر کو تو ایران مین ایک علمی کان مل گئی تھی

جنکے خزاین مین اوسوقت تک کمی نہ آئی جب تک کہ اوس نے متعدد گرانمایہ سفرنامے اور بہت سے لطیف و دلچسپ افسانے دنیا کے سامنے پیش نہین کیے۔ ایک دوسرے طبقہ کے مصنفین وہ ہین جنکا تعلق افسرانہ حیثیت سے ہند کے دیوانی و فوجی محکمہ جات کے ساتھ تھا اور جو انگلستان کو جاتے ہوئے ایران مین سے ہوکر گذرے۔ ان مین سے محکمہ فوج کے متعلق کرنیل جانسن۔ کپتان آرتھر کونولی۔ (جو بعد مین بخارا مین قتل ہوا) اور سر الگزینڈر برنس جو کابل کے حسرتناک سانحہ کا شکار ہوا اور محکمہ دیوانی کے متعلق۔ آر بی۔ بننگ اور ای۔ اسٹیک کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔ بننگ نے ۱۸۵۱ء مین فارسی زبان مین اعلی درجہ کی دستگاہ رکھنے کے باعث ایران کے حالات کے متعلق حقیقت مین ایک ایسی اچھی کتاب لکھی کہ اوس سے بہتر اور کوئی کتاب بھی نہین لکھی گئی اور اسٹیک نے اپنی جدت طراز تحقیقاتون کی رونق کو خیالات کی روانی بندش کی چستی اور طرز ادا کی دلفریبی سے دوبالا کردیا۔ اس صدی کے وسط مین اور اوسکے بعد کچھ کچھ فصل سے ایران کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو انگریزی اور امریکی پادریون نے بڑھایا ہے جنھون نے شمالی سرحد پر نسطورین فرقہ کے عیسائیون اور بعض بڑے بڑے شہرون مین ارمنی عیسائیون کے درمیان ایران کو اپنی مساعی کی جولانگاہ بنایا۔ اسی زمانہ مین بعض دوسرے لایق اور ممتاز مصنفین ظاہر ہوئے۔ ان مین سے پہلا نام میجر رالنسن کا ہے (جو اب سر ہنری رالنسن کہلاتے ہین) اس لایق شخص نے اوس زمانہ مین جبکہ وہ محمد شاہ کا ملازم تھا اپنی جغرافی تحقیقات کے ساتھ ایک ایسی سیاسی

نکتہ شناسی اور معاملہ فہمی کا ثبوت دیا کہ اوسے دولت برطانیہ نے طہران مین اپنا سفیر اور
اور اوسکے بعد انگلستان اور فارس کے تعلقات کا سیاسی وقایع نگار مقرر کر دیا۔ اور آثار قدیمہ
کا کھوج لگانے کے متعلق اوس نے ایسی قابلیت ظاہر کی کہ مخروطی ابجد کے راز سربستہ
کو اوس نے کہولدیا اور علوم شرقیہ کے ماہرین کے طبقہ اعلیٰ مین اوسکا شمار ہونے لگا۔
مسٹر ایچ لیارڈ بھی کچھہ کم پایہ کا مصنف نہین۔ اوس نے ملک ایران کے ایک حصہ کے
حالات پر دقیقہ سنجی اور طرز ادا کی شستگی کی اون خوبیون کو صرف کیا جنکی وجہ سے وہ
مشہور ہوگیا۔ اور دوسری قومون کے افسرون مین جو ایران مین مامور کئے گئے فیریئیر
فرانسیسی کو اپنی قیمتی اور عالمانہ تصنیف کے لحاظ سے سند امتیاز حاصل ہے۔ فرانس اس
تعریف کا بھی مستحق ہے کہ اوس نے ٹیکسیئر۔ فلینڈن اور کاسٹ اور اونکے بعد ڈیولافائے
کو بصرف زر کثیر ایران مین علمی تحقیقات کی غرض سے بہیجا اور اونہون نے جو تحقیقاتین یا
نئی باتین دریافت کین وہ نہایت عظیم الشان کتابون کی شکل مین نفیس اور پاکیزہ تصاویر
کے ساتھہ معرض اشاعت مین آئی ہین۔ ۱۸۵۹ء مین سینٹ پیٹرس برگ کی انجمن جغرافیہ نے
خانیکاف کو اپنی طرف سے مقرر کر کے ایران بہیجا اور اوس نے فن جغرافیہ کے متعلق اس
ملک کے حالات کو فلسفیانہ طور پر قلمبند کیا لیکن اس تذکرہ مین کسی قدر سیاسی تعصب
کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ اسی زمانہ مین اگرچہ برطانیہ کلان نے اس قسم کی تحقیقات کے
لئے نہ تو کوئی خاص جماعت مامور کی اور نہ اس کام پر روپیہ صرف کیا اور واقعی اوس نے
اس بارہ مین ایسے تساہل اور تغافل سے کام لیا ہے کہ اوسے قابل معافی تصور نہین کیا

جا سکتا پھر بھی کم از کم ان سیاسی مہمات کا بیڑا دولت برطانیہ نے اٹھایا اونکے نتائج سر آلیف گولڈ اسمڈ اور اوسکے اون لایق مددگارون کی مساعی و تصانیف کی شکل مین ظاہر ہوئے مین جو قیام سلسلہ تار برقی اور تصفیہ مسئلہ سرحد کی انتظامی جماعتون کے رکن تھے سر کلیمنٹس مارکھم نے ایران کی ایک مفید تاریخ ایک جلد مین لکھی اور موجودہ صدی کے پہلے نصف حصہ کے تاریخی واقعات کو مسٹر آر. جی واٹسن نے احتیاط کے ساتھ مرتب کیا۔ لیکن مجموعی حیثیت سے ایران کی تاریخ کا موضوع ابھی تک کسی ایسے انگریز کی طبیعت کی زور آزمائی کا محتاج ہے جو مشرقی زبانون سے اچھی طرح پر واقف ہونے اور صحیح تاریخی معلومات رکھنے کے علاوہ ایک عالم متبحر و فاضل جید ہو۔ جرمنی مین اسپانگل جسٹی نولڈیک اور گٹشمڈ نے ان عالمانہ اوصاف کو آپس مین بانٹ لیا۔ لیکن پھر بھی کسی ایک مین یہ سب فضایل جمع نہین ہوئے۔ مجھے اس بات کے کہنے مین تامل نہین کہ ایران کے حالات مین سب سے بہتر اور صحیح و مستند کتاب سو صفحے کے حجم کی جو مین نے دیکھی ہے۔ وہ لیسی رکیولے فرانسیسی کی یادگار زمانہ تصنیف ہے[لہ]۔ گذشتہ تیس سال مین ایران کے شمالی و مشرقی حصہ کے متعلق متعدد لایق لایق محققین کی پیہم کوششون نے ہماری معلومات کو بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔ ان مین سے خانیکاف روسی کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کرنل ولیٹان بیکر اور کپتان گل نے جن مین سے اول الذکر کو وسط ایشیا کے سیاسی مسایل پر عاقلانہ رائے زنی کرنے مین ید طولیٰ حاصل تھا اس مضمون پر عمدہ کتابین لکھین

لہ اسکا ترجمہ زبان انگریزی مین ہو گیا ہے۔ دیکھو "یونیورسل جاگرفی" (جغرافیہ عالم) جلد نہم۔

سر چارلس میکاگریگر کی حب الوطنی کا جوش اوسکی درشت مگر بے روک طرز تحریر سے ٹپکا پڑتا ہے اور اتی۔ اوڈانوون نامہ نگار ڈیلی نیوز جو مروتک سفر کر آیا اور پھر سوڈان مین جاکر مارا گیا اپنے علمی کمال کے لحاظ سے ایران کے کسی وقایع نگار سے کم نہین۔ ان سب کا انتقال ہو چکا ہے۔

اسی زمانہ مین مسٹر اسٹولز اور مسٹر آینڈریاز نے ایرانی تجارت۔ صنعت و حرفت نظم و نسق سلطنت اور وسائل و ذرایع آمدنی کے مسٔلون پر بہت کچھ روشنی ڈالی اور جنرل ہاوٹم شنڈلر نے جنکی تحریرات سے مین اکثر موقعون پر اقتباس کرون گا۔ جغرافیہ۔ آثار قدیمہ اور عام معلومات کے متعلق ایران کے بہت کچھ حالات لکھے۔ ڈاکٹر ولس نے جو کئی سال تک انڈو یورپین محکمہ تاربرقی کے ہمراہ بطور طبیب کے مامور رہا زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی اور رسم و رواج کے واضح اور دلچسپ حالات قلمبند کئے ہین۔ مسٹر بنجیمن نے جو امریکہ کی طرف سے سب سے پہلا سفیر مقرر ہو کر ایران مین بھیجا گیا انگریزی زبان مین اس ملک کے حالات پر سب سے آخری کتاب لکھی اور عادات و صنایع کے متعلق اوس نے اپنے جن مشاہدون کو قلمبند کیا ہے وہ دلچسپ ہین لیکن جن واقعات کو اوس نے بیان کیا ہے وہ عام طور پر اسدرجہ نادرست اور غیر صحیح ہین کہ اوسکی کتاب کی کوئی قدر و قیمت باقی نہین رہتی۔[۵] میڈم ڈیولیفا ئے کی ضخیم کتاب نہایت شاندار تصاویر سے آراستہ ہے

[۵] بھلا ایسے مصنف کی نسبت کیا خیال ہو سکتا ہے جو ایک وسیع قطعہ آب کی نسبت جسکا دور تین سو میل ہو یہ بیان کرے کہ وہ "اور دمیا مین ایک چھوٹی سی شور جھیل ہے" جو ہامون واقع سیستان کے اکثر ملحقہ رہنے والے تالاب کو "ایک قابل ذکر رقبہ کی جھیل"

اور اوسکے اوراق دلچسپ ہونے کے ساتھہ نتیجہ خیز بھی ہین۔ ایک اور خاتون مسز بشپ نے بختیاریون اور کردون کے درمیان اپنے سفر کے حالات پر حال مین ایک کتاب شایع کی ہے جس مین نہایت جدت طراز اور دلچسپ واقعات درج ہین۔

ترتیب باعتبار فضیلت

لیکن اور ممتاز مصنفین کے نامون کی جو طویل فہرست مینے اوپر درج کی ہی اون مین فضیلت کے اعتبار سے کسی مابہ الامتیاز کے قایم کرنے مین زیادہ وقیقہ سنجی یا موشگافی سے کام لینا شاید گستاخی اور بے ادبی مین داخل ہوگا۔ جن مصنفین نے امن واطمینان یا شورش وانقلاب کے زمانون مین اپنے چشم دید حالات کو صحیح صحیح طور پر قلمبند کر دیا یا تحقیق وتدقیق مین صبر اور تحمل سے کام لیکر ایران کے حالات کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو بڑہایا اون مین سے اکثر کا نام مین لے چکا ہون۔ ان مین سے بعض ایسے ہین جو امعان نظر یا مشاہدات کی وسعت کے باعث اس امر کے مستحق ہین کہ اون کا شمار

بقیہ نوٹ صفحہ ٥١ سے تعبیر کرے۔ جو سلسلہ کوہ البرز کا مرز تک پھیلا ہوا ہونا بیان اور جن قومون کے ساتھہ کاف مین وسط ایشیا مین لڑا تھا اونکا نقش ترکمان ہونا ظاہر کرے جو نہ صرف حضرت امام حسنؓ بلکہ حسینؓ کے کربلا مین شہید ہونے کا دعوی کرے۔ اس زمانہ مین بھی شوستر اور سوسا مین کوئی فرق نہ سمجھے۔ جو "ایران کے جنوبی و مغربی حصہ مین بہترین بندرگاہون کے نزدیک کوئیلے کی لازوال کانون" کے موجود ہونے پر مصر ہو حالانکہ اس طبقہ زمین سے ایک مکعب فیٹ کوئلہ بھی کبھی کھودا نہین گیا۔ جو نادرشاہ کے ظہور کی تاریخ اصل سے پچاس سال قبل اور مشہور قحط کی تاریخ کو اصل سے تین سال بعد بتاسے اور جو یہ خیال کرے کہ انگریزی فوج مین پچیس ہزار گرینڈیر (تنومند اور قدآور جوان) ہین۔

طبقۂ اعلیٰ ترین مین ہو۔

میرے راسے مین یہ لوگ جارڈن ٹیورینر[۱] ۔ ہینوے ۔ میلکم ۔ آؤسلے ۔ پیلی فریزر اور رالنسن ہین۔ جن تین مصنفین یعنی موریر ۔ آؤسلے اور فریزر کی تصانیف ایک عرصۂ دراز سے اون خیالات کا ماخذ ہین جو انگریزون کے دلون مین ایران کے حالات کے متعلق جاگزین ہین ان مین سے اول الذکر نے اپنے سفرنامون کی وجہ سے اتنی شہرت اور امتیاز حاصل نہین کیا۔ جتنا کہ حاجی بابا کے قصہ کے لکھنے سے۔ میرے راسے مین فریزر اور آؤسلے بھی اسی پایہ کے لوگ ہین۔ فریزر کو زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی کے ہر پہلو سے کماحقہ واقفیت حاصل ہے اور وہ جو کچھ لکھتا ہے اوس مین اور اصل مین سر مو فرق نہین ہوتا۔ اور آؤسلے کا مایۂ امتیاز وہ حیرت انگیز تبحر ہے جسکی وجہ سے اوس کی ضخیم کتابین شائقین علم کو مسرور و محظوظ بھی کرتی ہین اور مایوس و محروم بھی اور یہی باعث تھا کہ جو واقعات اون مین درج ہین اونکے ظہور کے پورے دس سال بعد وہ معرض اشاعت مین لائی گئین۔

---

[۱] مین جانتا ہون کہ ٹیورنیر پر بعض سنگین الزامات لگائے جاتے ہین اور وہ کسی حد تک صحیح بھی ہین۔ جارڈن کا بیان ہے کہ وہ زبان فارسی کا ایک لفظ نہین سمجھ سکتا تھا۔ ایک معترض کا قول ہے کہ وہ نہ لکھ سکتا تھا نہ پڑھ سکتا تھا۔ بعض مقامات کے جو حالات اوس نے بیان کئے وہ صریحی طور پر غیر صحیح ہین۔ اس مین کچھ شک نہین کہ جن لوگون نے اوسکی کتاب کو شایع کیا اونہین اوسکے مسودات کے ترتیب دینے اور سلجھانے مین جو نہایت پریشان حالت مین تھے نہایت دقت کا سامنا کرنا پڑا (دیکھو سفرنامہ آؤسلے جلد دوم ضمیمہ ۱) باین ہمہ ٹیورنیر کی تصنیف کی قدر و قیمت اس لحاظ سے کہ اوس مین جدت اور قدرت پائی جاتی ہے اور وہ مبالغہ و اطراء سے معرا ہے ابھی تک قایم ہے۔

قدیم تر سیاحون مین سے فرانسیسی پاٹسنٹ اور انگریزی نائیبٹ ، چارڈن کو سند
امتیاز کے دئے جانے مین کسیکو کلام نہ ہوگا۔ اس مین شک نہین کہ وہ مبالغہ سے کام
لیتا ہے اور جو کچھ بیان کرتا ہے وہ ہر صورت مین قابل اعتبار و لایق پذیرائی نہین
ہوتا لیکن پھر بھی وہ ہمیشہ محنت و جانفشانی سے کام لیتا ہے اکثر طباعی و ذہانت ظاہر کرتا
ہے اور بسا اوقات تبحر کا ثبوت دیتا ہے۔ دوسرے درجہ کے مصنفین سے مین بہت
سے نام اوپر بیان کر چکا ہون۔ اور بھی بعض نام ایسے ہین جو اسی درجہ مین شریک کئے
جاسکتے تھے یا نہین شاید اب تک بھی اسی درجہ مین شریک ہونا چاہئے لیکن مشرق
کی نرالی آب وہوا کا آسیب کچھ ایسا زبردست تھا کہ اوسنے اون کی راستی اور نکتہ چینی
کے دماغ کی صحت مین خلل پیدا کرکے اون کی سلیم الطبعی ومتین الفکری کے چراغ کو رنگینی
جذبات کی صرصر کے حوالے کردیا۔ اور کبھی تو اونھین فصاحت معانی کے اعلی علیین پر
پھونچا دیا اور کبھی رقت وحسرت کے اسفل السافلین مین جا گرایا قدیم سیاحون مین سے
جان اسٹرائیز ایک ولندیز نے اس پرستان کی خوب سیر کی۔ موجودہ صدی مین اوسکا اتباع
قابلیت کے ساتھ سر آرکیر پورٹر نے کیا۔ یہ سیاح اگرچہ تحقیقات مین مستعدی وعرق ریزی سے
کام لیتا ہے لیکن نقشہ جات کی صحیح ترتیب اور واقعات کے اندراج کے متناسب اسلوب
سے جن عمدہ نتائج کا اوس نے استنباط کیا ہے اوسکی قدر وقیمت اوس مبالغہ آمیز لفاظی
وخودنمائی سے بھری ہوئی طرز تحریر سے کم ہو جاتی ہے جسکو دیکھکر کبھی تو طبیعت کھسیانی
ہو جاتی ہے۔ اور کبھی بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ان بے ربط سخن سراؤن کا کمال دکھنا

ہو تو اوس وقت دیکھنا چاہیئے۔ جبکہ وہ قدرت کی عظمت وشان کی لفظی تصویر کھینچ رہے
یا پرانے کھنڈرون کی حسرتناک داستان بیان کر رہے ہون۔ ایسے موقعون پر اونکی
وجد کی وہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہ حال مین آنیوالے فقیر بھی اون سے سبق لے سکتے ہین
ایک اور طبقہ کے مصنفین کی نسبت جنکی تعداد روزافزون ترقی پر ہے۔ جو ایک ملک کی سیاحی
کا یہی مفہوم سمجھتے ہین کہ ایک سیل کی طرح اوس مین سے گذرتے ہوئے چلے جائین جو ایسی
تصنیفات کا جو اون سے قابل تر لوگ پہلے لکھہ گئے ہون اول تو مطالعہ نہین کرتے یا کرتے بھی ہین
تو محض اس غرض سے کہ سرقہ کے مرتکب ہوکر اوسکے مضامین کو اپنا طبعزاد بتائین اور جو نہ
سمجھتے ہین تو غلط تعبیر وتاویل کرتے ہین تو غلط ہجہ تک کرتے ہین تو غلط مین کچھ نہین کہنا
چاہتا۔ ایران ۔۔ قسم کے وقایع نگارون کا بھی موقف بنا ہے۔ لیکن جس قسم کی کتابین وہ
لکھتے ہین۔ اونکے لئے بمقابلہ دوسرے مقامات کے یہان کمتر مواد دستیاب ہو سکتا ہے
اس مواد کے بہم پہونچانے کے لئے بہت کچھ محنت کی ضرورت ہے۔ یہان ریل کی سڑکین
نہین ہین کہ ان حضرات کو سفر مین جسمانی آرام ملے اور دماغ کے خیالی ڈھکوسلون کے بجائے
ضخیم اور کثیر الحجم کتابون کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ غرضکہ ممالک محروسہ شاہ ایسا میدان نہین
جہان سے اونہین عمدہ مال غنیمت مل سکے۔ اسکے علاوہ جس بیاض نسیان مین ان لوگون
کے نام موزون طور پر درج ہین۔ اوس سے ایک کو بھی نجات دلانے کے لئے مین سیاہی
کا ایک قطرہ تک ضایع نہ کرون گا۔

دوسرا باب

راہ و رسد

(اس باب کو صرف سیاح کے نام سے معنون کیا جاتا ہی)

اوزبیک کے آتش بار اور ریگ فشان صحرا — یا قاف کے بے توفیق اور وحشت ناک بن
کیا جانے بنتے ہین موقف میری جگر کا — جہلم مین پڑے جا کر یا ناؤ میری منجدھار

(ہارلیس)

معلومات کی ضرورت

انگلستان سے روانہ ہونے کے قبل احباب نے مجھ سے استفسار کیا کہ مین کس راستہ سے سفر کرنیکا قصد رکھتا ہون اور جب مین واپس آیا تب بھی مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ مین کس راہ سے گیا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ باوجودیکہ آجکل عام طور پر مسافرون کی رہنمائی اور رہبری کے لئے ہدایتی دستورالعمل جاری ہین پھر بھی جغرافیہ کے متعلق تفصیلی اطلاع ایسے عام طور پر شایع نہین کہ ایک علیحدہ باب جس مین اون مختلف راستون کی تصریح ہو جس سے مسافر ایران جا سکتا ہے اور وہان سے واپس آسکتا ہے اور جس مین اون تدابیر کی توضیح ہو جن پر اوسے آغاز سفر سے پہلے کاربند ہونا چاہیئے۔ غیر ضروری متصور ہو۔ مسافر کے لئے راہ اور زاد راہ دونون کے انتخاب کے

اسقدر پہلو موجود ہین کہ کچھ ہدایات ان دونون امور کے بارہ مین مناسب معلوم ہوتی ہین۔ راستون اور فاصلون کے جو نقشے ہمنے دئے ہین۔ اون کا ماخذ قابل اعتماد ذرایع ہین اور وہ جدید ترین معلومات پر مشتمل ہین۔ کوئی کتاب اسوقت ایسی موجود نہ ہوگی جس مین اونہین اسطرحپر ایک جگھ جمع کیا گیا ہو۔

ایران کا موقعہ

ایران اگرچہ دور ہے لیکن رسائی سے دور نہین۔ طبعی لحاظ سے یہ ملک شمال اور جنوب کی طرف دو سمندرون سے محدود ہے اور اس لئے قیاسًا اس بات کو چاہتا ہے کہ یہان بڑی آسانی سے پہونچ سکتے ہین۔ اس کا مشرقی اور مغربی سرحدی علاقہ وسیع اقطاع ہے جو غیر مخالف مگر مختلف النسل اقوام کے قبضہ مین ہین ملحق ہے اور ایران مین داخل ہونے کے دوسرے ابواب کو جو اسقدر آسان نہین ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ زیادہ تر مسافر اسی وجہ سے اول یا تو بحیرہ اخضر اور یا خلیج فارس کے سواحل پر لنگر انداز ہوکر سرزمین ایران مین داخل ہوتے ہین۔ موجودہ دار السلطنت طہران بحیرہ اخضر سے سڑک کے راستہ سے دوسو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسی لئے اکثر مسافر یہی راستہ اختیار کرتے ہین۔ سترہوین صدی عیسوی مین جبکہ خاندان صفوی کے سلاطین کا پایہ تخت اصفہان تھا جو خلیج فارس سے قریب تر ہے تو قدرتی طور پر مسافر خلیج مسطور کے بندرگاہون پر جہاز سے اُترتے تھے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی حصہ مین بھی جبکہ قافنے علم گردن افرازی بلند کر رکھا تھا۔ اور مسافرون کے لئے خوف وخطر کا کمین گاہ بن رہا تھا تو یورپین سیاح بالعموم اور انگریزی

سیاح بالخصوص جنوبی راستہ کو ترجیح دیتے تھے اور اس خصوصیت کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ انگلستان اور فارس کے تعلقات کی شیرازہ بندی اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی تھی اور ان کی نگرانی کا صدر مقام کلکتہ تھا یا بمبئی۔ چنانچہ سر جان میلکم۔ سر ہارفورڈ جونس اور سر گور آوسلی کی سفارتون نے شاہنشاہ فارس کے ممالک محروسہ مین اوّل اوّل بوشہر کو اپنا مقام ورود قرار دیا۔

ترتیب باب

اس امر کو مسلّم قرار دینے کے بعد کہ ایران مین داخل ہونے کے آسان ترین اور واضح ترین یہی رستے ہین۔ مین شمالی راستون مین سے اوّل اوس راستہ کا ذکر کرونگا جس سے انزلی ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین۔ اور پھر شمال کیطرف کے باقی راستون کا حال لکھون گا۔ اِسکے بعد مین مشرقی جنوبی اور مغربی راستون کو علی الترتیب بیان کرون گا۔

(۱) سفر طہران براہ انزلی

بحیرہ اخضر کا ایرانی بندرگاہ یا یون کہیئے کہ لنگراندازی کا مقام (کیونکہ ایران مین کوئی ایسا بندرگاہ نہین کہ جسپر لفظ بندرگاہ کے صحیح مفہوم کا اطلاق ہوسکے) انزلی ہے۔ انزلی ایک گاؤن ہے جو سمندر کے کنارے ایک نشیب والے قطع زمین پر جسکے ایک وسیع مگر پایاب سمندر سے ملی ہوئی جھیل کو محیط کر رکھا ہے واقع ہے۔ اس جھیل کا نام مرداب ہے۔ اور اسکے جنوبی کنارہ پر سمندر سے کسی قدر دور رشت کا بڑا قصبہ آباد ہے۔ مسافران

ایران رشت مین لنگرانداز ہونے کا بیان عام طور پر اسی لحاظ سے کیا کرتے ہین۔

انزلی پہونچنے کا ذریعہ

انزلی مین "رشین کاکیس اینڈ مرکری کمپنی" کے دخانی جہازون مین جو باکو سے روانہ ہوتے ہین پہونچتے ہین۔ یوروپ سے باکو تک پہونچنے کے کئی طریقے ہین۔

اوّل۔ قسطنطنیہ تک ریل مین آسکتے ہین اور وہان سے "میسیجیریز" یا آسٹرین لائڈ یا روسی دخانی کشتی مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔ جس مین تین یا چار دن لگین گے اور پھر وہان سے ریل مین سوار ہوکر طفلس کے راستہ سے ۲۴ گھنٹہ مین باکو پہونچ سکتے ہین۔

دوم۔ ریل پر سوار ہوکر برلن اور کراکو کی راہ سے اوڈیسہ اور وہان سے روسی جہاز مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔

سوم۔ طفلس مین سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو سے والڈیکوکاس تک ریل پر اور وہان سے مشہور سڑک داریل کی راہ سے جو ۱۳۶ میل لمبی ہے گھوڑے گاڑی کے ذریعہ سے گرجستان مین داخل ہوکر پہونچ سکتے ہین۔

چہارم۔ باکو پہونچنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ روس کی سرحد مین زارٹسن تک جو دریائے والگا کے کنارے واقع ہے ریل پر آئین اور وہان سے کشتی پر سوار ہوکر ندی ندی استرخان تک آئین اور پھر وہان سے "کاکیس اینڈ مرکری کمپنی" کے کسی جہاز پر سوار ہوکر بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر پیٹرا اور دربند سے گذرتے ہوئے جس مین اڑہائی دن

صرف ہونگے باکو پہونچین شاید وقت کے اعتبار سے یہ نہایت قریب کا راستہ ہے - بہر حال کسی صورت مین مسافر کو یہ یقین نہین ہونا چاہیئے کہ اُسے لندن سے باکو تک پہونچنے مین آٹھہ یا نو دن سے کم مدت لگے گی -

بحیرہ اخضر کے جہازات

مئی سے نومبر تک "کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے جہاز ہفتہ مین ایک دفعہ اور بعض اوقات دو دفعہ انزلی آتے ہین اور باکو سے علی العموم یکشنبہ کی رات کو روانہ ہوتے ہین - باقی مہینون مین اونکی آمد و رفت کسیقدر بے قاعدہ ہوتی ہے لنکران کے روسی بندرگاہ (کسی زمانہ مین یہ ایران سے تعلق رکھتا تھا اور آستارا کے سرحدی گاؤن مین دوشنبہ کی دوپہر کو لنگر کرنے کے بعد انزلی مین جو ۷۰ بحری میلون کے فاصلہ پر واقع ہے - یہ جہاز ۳۰ سے لیکر ۳۶ گھنٹہ کے اندر یعنی سہ شنبہ کی صبح کو کسی وقت پہونچتے ہین --

انزلی مین جہازون کی لنگراندازی

لیکن یہان پہونچکر سفر ایران کی تکلیف دہ خصوصیات کا احتمال شروع ہو جاتا ہے - کیونکہ ریتلی جھال[۱۵] پر بسا اوقات لہرون کی طغیانی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافرون کو کشتیون

---

[۱۵] - یہ جھال جہازون کے لئے ایسی روکاوٹ ہے کہ جو جہاز پانچ فیٹ سے زیادہ پانی مین ڈوبے رہتے ہون وہ اسمین داخل نہین ہو سکتے بلکہ اونہین باہر رہنا پڑتا ہے ایران کی گورنمنٹ سے بارہا تقاضا کیا گیا ہے لیکن اوسنے اس کی درستی کے متعلق کوئی کارروائی نہین کی - شاہ کی چھوٹی سی دخانی کشتی الموسوم بہ "ناصر الدین" کا حال جو بالعموم مرداب مین کھڑی رہتی ہے - آگے چلکر ایک فصل مین جسکا عنوان بحری قوت ہے درج کیا گیا ہے -

پرخشکی تک پہونچانا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے اور جاڑون مین تو اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ناشاد سیاح کئی کئی گھنٹون تک منزل مقصود کو اپنی نظرون کے سامنے پاتا ہے مگر سواے اسکے کہ موجون کے تھپیڑے کھائے اور اوس سے کچھ نہین بن پڑتا اور پھر اوسے الٹا باکو کو جانا پڑتا ہے جہان ایک ہفتہ تک مٹی کے تیل کی بو سے دماغ پراگندہ اور حواس کو مختل کرنے کے بعد اوسے پھر اپنے سابق کے تجربہ کے دہرانے کے لئے انزلی واپس آنا پڑتا ہے۔

مرداب

اگر انزلی مین طوفان برپا نہ ہو تو مسافر کو ایک چھوٹی سی دخانی ناؤ مین سوار کرکے خشکی پر اتارا جاتا ہے۔ جہان انزلی کا چنگی خانہ اور ایک کسیقدر بوسیدہ مگر خوشنما پنج منزلہ گرنیون کے رہنے کا بنگلہ جو شاہ کی ملک سے ہے واقع ہے۔ اس مکان پر آسمانی سرخ اور دھانی رنگ کا روغن چڑھا ہوا ہے اور نیچے کے درجون سے اوپر کے درجون کی آرایشی حالت اچھی ہے۔ سب سے اوپر کا درجہ شاہ کجکلاہ کے ورود کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اس کا آرایشی سامان نہایت ویرانی کی حالت مین ہے اور اکثر تو ایک چٹائی کے غلاف کے چڑھے رہنے کے باعث جو اسے یہان کی بے حدنمی کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے اوڑھا دیا جاتا ہے۔ نظر ہی نہین آتا۔ یہان سے بذریعہ دخانی ناؤ کے مرداب کو جس کا پاٹ دس میل ہوگا۔ پونے دو گھنٹہ مین عبور کرتے ہین۔ یہ جھیل جس مین ہوا کے طوفان چلتے رہتے ہین اور جو زیادہ عمیق نہین مشرق سے لیکر مغرب

تک ۳۰ میل لمبی ہوگی اور شمالاً جنوباً اسکا زیادہ سے زیادہ عرض ۱۲ میل ہوگا۔ انواع واقسام کے آبی جانور مثلاً ماہی خور۔ قاز۔ راج ہنس۔ بطین۔ جلکوے۔ پنڈبیان۔ چینابطخین۔ کلنگ۔ حواصل۔ بگلے اور چیسے اس بین آباد ہین۔ پانی کی سطح پر انکا ٹڈی دل چھایا رہتا ہے اور چھوٹے چھوٹے جزیرون اور سرکنڈون کے جھاڑون مین انہون نے اپنی کمین گاہین بنا رکھی ہین۔ اس آبی شکار کے علاوہ شکاری کو اوس شاداب قطعہ زمین مین جو سمندر اور پہاڑون کے درمیان واقع ہے جنگلی جانورون کا شکار بکثرت ملسکتا ہے۔ جھیل کے جنوب کی جانب دخانی ناؤ کو چھوڑکر ایک دیسی ساخت کی ناؤ مین سوار ہوتے ہین۔ جو مسافرونکو ایک کھاڑی کے رستہ سے پانچ میل تک لیجاکر پیپر بازار کے ماہی گیرون کے گاؤن جا اُتارتی ہے

پیپر بازار

پیپر بازار (جو غالباً پیلہ بازار یعنی ریشم کے بازار کا بگاڑ ہے اور جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہان ریشم کا کام تیار ہوتا ہے) ایک کاروانسرا سے چند مکانون اور جھونپڑون اور کچھہ ماہی گیرون کے گھرون پر مشتمل ہے۔ ماہی گیر اس مقام پر ندی کے پاٹ مین قریب قریب لکڑیان نصب کرکے ایک جنگلہ نما کھانچا لگا دیتے ہین۔ اور اس طریقہ سے ایک قسم کی مچھلی جو روہو سے مشابہت رکھتی ہے۔ بہ تعداد کثیر آسانی سے پکڑی جاتی ہے۔ ناقص اور بوسیدہ گاڑیان یہان موجود رہتی ہین جنمین تازہ وارد مسافر سوار ہوکر ایک نہایت ہی خراب سڑک کے راستہ سے جسپر برائے نام کنکر ہی ہے چھہ میل کا فاصلہ جنگل مین سے طے کرتا ہوا رشت مین جا پہونچتا ہے۔ دریائے رشت جسے شاہ رود بار کہتے ہین۔ بائین جانب کو

بہتا ہوا سمندر مین جا ملتا ہے اور دائین طرف نالیون اور دلدلون کی کیچڑ مین سانپ اور بچھوے رینگتے ہوے نظر آتے ہین۔

رشت

رشت کے حالات مین ایک آیندہ فصل مین بیان کرون گا۔ جس مین ایران کے شمالی صوبجات کا ذکر ہے اور جس مین سے ایک صوبہ یعنی صوبہ گیلان کا یہ سب سے بڑا شہر ہے۔ یہان اسکا حوالہ محض اسلئے دیا گیا ہے کہ یہ پہلا شہر ہے جسمین داخل ہونے سے مسافر سرزمین ایران مین اول اول اپنا قدم رکھتا ہے اور جہان سے ایران کے سفر اندرونی کے لئے وہ روانہ ہوتا ہے۔ اس شہر اور اسکے قرب وجوار کے منظر کو دیکھکر مسافر کے دل مین ایرانی مناظر زندگی کے متعلق جو خیالات قایم ہون گے اونھین اوسے بہت جلد اپنے دل سے محو کرنا پڑیگا کیونکہ ایران کی عام خصوصیات مین اور اون مین ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ تمدن اور ڈوور مین اور اس فرق سے آگے چلکر اوسے افسوس کے ساتھ آشنا ہونا پڑیگا۔ رشت مین وہ سرخ کھپریل کے مکان۔ مسجدین۔ بازار کھیتون کے گرد درختون یا جھاڑیون کی باڑین اور باغات پائے گا۔ جنھین دیکھکر اوسکا تصور دوسری سرزمینون کی طرف منتقل ہوگا۔ اور جنگلون کی شادابی اور ندی نالون کی روانی سے اوسے ایرانی اراضیات کی زرخیزی کا ثبوت ملے گا۔ لیکن اوسے چاہیئے کہ ان دونون تازگی بخش مناظر کی خوب جی بھر کر سیر کر لے کیونکہ رشت کی واجبی مگر دلکشا عمارتی شان بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاوہ اوسے اور کہین نظر نہ آئے گی اور جنگلون اور دریاؤن

کے بجائے تھوڑی دیر مین سنگلاخ بیابان اور پہاڑون کی بے شجر چوٹیان نمودار ہونگی۔

انتخاب ذرایع طے مسافت سواری چاپار

شتہ مین مسافر کو ایرانی مسافرت کی اون کیفیتون کا پہلا تجربہ حاصل ہوگا جنکی لذات وآلام کے متعلق مجھے اثنائے سفر مین بہت کچھ کہنا پڑے گا۔ ایران مین سفر کرنے کے دو ہی عملی طریقے ہین۔ یا تو اوسے بذریعہ سواری چاپار یعنی سرکاری ڈاک کے گھوڑون پر چوکی بچوکی سفر کرنا پڑتا ہے اور یا بار برداری اور سواری کا خود انتظام کر کے ایک قافلہ کی حیثیت سے منزلین طے کرنی پڑتی ہین۔ سرکاری ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے مین گو تکان اور تکلیف تو بیحد ہوتی ہے لیکن سفر بہت جلد کٹتا ہے اور اپنے طور پر سفر کرنے مین گو اتنی تکلیف اور بے آرامی نہین ہوتی لیکن اوس سے بے انتہا جی اکتا جاتا ہے اور چونکہ روز روز اونہین جانورون پر سواری کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے منزلین اسقدر دیر مین کٹتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایک صورت مین تو مسافر کی حقیقت ذی روح رخت سفر سے زیادہ نہین ہوتی۔ جو روانگی کے مقام سے منزل مقصود تک اس قدر سرعت کے ساتھ منتقل کردیا جاتا ہے جو یا تو درمیانی اور بعض اوقات قابل نفرین حیثیت کے گھوڑون کے امکان مین ہو۔ یا جسکی تاب اوس کی خواہش یا طاقت لاسکتی ہو۔ وہ اپنا سامان گھوڑے کی پیٹھ پر لاد کر اپنے ہمراہ لے جاتا ہے "چاپار خانون" یا ڈاک کی چوکیون مین جو راہ مین برابر برابر فاصلہ پر واقع ہین سوتا ہے۔ اشیار خوردنی یا تو ہمراہ لے جاتا ہے یا رستہ مین خرید لیتا ہے سواری اور رہایش کا کرایہ مقررہ شرح سے ادا کرتا ہے۔ شاہراہ سے ایک

اپنچ نہ ادہر کو ہٹتا ہے اور نہ ادہر کو۔ اپنے پیچھے مڑکر دیکہتا تک نہین اور صرف ایک دہن اوسکے جی مین سمائی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ آگے بڑہا چلا جائے۔

سفر بذریعہ کاروان

سفر کا دوسرا طریقہ بہت کچھہ دور اندیشی اور تیاری کا محتاج ہے۔ اس کے لئے خیمہ وخرگاہ اور ساز وسامان خریدنا پڑتا ہے بار برداری اور سواری کے جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور انکی نگہداشت کے لئے نوکر رکھنے پڑتے ہین اور ایک بڑے قافلے سے جسقدر ذمہ داریان متعلق ہوتی ہین اون سب کا بار اُٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور ہے کہ مسافر کو اپنی نقل وحرکت پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے اور چونکہ وہ کسی حالت مین سرعت کے ساتھ سفر نہین کرسکتا کیونکہ باربرداری کے جانورون پر بحساب اوسط ۲۵ میل روزانہ سے زیادہ مسافت طے کرنے کا بھروسا نہین کیا جاسکتا۔ اس لئے اوسکو تضیع اوقات کی خوب فرصت ملجاتی ہے پس اپنے مقاصد اور مذاق ورجحان طبیعت کے لحاظ سے مسافر کو سفر کے ان دونون طریقون مین سے ایک کے انتخاب کرنے مین بہت کم دقت کا سامنا ہوگا۔ اگر اوسکی یہ خواہش ہو کہ رستہ مین کہین قیام کئے بغیر آگے بڑہا چلا جائے اور وہ سفر کی صعوبتون کے برداشت کرنے سے جھجکتا نہ ہو اور اچھا تنومند وستعد بھی ہو تو وہ سواری "چاپار" کو ترجیح دیگا۔ بخلاف اسکے اگر اوسکے ساتھ عورتین ہون یا پورا کنبہ ہمراہ ہو یا سواری کی اوسے زیادہ مشق نہ ہو یا تفحص وتحقیق کی غرض سے اوسے آہستہ سفر کرنا ہو یا اگر وہ شارع شام سے کترانے کا خواہشمند ہو (کیونکہ ایران مین ڈاک چوکیون کی سڑکین

یک درجن ست کرہین اور خاص خاص شاہراہون سے متعلق ہین) تو وہ کاروان سے کے ذریعہ سے سفر کرنا پسند کرے گا۔ دونون صورتون مین غالباً اوسکے لیئے یہی امر قرین مصلحت ہوگا کہ طہران تک بسرعت ممکنہ سفر کرے وہان پہونچ کر آیندہ کے سفر کے متعلق وہ تجویزین قایم کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ یہ انتظام کرسکتا ہو کہ اوسکا کوئی دوست پایۂ تخت سے ایک غلام کو بھیجدے جو اوسے انزلی یا رشت مین آ ملے تو اوسے اوس عذاب سے نجات حاصل ہو جاے گی جسمین بصورت اخری اوسے ایک اجنبی قوم اور ایک غیر زبان کے ساتھ ابتدائی کشمکش کرنے کے باعث مبتلا ہونا پڑتا اور دیہاتی چاپار خانون اور بارگیرون سے سابقہ پڑنے کے جانکاہ امتحان کی سختی اوسکے لیئے کسی قدر کم ہو جاے گی۔ اس راے کی تائید مین حسب ذیل دلائل بھی پیش کیجا سکتی ہین۔

اوّل یہ کہ اوسے رشت سے کوہ دم تک جو اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے گاڑی مل سکتی ہی اور اس سلئے ضرور نہین کہ وہ سفر سواری اسپ کوہ دم سے پہلے شروع کرے۔

دوم یہ کہ رشت اور طہران کے درمیان ڈاک کی چوکیون کی حالت سازوسامان کے اعتبار سے دوسری رستون کی چوکیون کے مقابلہ مین بہتر ہے۔

سوم یہ کہ ان چوکیون کے گھوڑے ایسے تبہ حال اور قابل نفرین نہین جیسے کہ دوسری چوکیون کے بلکہ اون سے بدرجہا بہتر ہین۔

چہارم یہ کہ قزوین پہونچ کر اوسے گاڑی ملسکتی ہے جس مین بآرام تمام وہ پایۂ تخت تک باقی سو میل کا سفر یورپین طریقہ کی ایک ہی سڑک پر جو اس ملک مین پائی جاتی ہے طے

کر سکتا ہے۔

سواری "چاپار" کا خرچ

اس ضمن مین یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ ایک گھوڑے کے لئے ایک "قران" (۲ پنس[1]) فی فرسخ (جسکے اندازاً ۳½ میل سے لیکر چار میل تک ہوتے ہین) ہوتا ہے۔ کم سے کم تعداد گھوڑون کی جو ایک مسافر کو مطلوب ہوتی ہے ایک تو اپنے لئے، دوسرا ایک اسپ جنیبہ یعنی بار[2] کے لئے اور ایک چاپار شاگرد یا یابگیر کے لئے جو مسافر کو دوسری چوکی تک پہونچا کر گھوڑونکو اپنے آگے ہانکتا ہوا واپس لے آتا ہے۔ اگر مسافر کے ہمراہ بہت سا سامان ہو تو ایک اور یابو کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن اس ٹٹو کی شوخیان کچھ عجیب انداز کی ہوتی ہین۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لگام اسکے منھ مین دیکر اگر لیجانا چاہو تو چلتا نہین اور جب ذرا موقعہ پاتا ہے تو ترنگ مین آکر دولتیان جھاڑتا ہوا سڑک چھوڑکر جنگل مین بھاگ جاتا ہے اور تعاقب و تلاش کے بعد اوسے کوڑے مار کر واپس لانا پڑتا ہے اور اس سے سفر مین اسقدر ہرج اور طبیعت اسقدر برہم و آشفتہ ہوتی ہے کہ بہت کم شخص ایسے ہونگے جو اپنے سفر کو ایسے غیر محدود طور پر بڑہانے کے بجائے

---

[1] ہندوستان مین آجکل پاؤنڈ کا جو بھاؤ ہے اوسکے حساب سے ۲ پنس ۲ ر کے مساوی ہوتے ہین۔ (مترجم)

[2] بہترین اصول یہ ہے کہ اگر کاروان کے ذریعے سے سفر کرنا ہو تو یورپین ملازم ہمراہ نہ لے جائے۔ بہ حالت سفر بذریعہ کاروان اوسکے ہمراہ لانے سے قافلہ مین صرف ایک متنفس اور بڑہ جاتا ہے حالانکہ اوسکے وجود سے بہت کچھ فائدہ اور آرام مل سکتا ہے۔

نہایت خوشی سے اپنے سامان مین اتنی کمی نہ کردین کہ باربرداری کے لئے علیحدہ ٹٹو کی ضرورت
ہی نہ پڑے۔ اسکے علاوہ جیسا کہ مین ابھی بیان کرونگا تعجب معلوم ہوتا ہے کہ جن تین گھوڑونکا ذکر اوپر کیا
گیا ہے وہ اسقدر سامان کیونکر لیجا سکتے ہین۔ ہر منزل کا کرایہ "چاپارچی" یعنی ڈاک منشی کو چاپار
خانہ مین جہان تازہ دم یابو لئے جاتے ہین پیشگی دینا پڑتا ہے اور ہر منزل کے ختم ہونے پر
بارگیر کو جو تمہارے ہمراہ آیا ہو۔ اگر معمولی منزل ہو تو ایک قران اور اگر بہت لمبی منزل ہو تو دو
قران انعام کے طور پر دینے پڑتے ہین۔ مین نے بارہ سو میل سے زیادہ کا سفر انہین
ڈاک کے گھوڑون پر کیا اور ان بارگیرون کو ہمیشہ انعام دیتا رہا لیکن ان حضرات کی رکھائی
اور بے اعتنائی کچھ ایسی ہے کہ انعام لیتے سے جو مسرت آمیز کیفیت دل مین پیدا ہوتی
ہے اوس سے بھی یہ متاثر نہین ہوسکے اور ان مین سے کسی نے اتفاقی طور پر بھی اظہار
شکر و منت نہین کیا۔ چونکہ ایرانی مسافرون سے انکو کبھی کچھ نہین ملتا۔ اس لئے میرا خیال ہے
کہ جب کوئی یورپین اونھین انعام دیتا ہے تو وہ اوسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور
سمجھتے ہین کہ ہم نے اسکو خوب الو بنایا۔ چاپار خانہ مین جہان مسافر شب باش ہوتا ہے اور
جہان اوسے پانی ایندھن اور ممکن ہو تو دودھ اور انڈے دستیاب ہوسکتے ہین۔ ڈاک
منشی کو صبح کے وقت روانہ ہونے سے قبل اوسکی خدمت کی نوعیت کے لحاظ سے دو سے
لیکر چار قران تک دینے پڑتے ہین۔ سوائے سامان رسد کے خرچ کے جو رستہ مین دیہات
سے خریدا جاتا ہے باقی مصارف بس یہی ہین۔ اور اسکے لئے کئی سو قران جو باکو مین ایک
قران یا دو قران کے سکون کی شکل مین مل سکتے ہین۔ یا طہران سے منگوائے جاسکتے ہین

ضروری ہین - انہین کیسون مین ڈاکسوار بالعموم اپنے قبور مین رکھہ لیتا ہے اور اگر سفر لمبا ہو تو انکی وجہ سے نہایت تکلیف ہوتی ہے لیکن اور کسی سکہ کا رواج نہ ہونے کے باعث ادای کی اور کوئی سبیل ممکن نہین[1]- مسافرون کو ان ابتدائی ہدایات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو سفر اوسکے سامنے ہے اگرچہ اوس مین آرام نہین لیکن وہ سستا ضرور ہے - پس رشت یا کوہ دم مین پہونچنے پر اوسے چاہیئے کہ ڈاک گہر مین جا کر وہان سے اپنا تذکرہ یعنی گہوڑون کی ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر کے بعجلت ممکنہ روانگی کی تیاری کر دے - کہین وہ ایسا نہ کرے جیسا کہ میرے ایک دوست نے کیا تہا کہ ایک مشروع مزاور کو طلب کر کے یہ کہا کہ سامان ہوٹل مین لیچلو - رشت مین ایک انگریزی اور نیز ایک روسی قونسل متعین ہے - انگریزی قونسل کچہہ عرصے یہان موجود نہ تہا لیکن حال مین ایک نیا انگریزی قونسل مقرر ہو کر آگیا ہے پس اگر استمداد ہی کی ضرورت پڑے تو ایک ہموطن سے باعتبار اسکے کہ وہ سرکاری شان اور حیثیت رکھتا ہے چارہ جوئی کیجا سکتی ہے -

راستہ کی کیفیت

رشت اور طہران کا درمیانی علاقہ سرسری طور پر تین حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے - اوّل جنگل کا وہ قطعہ جو رشت سے پہاڑون تک پہیلا ہوا ہے اور جو اوس گہنے جنگلون سے ڈہکے ہوئے وسیع طبقہ کا ایک جزو ہے جو مغرب مین تالیش سے شروع ہو کر مشرق مین

[1] امپیریل بینک نے حال مین بینک نوٹ جاری کئے ہین لیکن چونکہ اونہین صرف اونہین شہرون مین بہنایا جا سکتا ہے جہان کہ اونکا اجرا عمل مین آیا ہو اس لئے مجہے شبہ ہے کہ آیا ڈاک کی چوکیون مین بہی نوٹ لے لئے جائینگے یا نہین -

استرآباد تک چلا گیا ہے اور ساحل بحیرۂ اخضر کی عریض دیاری مین چارسو میل تک پھیلا ہوا ہے۔

دوم۔ کوہستان البرز کی دو شاخین اور اوسکا وہ اصلی سلسلہ جسکا ارتفاع درۂ البرز کے بلند ترین حصون مین سطح سمندر سے ۰۰۰، فیٹ سے بھی زیادہ ہے۔

سوم۔ وہ سطح مرتفع جو جانب جنوب واقع ہے اور جو قزوین سے ڈھلتی ہوئی طہران کو چلی جاتی ہے۔

رشت اور قزوین کے درمیان مفصلہ ذیل منزلین ہین۔[1]

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل (تخمیناً)
رشت سے کودم	۶	۱۶
کودم سے رستم آباد	۵	۱۸ ½
رستم آباد سے منجیل	۵	۱۷ ½
منجیل سے پاے چنار	۵	۱۳
پاے چنار سے مزرعہ	۵	۲۰
مزرعہ سے قزوین	۵	۲۱
میزان	۳۱ ف	۱۰۶

[1] زمانۂ حال کے مفصلۂ ذیل مصنفون نے سفر طہران براہ انزلی کی کیفیت قلمبند کی ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (لندن ۱۸۶۰ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۲۹۲ الخ و جلد دوم صفحہ ۱ تا ۱۴ +

بقیہ حاشیہ صفحہ ٧٠ - کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۷ + ١٣١ + اسے آرنالڈ (۱۸۷۵ء) "بحر پر شیایائی کاروان" (سفر ایران بذریعہ کاروان) جلد اول فصل ہشتم نہم دوہم + سفرنامہ اسے ایچ شنڈلر (۱۸۸۱ء) جلد چہار دہم + چارلس ییگر بکر (۱۹۳۸ء) "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۱۰۶ تا ۱۰۸ + ۱۱ ای - ادڈ انوون ۱۸۸۱ء "دی مرداوس" (گلشن مرد) جلد اول صفحہ ۲۶ تا ۲۲۷ + ۱ ای - آرسال ۱۸۹۲ء "لے کاکیس اسے لاپارس" (از قاف تا بہ فارس) فصل یازدہم تا پانزدہم +

۵۳ کل فرسخون کو اگر جیا رست سے ضرب دیا جائے تو کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ حاصل ضرب اصلی میلون کی تعداد کے مساوی ہو جسکی وجہ یہ ہے کہ فرسخ پیمایش کا ایک اکائی ہے اور اس لئے اس کی کہ حسوب نہیں ہوتی - مثلاً ۱۲½ میل سے بھی چار فرسخ ہون گے اور ۱۴ میل لے بھی ۴ ہی، اور اسی حسابت سے اونکا کرایہ دینا پڑے گا - اسکے علاوہ فرسخ کا طول ملک کے مختلف حصون مین زمین کی ہئیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور اہل ایران ایک فرسخ کی تعبیر اوس فاصلہ سے کرتے ہین جو ایک لدا ہوا خچر ایک گھنٹہ مین طے کرے - چنانچہ پہاڑی علاقہ مین فرسخ بالعموم تین میل سے زیادہ نہین ہوتا حالانکہ میدانی زمین میں بعض دفعہ چار میل سے بھی بڑھ جاتا ہے - لفظ فرسخ جیساکہ لکھے پڑھے لوگ جانتے ہین قدیم فارسی لفظ پارہ سنگ کا معرب ہے جسے یونانی Παρασάγγης لکھتے ہین - اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس وجہ تسمیہ سنگ یعنی پتھر ہین جو سڑک کے کنارہ مقررہ فاصلہ پر بطور نشان رکھ دیے جاتے ہین مجوسیون کی مقدس کتاب زنداوستا مین ایک مقام پر اس اصطلاح کی یہ خارج از قیاس تعریف درج ہے :- "فرسخ اوس فاصلہ کو کہتے ہین جہان سے ایک دوربین شخص ایک اونٹ کو دیکھ سکے اور یہ بتا سکے کہ وہ اونٹ سفید ہے یا سیاہ"۔ بخلاف اسکے ترکستان مین معیار فاصلہ کا تعین نظر کی وساطت سے نہین کیا جاتا بلکہ آواز کے توسل سے اور وہان فرسخ سے مراد ہوتا ہے وہ فاصلہ جہان سے نقارہ پر چوب پڑنے کی آواز سنائی دے سکے - حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اصل پارہ سنگ بابل کا ایک قدیم ہاتھ بھر کا پیمانہ تھا جو بابلی گز پر مبنی ہے جو ۳۲۳ء۵ میل کے مساوی ہوتا تھا - لیکن زمانہ حال کے فرسنگ کو اوسکے ساتھ اوسی نسبت سے تفاوت ہے جس نسبت سے کہ آجکل کا گز مختلف ہے - اسکی اوسط مقدار ۹۱۵ ء ۳ میل ہے جو بابل کے شاہی گز کے مطابق ہے دیکھو یادداشت متعلقہ طول فرسخ مرتبہ جرنیل اے - ایچ - شنڈلر و مندرجہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" سلسلہ جدید جلد دہم صفحہ ۵۸۴ الی ۵۸۸ مطبوعہ ۱۸۸۸ء

رشت سے قزوین تک کا سفر

رشت سے روانہ ہوکر مسافر کو اوّل اوس طبقہ مین سے گزرنا پڑتا ہے جو گھنی درختون سے ڈھکا ہوا ہے۔ سڑک ایک جنگل کو کاٹتی ہوئی جاتی ہے جس مین اگرچہ عفونت انگیز ابخرے اُٹھتے ہین مگر شکار کثرت سے دستیاب ہوتا ہے۔ یہان نہ صرف خرگوش لومڑی تیتر اور اس قسم کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانور جن سے ہم انگلستان مین بخوبی آشنا ہین۔ ملتے ہین بلکہ بھیڑئیے چرخ۔ گینڈا۔ چیتے۔ شیر۔ سیاہ گوش۔ اور جنگلی سور بھی پائے جاتے ہین۔ بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاقہ کے شیر بالعموم آدم خوار نہین ہوتے۔ ان مین سے اکثر کا قد بہت بڑا ہوتا ہے۔ مین نے ایک شیر کی کھال جو رشت کی نواح مین مارا گیا تھا دیکھی اور ایک مشہور ہندوستان کے شکاری نے بیان کیا کہ جسقدر کھالین شیرون کی اوس نے ہندمین دیکھین اون سب مین یہ بڑی تھی۔ چونکہ یہ جنگل اسقدر گھنا ہے کہ اوس مین نفوذ ممکن نہین اور اسکے علاوہ یہان کے ابخرات فاسد تپ آور ہین۔ اسلئے یورپ کے قرب وجوار مین جو چند شکارگاہین انگریزون کی دستبرد سے بچ رہی ہین اون مین اسکا بھی شمار ہے۔ کوہستان البرز مین بلندی پر جاکر بڑے بڑے جانورون کا شکار جو مرتفع مقامات مین رہتے ہین دستیاب ہوتا ہے۔ یعنی جنگلی بکریان پہاڑی بھیڑین اور عظیم الجثہ ریچھ۔ بارہ میل کی مسافت کے طے کرنے کے بعد چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اور کوہدم سے روانہ ہونکے بعد سڑک بہت جلد پہاڑی علاقہ مین داخل ہوتی ہے۔ سڑک کے اس حصہ پر کسی زمانہ مین گول سنگریزون کا فرش ہوتا

تھا لیکن ایران کی اکثر دوسری چیزون کی طرح یہ سڑک بھی اب برباد اور ویران ہو گئی ہے اور تر حصون مین اسکی حالت دلدل سے بہتر نہین جسمین مسافر پھنس جائے تو دقت سے نکلے اور جہان پر اتار شروع ہوتا ہے وہان اسکی شکل بجائے ایک تدریجی ڈھلوان کے آئینہ سے مشابہ ہے۔ کوہ دم سے گذر کر سفید رود کا پایان کنارہ آتا ہے اور دلفریب منظرون مین سے گذرتے ہوئے جہان جنگلون کے درمیان سہانے مرغزار اور گھاٹیان بکھرے ہوئی ہین دریا کے کنارے کنارے رقہ آباد تک جاتے ہین۔ یہان سے بلندی شروع ہوجاتی ہے اور نباتات کا وجود مفقود ہونے لگتا ہے۔ جنگل کے گنجان درختون کے بجائے زیتون کے پودے نظر آنے لگتے ہین اور بالآخر چھوٹی چھوٹی کانٹے دار جھاڑیون کے کھیت دکھائی دیتے ہین۔ نظارہ زیادہ وحشت افزا اور مہتم بالشان ہوتا جاتا ہے حتی کہ منجل کی منزل پر پہونچنے سے کچھ دور پہلے دریا کو ایک سات محراب والے پل کے ذریعہ سے عبور کرنا پڑتا ہے جو جابجا ٹوٹا ہوا ہے اور جسپر بعض دفعہ ہوا درہ کی "تنگی سے تنگ ہوکر" غصہ سے سائین سائین کرتی ہوئی تھپیڑے مارتی ہے۔ منجل اور سپے چنار کے مابین سڑک اول اوشن کے پل تک شاہ رود کے کنارہ کنارہ جاتی ہے اور وہان سے دریائے سپے چنار کے ساحل کا دامن تھامے ہوئے جو سفید رود سے ملتا ہے آگے بڑھتی ہے اور یہان سے بصد دقت و زحمت مصیبت زا نشیب و فراز کے صدمے سہتی اور وحشت افزا چٹانون اور کراڑون کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کرتی آہستہ آہستہ درہ خرزان پر سطح سمندر سے ۷۵۰۰ فیٹ بلند جا پہونچتی ہے۔ جاڑون کے موسم مین

یہ مقام نہایت خوفناک ہو جاتا ہے۔ کئی کئی دن تک برف راستہ کو بند کئے رکھتی ہے اور جن انسانوں و چوپایوں کی ہڈیوں کے ڈھیر اسکی سفاک و بیدرد سطح پر بکھرے پڑے ہین اون کی تعداد ان گنت ہوگی۔ پھر بھی اتنا غنیمت ہے کہ یہان ایک گانون اور ایک بڑی کاروان سرا واقع ہے۔ یہان سے اس سلسلہ کوہ کے زاویۃ الراس پر پہونچنے کے بعد دوسری جانب مزرعہ تک اتار ہی اتار ہے۔ مزرعہ ایک ایرانی گانون ہے جو اون نفرت انگیز کھٹملون کی وجہ سے مشہور ہے جنہین ایرانی کبھی غریب گز اور کبھی شب گز کہتے ہین او جنکا علمی نام زبان لاطینی مین آرگاس پرسیکس ہے۔ سفر ایران کے جسقدر مصائب و آلام ہین ان مین یہ کھٹمل بھی ایک بڑی مصیبت ہین۔ موضع آغا بابا سے گذرنے کے بعد ہموار زمین آجاتی ہے اور مسافر اپنے خستہ ماندہ گھوڑے کو مہمیز لگا کر بے اختیار پویہ مین ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جلدی سے قزوین مین جو کسی زمانہ مین ایک بڑا آباد شہر ہوتا تھا اور جسکے وسیع انگورون کے باغ اور میوون کے حدیقے اوس کی انتظار کے سامنے ہین پہونچ جائے

قزوین

قزوین جسکی آبادی چالیس ہزار بیان کیجاتی ہے۔ لیکن جو غالبًا اس عدد کی دو تہائی سے زیادہ نہین پہلا بڑا شہر ہے جسمین مسافر وارد ہوتا ہے۔ اسکو دیکھکر اوسکے دل مین ایران کے [illegible] پیش کئے جاسکنے والے شہر کا جسکی بہت سی مثالین اوسے آگے چلکر ملین گی [illegible] تصور پیدا ہوسکے گا۔ ایران کے اکثر بڑے شہرون کی طرح قزوین کو بھی

اپنے زمانہ مین اصفہان شیراز۔ طہران۔ تبریز۔ سلیمانیہ۔ اردبیل۔ نیشاپور اور مشہد کیطرح ایران کے پایہ تخت ہونے کا اعزاز حاصل ہوچکا ہے۔ لیکن اپنے اکثر ساتھیون کی طرح اسکی عظمت وشان کا آفتاب بھی اب غروب ہوگیا ہے اور غیر آباد عمارتین اور بوسیدہ کھنڈر زبان حال سے اوس مقام کی داستان بیان کررہے ہین جس مین کبھی زندگی کی چہل پہل کی رونق نظر آتی تھی اور جو شہنشاہانہ تزک واحتشام کے زیور مین سرتاپا غرق تھا۔ کہتے ہین کہ اس شہر کی بنا شاپور ثانی ذوالاکتاف[۱] نے ڈالی اور یہ منجملہ اون مقامات کے تھا جنہین ۱۰۹۰ء مین حسن صباح اوس جماعت کے مشہور ومعروف سردار نے جو حشاشین کے لقب سے تعبیر کی جاتی ہے مسخر کیا۔ حسن صباح کا عربی خطاب شیخ الجبل تہا جو عیسائی کہ محاربات صلیبی مین شریک تھے اونہون نے اس لفظ کا ترجمہ یورپ مین جاکر پہاڑی بڈہا کیا۔ چنانچہ یورپ مین حسن صباح پہاڑی بڈہے کے نام سے مشہور ہے۔ اوس نے اپنی جماعت مین مریدون کے جمع کرنے کا جو عجیب طریقہ اختیار کررکھا تھا اوسے مارکوپولو نے

[۱] اسٹوک (جلد اول صفحہ ۲۱۲) کہتا ہے کہ اس شہر کی بنا ۳۵۰ء مین پڑی لیکن شاپور ثانی کی حکومت کا زمانہ ۳۱۰ء سے لیکر ۳۷۹ء تک کا ہے بعض لوگون کا بیان ہے کہ قزوین کا بانی شاپور اول (۲۴۱-۲۷۲ء) تہا قدیم مورخین نے قزوین کے جو حالات لکھے ہین اونکے لئے دیکھو تصانیف اصطخری (ڈی گوجہ صفحہ ۲۱۱)۔ یاقوت (ڈکشنری جاگریفک (لغات جغرافیہ) صفحہ ۴۴۵-۴۴۱) اور ناصر خسرو (سفرنامہ) مسٹر چارلس شیفر نے سفرنامہ ناصر خسرو کو طبع کیا ہے اور اوس کے صفحہ ۲۱۲ پر قزوین کے مقامی مورخین کے نامون کی فہرست درج کی ہے جن مین سے جس نے نہایت شہرت حاصل کی۔ اس ضمن مین تاریخ قزوین مصنفہ بی۔ ڈی۔ مینارڈ (۱۸۷۵ء) بھی دیکھو۔

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ اوسکا ناقابل محاصرہ قلعہ الموت (یعنی آشیانہ عقاب) یہان سے صرف تیس میل کے فاصلہ پر پہاڑون مین واقع تھا[۵۱]۔ قزوین شاہان خاندان صفویہ کے زمانہ عروج مین اپنی شہرت اور عظمت کے نصف النہار پر پہونچا۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ طہماسپ اول (۱۵۲۴ء تا ۱۵۷۶ء) نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا[۵۲] جسکی وجہ مورخین نے مختلف طور پر بیان کی ہے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ تبریز کو ترکون کی دستبرد سے بچانے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اوس نے اپنا دارالسلطنت قزوین مین منتقل کر دیا اور بعض کی رائے ہے کہ وہ اردبیل سے جہان اوسکے خاندان کی فلاکت و رذالت کو سب جانتے تھے کچھ دور چلا جانے کا خواہشمند تھا اس لئے اوس نے قزوین کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ پچاس سال تک دارالسلطنت رہکر قزوین نے آخر یہ دولت امتیاز اصفہان کے حوالہ کی کیونکہ شاہ عباس اعظم کو اپنے وسیع ممالک کے لئے ایک جنوبی پایہ تخت زیادہ موزون اور بہتر مرکز معلوم ہوا۔ پیترو ڈیلا ویلی اطالیہ کا سیاح شاہ عباس کے حین حیات

[۵۱] قلعہ الموت کو (جو بعد ورسنہ کہ بعد اسکے کہ ہلاکو خان مغل نے اوسے مسخر اور منہدم کیا از سر نو تعمیر کیا گیا تھا) بعد کے زمانہ مین خاندان صفوی کے بادشاہون نے بڑے درجہ کے معتوب شخصون کا قیدخانہ بنا رکھا تھا جب اونکا وجود ناگوار گذرتا تو اونہین اوس بلند چٹان پر سے جسپر قلعہ بنا ہوا ہے نیچے گرا دیا جاتا۔ دیکھو چاردان کی تصنیف (مطبوعہ انگلستان) جلد نہم صفحہ ۱۱۵۔ حال کے زمانہ مین قلعہ الموت کے جو حالات لکھے گئے ہین اونکے لئے دیکھو مسٹر سٹیل کا مضمون "طہران تا الموت" (طہران سے الموت تک کا سفر) مندرجہ رسالہ جغرافیہ سوسائٹی جلد ہشتم صفحہ ۱۳۰۔

[۵۲] دیکھو پیراڈائز لاسٹ (فردوس گمشدہ) باب ۱۰ سطر ۴۳۳ تا ۴۳۶ مصنفہ ملٹن۔

مین ۱۶۱۸ء مین یہان تھا لیکن وہ کہتا ہے کہ "سوائے بادشاہ کے محل کے پھاٹک اور بڑے میدان یا چوک کے اور مجھے یہان ایسی کوئی شئے نظر نہین آئی جو شاہانہ سکونت کی شان کے زیب دینے والی ہو" بخلاف اسکے سر ٹامس ہربرٹ جو اوس سفارت کے ہمراہ بطور مورخ کے مقرر ہوکر آیا تھا جسے شاہ چارلس اول نے بہ سرکردگی سر ڈاڈمور کاٹن عباس اعظم کے پاس بھیجا اور جو سر رابرٹ شرلی اور سر ڈاڈمور کاٹن کے ساتھ (بعد اسکے کہ ۱۶۲۷ء مین بمقام اشرف شاہ ایران کے پاس اونکے باریاب ہونے سے کوئی مفید نتیجہ نہین پیدا ہوا) یہان آیا بیان کرتا ہے کہ "باستثنائے صفاہان[1] عظمت و شان کے لحاظ سے قزوین سلطنت ایران کے دوسرے کسی شہر سے کم نہین اس کی فصیل کا دور سات میل اور اسکی آبادی دو لاکھ ہے" یہان بیچارے سر رابرٹ شرلی نے اوس عتاب کی وجہ سے جسکا اونسے مورد بنایا گیا کڑھ کڑھ کر اور بادشاہون کی تلون مزاجی کا خیال دلمین لا لاکے سخت غم کھا کھاکر ۱۳ جولائی ۱۶۲۷ء کو جان دی اور اوسے دروازہ کی دہلیز کے تلے دفن کیا گیا[2] اور چند ہی دن کے بعد اسکا رفیق سر ڈاڈمور کاٹن بھی مرض پیچش مین مبتلا ہوکر

---

[1] ہربرٹ نے نامون کے ہجے کرنے مین صحت کا خیال نہین کیا بلکہ جو آواز اسکے کانون کو بھلی معلوم ہوئی اوس کے لحاظ سے اوسے اوسکا تلفظ لکھنے مین ادا کیا۔ مثلاً جلفہ کا اوسنے جیلفیا بنا دیا۔ طہران کا تائی رون ریحان کا لیری جان اور بادشاہ کا پاٹ شا گزشتہ صدی مین انگریزی کارخانہ کے اہلکار شاہ طہماسپ کو شاہ ٹامس کرکے لکھتے تھے انگلستان مین اس سوقیانہ نام کو سنکر بلاشبہ لوگ یہ کہتے ہونگے کہ اسمین تو کوئی شہنشاہانہ شان نہین پائی جاتی۔

[2] مین ہربرٹ کی نرالی اور انوکھی طرز تحریر کی مثال پیش کئے بغیر نہین رہ سکتا۔ وہ لکھتا ہے کہ "اسی وجہ سے وہ ناچاقیان ظہور مین آئین۔ نہین نہین مینے غلط کہا! مجھے یون کہنا چاہیئے تھا کہ یہی اوس ناوک اجل کے لگنے کا باعث ہوا

انتقال کر گیا[ف۱]۔ چارڈن جو شفت صدی بعد ۱۶۷۴ء مین قزوین آیا بیان کرتا ہے کہ "اسکی شہرپناہ کے کھنڈر باقی رہ گئے ہین اور وہ تمام سازو سامان جس سے ایک عالیشان دربار کا تزک واحتشام ہوا ہوتا تھا ناپید ہو گیا ہے لیکن پھر بھی اس مین بارہ ہزار مکانات اور ایک لاکھ کی آبادی موجود ہے اور اوا ئل اسکے محلون سے جو نسلاً بعد نسل باپ سے بیٹے کو ترکہ مین پہونچتے رہتے ہین ابھی تک اس مین ایک خاص شان پائی جاتی ہے[ف۲]۔ ۱۷۲۲ء مین افغانون اور ۱۷۲۵ء مین ترکون نے اسکو فتح کیا اور اوس وقت سے لیکر ابتک زلزلون کی وجہ سے اسے بہت بڑا نقصان پہونچتا رہا ہے۔ اسکے عہد سلطنت کی عظمت وشان کو وہ شاہی محل جسے طہماسپ نے تعمیر کیا تھا اور جس مین عباس اعظم نے تجدید و ترمیم کی یاد دلاتا ہے۔ یہ محل اب ویران حالت مین ہے لیکن اس کا عالیشان دروازہ جسے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۷۷ جس نے اوسکو آگے بڑھنے سے روکدیا کیونکہ ۱۳ جولائی کو دست ...[illegible] ہیئتون کے نازک رشتہ سے قطع تعلق کیا اور دنیا کے اس مرحلہ بے ثبات سے کوچ کر کے داعی اجل کو لبیک کہا" مسٹر ایس برٹیل "(چند سال کا سفرنامہ) طبع سوم صفحہ ۲۱۲۔

ف۱ آسٹرچ کی بد دلیون اور متخالف طبایع کی مخالفتون اور چودہ دن تک مرض بیہوش مین مبتلا رہنے کے باعث (جسکی وجہ میرے خیال مین حد سے زیادہ دنیرہ کا استعمال اور طہران کی ہوا کی حد سے زیادہ سردی تھی ہمارا امتی اور مستورع سفیر سرڈاڈ مورکاٹن ۲۳ جولائی کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گیا" ۔ ایضاً صفحہ ۲۱۳

ف۲ دیکھو سفرنامہ حصہ دوم صفحہ ۳۸۲ - ۳۷۸ - نیز دیکھو قزوین کے حالات مرقومہ پادری جان کارٹ رایٹ مندرجہ پرکاس ہلگرمس" جلد ثانی باب ہفتم فصل چہارم جو اوس نے ۱۶۰۶ء مین قلمبند کئے۔ جان اسٹرائیز نے بھی ۱۶۷۱ء مین قزوین کے حالات تحریر کئے جو اوسکے سفرنامہ کی جلد ثالث کی چودھوین فصل مین درج ہین۔

علی کپی لکھے ہین اصفہان کے محل کے۔ رفیع القدر دروازہ کی طرح ابھی تک بحالت اصلی موجود ہے۔ مسجد جامع جسے ہارون الرشید نے آٹھوین صدی مین ابتداءً تعمیر کیا تھا ایک وسیع عمارت کی شکل مین دو آسمانی رنگ کے کھپریل والے میناروں اور بڑے بڑے ویران صحنون کو لئے ہوئے ابھی تک امتداد زمانہ کی مدافعت کر رہی ہے۔ لیکن سب مین بڑی مسجد مسجد شاہ ہے جسے آغا محمد اور فتح علی شاہ نے طہماسپ اور عباس کی قدیم مسجد کے آثار پر از سر نو تعمیر کیا۔ بہرحال گو قزوین کی وہ اگلی سی شان اب نہین رہی تاہم کئی ایک اعتبارات سے یہ اب بھی ایک ممتاز مقام ہے۔ رشت اور تبریز سے طہران کو جو سڑکین جاتی ہین اور نیز قم کو جو سڑک گئی ہے[۱] ان سب کا اتصال قزوین ہی مین ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہان کے انگورون کے باغ جن مین نہایت اچھا انگور پیدا ہوتا ہے اور پارچہ بافی کا کام جو یہان بکثرت ہوتا ہے اسکی وقعت کو بڑھا دیتا ہے۔ اور انحطاط پذیر رفتہ عظمت و جلال کے آثار کے ساتھ تجدید پذیر خوشحالی اور ترقی کے نشانات نظر آتے ہین۔ شہر کے پھاٹک زمانہ حال کی طرز کے نہایت خوشنما بنے ہین اور ایک نہایت ہی عمدہ سرا (جسکے مقابل کی سرا ایران مین اگر ہے تو ایک ہی ہے) یہان موجود ہے۔ اس سرا کی عمارت جسے مہمان خانہ کہتے ہین ڈاک کی چوکی سے ملحق ہے اور ایک بڑے باغ مین جو کشادہ خیابانون سے معمور ہے واقع ہے۔ یہ ایک دلکشا دو منزلہ مکان ہے جسکے آگے ایک

---

[۱] یہ وہ سڑک ہے جس پر سے اکثر سیاحون مثلاً اسٹرائیر، چارڈن۔ لی برن وغیرہم نے سترہوین اور اٹھارہوین صدیون مین طہران کے پایہ تخت قرار دے جانے سے پہلے سفر کیا۔

سائبان ہے گورنر والی قزوین جسکا مکان یہان سے تہوڑی دور پر ہے اس سرا کا مالک ہے اور اس کی آمدنی اوسکے پاس جاتی ہے۔ سرا کے کمرے ساز و سامان سے آراستہ ہین اور کہانا بھی نفیس ملتا ہے اور مسافر کو عیش و راحت کے یہ لوازم تعجب مین ڈالدیتے ہین قزوین مین ایرانی اور انڈو یوروپین محکمہ جات تار برقی کا ایک شعبہ کہ دفتر بھی ہے۔ محکمہ ثانی الذکر تار برقی طہران کو تبریز سے ملاتا ہے اور ایرانیون کے زیر اہتمام وہ سلسلہ تار برقی ہے جو رشت تک گیا ہے۔

گاڑی کی سڑک طہران تک

قزوین کے مہمان خانہ سے مسافر کو یورپین وضع کی سب سے کمانی کی چوپہیہ کشتی نما تکمی گاڑیان جن مین چو گھوڑا لگتا ہے طہران تک باقی کا سو میل کا سفر طے کرنے کے لئے مل سکتی ہین۔ اوسے چاہیئے کہ اس موقعہ کو غنیمت جان کر اوس سے فائدہ اُٹھائے کیونکہ جس سڑک پر سے اوسکا گذر ہوگا وہ منجملہ صرف ان دو بنی ہوئی سڑکون کے ہے۔ جو ایران مین موجود ہین۔ اور جس با آرام طریقہ سے وہ سفر کرے گا اوس سے پھر کئی مہینون تک وہ استفادہ نہین کر سکے گا۔ قزوین سے طہران پورے ۲۴ فرسخ یا ۹۶ میل ہے اور چھہ منزلون مین جو قریباً سولہ سولہ میل کی ہین منقسم ہے۔ قیام کے مقام جہان اینٹ کی معقول عمارتین بنی ہین اور شب باشی کا سامان مناسب طور پر مہیا ہے۔ کاوان دہ۔ کشلک یعنی امام۔ حصارک اور شاہ آباد ہین۔ یہ فرض کر لینا غلطی مین داخل ہوگا کہ گاڑی کی اس سڑک کو کچھ بھی اوس شے سے مشابہت ہے جسے یورپ مین لفظ سڑک سے تعبیر کیا

جاتا ہے۔ یہ محض زمین کی ایک صاف شدہ عریض وہاری ہے جسپر سے بہتر کنکر ہٹا دیے گئے ہین مگر جسپر نہ تو کٹائی کیگئی ہے اور جسے نہ ہموار کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس بے نظیر شاہراہ پر ۶۴۰ پاؤنڈ (لعمسعہ روپیہ) فی میل کے حساب سے لاگت آنی بیان کیجاتی ہے۔

طہران مین اگر مسافر نے قیام یا فروکشی کا انتظام پہلے سے نہ کر رکھا ہو یا اوسے کوئی دوست ایسا نہ ملے جو اوسے اپنے گھر لیجا کر اوتارے تو وہ دو چھوٹے ہوٹلون مین سے کسی ایک مین جا کر ٹھہر سکتا ہے جو بڑے میدان کے قریب ایسے موقعہ پر واقع ہین جہان سے سب مقامات قریب پڑتے ہین۔ ان ہوٹلون کا مالک ایک فرانسیسی پریوو نامی ہے جو پہلے شاہ کا طباخ تھا۔

ڈاک کی سڑک

قدیم ڈاک کی سڑک جسپر (چاپار) کا شیدائی جانا پسند کرے گا۔ گاڑی کی سڑک کے جنوب کو جاتی ہے اور "چاپار خانون" کے نام عبداللہ آباد، سفر خوجہ (جسے سفر خواجہ بھی کہتے ہین) اور شنکر آباد اور میان جب ہین۔ اس راہ پر مقام کرج مین جو دو موخر الذکر منزلون کے مابین طہران سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر ہے ایک محل یا شکار منزل سلیمانیہ نامی جو شاہ کی ملک ہے اور جسے اوسکے پردادا فتح علیشاہ نے ۱۸۱۲ء مین تعمیر[لہ] کیا تھا واقع ہے

لہ جب سر گور اوسلی اپنی سفارت طہران سے ماہ مئی ۱۸۱۲ء مین موریر کے ہمراہ اس راستہ سے واپس آیا (دیکھو موریر کا "دوسرا سفر" صفحہ ۱۹۹) تو یہ مکان بن رہا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا نام کردستان کے ایک ضلع سلیمانیہ کے نام پر رکھا گیا جسکو فتح علی شاہ کے ایک بیٹے نے فتح کر لیا تھا اور جو مال غنیمت اس چڑھائی مین ہاتھ آیا اوسی سے اوسکی تعمیر کا خرچ ہوا

سلیمانیہ نہر کریج کے کنارہ پر جو کوہستان سے نکلتی ہے اور جسکا صفی اور پاکیزہ پانی فتح علیشاہ مشکوں میں بھروا کر ہر روز طہران منگوایا کرتا تھا واقع ہے اور اس میں دو بڑی بڑی تصویریں آغا محمد علی شاہ اور اوسکے بھتیجے فتح علیشاہ کے درباروں کی عبد اللہ خان کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہیں جو ابتدائی شاہان قاچار کے دربار کا مشہور نقاش تھا[لہ]۔

کاروان کے راستے

سے کچھ لوگ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرتے ہوں اونکے واسطے اونہیں دوسرے راستوں سے جو قزوین اور پایہ تخت کے درمیان ہیں لیجائیں اور اسکے انتخاب کا انحصار موسم اور چارہ کی قیمت پر ہوتا ہے۔ متعدد اختیاری راستوں کے موجود ہونے سے مسافر کو خود یہ بات معلوم ہو جاوے گی کہ وہ اپنے راستوں سے قطعی معمولی طریقہ کے مطابق جانکین موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جیسے جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اور احتیاط کے لئے درمیان میں زراعت کے نشانات کے نہ ہونے آبپاشی کی نالیوں کے سوائے قابل زراعت قطعات زمین میں باڑوں اور کھائیوں کے نہ پائے جانے۔ وسیع سنگلاخ میدانوں کے ہر طرف میلوں تک چلے جانے اور کوہستانی سلسلوں میں بہت سے دروں کے موجود ہونے کے باعث جن میں سے مسافر جسے چاہے اپنی راہ بنا سکتا ہے۔ مسافر کو ایران میں بمقابلہ دنیا کے کسی دوسرے آباد ملک

لہ اس طہران تک کی سڑک کے حال کے لئے دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) مصنفہ ایسٹوک جلد اول صفحہ ۲۱۳ الی ۲۱۷۔

ے کے نقل و حرکت کے اعتبار سے زیادہ آزادی حاصل ہے۔ گاڑی کی سڑک کے راستہ سے جو عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے رشت سے طہران تک کے پورے سفر مین اوس رستہ [illegible] رفتار کے لحاظ سے جو ابتدائی منزلون کے بذریعہ سواری اسپ طے کرنے مین صرف [illegible] یا چار دن لگین گے۔

مسافت

ہ اختصر سے ایران کے پایہ تخت کو آنے کا خاص اور آسان ترین راستہ بھی ہے جسکا اوپر بیان ہوا۔ اگر صورت حالات موافق ہوا اور ریل اور جہاز برابر ملتے جائین تو لندن سے طہران تک پہونچنے مین پندرہ دن لگتے ہین۔ لیکن اکثر صورتون مین مسافر تین ہفتہ سے کچھ [illegible] مین لندن سے یہان پہونچتا ہے۔ اب مین اُن راستون کا ذکر کرتا ہون جو ایران مین شمال و مغرب کی طرف سے داخل ہوتی ہین اور جنکی اصلی منزل مقصود ایران کا تجارتی پایہ تخت تبریز ہے۔ یہان سے ڈاک کے گھوڑون کی ایک سڑک کے ذریعہ سے جسکا طول تبریز سے طہران تک ۶۳۰ میل ہوگا۔ براہ قزوین طہران پہونچتے ہین۔

دوم راہ ترزان و تبریز

یہ دو راستے ہین۔ ان مین سے ایک راہ تو وہ کاروان اختیار کرتے ہین جو روسی مال کے سوا دوسرا مال تجارت لاد کر لیجاتے ہین اور باطوم کے بیش قرار چنگی کے محصول اور ماوراالنہر کی ریلوی کے کرایہ سے بچنے کے لئے ترزان سے جو بحیرہ اسود کے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ترکی بندرگاہ ہے۔ روانہ ہوکر پانسو میل تک ایک ایسے حصہ ملک

مین سے گذرتے ہوئے جس مین نشیب اور ڈھلوانین برابر چلی گئی ہین۔ تبریز جا پہونچتے ہین۔ یہ راستہ جیساکہ مین آگے چلکر ایک فصل مین جسکا موضوع تجارت ایران ہے بیان کرونگا۔ گذشتہ پچاس سال سے انگریزی مال تجارت کی درآمد کا واسطہ بن رہا ہے بالخصوص ۱۸۸۳ء سے جب سے کہ روس نے علاقہ قاف مین سے اشیا کے بلا محصول لیجانے کی اجازت کو روک دیا ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ یہ قریب ترین راہ ہے جس سے مال تجارت تبریز پہونچ سکتا ہے۔ لیکن احتمال اس امر کا متقضی نہین کہ مسافر اس راستہ سے آنا پسند کرے گا۔ ہان اگر راستہ مین وہ ارض روم کے ترکی قلعہ کو دیکھنے یا کردی یا ارمنی معاملات کی مقامی طور پر تنقیح کرنے کا خواہشمند ہو تو ممکن ہے کہ وہ بھی راستہ اختیار کرلے۔

لہ اس رستہ کا حال حسب تذکرہ ذیل کتابون مین درج ہے "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۶ الی ۳۸ مصنفہ لفٹنٹ کرنیل اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "حالات آرمینا و فارس" بزبان فرانسوی جلد اول و دوم مصنفہ چارلس ٹیکسیر (۱۸۳۹ء) "ٹریولس ان پرشیا" (سفرنامہ ایران) جلد دوم و سوم حصہ سوم مصنفہ مسٹر ویگنر (۱۸۴۳ء) "لایف اینڈ ایڈونچرز" (حیات و سوانح غریبہ) مصنفہ ویمبری فصل چہارم و پنجم و ہفتم (۱۸۶۴ء) اور "پرشیا دی لینڈ آف امامز" (ایران یعنی سرزمین ایمہ) مصنفہ جے بیسٹ فصل دوم (۱۸۸۷ء) تہران اور تبریز کے درمیان کاروان کی منزلون اور ہر ایک منزل کی مسافت جسقدر گھنٹون مین طے ہوتی ہے (ترکی گھنٹہ یعنی پیمانہ وقت ایرانی فرسخ یعنی پیمانہ مسافت کے بالکل مساوی ہے) یعنی ایک لدو جانور ایک گھنٹہ مین جسقدر فاصلہ طے کرتا ہے اوسکی فہرست حسب ذیل ہے۔

تہران سے ینگی امام (۶) حسن آباد (۵) اردا سا (۸) گشش خانہ (۵) مراد خان (۵) قدرک (۵) بلے برت (۷)، توپ داغ خان (۶) آشس کا (۹) ایلچا (۸)، ارض روم (۳) حسن کالہ (۶) امراکم (۵) ویلی بابا (۶) تیار (۵)، ملا سلیمان (۷)، کاراکلیسا (۷)، طاشلیچائی (۵) ویادین (۶) قزلدیزہ (۵)، اواجک (ایرانی حد)

سوم راہ طفلس و تبریز

وسرا رستہ وہ ہے جہان سے روسی تجارت کا مال درآمد و برآمد گذرتا ہے اور جسے اکثر سیاح بھی اختیار کرتے ہین۔ یہ سڑک طفلس کی طرف سے روس اور ایران کے سرحدی مقام جلفا کو جو دریائے ارس پر واقع ہے عبور کرتی ہوئی تبریز آتی ہے۔ زمانہ سابق مین اس راہ پر سڑک سے آنیوالے مسافر طفلس سے روانہ ہوتے تھے[۵۱] لیکن جب سے کہ خاکنائے قاف مین سے ریل کی سڑک گذری ہے اکستافا کا اسٹیشن جو طفلس سے ۵۰ میل جانب مشرق واقع ہے عام طور پر مسافرون کا مقام روانگی قرار پا گیا ہے۔ یہان

نوٹ متعلقہ صفحہ ۸۴ - (۵) کرینہ (۷) زردوہ (۶) پیرہ (۹) خوئی (۳) سید حاجی (۵) تسیہ (۶) دزا قلیل (۷) میانہ (۹) تبریز (۴) یہ کل ۱۰۲ گھنٹے یا تین میل فی گھنٹہ کی اوسط سرعت رفتار کے حساب سے ۳۰۶ میل ہوئے کرنیل اسٹوارٹ نے ۱۸۳۵ء مین اس فاصلہ کے متعلق ۴۹۰ میل کا اندازہ لگایا تھا۔

* یہ ارس وہی معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت خواجہ حافظ فرماتے ہین ؎

اے صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس　　بوسہ زن بر خاک آن وادی مشکین کن نفس

[۵۱] طفلس سے تبریز تک کے سفر کا حال مفصلہ ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے :- سر جے چارڈن (۱۶۷۱ء) "ٹراویولز" (سفرنامہ) صفحہ ۲۳۸ الی ۲۵۲ جے۔ پی موریر (۱۸۱۲ء) "سکنڈ جرنی" (دوسرا سفر) صفحہ ۳۰۱ الی ۳۰۲۔ لفٹننٹ کرنل اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان نادرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۱۴۵ الی ۱۶۹+۱۷۰۔ پی ایسٹوک (۱۸۶۰ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۱۴۵ الی ۱۷۸+۱۸۱۔ ایچ مولنی (۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکیسس" (سفر قاف) صفحہ ۵۰ الی ۹۰ + اے۔ ایچ شنڈلر (۱۸۸۱ء) "از ایران تا بہ برلن" (بزبان جرمنی) جلد ہشتم ہیڈیم ڈیولا فاسے (۱۸۸۱ء) "حالات ایران"

ریل چھوڑ دی جاتی ہے[۵۱] اور گاڑیان یا گھوڑے کرایہ کر لئے جاتے ہین[۵۲]۔ اکستافا سے جلفا تک قریباً ۲۵۰ میل کا فاصلہ ہے۔ مسافر راہ مین ایروان کے دلچسپ شہر کے بیچ مین سے گذریگا جو وہی آرمینیا کا دارالحکومت ہے اور اچمیا دزین کی جو ارمنیون کا مذہبی مرکز ہے

بقیہ نوٹ صفحہ ۹۵ (بزبان فرانسوی) صفحہ ۲ الی ۴۴۔ ایچ بائینڈر (۱۸۸۷ء) "حالات کردستان" صفحہ ۱ الی ۱۵۔ موجزانہ کریباج نے اس سفر کے موجودہ طریقہ طے مسافت کا حال صحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے یعنی اکستافا تک بذریعہ جاری ریل اور وہان سے جلفا تک گاڑی مین اور جلفا سے تبریز تک بذریعہ چاپار۔

[۵۱] طفلس سے اکستافا تک ڈاک کی ریل مین ۳½ گھنٹہ اور مسافر گاڑی مین ۵ گھنٹہ مین پہونچتے ہین۔ اول درجہ کا کرایہ ۵ روبل[۞] ہے۔

[۵۲] اس غرض کے لئے ایک "پدوروجنا" یا ڈاک کا پروانہ طفلس مین سے لینا چاہیئے اس سے ڈاک کے گھوڑون کو کرایہ پر لینے اور سڑک پر ڈاک بنگلون مین فروکش ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اکستافا سے جلفا تک (لیکن اس سے آگے کے لئے نہین) ایک گاڑی (یا تو فٹن اور یا بسکے کی جو بی تین گھوڑون والی گاڑی) تیس سے ۴۰ روبل تک کرایہ پر مل سکتی ہے۔ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ بحساب ۳ کوپک[©] فی ورسٹ (⅔ میل) ایک گھوڑے کے لئے لیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ کوچبان کو ہر چوکی پر ۲۰ کوپک کا مقررہ انعام دینا پڑتا ہے۔ اکستافا اور تبریز کے درمیان جو منزلین پڑتی ہین اور اون مین جو فاصلہ بحساب ورسٹ کے ہے اونکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اکستافا سے لزنتلی (½۲۲) کاروانسراے (½۱۷) ترساچای (½۱۸)۔ دلی جان (½۱۴)۔ سیمینا فسکا (¾۱۸) ہیلینا فسکا (½۲۱) اختی (½۱۰)۔ فانینکا (۲۰) ایلیار (½۱۹)۔ ایروان (۱۵) آغا ہمدانی (۱۴) قملو (۱۵) دوالو (¾۱۹)۔ صدارک (¾۱۸)۔ بشنورشین (½۲۲)۔ ترنتاشاہ (۱۰) کیورک (۱۹) بجکدوسی (½۱۲) نخچیوان (۲۱) النجاچای (۲۵) جلفا (۱۳) یہ کل ¾۳۶۳ ورسٹ یا ½۲۴۲ میل ہوئے۔ ان منزلون مین سے اکستافا۔ دلی جان (جہان پر سڑک کی ایک شاخ کاریس کو جاتی ہے) اختی۔ ایروان۔ صدارک اور نخچیوان مین انڈو یورپین محکمہ تار کے دفاتر قایم اور متعدد مستعین ہین۔

[۞] روبل روس کا کمترین نقرئی سکہ ہے جسکی قیمت اندازاً عہ کے مساوی ہے۔ مترجم [©] ایک روبل سو کوپک کا ہوتا ہے۔ مترجم

سیر کر سکیگا - جلفا مین کشتی کے ذریعہ سے دریا کے پار اُتر کر وہ ایرانی علاقہ مین داخل ہوگا
جہان جنگی خانہ سے نپٹنے کے بعد وہ چاپار خانون اور بارگیرون - مرغ یا بوؤن جسمانی تکلیفون
اور قابل نفرین سڑک کے اوپر نظارہ کو دیکھیگا جسے رشت اور طہران کی راہ سے سفر کے
متعلق مین بیشتر بیان کر چکا ہون جلفا سے تبریز تک قریباً ۸۰ میل کا فاصلہ ہے یا ایرانی
حساب کے مطابق یون کہیے کہ بار چار فرسخ کی پانچ منزلین ہین جنکے نام معہ فاصلہ کے
درج ذیل کیے جاتے ہین -

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
جلفا		
ارندن یا تتندسیا	۵	۲۰
مرند	۵	۲۴
سفیان	۵	۱۷
تبریز	۵	۲۳
کل	۲۰	۸۴

سفر طہران براہ تبریز

تبریز کے متعلق ایک دوسرے باب مین جو ایران کے شمالی مغربی صوبہ جات

ممتاز مقامات

راستہ کی اوپر تفصیل دی گئی ہے اوس مین چند مقامات خاص طور سے قابل ذکر ہین۔ ترکمان چای ایک گاؤن ہے جہان ۲۱ فروری ۱۸۲۸ء کو تیسکی وچ نے شہنشاہ روس اور عباس مرزا نے اپنے باپ فتح علیشاہ کیطرف سے اوس مشہور عہدنامہ پر دستخط ثبت کئے جو روس اور ایران مین ہوا۔ اس عہدنامہ کی رو سے وہ لڑائی جو دو سال سے ہو رہی تھی ختم ہو گئی۔ ایران کے قبضہ سے آریوان اور نخچیوان نکل گئے اور مزید بران پینتیس لاکھ پاونڈ[۱] اوسے تاوان جنگ کے دینے پڑے۔ اس عہدنامہ نے انیسوین صدی کے شروع سے اس علاقہ پر گویا روس کی فتوحات کی مہر لگا دی اور شمال و مغرب مین اوسکی جنگی قوت کا پلہ بے انتہا بھاری کر دیا۔ اوس وقت سے لیکر اب تک صدیو شمال برابر آذربایجان پر آزو حرص کے دانت پیسا کیا ہے۔

میانہ کے کھٹمل

میانہ اوس ہیبتناک موذی غریب گز کا صدر مقام اور شکار گاہ ہے جسکے کارنامون کی یہان نہایت وحشت انگیز اور خوفناک روایتین بیان کی جاتی ہین۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ میانہ کو اپنے بیداد کا خاص تختہ مشق بنانے کے لئے اسنے تہوڑے ہی دن سے منتخب کیا ہے کیونکہ چارڈن بلکہ اوس سے بھی بعد کے زمانہ کے کسی سترہوین صدی کے سیاح نے میانہ کا حوالہ دیتے یا اوسکا حال بیان کرتے وقت اس کھٹمل کا

---

[۱] اوس زمانہ مین پاونڈ کی جو قیمت تھی اوسکے حساب سے تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ روپیہ۔ مترجم۔

مطلق ذکر نہین کیا۔ اسکا ڈنک خطرناک ہوتا ہے اور اجنبیون کے لئے بعض دفعہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگ حماقت کی وجہ سے یہ کہتے ہین کہ یہان کے رہنے والون پر اسکے کاٹے کا کچھ اثر نہین ہوتا حالانکہ وہ وقتاً فوقتاً اِسکے ضرر سے محفوظ رہنے کیلئے علاج بالمثل کے اصول پر ایک طرح کا ٹیکا لگا دیتے ہین اِسکا طرز عمل یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی وارد ہوتا ہے تو اوسے ایک کھٹمل روٹی کے ایک نوالہ مین لپیٹ کر کھلا دیا جاتا ہے۔ یہ کیڑا جسکی کسی قدر مختلف قسمین ایران کے مختلف حصون مثلاً مزعہ شاہ رود وغیرہ مین پائی جاتی ہین یورپ کے کھٹمل سے ذرا ہی بڑا لیکن رنگ مین گہرا خاکی ہوتا ہے اور اسکی پیٹھ پر سُرخ چتیان ہوتی ہین[۵۱]۔ جب کسی شخص کو کھٹمل نے کاٹا ہو تو ایرانی طبیبون کا معمولی نسخہ یہ ہے کہ مریض کو بگڑے ہوئے دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اوسے ایک چوکی پر جو چھت کے ساتھ بذریعہ رسیون کی معلق ہوتی ہے بٹھا دیا جاتا ہے اور رسیون کو بل دیکر اوسے خوب گھمایا جاتا ہے حتی کہ مریض کو شدت سے چکر آنے لگتے ہین اور اس نادر علاج سی زہر کے اثر کا کلی طور پر زائل ہوجانا باور کر لیا جاتا ہے ایک اور علاج یہ ہے کہ مقام گزیدہ کو تازہ ذبح کئے ہوئے بیل کی گرم گرم کھال مین لپیٹا جائے۔ لیکن مقتضائے انصاف ہوگا اگر یہان پر یہ بیان کیا جائے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو میانہ کے کھٹمل کی بہادری کے قائل نہین۔ ڈاکٹر کارلک جسنے اپنے باپ کیطرح ایران مین کئی سال تک مطب کیا ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کھٹمل کی نسبت جتنے قصے مشہور ہین وہ سب

---

[۵۱] دیکھو ضمیمہ متعلقہ سفرنامۂ ایسٹوک جلد ثانی اور تاریخ حشرات الارض[۱] مصنفہ بیرن والکنیئر۔

ہی بندرگاہ ہے لیکن لفظ بندرگاہ کی تعریف اسپر بھی اوسی حیثیت سے صادق آتی ہو جس اعتبار سے کہ ایران کے دوسرے بندرگاہ بندرگاہ کہے جاسکتے ہین - یہان ایک دریا بحیرہ اخضر سے ملتا ہے اور مغربی ہواؤن کی مدد سے مقام اتصال پر اوس جہال کو پیدا کرتا ہے جسے سب جانتے ہین یہی اس کا بندرگاہ سمجھ لو - " کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی کے جو جہاز رشت سے روانہ ہو کر یہان ٹھہرتے ہین اونہین مجبوراً سمندر کے اوس حصہ مین دور کھڑا رہنا پڑتا ہے جہان پانی کافی گہرا ہو - باعتبار مسافت یہ قریب ترین راہ ہے جسکے ذریعہ سے بحیرہ اخضر سے طہران پہونچ سکتے ہین - مشہد سر سے برفروش تک ۱۵ میل اور وہان سے امول تک ۳۸ میل اور پھر وہان سے براہ دماوند طہران تک ۱۶۰ میل کا فاصلہ ہے یعنی بذریعہ قافلہ کے پانچ دن مین اس راہ سے طہران پہونچ سکتے ہین[1] - حال مین ایک متمول ایرانی نے ساحل کے ایک مقام سے جو مشہد سر کے قریب ہے واقع ہے امول تک اپنے خرچ سے ریل کا ایک ناقص سلسلہ جسکا مین پھر ذکر کرونگا قایم کیا ہے لیکن جیسی کہ توقع کیجا سکتی تھی اس کا خاتمہ ناکامی پر ہوا - مشہد

[1] اس راستہ کے تفصیلی حالات ذیل کی کتابون مین درج ہین - "سفر سرما" مصنفہ جے بی فریزر (۱۸۳۴ع) جلد دوم مراسلات پانزدہم و شانزدہم - "رائل جاگریفیکل سوسائٹی کا روزنامچہ" مرتبہ کپتان آنریبل نیپیر (۱۸۷۴ع) جلد چہل و ششم صفحہ ۱۱۸ الی ۱۲۹ - "سکس منتھس ان پرشیا" (چھ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ مسٹر ایم سی سر بیٹا (۱۸۷۶ع) فصل دوم - سوم - ہشتم - نہم - مصنفہ ای اسٹیک (۱۸۸۱ع) جلد دوم - فصل ہفتم و ہشتم - "از قفقاز تا بہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ ای آرسل (۱۸۸۲ع) فصل ہیزدہم

سر کی راہ سے البتہ روسی تجارت کا مال مازندران اور بعض دفعہ طہران کو بھی لیجاتے ہین اور اسول سے طہران تک موجودہ شاہ کی ہدایت کے بموجب آسٹریا کے ایک انجنیر جنرل گستیجر خان نے اپنی نگرانی مین ازسرنو سڑک تیار کرائی ہے۔ لیکن باوجودیکہ اون راستون کی مسافت کم ہے پھر بھی وہ سہل المرور ہونے کے اعتبار سے اوس راستہ کا مقابلہ نہین کر سکتی جو رشت اور طہران کے درمیان واقع ہے۔

پنجم سفر طہران براہ گز

دوسرا راستہ گز سے جو بحیرہ اخضر کے منتہائے جنوب و مشرق مین واقع ہے شروع ہوتا ہے یہان سے ایک سڑک متذکرہ بالا راہ کے ساتھ برفروش[له] مین جاملتی ہے اور ایک علیحدہ راہ بھی ہے جو استرآباد تک (۲۳۹ میل کا فاصلہ ہے) جاکر وہان سے نہایت ڈھلوان گھاٹیون کو عبور کرتی ہوئی ۵۶ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد شاہرود پہونچتی ہے اور یہان اوس بڑی کاروان اور ڈاک کی سڑک سے جاملتی ہے جو طہران اور خراسان کے بیچون بیچ گئی ہے۔ ان تمام مقامات سے مین آگے چل کر شرح و بسط کے ساتھ بحث کرونگا فی الحال مین ان کے متعلق صرف اسی قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ سرزمین ایران مین داخل ہونے کے یہ بھی مختلف راستے ہین۔

له اس راہ کا حوالہ مفصل ذیل سفرنامون مین پایا جاتا ہے "ٹریولز انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سر اسے برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم صفحہ ۱۰۵ الی ۱۱۴۔ "ایک سفیر کا روزنامچہ" مصنفہ ای۔ بی ایسٹوک (۱۸۶۲ء) جلد دوم صفحہ ۱۶۰ الی ۱۰۱۔ "گھٹا مشرق مین" مصنفہ کرنیل ویلینٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) صفحہ ۱۷ الی ۷۷۔

ششم عشق آباد سے مشہد کا راستہ

ق کی طرف ماوراالنہر کی ریلوے نے جسکو روس نے حال مین اپنے جدید مفتوحہ ممالک مین (جو سرحد ایران کی شمال کی طرف واقع ہین) تکمیل کو پہونچایا ہے اور اوس سڑک نے جو اس سلسلہ مین روس نے عشق آباد سے جو اوسکا انتظامی اور فوجی دار الحکومت ہے خراسان کی سرحد تک تعمیر کی ہے گذشتہ دو سال سے شمالی و مشرقی حصہ ایران مین داخل ہونے کا ایک نیا رستہ جو پہلے موجود نہ تھا یا موجود بھی تہا تو غیر محفوظ تھا- کھولدیا ہے - یہ سڑک اب خراسان سے کوچان اور مشہد کیطرف بڑہائی جارہی ہے -

چونکہ خراسان کی اس نئی سڑک کا حال ابھی تک شایع نہین ہوا تھا اور اسکے علاوہ میری خود بھی یہ خواہش تھی کہ مین اس وسیع علاقہ کے سرحدی مقامات کے حالات سے کسیقدر آگاہی حاصل کرون اور اسکے دار الحکومت مشہد کی سیر کرون اسلئے مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ اگر ممکن ہوا تو مین ایران مین اس رستہ سے ہی داخل ہون گا- جو انگریزی عہدہ دار مشہد مین مامور تہے اونہین ایک سے کئی مرتبہ اسی رستہ سے آنے جانے کی اجازت مل چکی تھی اور چونکہ مین گذشتہ سال ماوراالنہر کی ریل مین سفر کرچکا تھا اس لئے مجھے اُمید تھی کہ گورنمنٹ روس کو مکرر اجازت دینے مین تامل نہ ہوگا اور حقیقت مین کوئی معقول وجہ بھی انکار کی نہ ہوسکتی تھی - روسی سفیر متعینہ لندن کے اخلاق اور انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کی عنایت آمیز امداد کے متفقہ اثر سے مجھے اس مقصد کے حصول مین کامیابی ہوئی اور ذیل کے صفحون مین مین اپنے سفر کے حالات کو موقعہ موقعہ سے درج کرونگا-

ـمین پیش از پیش اونکے اندراج کی ضرورت نہین۔

ہفتم۔ افغانستان کی طرف کے راستے

احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ کوئی انگریزی سیاح آجکل ایران مین مشرقی سرحد کیطرف سے
ہو۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان افغانستان کا حائل ہونا اور امیر عبدالرحمن
اجنبیون کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے قطعی طور پر ممانعت کر دینا ایسی
ـن ہین کہ انکی وجہ سے کوئی انگریز افغانستان کی طرف سے ایران مین جانے کا
ـی ذہن مین نہین لا سکتا۔ ہم نے بہت سے یورپین سیاحون کے حالات
ـہین۔ جنہون نے عہد سلف مین سلاطین مغلیہ کی ہندی سرحد کو قندہار کے رستہ سے
ـکے سرزمین ایران مین قدم رکہا اور اسی طرح موجودہ صدی کے نصف ابتدائی حصہ
ـاحتی کہ ۱۸۷۳ء تک بھی بہت سے انگریز مثلاً کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارٹن (جو آخری
ـھا جس نے اس راستہ سے ہندوستان و ایران کا سفر کیا) کپتان آرتھر کونولی
ـ۱۸ء) مسٹر مٹفورڈ (۱۸۴۰ء) اور سر لیوئیس پیلی (۱۸۶۰ء) ایران سے روانہ ہوئے
ـہد سے گہوڑے پر سوار ہو کر ہرات اور قندہار ہوتے ہوئے افغانستان کے بیچون
ـندوستان مین جا پہونچے۔ لیکن جو کام کہ یوگ بلا خوف مزاف و تعرض کر سکتے تھے
ـمر بھی اونکا سفر خطرون سے خالی نہ تھا اوسے آج کے دن ہم نہین اختیار کر سکتے اور
ـے جماعتہائے ماموره تصفیہ سرحد کے اراکین اور اون لوگون کے سوا جو محنت اور
ـت اوٹھا کر دوسری غیر معروف اطراف سے ادھر کو آئے ہین باقی شخصون کے لئے

عام طور پر ایران کا مشرقی حصہ اور اوسکے دوسرے طرف کی سرزمین ارض مالوتعرف احوالہا بن رہی ہے۔

ہشتم۔ خلیج فارس اور بندر عباس کی راہ

اس طرح ایرانی سرحد کا چکر لگاتے لگاتے ہم جنوبی ساحل کے سلسلہ اور خلیج فارس کی بندرگاہون تک پہونچتے ہین۔ مین آگے چلکر ایک باب مین اون مختلف تجارتی راستون کا حال لکہونگا جو یہان سے ملک کے اندرونی حصّون کی طرف جاتے ہین اور جو مسافر کہ بندر عباس مین اوترنے کا قصد رکھتا ہو۔ اوسے چاہیئے کہ اس باب کو پڑہے بندر عباس سے خاص تجارت کے راستے دو ہی ہین جو کرمان اور یزد کو جاتے ہین لیکن جو لوگ کہ بندر عباس سے مغربی سمت مین روانہ ہوکر شیراز پہونچنا چاہتے ہون اون کی اطلاع کے لیے مین یہ کہہ سکتا ہون کہ گو ایران مین داخل ہونے اور وہان سے روانہ ہونے کا یہ راستہ اب بالکل متروک ہے لیکن ایک زمانہ مین (یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شاہی خاندان صفویہ کا پایۂ تخت اصفہان تہا اور جبکہ اول تو ہرمز اور بعد ازان گمبرون کا مشرق کی بڑے سے بڑی منڈیون شمار ہوتا تہا) اسی راہ کو اکثر مسافر اختیار کرتے تھے اور بہت سے مشہور سیاحون نے جن مین ٹیورنیر اور چارڈن ممتاز تر تہے اس راستہ کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

نہم۔ بوشہر سے طہران کی راہ

یہان مین اوس بڑے جنوبی راستہ کا ذکر کرتا ہون جسکی طرف مینے اس باب کے ابتدائی حصہ مین یہ کہکر اشارہ بھی کیا ہے کہ رشت کے راستہ سے باعتبار عام پسند

ہونے کے یہ دوسرے درجہ پر ہی یعنی وہ راستہ جو خلیج فارس کے مقام لنگر اندازی (بندرگاہ کا لفظ استعمال کرنا مجھے بہت گران گزرتا ہے) بوشہر سے روانہ ہوتا ہے اس راستہ کو تمام ہندوستان سے آنے والے مسافر اختیار کرتے ہین اور کل انگریزی اور ہندوستانی تجارت کا مال جسکا لیجانا اصفہان کو مقصود ہوتا ہے اور جس مین سے کسیقدر طہران کی منڈیون مین بھی کھپتا ہے اسی راہ سے جاتا ہے۔ ایران کے راستون مین یہ راستہ سب سے زیادہ کثیر المرور اور معروف ہے چونکہ مین نے اس راستہ کو سمت مخالف سے طے کیا ہے اور آگے چلکر مین اپنے مشاہدون اور تجربون کو بالتفصیل بیان کرونگا اس لئے یہان مین صرف اسیقدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ یہ راستہ شیراز۔ اصفہان۔ کاشان۔ اور قم مین سے ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے اور اس کا کل فاصلہ ۷۰۰ میل ہے۔ بوشہر اور شیراز کے درمیان پہلی ۷۰ میل کی مسافت کاروان کے ذریعہ سے طے کرنی پڑتی ہے کیونکہ جنوبی کوہستان کے کراڑون اور زینہ نما چٹانون پر سے گزرنے کیلئے ڈاک کی کوئی سڑک موجود نہین لیکن شیراز سے شمال کی طرف سوار اسقدر تیز جا سکتا ہے جتنا کہ مہمیز لگام اور گھوڑے کے سم اوسے لیجا سکین۔

دہم محمرہ سے طہران کی راہ

ظن غالب ہے کہ زیادہ عرصہ نہ منقضی نہ ہونے پائے گا۔ کہ اس راستہ کی خطرے اور تکلیفین جو کچھ کم نہین ایک اور راستہ کے تیار ہو جانے سے رفع ہو جائین گی جو ایک ایسے مقام سے شروع ہوگا۔ جو بوشہر سے مغرب کیطرف جنوبی ساحل پر واقع ہے جسطرح سے کہ

ایران کی شمالی و مشرقی سرحد پر اوسکے سیاسی تفوق کا ماحصل عاشق آباد سے کوچان تک اوس سڑک کی تعمیر ہے جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے اسی طرح گمان غالب ہے کہ جنوب مین برطانیہ کلان کے رسوخ کا نتیجہ ایک نئی سڑک کی شکل مین مترتب ہوگا جو دریائے قارون سے شروع ہوکر براہ اہواز- شوستر- دزفل خرم آباد- و برو جرد طہران پہونچیگی- ایران کے امپیریل بینک نے اس کام کے انجام دینے کے لئے رعایتی اجازت حاصل کرلی ہے اور ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین کام شروع بھی کردیا گیا- اور اگر یہ سڑک کامیابی کے ساتھ تکمیل کو پہونچ گئی تو ہم دیکھینگے کہ لوگ بوشہر کی راہ کو چھوڑ کر ایک ایسا راستہ اختیار کیا کرینگے جو باعتبار مسافت جہاز سے اُترنے کے مقام سے پایۂ تخت تک بقدر ۲۵۰ میل کے کم ہے اس راستہ کے مزید حالات بھی مین آگے چلکر بیان کرونگا فی الحال یہ راستہ جسکا خاکہ کھینچ کر بتایا گیا ہے مسافر کے لئے عملی متصور نہین ہوسکتا اور نہ ایک اجنبی کو اسکے اختیار کرنے کی صلاح دی جاسکتی ہے-

یازدہم- بغداد سے طہران کی راہ

جو دورہ کہ میرے ناظرین کو خلیج فارس کے منتہا اور دجلہ و فرات کے دہانہ تک لایا ہے اوس مین تھوڑی سی اور توسیع اونکو بغداد مین جا اُتارے گی- انگلستان مین اکثر لوگون کو سنکر تعجب ہوگا کہ سرحد ایران اور ایران کے اندرونی حصون کے سفر کیلئے بغداد ایک نہایت دلچسپ روانگی کا مقام ہے- نہ صرف مال تجارت بمقدار کثیر ایران سے یہان آتا ہے اور یہان سے ایران جاتا ہے بلکہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور شہر

اور آثار قدیمہ یہان سے اور بیجا نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ فقط یہین سے روانہ ہوکر دیکھے جا سکتے ہین۔ پس مین اول بغداد پہونچنے کے مختلف راستے بیان کرونگا اور پھر اوس راستہ کا مختصر حال لکہونگا جو یہان سے سرحد ایران کو جاتا ہے۔

بغداد پہونچنے کے ذرایع

سال پیشتر جبکہ مین بغداد کے سفر کا قصد کر رہا تھا تو اس شہر مین مختلف راہون سے پہونچنے کے متعلق انگلستان مین صحیح و مستند اطلاع کے بہم پہونچانے مین مجھے بڑی دقت پیش آئی۔ چونکہ اسکے محل وقوع مین ایک خصوصیت ہے اس لئے میرے علم مین اور کوئی شہر ایسا نہین جس مین ایک یورپین اتنے متعدد راستون سے داخل ہوسکتا ہو یا جہان پہونچنا مشکل بھی بیحد ہو اور آسان بھی بدرجہ غایت لیکن اس آسانی کی صرف یہی صورت ہو کہ نسبتاً وقت بہت سا ضایع کیا جائے۔

(۱) تربزان اور سمسون کے راستے

بغداد مین بحیرہ اسود سے دو راستون سے پہونچ سکتے ہین۔ یعنی یا تو تربزان سے براہ دیار بکر۔ موصل و دجلہ[۱] اور یا سمسون سے براہ دیار بکر و دجلہ۔ آخر الذکر راستہ دوسرے

[۱] تربزان سے ارض روم تک کے راستہ کے حالات کے لئے علاوہ اون مصنفون کے جن کا حوالہ پیشتر دیا جاچکا ہے دیکھو ٹوزر آن اے جرنی" (ایک سفر کی یادداشت) مرقومہ ایچ۔ سوزر (۱۸۸۳ع) و تضمنہ روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی جلد دہم صفحہ ۳۴۴ + "جرنیز ان پرشیا" (سفرہائے ایران) مصنفہ مسز بشپ (۱۸۹۱ع) جلد دوم۔ مراسلات بست و چہارم و بست و پنجم۔ اور ارض روم سے دیار بکر تک کے راستے کے حالات کیلئے دیکھو مراسلات مرتبہ جی ٹیلر متضمنہ کارنامجات رائل جاگرفیکل سوسائٹی جلد دوازدہم صفحہ ۳۰۲

جیسے ترکی ڈاک قسطنطنیہ کی آمد و رفت اور ڈاک کی سرعت رفتار کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی معمولی مسافر تو اوسے بیشتر لیجا نہیں سکتا۔ لندن سے روانہ ہو کر اس راہ سے پورے چوبیس ۲۴ دن بعد بغداد پہونچتے ہیں [1] سمسون بحیرہ اسود کی ایک بندرگاہ ہے جہاں قسطنطنیہ کے جانے آنے والے جہاز ٹھہرتے ہیں۔ یہ دو صورتہا ئے متذکرہ صدر میں سال کے بعض حصوں میں بغداد کا سفر موصل سے بلکہ دیار بکر سے بغداد تک دریائے دجلہ

---

[1] سمسون اور بغداد کے درمیان حسب ذیل منزلیں ہیں قوسین میں جو اعداد دئے گئے ہیں وہ گھنٹوں کی تعداد ہے جو ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنے میں لگتے ہیں۔ کاوک (۸) الاذریک (۶) چفتاخان (۶) حمص (۰) اگتا بازار (۶) حاجی خال (۷) آنجاط (۹) یلدز ارغ (۹) بھرا (۷) حامی پور (۶) الیاس شرقی (۹) پل کالی داشش (۵) کنڈریا کنگل (۴) الہ یار خان (۷) حسن عیدی (۶) حکیم خان (۶) اسرلی (۹) کمش مدان (۹) اریبوت (۶) خرپوت (۶) ملاکانی (۶) باقردان (۹) ارغانی (۵) بکلاشش (۶) دیار بکر (۹) قمار حانہ (۶) شیحان (۶) گیلیہ یام دین (۹) درہ (۹) نصیبین (۶) ازنا غور (۶) دیروند (۶) جزیرہ (۸) تکیان (۶) زاخو (۶) سمیل (۷) تل اسکیف (۷) موصل (۷) زاب (۱۰) اربیل (۷) کشش پتی (۶) التون کپری (۶) کرکوک (۹) توغ (۹) دزخرمطی (۷) سلاحیہ (۹) کاراپتی (۷) دیل عباس (۹) شروان (۹) جدیدہ (۵) بغداد (۵) سواسس اور بغداد کے درمیان اس راستہ کے اکثر حصہ کو سر الیف گولڈ اسمڈ نے ۱۸۶۲ع میں اپنی کتاب "ٹیلیگراف اینڈ ٹریول" (تار برقی و سیاحت) کے صفحہ ۴۱۲ سے لیکر ۴۱۵ تک میں اور پورے راستہ کے حالات کو وائیکونٹ بولنگٹن نے ۱۸۶۶ع میں اپنی کتاب "ہاف وے راؤنڈ دی ورلڈ" (آدھی دنیا کا سفر) کی بارہویں فصل میں بیان کیا ہے۔

مین بیڑے پر جانے سے جلد تر طے ہوسکتا ہے لیکن یہ دونون سفر صرف ایک زحمت کش مسافر کو اختیار کرنے چاہئین۔

(۲) اسکندرونہ اور حلب کا راستہ

ادہین بحر روم کی طرف سے یا تو اسکندرونہ سے براہ حلب اور یا بیروت سے براہ دمشق پہونچ سکتے ہین۔ اور ان دونون صورتون مین حلب اور دمشق سے روانہ ہونے پر مسافر او رکئی راستے انتخاب کرسکتا ہے۔ معمولی راستہ اسکندرونہ سے اول حلب کو جو چار منزل کا سفر ہے آتا ہے۔ اس سے آگے دیر آتا ہے جو دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور دس منزل کی راہ ہے۔ اس سے دس منزل آگے حیط آتا ہے یہ بھی دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور یہان سے چار منزلین طے کرنے کے بعد بغداد پہونچتے ہین۔ گویا کہ کل ۲۸ منزلون کی مسافت ہوئی۔ اسکندرونہ سے حلب تک دو دن مین یا تو گھوڑے پر اور یا گاڑی پر آسکتے ہین حلب سے بغداد تک مسافر کو یابو کرایہ پر لینے پڑین گے اور جسقدر سامان اوسکے ہمراہ ہوگا اوسی کے لحاظ سے یہ فاصلہ وہ چودہ سے لیکر سولہ دن تک مین طے کرلیگا۔ حلب سے ایک اور لمبا راستہ بھی اختیار کرسکتے ہین یعنی یہان سے دیار بکر جائین جو کہ گیارہ منزل ہے اور وہان سے تیرہ منزلین طے کرنے کے بعد موصل پہونچین اور وہان سے بارہ منزلون کی مسافت براہ خشکی طے کرلینے کے بعد بغداد[۱] پہونچین۔

---

[۱] اس راستہ کا ذکر مسٹر ٹام الیس نے اپنی کتاب "آن اے ریگنٹ اینڈ تھرو دی ڈیزرٹ" (سفر دریا

(۳) دمشق کی راہ

دمشق اور بیروت کو ایک نہایت عمدہ گاڑی کی سڑک اور ایک روزانہ سے
والی ڈاک گاڑی جو نو گھنٹہ مین فاصلہ طے کرتی ہے آپس مین ملاتی ہے۔ دمشق سے
مفصلہ ذیل دو راستون مین سے کوئی سا ایک اختیار کر سکتا ہے یعنی (۱) براہ تدمور یا
اودیر[۵] یہ کل مسافت معمولی اونٹ ۳۰ دن مین اور ۳۰ سانڈنی ۱۲ دن مین طے کر سکتے
دوسری کوئی سواری اس راہ سے جا نہین سکتی۔ اسکے علاوہ خطرون سے بھی یہ راہ خ
نہین (۲) پرانے صحرا یا سانڈنی کی ڈاک کی راہ جو ریتیلے بیابانون کے بیچون بیچ
ہو کر جاتی ہے۔ اس راہ کو معمولی مسافر قریبًا ۱۵۰ گھنٹہ (جو ۵۰۴ میل کے مساوی ہے

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۰۳ و صحرا کی جلد اول مین کیا ہے حلب اور دیاربکر کی درمیانی منزلین حسب ذیل ہین۔ اخ
بیگلر بیگی (۲) مسلم (۳) حضرا (۱) براجیک (۲) ہواہ یا دیواک (۵) شمشیہ (۷) سویراک (۶) قیناک (۶) ق
(۶) دیاربکر (۶) موصل سے بغداد تک کی راہ کا حال تھیلمین نے ۱۸۶۲ء مین اپنی کتاب "جرنی
کاکیسس" (سفرقات وغیرہ) کی جلد دوم فصل ششم مین اور بایندر نے ۱۸۸۴ء مین اپنی کتاب (
کردستان) کی فصل نہم مین بیان کیا ہے۔

[۵] اس راستہ کا حال ٹرسٹرم ایلیس نے اپنی کتاب کی دوسری جلد مین لکھا ہے دمشق اور ا
درمیان حسب ذیل منزلین ہین۔ جردو۔ قصیر۔ قریتین۔ عین الباویہ۔ تدمور۔ رخا۔ سخنہ۔ البویہ
بیرکباک۔ دیرہ۔ دیر اور بغداد کی درمیانی منازل کی تفصیل پہلے درج کیجا چکی ہے موسوا ان
۱۸۶۲ء مین کربلا سے براہ پالمیرا گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق کو گیا۔ دیکھو سفرقات وغیرہ" جلد
ہفتم۔

ہوسکتا ہے) یا پندرہ دن مین طے کرسکتا ہے لیکن ڈاک کا ہرکارہ اسے دس دن مین طے کرتا ہے۔ چالیس سال سے بھی زیادہ مدت تک انگریزی قونسل متعینہ بغداد نے اس سانڈنی کی ڈاک کو اوّل اوّل ہندوستان کی گورنمنٹ سے ایک وظیفہ کی اعانت حاصل کرکے قایم رکھا۔ ابتدائً یہ ڈاک کا سلسلہ مہم فرات و فلاٹیلا [۱] (جنگی جہازون کا بیڑا) کے متعلق قایم ہوا تھا لیکن گورنمنٹ ٹرکی نے ایک ڈاک کا سلسلہ اپنی طرف سے شرح محصول مابین الاقوام کے ساتھ جاری کر دیا جسکی رقابت کی وجہ سے سلسلہ اوّل الذکر منقطع ہوگیا۔ یہ راستہ تکلیفون اور زحمتون سے پر ہونے کے علاوہ دلچسپی سے اس درجہ معرا ہے اور بسا اوقات خطرات کا اسمین اسقدر سامنا کرنا پڑتا ہے کہ سوائے اون لوگون کے جنہون نے آرام و آسایش کے خیال کو نظر انداز کرنے اور سلامتی کو معرض خطر مین ڈالنے کا مصمم قصد کر لیا ہو اور کوئی مسافر اس راہ کو اختیار نہین کرتا۔

(۴) خلیج فارس کی راہ

بالآخر بالکل تری کی راہ سے بھی بغداد پہونچنے کا ایک طریقہ ہے یہ راستہ گو بڑے

---

[۱] اس ڈاک کے سلسلہ پر ماہ فروری ۱۸۳۸ء سے ماہ اپریل ۱۸۴۳ء تک مبلغ [illegible] خرچ ہوئے اسکے بعد بیس سال تک ایک مرتبہ کے آنے جانے کا خرچ آٹھ پاؤنڈ پڑتا تھا۔ لیکن اسکے بعد خطوط کی تعداد اسقدر بڑھ گئی کہ یہ ڈاک اپنے مصارف کی خود کفیل ہو گئی۔ اس راستہ سے دمشق اور بغداد کے درمیان ٹھہرنے کے مقامات یا کنوئین حسب ذیل ہین۔ اضمیر۔ ایثا۔ روماتا۔ القنف۔ ترکھت۔ اکارا۔ ادامہ۔ امہیور۔ رحمی سابون۔ ایمج۔ کسیر خبار۔ قبیسہ۔ اور حیط ۔ ۱۲

چکر کا ہے اور اس مین وقت بہت صرف ہوتا ہے لیکن اس مین آسایش بھی بڑی ہے برٹش انڈیا نیویگیشن کمپنی (ہندوستان کی جہاز ران کمپنی) کے آگبوٹ یوروپ کے پننشولا اینڈ اورینٹل جہازون کے سلسلہ مین بمبئی سے روانہ ہوکر براہ کراچی و خلیج فارس بصرہ پہونچتے ہین۔ یہان مسافر جہاز سے اُترکر یوفریٹس اینڈ ٹائگرس اسٹیم نیویگیشن کمپنی (دجلہ اور فرات کی دخانی کشتی چلانے والی کمپنی) کی کشتیون مین سوار ہوتا ہے جو دریا کی حالت کی رو سے تین دن سے لیکر چار دن تک مین مسافر کو دجلہ کی راہ سے بغداد پہونچا دیتی ہین۔ اس راستہ مین اگر کوئی نقص ہے تو وہ یہ ہے کہ وقت بہت صرف ہوجاتا ہے۔ لندن سے منزل مقصود تک پہونچنے مین پانچ ہفتہ سے زیادہ عرصہ لگتا ہے

بغداد سے طہران تک کا سفر

مذکورہ بالا راستون مین سے کسی ایک کے ذریعہ سے مسافر کو بغداد مین پہونچا کر اب مین اوسے یہ بتاتا ہون کہ سرزمین ایران مین وہ اسطرف سے کسطرح داخل ہوسکتا ہے اور راہ مین کیا کیا چیزین اوسکے دیکھنے مین آئین گی۔ بغداد سے سرحد ایران تک جو ترکی منزل خانیکن سے پانچ میل پرے سے شروع ہوتی ہے۔ نوے میل کا فاصلہ ہے سڑک کا اکثر حصہ ایک ہموار صحرا مین واقع ہے اور قیام کے مقام حسب ذیل ہین۔ بنی سعد یا اور ناخان (۱۵ میل) یعقوبیہ (۱۴) شہر آباد (۲۶) قزل رباط (۱۸)، خانیکن (۱۷) ڈاک کا کوئی سلسلہ اس راہ پر قایم نہین۔ مسافر کو باربرداری کے لئے بغداد مین جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور خانون مین جو کاروان سرائے کی ترکی مترادف ہین اور مسافر

بنگلوں میں قیام کرنا پڑتا ہے۔ سرحد ایران کے چنگی خانہ سے بنٹنے کے بعد مسافر کو حسب ذیل راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے:۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ باعتبار میل
خانیکن + (۱۰۰۰ فٹ)		
قصر شیرین (۱۷۰۰ فیٹ)	۶	۱۸
سرپل	۵	۱۸
کرند (۵۲۵۰ فیٹ)	۸	۲۹
ہارون آباد	۶	۲۰
ماہی دشت	۶	۲۲
کرمان شاہ + (۵۰۰۰ فیٹ)	۴	۱۴
بیستون	۶	۲۱
صحنہ	۴	۱۶
کرکنگاور +	۵	۱۸
سعید آباد	۶	۲۳
ہمدان +	۶	۲۵
میلاگرد	۷	۲۵

+ = دفاتر تار برقی۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب
ذرہ	۴	۱۶
نواران *	۹	۳۲
شمیران	۴	۱۴
خوشکیک	۵	۱۹
خان آباد *	۶	۲۲
رباط کریم	۸	۳۲
طہران (۳۸۰۰ فیٹ)	۷	۲۸
میزان	۱۱۲	۴۱۲

پس کل فاصلہ بغداد اور طہران کے درمیان ۴۰۸ + ۹۰ یا تقریباً ۵۰۰ میل (۱)
کرمان شاہ اور طہران کے درمیان چاپار کی ڈاک اور چاپار خانے ہین۔ لیکن خانہ

(۱) اس راستہ کو کلی یا جزئی طور پر جے۔ایس بکنگھم نے ۱۸۱۶ء مین اپنی کتاب "ٹریولس ان اسیریا (سفر اسیریا) کی جلد ا
تا نہم مین بیان کیا ہے۔ اسکے علاوہ حسب ذیل سیاحون نے اپنے سفرنامون مین اسکا ذکر کیا ہے "بچہ
(آپ بیتی) فصل سیزدہم الی نوزدہم مصنفہ آزیبل جے کپل (۱۸۲۴ء) "ٹریولس ان کردستان"
کردستان) جلد دوم مراسلات ہشتم الی دوازدہم مصنفہ جے بی فریزر (۱۸۳۴ء) "ارلی ایڈونچرز" (
سرگذشت) جلد اول صفحہ ۲۰۱ الی ۲۵۲ مصنفہ سر ایچ لیارڈ (۱۸۴۰ء) "لینڈ مارچ" (خشکی کا سفر) جلد
۱۰ و جلد دوم فصل ۱۔ مصنفہ ای۔ ایل۔ مٹفورڈ (۱۸۴۰ء) "بینز یٹو آف اے جرنی تو دی فرنٹیر آف ٹرکی"

* = دفاتر تاربرقی۔

کرمان شاہ کے درمیان صرف ایک ڈاک کی چوکی سرپل مین ہے جہان ڈاک کے گھوڑے بدلے جاتے ہین۔ اسلئے بغداد سے کرمان شاہ تک بذریعہ کاروان آنا پڑتا ہے۔

پہاڑ، شہر اور آثار الصنادید

سفر تین اعتبار سے خاص طور پر دلچسپ ہے اولاً گراس کے عظیم الشان سلسلہ کوہ کو اس راستہ سے خانیکن اور کرمان شاہ کے درمیان عبور کرتے ہین۔ درہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸۔ (سرحد ایران و روم کی سیاحت کی داستان) مندرجہ "بمبئی ریکارڈس" مصنفہ کام فیلکس جونز (۱۸۴۴ء) "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) صفحہ ۱ - الی ۵۰ مصنفہ جے۔ پی فیریئر (۱۸۴۵ء)۔ "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از انڈس تا بہ دجلہ) صفحہ ۴۱۲ الی ۴۶۹ مصنفہ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) "حالات کردستان" فصل یازدہم الی سیزدہم مصنفہ ایچ بائینڈر (۱۸۸۴ء)۔ بغداد سے طہران کو ایک اور راستہ محتسم کی طرف سے بھی آتا ہے جسے کاروان بالعموم موسم سرما مین اختیار کرتے ہین۔ کنگاور سے منقطع ہوکر یہ راستہ حسب ذیل سمت مین جاتا ہے یعنی سپاہ (۱۹ میل) نانج (۲۴) دزآباد (۲۵) سروک (۱۹) سیاوشان (۲۴) جیرود (۲۱) سلیان (۱۶) قم (۲۱) (دیکھو "بمبئی تا ایران بر شتالر سفر ہائی ایران" صفحہ ۱۹۹ جلد اول مراسلات سوم الی ہشتم مصنفہ مسز بشپ۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انیطیس وہی جو ایران مین اسطارطی کہلاتی تھی جسکی عام طور پر میڈیا۔ سوسیانا اور کپیڈوشیا مین پرستش کیجاتی تھی اوسکے مندر کے کھنڈر کنگاور مین موجود ہین۔ دیکھو "حالات آرمینا وغیرہ" نقشہ جات ۱۶۲ الی ۶۸ مصنفہ سی ٹیکسیئر۔ اور "ایران قدیم" جلد اول نقشہ جات ۲۰ الی ۲۳ مصنفہ فلینڈن و کاسٹ۔ اس مندر کا پارتھین زمانہ مین تعمیر ہونا بیان کیا جاتا ہے دیکھو "ایران کی قدیم صنعت" حصہ پنجم صفحہ ۱ الی ۱۱ مصنفہ ایم۔ ڈیولافائے۔

کے سب سے زیادہ ڈہلوان حصّہ کو جسے تنگ گرا کہتے ہین اور جو سرپل اور کرند کے درمیان واقع ہے بوشہر و شیراز کے راستہ کے "کوتلون" سے پوری تشبیہہ دیجا سکتی ہے اور موسم سرما مین برف کی وجہ سے یہ درہ اکثر مسدود رہتا ہے یہ چڑہائی مسافر کو اسیریا اور کلدیا کے ہموار میدانون سے ایران کی اوس بڑی سطح مرتفع پر لے آتی ہے جسے مسافر ایران کو الوداع کہنے سے پہلے نہین چھوڑتا۔ ثانیًا ایران کے آباد اور پر رونق شہر کرمان شاہ اور ہمدان جنکے حالات کے لئے ناظرین کو اس کتاب کا سولہوان باب پڑہنا چاہیئے اور جو نہایت ہی شاداب اور زرخیز قطعہ زمین پر واقع ہین مسافر کے دیکھنے مین آتے ہین۔ ثالثًا بیستون اور طاق بستان مین جو کرمان شاہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور و معروف آثار قدیمہ کو پاتا ہے۔ چٹانون کے ترشے ہوئے حصے پتہر کی مورتین اور بت اور کتبے جو پہاڑ کے تراشے ہوئے پہلوؤن پر اوسے نظر آتے ہین اوسے نہ صرف عہد سلف کی عظمت و جلال کی داستان سناتے ہین بلکہ وہ اُن مین اون تاریخی کارنامون کو ثبت پاتا ہے جو دمیاط کے پتہرون سے بلحاظ وقیع اور اہم ہونے کے دوسرے درجہ پر ہین اور جنکا معّما موجودہ صدی نے حل کیا۔ جو مسافر متجسس اور محقق ہون وہ ان کتبون کو یہان پڑہ سکتے ہین۔

خلاصہ

مین نے اب کسیقدر تفصیل کے ساتہ اور جسقدر کہ اکثر لوگون کو خیال ہوگا اوس سے زیادہ سابقہ محنت اور سعی کے ساتھ سرحد ایران کا دورہ ختم کیا ہے اور جو مسافر کہ سیاحت

ایران کا قصد رکھتے ہون اونکے لئے ایسی معلومات بہم پہونچائین ہین جو اونہین کسی دوسری کتاب مین نہ مل سکینگی لیکن مین نے ضروری خیال کیا کہ ایسی کتاب مین جسے اوس ملک کی معلومات سے متعلق جوکہ اوسکا موضوع ہے جامعیت کا دعویٰ ہے ایسے عام واقفیت کے امور بالتفصیل درج کئے جائین۔

مین نے ایران مین شمال جنوب مشرق اور مغرب سے داخل ہونے کے طریقے بتادئے ہین اور جو راستے اور وسایل کہ اسکے لئے ضروری ہین اونہین تفصیل و وضاحت کے ساتھ درج کردیا ہے۔ اب اس باب کے ختم کرنے سے پہلے میرے لئے سازوسامان کے متعلق اوس اطلاع کا بہم پہونچانا باقی رہتا ہے جو مشرق کے سیاح کیلئے اسی قدر ضروری ہے جسقدر کہ یورپ کی ریلوے پر ٹکٹ کا ہونا۔

سامان قافلہ

ایران مین کاروان کے ذریعہ سے سفر کرنے کے لئے جو سازوسامان مطلوب ہوتا ہے اوسکے متعلق مین ناظرین کو مفصلہ ذیل کتابون کا حوالہ دینے سے بہتر کوئی اطلاع بہم نہین پہونچا سکتا۔ "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس مکگریگر کی دوسری جلد کا ضمیمہ نشان ا "سکس منتھس ان پرشیا" (چھ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ مسٹر اے اسٹیک کی دوسری جلد کی تیرہوین فصل اور ڈاکٹر ولس کی دلچسپ کتاب "ان دی لینڈ آف دی لاین اینڈ دی سن" (شیر اور آفتاب کی سرزمین کی سیر) کا ضمیمہ نشان - ج - کم لوگ ایسے ہونگے کہ اونکو کاروان کے ہمراہ سفر کرنے کا پہلے کہین اور تجربہ نہ ہوچکا

ہو اور وہ قافلہ کی زندگی کی ضروریات کے متعلق پہلے سے اپنی رائے نہ قایم کر چکے ہون اور باوجود اسکے وہ ایران مین کاروان کے ذریعہ سے نیا نیا سفر کرین۔ خیمون کا عرض وطول بستر کی ترکیب ہمراہ لیجانیکے سامان کی کمترین مقدار۔ گولی بارود کا ذخیرہ۔ ہمراہیون کی تعداد یا خورد و نوش یہ سب ایسی چیزین ہین جسکے انتخاب کا انحصار ایک حد تک تو سیاح کے مذاق یا مقاصد سفر پر ہوتا ہے اور ایک حد تک اوس وضع وروش پر جسکا کہ رواج ہو اس لئے اگر زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھہ ان امور کے متعلق ہدایات دی جایئن تو ممکن ہے کہ بعض لوگ انہین زاید از ضرورت تصور کرین۔ یا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ دائرہ رواج سے خارج ہو جایئن۔ البتہ چاپار کے ذریعہ سے سفر کرنے والے سیاح کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اوسے غالباً انگلستان سے روانہ ہوتے وقت ذرا بھی یہ خیال نہین ہوتا کہ آگے چلکر کیا پیش آئے گا اور اگر اُسے پہلے سے معلوم ہو کہ اپنے ہمراہ کیا لے چلنا اور کیا چھوڑ جانا چاہیئے اور کن کن امور کا متوقع ہونا اور کن کن باتون سے محترز رہنا چاہیئے تو اوسے نہ صرف بہت سی تکلیفون سے رستگاری حاصل ہوگی بلکہ خرچ مین بھی کفایت ہوگی۔

سامان سواری چاپار

یورپین وضع کے صندوق بیگ بقچے اور ٹوپی رکھنے کے صندوقچے ہمراہ لے جانے بے سود ہین۔ اگر کوئی شخص اُنہین ہمراہ لے بھی آیا تو یا تو راستہ مین اوسے اونکو چھوڑ دینا پڑیگا اور یا وہ اوسکے پیچھے پیچھے چیونٹی کی چال خچرون یا کاروان کے اونٹون پر آئینگے

اور آتے آتے اونکے پرزے اڑ جائینگے۔ جس اصل اصول پر چارپا سوار کو کاربند ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ رخت سفر کا ہر ایک حصہ کمیت کے اعتبار سے اتنا بڑا ہو کہ پویہ پڑے ہوئے گھوڑے کے ایک طرف کو لٹکایا یا تسمہ سے باندھ لیا جا سکے۔ اور دوسرا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ جہان تک ممکن ہو رخت مسطورہ کے تمام اجزا مساوی وزن اور یکسان جسامت کے ہون۔ خفیف سی عدم مساوات بھی گھوڑے کو بہت گران گزرتی ہے اور راستہ مین قدم قدم پر ٹھہرنا اور بوجہ کو برابر کرنا پڑتا ہے۔ مین ایران مین دو اوسط درجہ کے گلیڈ اسٹون وضع کے تھیلے جنکا طول وعمق علی الترتیب ۲۲ انچ اور ۱۴ انچ تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا اور چونکہ دوسرے مسافرون نے بھی جن سے مجھے سابقہ پڑا انہین تھیلون کے ساتھ سفر کرنا پسند کیا ہے اس لئے مین بلا تامل کر سکتا ہون کہ یہ تھیلے سب مین عمدہ ہین۔ ایران مین پہونچکر تم ہر ایک ایرانی قصبہ کے بازار مین دیسی زین کے خریطون کا ایک جوڑا جنہین یہان خرجینین کہتے ہین خرید سکتے ہو یا ایک دن مین فرمایش سے تیار کرا سکتے ہو۔ یہ خرجینین دری اور چمڑے کو ملا کر بنائی جاتی ہین۔ اپنے گلیڈ اسٹونی تھیلون کو ہر ایک خرجین مین ڈال لو اور اسے اپنے بارگیر کے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دو۔ دونون طرف کا وزن برابر ہوگا اور تمہین پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ چونکہ بارگیر زین کا استعمال نہین کرتا بلکہ جو سامان اوسکے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دیا جاتا ہے اوسپر ٹانگین پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے اسلئے وہ اسکے علاوہ کمل کوٹ اور بستر جسقدر چاہو لیجا سکتا ہے۔ تمہارا ایرانی ملازم جسے ضرور ہے کہ تم پہلے سے نوکر رکھ لو (کیونکہ بغیر ایسے نوکر کے سفر کرنا واخل

حماقت ہے) اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر خرجینون کا ایک دوسرا جوڑا ڈال لیگا جسمین چھوٹے چھوٹے تھیلے یا چیزین کھانا پکانے کے برتن اور خود اوسکا اپنا سامان بھرا جاسکتا ہے۔ بالآخر تم خود اپنے گھوڑے کی قبورون اور خرجینون مین سفر کی فوری ضروریات یعنی شراب کا قرابہ روپیہ۔ طپنچہ۔ لوازم زینت اور کتابین وغیرہ ڈال سکتے ہو۔ گلیڈ اسٹون تھیلون کے علاوہ مینے اپنے ہمراہ بہورسے کرمچ کے دو منیو دالے تھیلے لے لیئے تھے جو نہایت مفید ثابت ہوے۔ ان مین اگر کچھ بھرنا ہو تو بہت سی چیزین آسکتی ہین۔ حالانکہ اگر ضرورت نہ ہو تو لپیٹنے سے یہ تھوڑی سی جگہ مین آسکتے ہین جو کچھ مین نے بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہو گا کہ جسقدر گھوڑے کا بوجھ ہلکا ہو گا اوسیقدر جلد تم منزل طے کرسکو گے۔

سازویراق

سازویراق کے متعلق یہ مجھے یہ کہنا ہے کہ ایرانی زین جو تنگ اور اونچے کنارون کا ہوتا ہے انگریزی زینون سے اسدرجہ مختلف ہے کہ اگر ایک انگریز اوسپر سوار ہو گا تو اوسی تکلیف اُٹھانی پڑیگی اوسے چاہیئے کہ ایک انگریزی کشادہ فوجی زین معہ قبورون اور خرجیون کے اپنے ساتھ لائے اور بہت سے قلابے باکڑے بھی جنکے ساتھ تسمے لگے ہوئے ہون اپنے ہمراہ رکھے کیونکہ ان کی راستہ مین بہت ضرورت پڑے گی۔ مین نے اپنے زین کے ایک قبورمین شراب کا ایک شیشہ جسمین ایک کوارٹ[لہ] سے زیادہ شراب تھی او جو کئی

[لہ] اندازاً اسیر بھر۔ مترجم

سومیل کے سفر کی ضرورتون کے لئے کافی تھی رکھہ لیا تھا۔ بعض دفعہ مسافر اسقدر خستہ و ماندہ ہوجاتا ہے کہ کسی معین حرارت غریزی کا ساتھہ نہ ہونا گویا اپنے منہ سے آپ موت کا بلانا ہے۔ اور مجھے اوس بیچارے مسافر پر ترس آتا ہے جو ایران مین چاپار کا سخت سفر اختیار کر کے چانوشی پر اکتفا کرے۔ مین اپنے ساتھہ ایک انگریزی دہانہ اور دوباگ کی لگام لایا تھا اور انہین کو مین نے برابر استعمال کیا۔ لیکن انگریزی دہانہ کا استعمال علاوہ اوس صورت کے جب کہ گھوڑے کی حالت پر رحم کیا جائے اور کسی صورت مین جائز نہین۔ ایرانی قزئی اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور ایرانی گھوڑے اس کے قابو مین نہین آتے۔ اگر گھوڑا بڈہا اور سست ہوا۔ تو وہ اس قزئی کو مان جائے گا لیکن اگر جاندار اور الیل کرنیوالا ہوا تو سوار کو لیکر بھاگ جائیگا۔ بہرحال دیسی قزئی کا استعمال عام طور پر بہتر ہے خواہ ایسا کرنا ظلم مین ہی داخل کیون نہ ہو[۱]۔ زین کے ساتھہ ایک نمدہ کا عرق گیر بھی لے لینا چاہیئے کیونکہ چاپار کے اکثر گھوڑون کی پیٹھہ زخمی ہوتی ہے۔ اور اگر

[۱] سر ٹامس ہربرٹ کو جب ذیل رائے ظاہر کئے ہوئے دوسو ستر سال کا زمانہ گذرتا ہے۔ ایرانی لوگ اپنے گھوڑون کی شوخی اور دم خم کو تیز قزئیون سے جنمین ایک آہنی حلقہ لگا ہوتا ہے کم کرتے ہین یہ اس مین شک نہین کہ اب بہی اسی قسم کی قزئی کا رواج ہے اسکی شکل انگریزی حرف H کے مانند ہوتی ہے بیچ کی سلاخ کے وسط مین سے ایک تیز سیخ اوپر کو نکلی ہوتی ہے۔ اس سیخ مین ایک قلابہ لگا ہوتا ہے جو نیچے کے جبڑے کی طرف گذر کر نہایت زبردست دہانہ کی زنجیر کا کام دیتا ہے۔ اگر گھوڑا منہ کا ذرا بہی نرم ہو تو خفیف سے اشارے سے بہی وہ بیتاب ہو جائے گا۔ حالانکہ لگام کو زور سے کھینچتے وقت جیسا کہ ایرانیون کا اپنی شہسواری دکہانے کے لئے اکثر دستور ہے۔ بیچارے جانور کو سخت تکلیف ہوتی ہوگی۔

کوئی اور خیال نہ بھی ہوتا ہم انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ اس احتیاط کو مدنظر رکھا جائے مین اپنی رکابون کے گرد فلالین لپیٹ لیا کرتا تھا۔ کیونکہ شب مین اور علی الصباح سخت سردی پڑنے کے باعث لوہا یخ ہوجاتا ہے اور اس ترکیب سے پاؤن ٹھنڈ سے محفوظ رہتے ہین۔

لباس

سواری کے لئے مین ایک مضبوط نیکر باکر کے استعمال کا مشورہ دونگا جو گھٹنے پر سے تنگ نہ ہونی چاہیئے کیونکہ اگر تنگ ہوگی تو کھنچنے سے جلد پھٹ جائے گی۔ مین نے ڈاکٹر ولس کے مشورہ پر کاربند ہوکر طفلس سے روسی لمبے بوٹون کے دو ڈھیلے جوڑے مول لئے۔ ان بوٹون کو آسانی سے پہن اور اتار سکتے ہین اور یہ نہایت لچکدار ہوتے ہین اسکے علاوہ ڈھیلے ہونے کے باعث ان مین پاؤن گرم رہتے ہین۔

ہندوستان کے انگریزی افیسر بالعموم سواری کے وقت چھوٹے بوٹ اور پٹی[1] کا استعمال کرتے ہین اور بعض مسافرونکو نیکر باکر کے بجائے پتلون پہن کر سواری کرنا زیادہ پسند ہے شکاری بوٹ کی ایک جوڑی جسکے تلے مین میخین لگی ہون سنگلاخ کوتلون اور درون مین پھرنے کے لئے مسافر کے واسطے ازبس ضروری ہین اگر ہلکے جوتے ہونگے تو جلد اونکے تلون مین سوراخ ہوجائے گا۔ گولوش[2] (کفش پوش) بھی ہمراہ لے لینے چاہئین تاکہ مرا

---

[1] پٹی غالبًا ایک ایرانی الاصل لفظ ہے اور پاتا‌وا کا مخفف ہے جسے مازندران کے باشندے اپنی ٹانگون کے گرد لپیٹتے ہین۔ [2] گولوش ایک انگریزی لفظ ہے جس سے مراد ہے وہ جوتا جو ایک دوسرے جوتے کے اوپر اسے کیچڑ پانی سے محفوظ رکھنے کے لئے پہنا جائے۔ ہمارے ملک مین چونکہ اس کا رواج نہین اس لئے اسکے واسطے کوئی لفظ بھی نہین ہے مینے اس کا ترجمہ کفش پوش کیا ہے گو اس لفظ سے کان آشنا نہین لیکن نئے خیالات

وعائد سے ملنے جاؤ تو انہیں پہن لو۔ کیونکہ ان لوگون کو اپنی قالینون کی صفائی کا بڑا خیال ہوتا ہے اور وہ یہ پسند نہین کرتے کہ کوئی شخص گردآلود یا کیچڑ مین بھرے ہوے جوتی کا داغ اونکے فرش پر لگائے۔ اور پنڈلی اور گھٹنے تک کی اونی جرابین ضروریات سے ہین اور مہمیز کی ایک جوڑی کا ہونا بھی لازمی ہے۔ سواری کے وقت ہمیشہ فلالین کی قمیصین پہنی پڑ ہین گی گو کہ طہران کے نکتہ چین لوگون کے جلسون مین پہن کر جانے کے لیے سوتی قمیصون کے بغیر کام نہین چل سکتا۔ سواری مین مجھے نارفاک وضع کی اکہرے کالر اور بہت سی جیبون والی جیکٹ (مرزئی) کی وجہ سے بہت بڑا آرام ملا۔ سواری کے لئے میرے نزدیک اس سے بہتر لباس نہین ہوسکتا اور مین ایک دوست کے شکریہ سے کبھی عہدہ برانہ ہوسکونگا جسکے مشورہ پر عمل پیرا ہوکر مین نے کاتی ہوئی اون کی ایک کارڈیگین وضع کی واسکٹ (فتوی) اپنے ہمراہ لے لی گرمی کے وقت مین اسکو اُتار ڈالتا تہا اور سردی مین پہن لیتا تہا۔ اور سرد راتون مین تو مجھے اس سے وہ آرام ملا کہ بیان سے باہر ہے۔ اگر شاہی خاندان کے لوگون اور صوبہ دارون اور وزراء سے ملنا ہو تو ایک سیاہ فراک کوٹ (کھلے یا بند گلے کا گھٹنون تک کا کوٹ) بھی ضرور اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ جس شخص نے ایک کٹا ہوا کوٹ پہنا ہو ایرانی اوسکو نہایت غیر مقطع خیال کرتے ہین اور اگر اوس وسیع دامن والے لباس سے جسے شاہ کجکلاہ پہنتے ہین ایرانیون کے مذاق کا اندازہ لگایا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بدن کا پیچھے کا حصہ جسقدر زیادہ ملبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶۔ کو اپنی زبان مین لانے کے لئے کانون کو مجبوراً ایسی آوازون سے آشنا ہونا پڑے گا۔ مترجم

ہوگا اوسی لحاظ سے اونکے نزدیک پتلون کا رتبہ اور درجہ بڑھا ہوا ہوگا۔ بخلاف اس کے اونہین کے لباس کا چندان خیال نہین ہوتا۔ اور ملک مین شاہی ایک ایسا شخص ہی جس سے ملنے کے لئے ایک لمبی ہیٹ (انگریزی ٹوپی) پہننی واجبات سے ہے سواری کے مضبوط داستانے بھی سفر مین مطلوب ہونگے اور مجھے میگگریگر کے ساتھ اس امر مین اتفاق ہے کہ ایک دہری ترائی ہیٹ کا اثناے سفر مین استعمال کرنا چاہیئے۔ ہیلمیٹ (انگریزی خودنما ٹوپی) کی طرح یہ ٹوٹ نہین سکتی۔ دہوپ کی تیزی سے سر کو محفوظ رکھتی ہے۔ اور شہر مین داخل ہوتے وقت اگر تم اسکے بیرونی خول کو اوتار دو تو وہ نئی نکل آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم ابھی بانڈ اسٹریٹ (لندن کے ایک معزز محلہ کا نام) سے نکلے ہو لیکن مدید تجربہ کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اور کپڑون کے علاوہ ایک ڈریس سوٹ (کہانے کے کپڑون کا جوڑا) ضرور ہمراہ رکہنا چاہیئے۔ مجھے خواہ کل ہی لاسہ یا ٹمبکٹو کا سفر اختیار کرنا پڑے تاہم ڈریس سوٹ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خواہ مین حبشیون کے بادشاہ کی حضور مین باریاب ہون خواہ تبت کے لامہ کے دربار مین جاؤن ہر جگہ یہ ڈریس سوٹ میرے کام آئے گا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ مینے کسی سی یہ سنا تھا کہ جرنیل گارڈن جب قاہرہ سے خرطوم کو روانہ ہوا تو وہ ڈریس سوٹ پہنے تہا۔ اوپر کے لباس کے متعلق روزمرہ کے استعمال کے لئے مین ایک بالائی کوٹ۔ اگر برسات ہو تو ایک برساتی اور ایک نہایت گرم اوورکوٹ کے پاس رکھنے کا مشورہ دونگا۔ کیونکہ راتون کو بعض دفعہ غضب کی کڑکڑاتی سردی پڑتی ہے۔

بستر

ایرانی چاپار خانون مین پلنگ نہین ہوتے۔ مسافر کے پاس اگر اپنا سفری پلنگ نہ ہوگا تو اوسے فرش خاک پر سونا پڑے گا۔ سب سے بہتر طریقہ اس کی تلافی کا یہ ہے کہ مسافر اپنے ہمراہ ایک بڑا کرمچ کا تھیلا لیتا جائے جو ساڑھے تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا ہو اور ایک طرف سے اس طرح پر کہلا ہو کہ جب چاہین اوسے بٹن لگا کر بند کرسکین۔ ایران کے ہر ایک گاؤن مین جو کی کٹی جسے وہان کاہ کہتے ہین مل سکتی ہے۔ تھیلے کو اگر اس سے بھر کر فرش پر بچھا دیا جائے تو ایسا نرم اور گدگدا بچھونا بن جاتا ہے کہ اس سے بہتر دنیا مین نہین ہوسکتا۔ ہر ایک ایرانی بازار مین رضائیان بکتی ہین۔ ایک رضائی کہین سے خرید لو اور کچھ نرم قسم کے کمل اور ایک تکیہ ولایت سے اپنے ہمراہ لیتے آؤ۔ ایک موم جامہ کی چادر بھی مفید ثابت ہوگی جسے دن کے وقت بستر کے گرد لپیٹ سکین اور رات کو اوسکے نیچے بچھا سکین۔ مین اپنے ساتھ سوتی چادرین بھی لایا تھا لیکن کسی چاپار خانہ مین اونہین ایک دفعہ بھی مین استعمال مین نہین لایا۔ سردی نہایت شدت کی پڑتی تہی اور مین اسقدر تھکا ہوتا تھا کہ پورے کپڑے بھی نہین اوتار سکتا تھا۔ غسل کرنے اور منہ ہاتھ دہونے کے لیے ربڑ کے تہ ہوجانے والے حمام اور ایک طشت کے ساتھ رکھنے سے نہایت آرام ملے گا۔ تولیے بھی ضرور ساتھ لے لینے چاہئین۔ غسل کے جو معنی ہم سمجھے ہوے ہین اون معنون مین ایرانی غسل نہین کرتے اور اس لیے اونکے غسل کے سامان ولوازم پر تکلف نہین ہوتے چونکہ چاپار خانون کے جن کمرون مین مسافر قیام کرتے ہین اونکے دو اور بعض دفعہ تین

دروازے ہوتے ہین جو باہر کی طرف کو کہلتے ہین اور یہ دروازے ہمیشہ بوسیدہ ہوتے ہین اور اکثر ٹوٹے ہوے ہی ہوتے ہین اس لئے ہلکے پردون کی ایک جوڑی اور کچھ کیلین اپنے ہمراہ رکہنی چاہئین تاکہ باہر کی سرد ہوا کے جہونکے جہان تک ممکن ہو اندر نہ آنے پائین۔

کھانا اور پکانا

مسافر کہ گھوڑے پر کڑی منزلین طے کرتا ہے اوسے غالبًا یہ بات معلوم ہوگی کہ اوسکی غذا بہت کم ہے اور اس بارہ مین اوسکی ضروریات آسانی سے پوری ہوجاتی ہین۔ سڑک کے کنارہ جو گانون واقع ہین اون مین اور ڈاک کی چوکیون سے روٹی اور انڈے ہمیشہ خریدے جاسکتے ہین اور بعض دفعہ ایک آدھ بڈہی مرغی بھی ملجاتی ہے۔ دودھ ہرجگہ دستیاب نہین ہوسکتا۔ کیونکہ گائین یہان زیادہ نہین پالی جاتین اور جب مینے دودھ کی جستجو کی تو مجھے اکثر ناکامی ہوئی۔ بکری کا دودھ یہان عام طور پر گائے کے دودھ سے زیادہ ہوتا ہے ایک ماہی توا ایک چار کی کیتلی اور ایک چاردانی ضرور اپنے ساتھ رکھنی چاہیئے۔ یہ تمام چیزین ایران کے ہرایک بازار مین مل سکتی ہین۔ تامچینی کی طشتریان گلاس۔ انڈے دان۔ چھریان۔ کانٹے اور ایک چھوٹا سا ایٹنا کے نشان کا لیمپ جس مین روح شراب جلتی ہے یورپ (باکو) سے ساتھ لانے چاہئین۔ ٹینون مین بند کئے ہوئے گوشت۔ شوربے اور بسکٹ آج کل طہران اصفہان اور شیراز کے یورپین یا ارمنی سوداگرون کی دکانون سے مل سکتے ہین لیکن احتیاط کا تقاضا یھی ہے کہ ان چیزونکو

اپنے ہمراہ لایا جائے۔ کراس اینڈ بلیکول کا ٹینون مین بند کیا ہوا شوربا نہایت خوش طعم ہوتا ہے اور آسانی سے تیار کئے جاسکنے کے علاوہ پوری غذا کا کام دیتا ہے۔ قرص یا سفوف کی شکل مین تیار کیا ہوا شوربا اپنی قسم کی اچھی چیز ہے اور تھوڑی سی جگہ مین بہت سا آجاتا ہے لیکن اوسکے پکانے اور تیار کرنے مین محنت اور وقت زیادہ صرف ہوتا ہی۔ سارڈین مچھلی محفوظ کیا ہوا گوشت۔ چاکولیٹ یا کوکا۔ لیبگ کی بیف ٹی (ماء اللحم) اور عمدہ چاء یا کافی مفید ثابت ہون گی۔ ان چیزون کو یوروپ سے خرید لینا چاہیئے۔ دانہ دار شکر ایران کے چھوٹے سے چھوٹے گاؤن مین خریدی جاسکتی ہے اثنائے سفر مین مین اپنا کہانا ہمیشہ قریبًا خود ہی پکاتا رہا۔ ایندہن سستا ہے اور آسانی سے خریدا جاسکتا ہی دو اینٹون سے بڑا اچھا چولھا بنجاتا ہے اور اگرچہ دہوئین کے نکلنے کے لئے دروازہ کے سوائے اور کوئی راستہ نہین ہوتا پھر بھی اس باورچیگری مین وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ جس شخص نے دن مین اسّی میل سفر کیا ہو وہی اس سے آشنا ہوسکتا ہے

ادویہ

ایک چھوٹا سا ادویات کا صندوقچہ اپنے ہمراہ رکھنا چاہیئے۔ اجنبی کو خاص طور پر جن بیماریونکے اندفاع کا انتظام کرنا ہوگا وہ بخار۔ اسہال اور پیچش ہین کلوروڈین اور کونین اس صندوقچہ کے اجزا کا جزو اعظم ہونگی

ہتیار اور گولی بارود

اگر سیاح کو شکار کا شوق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جس قسم کا شکار کرنا چاہتا ہے اوسی کے

لحاظ سے اپنے پاس بندوق اور کارتوس وغیرہ رکھہ سکے گا۔ لیکن اگر محض ملک کی سیر کیلئے وہ معروف شاہراہون پر سفر کر رہا ہو تو مین اوسکو بندوق اور کارتوس اپنے ساتھہ لیجانے کا مشورہ نہین دیتا کیونکہ وقت صرف ہوگا اور زحمت اٹھائے بغیر شکار آسانی سے دستیاب نہین ہو سکتا اور ان آلات کی وجہ سے اوسکے سامان کا بوجھہ بہت کچھہ بڑھ جائیگا دور از راہ مقامات مین شکار بافراط ملتا ہے اور شکاری کے پاس ہدایات کے ساتھہ اگر صید افگنی کا سامان کافی و وافی ہو تو اوسے بہت کچھہ مل سکتا ہے تہران کی نواح مین بہترین شکارگاہون پر شاہ کا قبضہ ہے لیکن مین بلا تامل کہہ سکتا ہون کہ اگر کوئی شخص شکار کا خواہان ہو اور شاہی شکارگاہ کے کسی محافظ سے دو دو چار ہو جائے تو ایک شلنگ کا انعام پا کر وہ بڑی خوشی سے اوسے شکار کے ہانکنے مین مدد دیگا۔ شمالی علاقہ مین شیر اور جنوبی اور جنوبی مغربی حصہ مین شیر ببر پائے جاتے ہین۔ اور جنگلی مرغ اور تیتر تو ہر جگہ ملتے ہین۔ اسکے علاوہ ہر سلسلہ کوہ مین انواع و اقسام کے ہرن اور چکارے اور جنگلی بھیڑین اور بکریان دستیاب ہو سکتی ہین۔ کوہستان البرز مین جنگلی ریچھہ اور جنوبی دریاؤن کے کنارون پر جنگلی سور دیکھنے مین آتے ہین۔ جو سیاح کہ عام طور پر شکار نہ کھیلنا چاہتا ہو اوسکے لئے قرین مصلحت ہوگا کہ ایک ریوالور (کئی ضربون کا طپنچہ) اپنے ساتھہ رکھے ڈاکو اور لٹیرے محض اس خیال سے کہ وہ مسلح ہے اوسکے نزدیک آتے ہوئے جھجکینگے مین نے اپنے پستول سے اس سے زیادہ قاتلانہ کام نہین لیا کہ یا تو بھاگتے ہوئے تیترون پر چھوڑا اور یا ایک دفعہ ایک لنگڑے گدھے کو جسے اوسکے مالک نے چھوڑ دیا

تھا اس مصیبت سے نجات دی۔

خفیف امور کے متعلق مشورہ

کئی چھوٹی چیزیں جو اثنائے سفر میں مفید ثابت ہون گی لیکن جنکے افادہ کی زیادہ بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں یہ ہین۔ مومی دیا سلائیان۔ تہ ہوجانے والے اوئی تھیلیون کے اگے (مومی تہیان ایران سے کے بازارون مین ہروقت ملسکتی ہین) کرم کش سفوف۔ موم روغن (تداخل و آفتاو آب وہوا کی وجہ سے جلد پھٹ جاتی ہے) حرارت آفتاب کے اثر سے بچنے کے لئے ایک آسمانی رنگ کی عینک۔ ہوا سے بھرے جانیوالے تکئے ایک دوربین اور سب مین آخر لیکن باعتبار افادہ کے سب مین افضل خطہ ایران کا بہترین نقشہ جو روپیہ خرچ کرنے سے مل سکتا ہو۔ اگر مین یہ کہون کہ اس آخری خواہش کے پورا کرنے کے لئے اس کتاب کی خریداری کی ضرورت لاحق ہوگی تو مجھے امید ہے کہ میرا یہ قول گستاخانہ متصور نہوگا۔

سفر کا موسم

سفر ایران کے لئے بہترین موسم کے انتخاب کے دو اختیاری پہلو ہوسکتے ہین یا تو موسم خزان کا آخری حصہ اور یا فصل بہار۔ موسم اول الذکر اکتوبر سے جنوری تک رہتا ہے اور ثانی الذکر مارچ سے شروع اور مئی مین ختم ہوتا ہے عام طور پر اواخر ماہ دسمبر مین طہران مین اور آذربائیجان مین اس سے بھی پہلے برف پڑنی شروع ہوجاتی ہے اور مرتفع درون کو بند کردیتی ہے اور مسافر کو اس کی وجہ سے سردی کی نہایت زحمت اٹھانی پڑتی ہے

مارچ مین برف پگھلنے لگتی ہے۔ موسم بہار کے سفر کا فائدہ یہ ہے کہ ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے جو مسافر کو کسی دوسرے موسم مین دکھائی نہین دیتا۔ وہ پرندون کو چہچہاتا ہوا سنتا ہے اور پھولون کو کھلتا ہوا دیکھتا ہے اور ایران کے قومی شاعری کے معمے کو انہین کی وساطت سے حل کرتا ہے اور اس موسم کے سفر مین سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دن لمبے ہوتے ہین جن سے لمبی منزلین آسانی سے طے ہوتی ہین مگر ان تمام دلفریبیون کے ساتھ یہ عذاب بھی لگا ہوا ہے کہ دوپہر کے وقت سخت گرمی ہوتی ہے اور رات کے وقت کھٹمل پسو اور مچھر ستاتے ہین۔ بخلاف اسکے خزان اور جاڑے مین آب و ہوا توانائی بخش اور دلکشا ہوتی ہے۔ مین نے ایک ہزار میل کا سفر گھوڑے پر طے کیا اور راستے مین مینھ کا ایک قطرہ بھی نہین گرا۔ اور جو ملک کہ غلاظت کی وجہ سے مشہور ہے اوس مین ایک پسو نے بھی مجھے نہین ستایا لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور تھی کہ نہ سبزہ کی دلفریبی تھی اور نہ منظر کی دلکشائی اور جون جون جاڑے پڑتے جاتے تھے دن گھٹتے جاتے تھے اور رات کے وقت شدت کی سردی پڑتی تھی۔ گرمیون مین دن کے وقت سفر کرنا ناممکن ہے۔ مسافر یا تو سوتے ہین اور یا آرام کرتے ہین اور سفر چاندکی چاندنی اور تارون کی چھاؤن مین رات کے وقت کیا جاتا ہے۔[1]

---

[1] یہ ایک امریکن سیاح ہی کا حصہ تھا کہ اوس نے اول تو ایران مین موسم گرما مین سفر اختیار کرنے کی غلطی کا مرتکب ہو کر راتون کو منزلین طے کین اور پھر دوسری غلطی یہ کی کہ جو کچھ اوسکے دیکھنے مین نہ آیا تھا اوسکے متعلق ایک کتاب لکھ ماری دیلنڈ ناپٹ مارچنران پرسیا (ایران کا سفر نیم شبی) مصنفہ ایچ بیلنٹائن۔

تیسرا باب

لندن سے عشق آباد تک کا سفر

مین آتا ہون مغرب سے مشرق کی جانب   سمند اپنا باد صبا کو بنا کر
دکھاتا ہون اون پتلیون کا تماشا   جو اس خاکدان مین ہوئین تار گستہ

(شکسپیر" ہنری رابع" حصہ دوم)

پیرس سے قسطنطنیہ تک کا سفر

مین اواخر ماہ ستمبر ۱۸۸۹ء مین پیرس سے "تی" اورئنٹ اکسپرس" ریل مین سوار ہوا جو سیدہی پہونچکر بلگریڈ۔ صوفیا اور ایڈریانوپل ہوتی ہوئی قسطنطنیہ آتی ہے۔ سرویا بلگیریا اور ٹرکی مین اسکی رفتار نہایت ہی دہیمی پڑگئی تھی لیکن پھر بھی مین قسطنطنیہ مین وقت پر پہونچا۔ اس مین کچھ شک نہین کہ یہ سفر جس مین اب پورے ساڑے اونہتر گھنٹے صرف ہوتے ہین اور جسکی تکلیف وہ تاخیر کا اسکے بعد ایک دفعہ اور مین تجربہ کرچکا ہون کم از کم سات آٹھ گھنٹہ کم مین طے کیا جاسکتا ہے لیکن ریلون کے سلسلہائے متعلقہ کے نظمائے سلطنت اس تجویز کا پیش کرنا کچھ لاحاصل سا معلوم ہوتا ہے۔ قسطنطنیہ مین پہونچنے اور وہان سے روانہ ہونے کی تکلیفین مشہور ہین اور بہت سے مسافرون کو اونکا خمیازہ کھینچنا پڑا ہے

لیکن کشتی سے اترتے وقت کا عذاب جو رشوت دے دلا کر کسیقدر کم ہوسکتا ہے ان جانگاہ مصائب کے مقابلہ مین کچھ بھی نہین جو چنگی کے معائنہ کے وقت پیش آتی ہین۔ استنبول کے جدید ریلوے اسٹیشن پر چنگی افسر چنگی کا معائنہ کرتے وقت مسافرون کے ساتھ ایسی کج خلقی سے پیش آتے ہین جو اونہین کا حصہ ہے۔ میرے پاس ایک پروانہ راہداری تھا اور ریلوے اسٹیشن پر سلطان کی جانب سے ایک خواص مجھے لینے بھی آیا لیکن اعتبار اور اعزاز کی ان علامات کے باوجود مجھے چنگی خانہ مین سوا گھنٹہ تک روکا گیا۔ میرے صندوقون مین جو اسباب تھا انتہا درجہ نہایت بے رحمی سے الٹ پلٹ کیا گیا۔ مین جس چیز کو احتیاط اور حفاظت کے ساتھ سینہ غذا بران کے لئے باندھا اور بند کیا تھا وہ نہین کھولکر ایک ایک کرکے دیکھا اور جانچا گیا اور ایک صندوقچہ جسمین چند علمی قلمی کتابین تھین جو مین ایران مین لوگون کو تحفہ دینے کے لئے لایا تھا اوسے کھلوا کر فخریہ طور پر اس امر کا اعلان کیا گیا کہ میری نیت اس مال کو خفیہ طور پر بے محصول اوڑا لیجانے کی تھی اور فوراً اوس پر محصول لگا دیا گیا۔ اگر چنگی کے محصول لینے کا یہی طریقہ یا یون کہئے کہ اس طریقہ کے نفاذ کا یہی ڈھنگ قایم رہا تو بجائے اسکے کہ مسافر اس راہ سے قسطنطنیہ آنا پسند کرین۔ وہ اور اولٹا اس سے احتراز کرین گے۔

پروفیسر (علامہ) ویمبری

یہ امر بڑی مسرت سے مجھے معلوم ہوا کہ جس ہوٹل مین مین مقیم ہون اوسی مین میرے دوست پروفیسر ویمبری بھی فروکش ہین۔ سلطان کے مدعو کرنے پر وہ ہنگری کی

ایک کمیشن کے صدر ہو کر آئے تھے تاکہ استنبول کے محلون کے تاریخی اور علمی خزانون کا سراغ لگائین۔ جو سفر کہ مین اختیار کرنے والا تھا اور جسکے بعض حصّون کو وہ تیس سال پہلے آج کل کے مقابلہ مین کم خوش آیند حالات مین طے کر چکے تھے اوسکے متعلق میری اون سے دیر تک نہایت دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اس عرصہ مین خود ایران مین تو کوئی معتدبہ انقلابات واقع نہین ہوئے لیکن ایران کی ہمسایہ سلطنتون کی حالت بہت کچھ بدل گئی ہے جو علاقہ کہ پہلے ترکمانون کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنا رہا تھا اور جہان تاتاری لوگ پہلے حکومت کرتے تھے وہان اب روسی تہذیب کا پہرہ ہے اور ان وجوہ سے جو دلچسپی کہ اس خطہ سے وابستہ ہے وہ بہت زیادہ محویت انگیز ہو گئی ہے۔

بحیرہ اسود کے ظرف دار آگبوٹ

چونکہ میرے لئے ایک تاریخ مقررہ کو باطوم پہونچنا ضروری تھا تاکہ مین اوس جہاز پر جو باکو سے چھوٹنے والا تھا سوار ہو سکون اور گولڈن ہارن سے کوئی مسافر کشتی وہان اس عرصہ مین جانے والی نہ تھی اس لئے مین نے ایک آگبوٹ مین جسپر انگریزی پھریرا اڑتا تھا اور جو نیوکیسل کی آرمسٹرانگ مچل اینڈ کمپنی کی ملکیت تھا باکو جانیکا انتظام کر لیا یہ آگبوٹ اون نئی قسم کی دخانی کشتیون مین سے ہے جو آجکل بہ تعداد کثیر بحیرہ اسود کی موج پیمائی کرتی ہین اور ٹینک اسٹیمر (ظرف دار آگبوٹ) کے نام سے مشہور ہین۔ انہین باطوم سے مٹی کا تیل بھر کر لانے کے لئے خاص ترکیب سے تیار کیا گیا ہے۔ اس قسم کے تیس آگبوٹون کا ایک بیڑا موجود ہے جن مین سے اکثر انگلستان مین تیار ہوئے ہین اور بیس سے زائد

انگریزی تاجرون کے قبضہ مین ہین - باطوم اور لندن - لیورپول - وینس - ٹریسٹ - ہیمبرگ - راٹرڈام - اینٹورپ اور براعظم یورپ کے دوسرے بندرگاہون کے درمیان یہ آگبوٹ چلتے رہتے ہین ہندوستان ہین اور جاپان کو جہان دفعتہ بہت سا مال جانے لگ گیا ہے تیل ظرف دار آگبوٹون مین نہین لے جاتے بلکہ ڈبون مین بند کرکے لیجاتے ہین جنہین اطراف واکناف ملک مین تقسیم کردیا جاتا ہے[1]- ظرف دار آگبوٹ علیحدہ علیحدہ آہنین ظروف کے ایک سلسلہ پر مشتمل ہے جن مین باطوم کے حوضون سے تیل براہ راست بذریعہ نل کے پہونچا دیا جاتا ہے اور باطوم مین باکو سے ظرف دار ریل گاڑیون مین بھر کر لایا جاتا ہے - ان آگبوٹون مین سے بعض تو پرانی مال بھر کر لیجانے کی کشتیان ہین جنہین موجودہ صورت مین بدل دیا گیا ہے - لیکن نئے آگبوٹون کی ترکیب اور ساخت مین دن بدن زیادہ اصلاحین ملحوظ رکھی جا رہی ہین - حال مین کچھ آگبوٹ ایسے بنے ہین کہ ۴۰۰۰ ٹن (۱۲۰۰۰۰ من) تیل اون مین بھرا جا سکتا ہے اور امید ہے کہ آگے چل کر اس سے بھی بڑے جہاز تیار ہو سکین گے - جس آگبوٹ "لکس" نامی مین مین سوار تھا وہ اوس وقت خالی تھا لیکن باطوم کو وہان سے نیا مال لانے کے

---

[1] اب ہندوستان مین بھی تیل اسیہ ظرف دار جہازون مین آنے لگا ہے اور ہندوستان کی بندرگاہون مین بڑے بڑے مٹی کے تیل کے حوض بنا دیے گئے ہین - جن مین تیل آگبوٹ مین سے بذریعہ نل کے پمپ کر کے بھر دیا جاتا ہے اور پھر وہان سے ریل کی ظرف دار گاڑیون مین جو خاص اسی مقصد کے لئے تیار کی گئی ہین بھر کر ملک کے مختلف مقامات تک پہنچایا جاتا ہے -

مترجم

لیتے جا رہا تھا۔ اس کے ظروف مین دو ہزار ٹن تیل سما سکتا ہے۔ یہ آگبوٹ اگرچہ مسافرون کی آمد و رفت کے لئے خاص طور پر نہین بنائے گئے ہین لیکن جس مسافر کو جلدی ہو اوسے ان مین سوار ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ یہ قریبًا تمام مسافر آگبوٹون کی طرح. اینبولی۔ سینوپ سمسون اور ترابزان کے ترکی بندرگاہون مین ٹھہرتے نہین ہین بلکہ سیدھے باطوم کو جاتی ہین۔ جہان ۱۵ ناٹ (جہازی میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے قسطنطنیہ سے تین دن سے بھی کم مین پہونچ سکتے ہین۔

باطوم کا شہر اور اوسکی آبادی

قریبًا ایک سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ مجھے باطوم مین ایک دفعہ پہلے بھی پانچ دن تک اون عظیم الشان طوفانون مین سے ایک کے باعث جنکے لیے بحیرہ[۱] اسود ہمیشہ سے

[۱] دو سو سال ہوتے ہین کہ مشہور سیاح سرجان چارڈن نے بحیرہ اسود کی جہازرانی کے خطرات کو اسطرح سے بیان کیا ہے۔ دوسرے سمندرون کے مقابلہ مین یہان طوفانون کے زیادہ شدید اور زیادہ خوفناک ہونے کا یہ باعث ہے کہ اسکا پانی ایک محدود تنگنا کے اندر مقید ہے اور نکلنے کا کہین رستہ نہین۔ آبنائے باسفورس بوجہ زیادہ سیدھی ہونے کی اسکا مخرج نہین ہوسکتی لہذا اسلئے جب طوفان کی وجہ سے پانی مین سخت تموج برپا ہوتا ہے اور ساحل سے گھرا ہوا ہونے کے باعث اوسے نکلنے کو کہین راستہ نہین ملتا تو موجین بلند ہوکر بسرعت وطاقت تمام جہاز کو تھپیڑے مارتی ہین اور ہر طرف سے آآکر اوسکے پہلوؤن پر ٹکراتی ہین۔" ٹریولس انٹو پرشیا" (سفر ایران) صفحہ ۱۵۶۔

مشہور چلا آیا ہے ٹھہرا رہنا پڑا ۔ بحیرہ اسود پر بائرن نے جو مشہور نظم لکھی ہے[1] وہ ہم سبکو یاد ہے لیکن اوسکے اقتباس کی یہان پر ضرورت نہین ۔ لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اس سمندر کی خوبصورت مگر غیر دلاویز شکل اسقدر جلد پھر دیکھنے کا موقع مجھے ملیگا ۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس ایک سال کے وقفہ مین روسیون نے اس شہر کی حالت کو سدہارنے اور اوسے مستحکم کرنے مین بے حد مستعدی سے کام لیا ہے گیارہ سال نہین ہوتے کہ عہدنامہ برلن

[1] ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم نے اس نظم کا اقتباس اس مقام پر اسوجہ سے درج نہین فرمایا کہ انگریزی دان لوگ بائرن کی مشہور نظم سے بخوبی واقف ہین لیکن چونکہ اردو دان ناظرین قدرتی طور پر اس نظم کے مشتاق ہونگے اس لئے مین امید کرتا ہون کہ میرا اس نظم کا ترجمہ یہان درج کرنا اونکے لئے باعث سرور و دلچسپی اور اس لحاظ سے حجم کتاب مین اضافہ کرنے کی خطا کیلئے میرا شفیع ہوگا :-

مترجم

بہے جا اے یم ثروت و عمیق و تیرہ و اخضر — تجھے بیڑون کی کیا پروا جہازون سے تجھے کیا ڈر
زمین کو گرچہ کرتا ہے تبہ اور پائمال انسان — تفوق اوسکا مٹ جاتا ہے ساحل پر مگر آکر
تری ہر موج طوفان خیز ہے منشور بربادی — حکومت ہے تو ہی تیری ہی ملک آب پر یکسر
نہین رہتے یہان آثار باقی اوسکی غارت کے — غنیمت بلکہ انسان خود یہان ہے اور تو غارتگر
اوسے تو غرق کر دیتا ہے مثل قطرہ بہنا ئے — حباب آدمی دستار موج آب ۔ کی چادر
نہ گور اسکو میسر ہے نہ حاصل ہے کفن اوسکو — نہ پرسان ہے کوئی اوس کا نہ کوئی نوحہ خوان اوسکا
تری راہون پر انسان کے قدم جم ہی نہین سکتے — نہین وہ چھین سکتا تیرے میدانون سے مال و زر
تو خشم آلودہ ہوکر اور جھنجھلا کر جو اٹھتا ہے — تو بس ہوتی ہے اوسکو بس تری موجون کی اک ٹکر
اوسے حاصل ہے جو طاقت زمین برباد کرنے کو — مچاتا ہے وہ جسکے زعم مین ہر روز شور و شر
تجھے نفرت ہے اس سے اور تو فرط حقارت سے — لگاتا ہے اوسے سیلاب ہیبتناک کی ٹھوکر

کی روسے روسیون کو باطوم مین اوّل قدم رکہنے کی جگہ ملی اور ساڑہے تین سال گذرتے ہین کہ انہون نے نقض عہد کرکے اوس مقام کا جو اوسوقت تک ایک عام بندرگاہ تہا۔

نہین رہتا مگر ادسکا باقی ہوکے سرگردان ۔۔۔ وہ جب کہاتا ہے تیرے پرخطر گرداب مین چکر
اوسے اس بیکسی مین اپنے یاد آتے ہین اپ معبود ۔۔۔ دعائین مانگتا ہے [illegible] ہوکر عاجز و مضطر
کسی ساحل پہ اوسکو پہینک دیتا ہی تو آخر کار ۔۔۔ پڑار لس زمین پرست اُٹھا اے ابن آدم سر
وہ بیڑے جو چلکتے اور گرجتے ہین دم پیکار ۔۔۔ لبان شعلۂ برق و مثال نالۂ تندر
ملاتے ہین جو شہر و قلعہ سنگین کو مٹی مین ۔۔۔ مٹا کے ہین جو نقش بارہ و برج و فصیل و در
ہراسان ملک ہین جن سے لرزتی جن سے ہین تومین ۔۔۔ پڑے ہیبت سے جن کی کانپتے ہین تاجور تہر تہر
ہنگ چوب انہین کہتی کہ جن کا صانع حائل ۔۔۔ عبث نازان ہی اوس شئی پر بناجسکی ہو پانی پہ
انہین کے بل پہ وہ یہ دعوی بیہودہ کرتا ہے ۔۔۔ کہ تو اوسکا ہے محکوم اور وہ تیرا حاکم و داور
کہلونے ہین یہ تیرے اور مچل کر بار رہا تو نے ۔۔۔ انہین توڑا ہے موج آسمان پیکر سے ٹکرا کر
کیا تو نے ہی سرنیچا غرور آرمیڈا کا ۔۔۔ گیا لٹ تیرے ہاتہون سے ہی سامان ٹریفلگر
ترے ایک ایک ساحل پر ہے اک اک سلطنت لیکن ۔۔۔ بجز تیرے ڈہلین تغییر کے سانچہ مین سب آخر
ہوئی کیا عظمت یونان ہوئی کیا شوکت بابل ۔۔۔ کہان ہے کارتہج کی شان کہان روما کا کروفر
زمانہ جب موافق تہا بنایا تیری لہرون نے ۔۔۔ تجارت کا انہین مرکز حکومت کا انہین مصدر
بہت سے غاصبون اور جابرون کو ان پہ تو لایا ۔۔۔ بنین وحشی کی یہ اور غیر کی حلقہ بگوش اکثر
تغیر اسقدر لایا زوال اور انحطاط ان کا ۔۔۔ اجڑ کر ہوگئے صحرا جہان آباد تہے کشور
نہین ممکن مگر اے بحر تجہہ مین انقلاب آنا ۔۔۔ نہ ہوگا حشر تک بہی ختم تیرا سلسلہ و دفتر
ترا حسن اس بلا کا ہے نہین قدرت زمانہ مین ۔۔۔ کہ ڈالے جہریان تیری جبین لاجوردی پر
نظر آیا تہا صبح کن فکان کو جس طرح لبریز ۔۔۔ اوسی انداز سے اب تک چہلکتا ہے ترا ساغر

الحاق کرلیا۔ باطوم اسوقت ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ صحیح شمار معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ روس مین شمار اعدادی کے صحیح طور پر حاصل ہونے کی توقع نہین کیجاسکتی لیکن باطوم کی آبادی تخمیناً تیس ہزار ہوگی جسمین سے غالباً ایک تہائی روسی ہین اور باقی مختلف قومون کے لوگ بستے ہین۔ مثلاً ترک۔ گرجستانی۔ سرکیشیائی۔ منگریلیائی۔ ایرانی۔ ارمنی۔ یونانی۔ لیونطنی۔ یہودی۔ انگریز۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ آسٹرین۔ غرضکہ یورپ کی ہر قوم وملت کے لوگ۔ مشرق الاقصیٰ مین کسی نئی امریکن نوآبادی کی عام طور پر جو ابتدائی اور اتفاقی صورت ہوا کرتی ہے وہی اس قصبہ کی بھی شکل ہے۔ عالیشان عمارتون کے پہلو مین جھونپڑیان دکھائی دیتی ہین اور وسیع بازار اور کوچے دلدلون اور مٹی کے ڈھیرون پر جاکر منتہی ہوتے ہین۔ اصول حفظان صحت کے اعتبار سے اس مقام کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور رہنے کے مکان نہایت ہی بودے ناپائدار اور ناقص ہین۔ گرمیون کے موسم مین

شبیہ خالق نہیچون وبے ہمتا ہمین تجھ مین	دم طوفان نظر آتی ہے اے آئینۂ انور
تموج تجھ مین پیدا یا تلاطم تجھ مین برپا ہو	سکون کا یا خموشی کا ہو تو پہنے ہوئے زیور
تو ڈانپے ہوئے ہے قطب شمالی وجنوبی کو	دیا کھینچے تو خط استوا پر نیل کا مسطر
ہر اک حالت مین تو بے انتہا ہے اور بے پایان	فراخی تیرا مسلک اور وسعت ہے تیرا مشعر
ازل تیرا شبستان ہے ابد ہے متکا تیرا	بقا تیری ردا ہے اور پہناے فضا بستر
تجھے کہیے خدا کے جود اور اکرام کی مسند	تجھے لکھیے خدا کی عظمت واجلال کا مظہر

لہ۔ مسٹر ماؤنسی ایران کو جاتے وقت ۱۸۹۵ء مین باطوم ٹھیرے تو اونہون نے اسکے متعلق یہ بیان کیا کہ "اسوقت باطوم کی یہ حالت ہے کہ سوائے چند میلی کچیلی جھونپڑیون کے اور یہان کچھ دیکھنے مین نہین آتا

یہان کے پچاس فیصدی باشندے بیماری کی وجہ سے ازکار رفتہ ہوجاتے ہین اور بہت کم ایسے ہونگے جو اون کی ابخرون کے متعدی اثر سے محفوظ رہین جنکا اس شہر کی نواح مولد و منفذ ہے اور جو ایک دو سال کی سکونت کے بعد جسم مین پیوست ہوکر قوائے جسمانی مین انحطاط پیدا کردیتے ہین۔

روزانہ زندگی

یہان متعدد ہوٹل فرانسیسیون کے موجود ہین اور ان سب مین اچھا "ہوٹل دی فرانس" ہے لیکن "نیز ہوٹل امپیریل" مین طبقہ اعلیٰ کے لوگ اور روسی افسر باہم ملکر کہانا کہانے اور اُس وقت کو جو کام کاج سے بچ رہتا ہے باطوم کے بےخودی پیدا کرنے والے حوالیات سے کنارہ کش ہوکر آپس مین بات چیت کرنے اور تفریح مین گزارنے کیلئے جمع ہوتے ہین معمولی سرکاری یا تجارتی کامون کے علاوہ یہان اور کوئی دلبستگی یا تفریح کا سامان نہین۔ گفتگو کا خاص موضوع آجاکر دکانداری رہ جاتا ہے اور مٹی کا تیل جو یہان خاص لین دین کی چیز ہے مشام تقریر کو رہ رہ کر اپنی خوشبو سے معطر کرتا ہے۔ اطراف وجوانب کا منظر اگرچہ بدرجہ غایت خوشنما ہے لیکن وہان اور کوئی ایسی شے نہین جسکی کشش اہل باطوم کو اپنی طرف کھینچ لائے۔ شکار بڑی محنت سے ملتا ہے اور اگر دور گئے تو اس مین خرچ بہت پڑتا ہے۔ سڑکین اسقدر موجود نہین کہ سواری کا لطف حاصل ہو سال کے اکثر حصہ مین دوپہر کے وقت گرمی شدت سے پڑتی ہے اور مینہ بالعموم برستا رہتا ہے۔ غرضکہ جو شے اتنے آدمیون کو اس ویران جگہ مین لائی ہے وہ طمع زر ہے۔ دولت یہان حیرت انگیز عجلت کے ساتھ

کمائی جاسکتی ہے اور کمائی گئی ہے اور کم باشندے یہان کے ایسے ہو
یہ مصمم قصد نہ ہو کہ روپیہ خوب سال جائے تو باطوم سے، ایسے بھاگین کہ پھر مڑکر
طرف دیکھین تک نہین۔

مٹی کے تیل کی تجارت

بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل پر باطوم ہی ایک ایسا بندرگاہ ہے
جاسکتا ہے اور گو روس نے فوجی ضرورتون کے تقاضے پر اس اعتبار سے
کر دیا لیکن جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون جس چیز نے کہ باطوم کو بنا دیا ہے وہ مٹی
جو اسکی روح ہے۔ خلیج کے کنارہ کنارہ اور اوس سطح اور بخارآلود قطع زمین پر ج
عظیم الشان شجر پوش پہاڑیون سے جدا کرتا ہے مٹی کے تیل سے بھرے۔۔۔
اور اون مختلف تجارتی کوٹھیون کے کارخانے نظر آتے ہین جو اس
مین مشغول ہین[1]۔ باکو اور باطوم کے درمیان ۵۰۰ سے اوپر ظرف دار ریل گاڑیا
ہین۔ سب سے بڑے کارخانے نوبل اور راس چائلڈ کے ہین جنمین سے اول الذکر
تجارتی بلند ہمتی کے اقتضا سے جسکے لئے اوسکا کارخانہ عرصہ سے مشہور ہے
کوہ سورم پر ریلوے لائن کے ساتھ طفلس کے قریب نل کا ایک سلسلہ
کی رعایتی اجازت حاصل کی ہے[2] چنانچہ اون کی ظرف دار گاڑیون مین جو باکو۔

[1] باطوم مین ۸۵ حوض ہین جن مین ۱۳۸۰۰۰ ٹن تیل سما سکتا ہے (۱ ٹن = ۲۸ من)
[2] کارخانہ نوبل کے نل کے سلسلہ کا طول میکیلوو سے کویرلی تک ۴۰ میل ہے اس نل کے
۶ انچ ہے اور اسکے ذریعہ سے روزانہ ۷۰۰ ٹن تیل آسکتا ہے۔

شدہ تیل بھرکر آتا ہے وہ نل کے ذریعہ سے طفلس تک آجاتا ہے اور یہان سے گاڑیون مین پھر بھرا جاکر باطوم پہونچتا ہے۔ اسطرح سے زیادہ مسافت طے نہین کرنی پڑتی۔ انجنون اور گاڑیون کے پرزے زیادہ فرسودہ نہین ہوتے اور جو غیر معمولی چڑہاؤ اور اوتار راستہ مین آتے ہین اون پر جو وقت صرف ہوتا وہ بچ جاتا ہے۔

روسی چنگی خانہ

بڈشا کے "کانٹینٹل ریلوے گائیڈ" (دستور العمل ریلوے برائے براعظم یوروپ) مین جو چند سطرین باطوم کے حالات کے متعلق لکھی ہین اون مین یہ درج ہے کہ "یہان چنگی کا محصول نہین لیا جاتا" جس شخص نے یہ فقرہ لکھا ہے اوسے حقیقت اوسوقت معلوم ہو جب وہ سمندر کی راہ سے باطوم کو جائے اور یہی وثوق آمیز فقرہ مہذب مگر ناشنوا روسی چنگی کے افسر کے سامنے دوہرائے جو اوسے خشکی پر اوترنے کی اجازت دینے کے قبل جہاز مین آکر اوسکی تلاشی لے لیتا ہے۔ افسر مزبور کی سختی کے کم کرنے کا اگر کوئی طریقہ ہے تو وہ یہ ہے کہ رخت سفر نیا ہونے کے بجائے کہنہ یا مستعمل ہو۔

تجارت اور بندرگاہ

باطوم سے بیرونی ممالک کو جسقدر مال تجارت جاتا ہے اوسکا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۸۸۹ء مین ۷۱۴ غیر ممالک کے جہازات یعنی وہ جو کہ روسی نہین تھے بندرگاہ مین داخل ہوئے۔ ان مین سے ۲۱۴ انگریزی جہاز تھے جنکی رجسٹری شدہ کیت ۳۰۸۰۲۱۳ ٹن مین سے ۲۶۸۷۸۱ ٹن تھی کل مقدار مٹی کے تیل کی جو ۱۸۸۹ء مین

باہر بھیجی گئی بمقابلہ ۵۰۳۲۶۴ ٹن قیمتی ۱۲ لاکھ [illegible] پاونڈ سال گزشتہ کے ۶۴۹۰۸۵
ٹن قیمتی ۳۰ لاکھ [illegible] پاونڈ تھی۔ ۱۸۸۹ء مین جسقدر مال ہندوستان چین اور جاپان کو گیا
جسکا مین اوپر ذکر کر چکا ہون اوسکی قیمت ۱۸۸۸ء کے مال برآمدشدہ کی قیمت کے مقابلہ مین
جو نسبتاً کچھ بھی نہین تھی بڑھکر [illegible] ۹ لاکھ [illegible] پاونڈ ہوگئی۔ اس میزان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا
ہے کہ انگلستان کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اگر ممکن ہو تو بلوچستان ہندوستان
اور برہما مین تیل بہم پہونچانے کے متعلق خود اپنے ذرایع کو ترقی دے ۔ ۔ روسیون
کی نگرانی مین باطوم کی بندرگاہ جس مین اب تک سوائے اسکے اور کوئی خوبی نہ تھی کہ ساحل
کے قریب پانی یہان نہایت گہرا تھا جلد جلد بہت کچھ ترقی کر رہی ہے۔ گزشتہ سال شمالی بند
کے اندر کی طرف کو ایک پشتہ تعمیر کیا گیا تہا اور اب اسکے انتہائی کنارہ پر ایک برجی قایم
کرکے اسے مستحکم کیا جائیگا۔ ساحل کے کنارہ کنارہ ستون بٹھائے جارہے تھے۔ یہان
اب ایک سنگین گہاٹ بنایا جائیگا اور سب سے آخر مین روشنی کے مینار سے جو جنوب کیطرف واقع
ہے ایک اور بند شروع کرکے اوس گہاٹ تک لیجانے کا قصد ہے جو شمال کی طرف
ہے۔ بندرگاہ کی ان کل تعمیرات پر تخمیناً پانچ لاکھ پاونڈ صرف ہون گے جو گورنمنٹ روس
ادا کریگی۔ حال مین (اکتوبر ۱۸۹۱ء مین) اخبارون مین یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ تجارتی بندرگاہ
پوٹی مین منتقل کی جانے والی ہے۔ جہان وسیع معیار پر گہاٹ تعمیر کئے جائین گے اور
باطوم مین بری اور بحری فوج اور سامان جنگ رہے گا۔ لیکن مجھے اسمین شبہ ہے۔

———۔۔۔———

روس کی فوجی تیاریان

اس مین کچھ شک نہین کہ باطوم مین جنگی ضروریات کی طرف بہت کچھ توجہ مبذول کی جارہی ہے اور اونکے متعلق اسقدر جانفشانی اور عزیمت سے کام لیا جارہا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ روس اپنی قاف کی سرحد کی اس بحری کلید کو نہایت اہم اور وقیع سمجھے ہوے ہے۔ پانچ بڑے بڑے قلعے جن مین سے بعض ابھی تکمیل کو نہین پہونچے ساحل کے استحکام کا ثبوت دیرہے ہین اور بیش سے زیادہ سنگین نال کی توپین اونپر چڑہی ہوئی ہین۔ بڑا توپخانہ جو شہر کے وسط مین واقع ہے اور جسکی کہ بندرگاہ فوری مد نظر ہے بارہ توپون پر مشتمل ہے جن مین سے ہر ایک کا وزن اٹھارہ سے لیکر بائیس ٹن تک کا بیان کیا جاتا ہے تمام اجنبیون حتیٰ کہ محکمہ دیوانی کے روسی عہدہ دارون تک کو اس کی حدود مین داخل ہونے کی سخت ممانعت ہے۔ جسدن کہ مین روانہ ہوا توکرپیچ کی چاندماریون پر جو سمندر مین لگادی گئی تہین نشانہ کی مشق ہورہی تھی۔ بندرگاہ کی پشت پر پہاڑون کا جو سلسلہ واقع ہے اونکے پہلوؤن یا چوٹیون پر چار اور توپخانے تعمیر کئے جارہے ہین جو زیادہ تر پھٹنے والے گولون کی توپون سے مسلح ہون گے۔ باطوم مین مستقل طور پر ہزار ہزار جوانون کی تین پلٹنین رہتی ہین جو ہر وقت حرکت مین لائی جاسکتی ہین۔ جب مین باطوم مین پہونچا تو چار پیدل فوج کی پلٹنین قرب وجوار مین ایک فوجی سڑک کی تیاری مین مصروف تھین۔ یہ سڑک ملک کے اندرونی حصہ کی جانب ایک گھاٹی کے اوپر سے گزرتی ہوئی جاتی ہے۔ اگر غنیم سمندر کی طرف سے حملہ کرے تو جاجب پہاڑیون کے باعث سڑک کا یہ حصہ اوسکے اثر سے محفوظ رہے گا۔ ان

تفاصیل سے واضح ہوگا کہ روس اپنے نئے حاصل کئے ہوئے علاقہ کے اہم ہونے
طرح پر جانتا ہے اور اگر کوئی جہازون کا بیڑا مخالفانہ نیت سے براہ باسفورس یہان
تو وہ روس کو باطوم مین اونگھتا ہوا نہین پائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۸ء
بزمانہ انعقاد برلن کانگریس بعض انگریزی مدبرون نے باطوم کے متعلق جو رائے
تھی اوسکی وقعت طفلانہ ژاژ خائی سے زیادہ نہ تھی۔

باطوم سے طفلس تک کی ریل

باطوم سے طفلس تک جو ریل کی سڑک گئی ہے اوسکے مناظر کی دلکش
جانفزائی بیان سے باہر ہے۔ باطوم کے جنوبی حصے سے شروع ہوکر قصبہ کے گرد
بناتی ہوئی شمال کی جانب ساحل کے کنارہ کنارہ پوٹی کے سمت مین تیس میل کا
طے کرنے کے بعد یہ سڑک وادی رائن مین داخل ہوتی ہے۔ یہ رائن وہی دریا
قدیم مین فیزس کہلاتا تھا اور جسکی موجون کو کبھی "آرگو" نامی مشہور جہاز نے جسکا افسا
ذکر ہے۔ قطع کیا تھا۔ اس پر فضا وادی مین نباتات کی شادابی کی وہی حالت
جارہ مین دیکھنے مین آتی ہے۔ جو ارنشیب کے تمام اقطاع مین پائی جاتی ہے اور یہ
لیکر پاؤن تک سبز اور گھنے درختون کی ایک چادر اوڑھے نظر آتی ہین۔ ہر ایک
یہ جہان ریلون کے موڑ موجود ہین۔ ظرف دار تیل سے لدی ہوئی گاڑیون کی لمبی
عظیم الجثہ آہنی پوش ٹڈیون کی طرح رینگتی ہوئی نظر آتی ہین اور کچھ دور جاکر نگا
ہوجاتی ہین۔ ہر ایک دیو ہیکل کیڑے کے پیٹ مین اسقدر دولت بھری ہوا

زرین پشمینہ[۱] کی دولت اوسکے سامنے ہیچ تھی زمانہ حال کے بہت سے "آرگو" اس کے
مقناطیسی اثر سے کھنچ کر فیرِش مین آتے ہین۔ اور اگر جیسن یہان کے عجائبات کو دیکھ پاتا

---

[۱] زرین پشمینہ کی حکایت منجملہ اون دلچسپ افسانون کے ہے جن سے عہد قدیم کے سفائن معمور ہین اسکی اصلیت غالبًا اس سے زیادہ نہین کہ چند یونانیون نے دولت کی تلاش مین جہاز کا سفر اختیار کیا اور اس سرزمین مین آکر وارد ہوئے جسکا ذکر لارڈ کرزن نے یہان کیا ہے لیکن زمانہ قدیم کے یونانیون مین جنکے معبودون کی تعداد ہندؤن کے دیوتاؤن سے بھی بڑھی ہوئی تھی اور جو اپنے ہر ایک کام اور ہر ایک بات کو اپنے معبودون کی فوق الفطرت مداخلت کے رنگ مین ڈوبا ہوا تصور کرکے اوسی لحاظ سے اسکو بیان کرتے تھے زرین پشمینہ کی روایت اپنی اوسی پراسرار ربانی رسالت کی شان لئے ہوئے ایک دلاویز معمے کی شکل مین مشہور تھی۔ چونکہ اوسکا ذکر کرنا ناظرین کی دلبستگی کا باعث ہوگا اس لئے اسکا مین اس مقام پر اقتباس کرتا ہون۔ اوس عظیم الشان جنگ سے کچھ عرصہ پہلے جسے ہومر مشہور یونانی شاعر نے اپنی یادگار زمانہ کتاب ایلیڈ مین جسے گویا یونانی کی مہابھارت کہنا چاہیئے بیان کیا ہے۔ کچھ یونانی بہادر اپنے جہاز "آرگو" نامی مین بہ سرکردگی جیسن ایک عجیب وغریب مہم پر روانہ ہوئے جیسن کو اوسکے چچا پیلیاس شاہ آیالکس نے اس مہم پر اس غرض سے مامور کیا تھا کہ وہ کالچس مین جاکر زرین پشمینہ کو فراہم کرے جسکا محافظ ایک اژدہا تھا جس طرح بن پڑے لے آئے۔ چنانچہ جیسن نے اپنے چچا کے ارشاد کی تعمیل مین فرکسس کے بیٹے آرگس نامی ایک کاریگر کو ایک پچاس چپون کے جہاز کی تیاری کا حکم دیا۔ جب جہاز تیار ہوچکا تو اوسنے پچاس یونانیون کو جو شجاعت اور بہادری مین یونان بھر مین اپنا مثل نہ رکھتے تھے اپنے ہمراہ لیا اور لنگر اٹھایا۔

یہ لوگ انواع واقسام کے خطرے برداشت کرتے اور تکلیفین جھیلتے آخرکار دریائے فیزس کے دہانہ پر جو کولچس مین ہے پہونچے۔ کولچس کے بادشاہ ایٹیز نے جیسن سے وعدہ کیا کہ مین تمکو زرین پشمینہ دونگا بشرطیکہ تم میرے دو بیلون کو جنکے نتھنون سے آگ کے شعلے نکلتے ہین اور جنکے کھر پیتل کے ہین ہل مین جوت دو اور جس اژدہے کے دانت کیڈمس (یونانی روایت کے مطابق فینیشیا کے بادشاہ اگینار کا بیٹا تھا۔ جب جوپیٹر مہادیوتا اوسکی بہن یوروپا کو اغوا کرکے لیگیا تو وہ اوسکی تلاش مین نکلا اور ڈلفی مین دیبی سے فال نکلوانے گیا۔ ڈلفی کی

تو ایسا مبہوت ہوجاتا کہ کالچیا کی شہزادی کے جادو کی یاد بھی اوسکے دل سے محو ہوجاتی- ریل کی سڑک جون جون ندی کے کنارے کنارے اوپر چڑہتی ہے- حتی کہ ندی کے منبع تک پہونچ جاتی ہے جو اوس قال مین ہے جو بحیرہ اخضر کے طاس کو بحیرہ اسود کے طاس سے جدا کرتا ہے تو نظارہ ایک زیادہ مہتم بالشان شکل اختیار کرتا ہے- پہاڑ آسمان سے باتین کرتے ہوے معلوم ہوتے ہین اور گاڑی آہستہ آہستہ عظیم الشان درون اور گہاٹیون

دیبی نے اوسے یہ مشورہ دیا کہ ایک گائے تمہارے راستہ مین آئے گی تم اوسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور جہان وہ ٹہر جائے وہان ایک شہر کی بنا ڈالو- چنانچہ اوسنے شہر تھیبیز آباد کیا) تھیبیز مین جو آیا تہا زمین مین بو دو- یہ بیل جادو کے تہے اور جو شخص اونکے قریب جاتا تہا اوسے وہ اپنی شعلہ بار سانس سے جلا ڈالتے تہے اور اژدہے کے دانتون کی یہ تاثیر تہی کہ جب اونہین زمین مین بو یا جاتا تہا تو تہوڑی دیر بعد زمین مین سے ایک ایک دانت کے بجائے ایک ایک مسلح جوان نمودار ہوجاتا تہا اور بولنے والے کو یہ ہتیار بند کہیتی ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتی تہی- لیکن بادشاہ کی بیٹی میڈیا نے جو جیسن پر عاشق ہوگئی تہی جادو کے زور سے اوسکو ان بلاؤن پر غالب کیا- اسی طرح کی اور جوان ہونی فرمائشین بادشاہ نے کین اونہین بہی جیسن نے میڈیا کی مدد سے پورا کیا- لیکن بادشاہ یہ نہ چاہتا تہا کہ زرین پشمینہ جیسن کو دے اسلیے جیسن نے اس عدیم المثال خزانہ کو قابو پاکر خود لے لیا اور رات کے وقت میڈیا کو اوسکے بہائی السرٹس سمیت اپنے ساتھ لیکر اپنے جہاز مین روانہ ہوگیا- ایٹیز نے اس کا تعاقب کیا- لیکن میڈیا نے اپنے بہائی کو مار ڈالا اور اسکی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے سمندر مین ڈالدئے- ادہر ایٹیز اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑون کے جمع کرنے مین مصروف ہوا اور ادہر میڈیا اپنے عاشق سمیت فرار ہوگئی-

مترجم

کو طے کرتی ہے۔ اسٹیشنون کے پلیٹ فارمون پر وحشی اور ناشایستہ گرجستانی لڑکون کا ایک جم غفیر جنپر کالوابنار الراشدین الجبال کا قول صادق آتا ہے انگورون کے خوشے اور اخروٹ ہاتھ مین لئے نظر آتا ہے تاکہ مسافرونکے ہاتھ بیچ کر کچھ پیسے کمالیجائے ۔شاندار ریشائیں آدمیون کی شکلین اسٹیشنون پر کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہین جو "چرکس" یعنی سرکیشیا کی کمر پر سے چنی ہوئی چست عبا کو پہنے بھیڑ کی مرغولہ دار اون والی کہال کی ٹوپی اوڑھے مختصر سے دمشقی ہتیار لگائے گاڑی کی آمد اور روانگی کے موقعہ پر فوجی باقاعدگی کے ساتھ آتے ہین اور نہایت متانت اور وقار کے ساتھ اس نظارہ کو دیکھتے رہتے ہین۔

تعمیر سرنگ سورم

باطوم سے طفلس تک جو ۲۲۰ میل کا فاصلہ ہے یا کم از کم پوٹی سے طفلس تک کئی سال سے ریل جاری ہے لیکن روسی کچھ عرصہ سے ریل کی سڑک کے اوس حصہ مین جو رائن اور یکیلیو کے اسٹیشنونکے مابین واقع ہے اور جہان کوہ سورم کی بلندی پر سطح سمندر سے تین ہزار فیٹ بلند ریل کو چڑہنا پڑہتا ہے ایک وسیع معیار پر ترمیم کر رہے ہین اس ترمیم کا مقصد نہ صرف پہاڑ کے بیچون بیچ ایک تین میل لمبی سرنگ کا لیجانا ہے بلکہ کئی میل تک ریل کی پٹریون کا از سر نو بچھانا اس مین نئے پلون کے بنانے کی ضرورت داعی ہوگی۔ اور کھدائی عمارت اور پشتہ بندی کا بہت بڑا کام کرنا پڑے گا۔ جب مین ایک سال قبل یہان سے گزرا تو بہت سے مزدور اس کام پر لگے ہوئے تھے۔ ایک سال کی عرصہ مین کام کا بڑا حصہ ختم ہوگیا ہے۔ اندازہ یہ لگایا گیا تھا کہ ۱۸۹۰ء کے موسم بہار مین

کل کام ختم ہو جائیگا لیکن کہین اکتوبر کے مہینے مین جاکر سرنگ کا افتتاح روسی طریقہ کے مطابق مذہبی رسوم کے ساتھ ہوا اور پھر بھی کل کام ختم نہین ہوا۔ گورنمنٹ روس اس علاقہ مین پانی کی طرح روپیہ صرف کر رہی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ روس نہ صرف اسی امر کو ضروری خیال کرتا ہے کہ قاف مین ریل کا سلسلہ پوری طرح پر قایم ہو جائے بلکہ اوسنے اس امر کے اہم ہونے کو بھی محسوس کیا ہے کہ سلسلہ مسطورہ سریع السیر اور سہل المرور ہو۔[۱] مین نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کام وسیع پیمانہ پر عمدہ طرح سے کیا جا رہا ہے اور نہایت پختہ اور سنگین ہے سورم کی سرنگ یوروپ کی تمام دوسری سرنگون سے باعتبار اپنے دہانہ کے بڑی ہے۔ سینٹ گاتھرڈ کی سرنگ کا دہانہ صرف ساٹھ مربع میٹر ہے۔ حالانکہ سرنگ سورم کا منہ ۹۰ مربع میٹر ہے۔ باطوم سے باکو تک ریل کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ درجہ اول کے ایک ٹکٹ کی قیمت ۴۷ روبل ۵۶۰ میل کے فاصلہ کے لئے دینی پڑتی ہے۔ گویا ایک میل کا کرایہ دو پنس سے بھی زیادہ ہوا لیکن غالبًا اس کرایہ کی زیادتی کی وجہ اوس خرچ کی زیادتی ہے۔ جو اس سڑک پر ہوا۔ باطوم اور باکو کے درمیان انجنون مین کوئلے کے بجائے روغن نفت جلتا ہے۔ جسے یہان استاتکی کہتے ہین اور جو باریک پھوار کی مین بھٹی کے اندر ڈالا جاتا ہے اور اسی کی طاقت سے انجن چلتے ہین۔ سورم کے پہاڑ کی چڑھائی پر ایک انجن گاڑی کے آگے لگتا ہے اور ایک اوسے پیچھے سے دھکیلتا جاتا ہے

[۱] اسکے بعد (نومبر ۱۸۹۰ء) مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ روس نے ایک نوجی ریلوے کی قیام کی اجازت دی ہے جو کارس کے قلعہ کو باطوم سڑک سے ملائے گی۔

باکو پہونچنے مین جتنا وقت پہلے صرف ہوتا تھا اوس سے اب تین گھنٹہ زیادہ دیر لگتی ہے۔ اس دیر کی وجہ دریافت کرنے پر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلے تو ریل کی مالک ایک کمپنی تہی مگر اب سلطنت نے اوسے خرید لیا ہے۔ جن لوگونکو گورنمنٹ روس کی کارروائی کے طریقہ معلوم ہین اونکے لئے یہ توجیہ کافی ہے۔

طفلس

طفلس کے حالات سے سیاح ایسی اچھی طرحپر واقف ہین کہ یہان اونکے ذکر کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ اسکا عامیانہ حسن جس مین پھر بھی شاید ایک طرحکا نرالاپن پایا جاتا ہی اور جو مشرقیت کی اداؤن سے ہرسال معرا ہوتا جاتا ہے غالبًا اونہین لوگون کو فریفتہ کریگا جنہون نے مشرق کی سیر پہلے کبہی نہین کی۔ جب مین یہان پہونچا تو زراعت اور صنعت وحرفت کی ایک نمایش کا شہر مین چرچا ہو رہا تھا۔ یہ پہلی ہی نمایش تہی جو علاقہ قاف مین منعقد ہوئی اور شہر کے باہر ایک کہلے میدان مین چوبی شامیانون کے تلے اس کا سامان آراستہ کیا گیا تھا۔ کاشتکاری۔ باغبانی۔ انگورون کی زراعت۔ پالی ہوئی مچھلیون۔ اور نگہداشت کئے ہوئے جنگلی درختون کی پیداوار اور قاف کی پارچہ بافی اور کارہائے صنعت وحرفت کے نمونے اور نیز وسط ایشیا اور ماوراء النہر کی چیزین یہان جمع تہین۔ پارچہ بافی یا دہات کے کام کے متعلق مقامی ساخت کی اشیا مختلف الاقسام اور خوش وضع تہین لیکن عام حیثیت نمایش کی انگلستان کے کسی قصبہ کی نمایش سے بڑہکر نہ تہی اور جو لوگ یہان آتے تہے اونکا مقصد اسقدر چیزون کا خریدنا نہونا تہا جتنا کہ باجہ سننے اور ناؤ نوش مین مصروف ہونیکا

لاندرے کا ہوٹل

لاندرے کا ہوٹل واقع طفلس مختلف الاوضاع اور مختلف الاقوام لوگون کا مشرق مین شاید سب سے زیادہ حیرت انگیز مرجع ہے یوروپ اور ایشیا کی حد فاصل اور اوس شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث جو مشرق کی دور و دراز سرزمین کی طرف جاتی ہے ان دلفریب اقطاع کا تقریبًا ہر ایک مسافر آتے اور جاتے وقت اسکی مہمان نواز چاردیواری کے اندر تھوڑی دیر کے لئے فروکش ہوتا ہے ۔ مشرق کا سیاح اس نامعلوم سرزمین مین داخل ہونے سے پہلے یہان آخری مرتبہ تہذیب و تمدن کا منھ دیکھتا ہے اور سفر سے پلٹ کر غالبًا کئی مہینون کے بعد پہلی مرتبہ سفید چادر والے بستر کا لطف اڑاتا ہے اور اپنی تکالیف و آلام کو شمپین کے ایک مفرح ساغر کے پینے سے بھول جاتا ہے ۔ مثلًا جب مین یہان وارد ہوا تو ایک نوجوان فرانسیسی امیرزادہ جو سرحد منگولیا کے کوہستان تیان شان سے شکار کھیل کر واپس آیا تھا ۔ ایران کے انگلو یورپین محکمہ تار کا ایک اعلی عہدہ دار ماوراءالنہر کے محکمہ ریلوے کا ایک آئرلینڈ کا رہنے والا انجینیر پولینڈ کا وہ ٹھیکہ دار جس نے دریاے جیحون پر مشہور چوبی پل باندہا تھا ۔ دو انگریز جو تاتار کے برفستان سے سیر و شکار سے ابھی لوٹ کر آئے تھے کچھ روسی ۔ کئی ایک ارمنی اور بہت سے مختلف الاقوام اور مختلف الالسنہ لوگ جو بقیہ تمدن کے ہمیشہ حاشیہ طراز پائے جاتے ہین یہان موجود تھے ۔ ذی مرتبہ سیاحون کے ہمراہ جن لوگون نے بطور ترجمان یا بدرقہ کے سفر کیا ہے وہ ہوٹل کے دروازون پر اون فرسودہ سفر چٹھیون کو پیش کرتے ہوئے پائے جاتے ہین جو اونکو بطور

صداقت ناموں کے سیاحان سطور سے ملی تہین - انگلستان مین بیٹھے ہوئے اس کتاب کے لکہتے وقت مجھے تامل اور وثوق کی وہ کیفیتین خوب یاد پڑ رہی ہین جنہین اپنے دل مین پہلو بہ پہلو جگہ دیے ہوئے مین ایک سے زیادہ مرتبہ ہوٹل دی لاندرسے سے روانہ ہوا۔ اور اوس اطمینان و فارغ البالی کی یاد بھی میرے دل مین تازہ ہے جو مجھے اوس وقت میسر ہوئی جبکہ مینے

طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری — للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

کہکر کچھہ عرصہ کے بعد اسکی دہلیز کے اندر قدم رکھا۔

طفلس سے روانگی

دو دن کے قیام کے بعد مین طفلس سے روانہ ہوا۔ ریل کے اسٹیشن پر کسی عیار طفلسی نے ایک کیسہ جس مین مینے دس پاونڈ کے روبل بھنواکر ڈال لئے تھے اڑالی لیکن اس لحاظ سے کہ ریل کی روانگی کا وقت آدہی رات کا تہا اور مسافر کو اچلون اور اٹھائی گیرون کے ایک ہجوم مین دو گھنٹہ تک انتظار کئے بغیر روانہ ہونے کا موقعہ نہین ملتا مجھے حق روانگی کی قیمت کچھہ زیادہ نہین اداکرنی پڑی - دس پاونڈ کہوکر مین سمجہا کہ چلو سستا پیچھا چھوٹا اور بغیر کسی قسم کی کاوش کے مینے مغرب کی دلبستگیون سے منہ موڑا۔

باکو

طفلس سے جس دن مین روانہ ہوا اوسکی شام کو باکو پہونچا کون ہے جو اس شہر کے مناظر کو ایک دفعہ دیکھکر بہولا ہو۔ اسکے دودکش اور حوض اور مٹی کے تیل کے صفا کرنے

کے کارخانے - اسکی نہریں کی مکین جو اسٹیشن سے اطراف میں دور تک پھیلی اور تیل بھرنے
کی گاڑیوں سے ڈھکی ہوئی ہیں - اسکی داغ آلودہ گلیاں جن پر گویا مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ ہورہا ہے
اسکے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے مینار ہوا سے کھنکتے اور کھڑکھڑاتی ہوئی ٹرام گاڑیاں -
اسکی دوکانیں [illegible] ضروریات کی چیزوں سے بھری ہوئی ہیں - اسکے ایرانی کارخانے - اسکے طرز جدید کے
ایک [illegible] کا [illegible] - اسکے [illegible] اسکی سیاہ رنگت بندرگاہ
[illegible] شخص کے دل پر
اوسکی یاد [illegible] اور
پہلے سے زیادہ [illegible] جو ہوتی کہ
اس میں ہوئی ہے وہ دولت گذشتہ پندرہ سال کے اثنا میں ہوئی ہے اور مٹی کے تیل
کی تجارت سے ہی اوسے منسوب کیا جا سکتا ہے - جب میں نے دریافت کیا کہ یہ اندازہ
کس حساب پر مبنی ہے تو مجھے جواب ملا کہ یہ محض قیاسی اور تخمینی مردم شماری سے ہے روس
میں صحیح یا سرکاری شمار اعدادی کا کیا ذکر ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ روس میں ایک صاحب
نے مجھ سے کہا کہ گورنمنٹ روس کی [illegible] اگر کوئی صحیح [illegible] نقشہ شمار اعدادی
کبھی شائع ہوا ہے تو وہ اس امر کے متعلق تھا کہ ووڈکا[1] کا استعمال روس میں کسقدر ہوتا ہے اور
افراد قوم کی حیات و ممات پر اوس سے کیا اثر پڑتا ہے پھر اونہوں نے بیان کیا کہ اس
نقشہ میں آبادی تین جماعتوں پر منقسم تھی یعنی اعتدال سے پینے والے حد سے زیادہ پینے

[1] ایک قسم کی شراب جو روس میں تیار ہوتی ہے
مترجم

والے اور بالکل اجتناب کرنے والے اور از روئے اعداد یہ بات ثابت کیگئی تھی کہ جماعت اول الذکر کے افراد کو طویل العمر ہونے کے لحاظ سے دوسرون پر تفوق حاصل تھا۔ چنانچہ اس نتیجہ کے معلوم کرنے سے مینوشون کو تو جو خوشی اور اطمینان حاصل ہوا وہ ظاہر ہے لیکن محکمہ آبکاری نے بھی کچھکم مسرت کے ساتھ اس نتیجہ کو نہین سُنا۔ یہ روایت اگر صحیح نہین تو اتنا تو ضرور ہے کہ گھڑی خوب گئی ہے۔

بحیرہ اخضر کا عبور

کو سے اذن اداتک ہمنے بحیرۂ اخضر کو اُس انگلستانی بخری جہاز "بار بائینز کی لڑ" تائی پر عبور کیا جسمین ہمنے گذشتہ سال اسی حصہ سمندر کو طے کیا تھا اگرچہ اب جہاز پرانا ہو گیا ہے تاہم پی اینڈ او کمپنی کے بہترین جہازون مین سے ہے۔ کل تعداد اون جہازون کی جو بحیرہ اخضر کی مختلف بندرگاہون کے درمیان چلتے ہین پندرہ ہے اور ڈاک اور فوج کے لیجانے اور جنگ کی حالت مین باربرداری کے کام آنے کے معاوضہ مین سلطنت کیطرف سے کمپنی مسطور کو ان جہازون کے لئے ایک بڑی رقم ہر سال ملتی ہے۔ ان مین سے ایک جہاز باکو سے ہفتہ مین دو دفعہ یعنی چہار شنبہ اور جمعہ کے دن ۵ بجے شام کے اذن ادا کو روانہ ہوتا ہے۔ ہمارا سفر بخیر و خوبی طے ہوا کیونکہ ایک دس دن کے مسلسل طوفان نے بحیرہ اخضر کی برہمی و آشفتگی کو کچھ عرصہ کے لئے فرو کر دیا تھا۔ اور اوس پیچ و خم کہانی ہوئی آبنائے مین سے ہوتے ہوئے جو زرد رنگت کے ریتیلے ٹیلون مین کاٹ کر بنائی گئی ہے دوسرے دن سہ پہر کے ڈھائی بجے اذن ادا پہونچے۔

جرنیل اینیکاف

اس زمانہ مین جرنیل اینیکاف اذن اوا مین مقیم تھے - وہ میرے ساتھہ اپنی مسترہ مہمان نوازی سے پیش آئے اور اون مفید نتائج کا ذوق و شوق سے ذکر کرنے لگے جو اونکی مجوزہ ریل سے حال مین مترتب ہورہے تھے اور آیندہ چلکر پیدا ہونگے - اور اپنے ان مشہور و معروف خیالات کی تشریح کرنے لگے کہ اگر روس سے لیکر ہندوستان تک ریل کا سلسلہ قایم ہوجائے تو کیا ہی اچھا ہو اور اگر انگلستان فرانس اور روس کے درمیان ایک اتحاد ثلثہ قرار پاجائے تو کیا ہی عمدہ بات ہو - اسکے بعد اونہون نے ایک جلسہ مین میرا جام صحت نوش کیا کیونکہ گو اونکے وثوق آمیز خیالات مین مین اون کا ہمداستان نہین تھا پھربھی مینے سابق کے ایک موقعہ پر ماوراءالنہر کی ریل کے فوایدکو تسلیم کیا تھا اور اوسکے قایم کرنیوالون کو توقیر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا - مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اذن اوا باعتبار وسعت و آبادی کے گذشتہ سال مین کسی قدر ترقی کر گیا ہے[1] - اور بندرگاہ اور ساحل پر دور دور تک روئی کے بورے جہازون پر لدنے کیلئے اس کثرت سے پڑے ہوئے تھے کہ تل رکھنے کو جگہ نظر نہ آتی تھی - جرنیل اینیکاف نے مجھہ سے بیان کیا کہ سمرقند سے تاشقند تک ریل کو توسیع دینے کی منظوری گورنمنٹ صادر کر چکی ہے اور امید ہے کہ آیندہ موسم گرما مین مین اس کام کو شروع کردون[2] - اور عنقریب اسے آمسک سے لیکر

[1] ماہ اکتوبر ۱۸۸۵ء مین یہان کی آبادی ۱۶۵۰ تھی -

[2] بااین ہمہ اس کتاب کے طبع مین بھیجے جانے کے وقت یعنی ۱۸۹۱ء کے موسم سرما تک یہ کام شروع نہین کیا گیا -

تاسک تک کے اوس مجوزہ ریل کے سلسلہ سے ملادون جو سائبیریا مین سے ہوتا ہوا ولاڈی وسٹاک کو جائیگا۔ جرنیل موصوف نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ ایک وقت وہ بھی آنیوالا ہے جبکہ وہ مرد پنجدہ اور ہرات کی راہ سے قندہار تک ریل کا ایک سلسلہ قایم کرکے مشرق اور مغرب کو باہم دوستانہ تعلقات سے مربوط کردین گے۔

دیسی مسافر

ذن ادا مین دیسی مسافرون کی تعداد جو ٹکٹ گھر کی ایک ہی چھوٹی سی کھڑکی پر ٹکٹ لینے کے لئے جمع تھی اس قدر کثیر تھی کہ وقت معینہ کے کہین دو گھنٹہ بعد گاڑی اسٹیشن سے روانہ ہوئی۔ یہ لوگ سلمان تھے۔ چونکہ معظمہ یا دوسرے متبرک مقامات سے حج اور زیارت کرنے کے بعد واپس آرہے تھے۔ بخارا کے ازبک۔ سمرقند اور تاشقند کے سرط کلیجہ کے چینی مسلمان۔ ترکمان اور افغان غرضکہ مختلف بلاد و امصار کے مسلمان ان مین شریک تھے۔ مشرق کے ان ہٹ دھرم ساکنین کو نہ تو اس بات کا یقین آتا تھا کہ ٹکٹون کی قیمت مقرر ہے جو گھٹ بڑھ نہین سکتی اور نہ وہ اوس فرانسیسی طریقہ کے مفہوم کو سمجھتے تھے جسکی رو سے مسافرون کی ایک جماعت کو ٹکٹ لینے کی پہلے اجازت دیجاتی ہے اور اوسکے بعد دوسری جماعت کی باری آتی ہے۔ اس چھوٹے سے دریچہ پر وہ آپس مین لڑتے اور ایک دوسرے کو دھکے دیتے تھے اور جب ٹکٹ دینے والا اونہین قیمت بتاتا تھا تو وہ سچے ایشیائی طریقے کے مطابق قریباً نصف قیمت اس امید پر پیش کرتے تھے کہ جھگڑے اور تکرار کے بعد سودا ٹھیک ہو جائیگا۔

صحرا

دوسری صبح کو مطلع صاف تھا اور سورج کی چمکتی ہوئی شعاعون مین مین نے دوبارہ قراقم کے کف دست بیابان اور قرن داغ کے تنگ درون کو دیکھا۔ اکثر ریل کے اسٹیشنون پر بہت کچھ اصلاح اور ترقی نمایان تھی۔ درختون کی بہتات تھی۔ پانی کی افراط تھی اور عام طور پر آرام کا سامان زیادہ تھا۔ گیاک تپی مین ساڑھے گیارہ بجے دن کے ہمارا گزر ہوا اور مجھے اتنا وقت ملگیا کہ مین اوس مشہور قلعہ کے کھنڈرون کو جاکر دیکھ آؤن جس کا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ اسکی کچی مٹی کی ٹھوس دیوارون مین بہت کم فرسودگی نمایان ہے اور اگر مصنوعی طور پر انکو زمین کے برابر نہ کردیا جائے تو کم از کم ایک سال تک نظر آتی رہینگی۔ اسکے بعد یعنی نومبر سنہ ۱۱۹۰ء مین گورنمنٹ روس نے اس امر کا اعلان کیا کہ گیاک تپی مین علاقہ قانون کے اون مجرمون کے لئے جنہین قید یا مشقت کی سزا دیجاتی ہے اور جو سائبیریا کی شدید سردی کی تاب نہین لاسکتے۔ ایک محبس قایم کیا جائے گا۔ ابھی دس سال کا عرصہ بھی منقضی نہین ہوتا کہ دیسی لوگ روسی قیدیون کو جنگ مین مارڈالتے تھے۔ اب روسی مجرمون کا اونہین مین مصروف کار ہونا نیرنگی قسمت کا ایک شعبدہ ہے جسے حوالیات سے پوری مطابقت ہے۔ وقت مقررہ سے دو گھنٹہ بعد (کیونکہ تلافی مافات کی ریل نے کوئی کوشش نہین کی) اور اذن ادا سے روانہ ہونے کے انیس گھنٹہ بعد ہم عشق آباد کے اسٹیشن پر پہونچے عشق آباد ماوراء النہر کا دار الحکومت ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل سے تین سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہان مجھے ریل

کو چھوڑنا پڑا اور دو ہزار میل کا وہ لمبا گھوڑے کی سواری کا سفر جو ایران کی سیاحت کے خاتمہ تک میرے پیش نظر تھا مجھے اختیار کرنا پڑا - انجن سیٹی دیکر روانہ ہوا اور مین حسرت بھری نگاہون سے اوسے غایب ہوتا ہوا دیکھتا رہا گویا کہ مین کسی پرانے اور وفادار رفیق کو الوداع کہہ رہا ہون -

چوتھا باب

ماوراءالنہر

دیکھتا ہون دور سے اُٹھتا ہوا مین کچھ غبار — اس مین ہین پنہان مگر آیندہ نسلون کے سوار
ہے یہ پہلی موج اوس انسانی سمندر کی مگر — ٹھاٹھہ ماریگا یہان رہ رہ کے جو بے اختیار
سلطنت کے وہ مبادی ہین یہان بکھری پڑی — منتقل ہو ویگا جمعیت مین جن کا انتشار
خلعت صورت ہیولے کر رہا ہے زیب تن — ڈھل رہی سانچے مین ہے اک کا ریگاہ شاندار

"آن این انگلس کویل" (بال عقاب) مصنفہ جی۔ ڈبیر

جدید ترین معلومات

اپنی سیاحت کے حالات کے بیان کرنے سے پہلے مین ایک مختصر فصل مین ماوراءالنہر اور ماوراءالنہر کی ریلوے کے متعلق جدید ترین معلومات درج کرنا چاہتا ہون تاکہ اوسکی ترقی اور نشو ونما کے اس وقت تک کے واقعات جہان تک ممکن ہے معلوم ہوسکین۔ جو ناظرین کہ خطۂ ایران مین فوراً ہی داخل ہونا چاہتے ہین وہ اگر چاہین تو اس باب کو نہ پڑہین۔ مین نے اپنی سابق کی تصنیف الموسوم بہ "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین ماوراءالنہر کی ریل کی تاریخ ۱۸۸۹ء کے موسم خزان تک بیان کی

تھی۔اس مضمون پر بعد مین اور مصنفون نے بھی طبع آزمائی کی لیکن ہماری معلومات کے ذخیرہ مین اونہون نے بہت کم مواد ایزاد کیا[۵۱]۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی انگریز کو یہ دعوی ہوسکتا ہے کہ اوسنے دو دفعہ اس ریلوے پر سفر کیا ہے تو وہ مین ہون اور اس لئے یہ بات جن معلومات پر مشتمل ہے وہ مضمن اطلاعات مندرجہ تصنیف متذکرہ بالا متصور ہونی چاہئین۔ اسکے علاوہ یہ مضمون ایک ایسی تصنیف سے جسکا موضوع بالکلیۃً ایران و معاملات ایران ہو غیر متعلق نہین سمجھا جا سکتا علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ جرنیل انینکاف کی ریلوے تین سو میل تک سرحد ایران کے متوازی اور اوسکے قریب قریب چلی گئی ہے اور اس سے ایران کے مشہور صوبہ خراسان کی تجارت اور تدابیر مملکت پر بہت قوی اثر پڑ چکا ہے۔ اور آگے چل کر بہت کچھہ پڑیگا اور جبکہ جنگی پہلو سے اس امر کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ اس ریل کو سرحد ایران کے جنوبی پہاڑون کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے۔ان مین سے بعض مضامین پر آگے چل کر مین علیحدہ ابواب مین بحث کرونگا۔ اس باب مین مین صرف اون ترقیات کا ذکر کرتا ہون جو فن عمارت۔ سیاست اور تجارت کے متعلق ماوراء النہر مین اوس زمانہ ظہور مین آئی ہین جبکہ مین اول اوّل یہان آیا تھا۔

---

۵۱ کپتان اے۔ سی۔ ییٹ کے دو دلچسپ مضامین اس سے مستثنی ہین۔ ایک مضمون جسکا عنوان "تاشقند کی ۱۸۹۰ء کی نمایش" تھا۔ رسالہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" بابت ماہ جنوری ۱۸۹۱ء مین چھپا اور دوسرا مضمون "سفر تاشقند" کے عنوان سے "جرنل آف دی اسکاچ جاگرفیکل سوسائٹی" مین شایع ہوا۔

بحیرہ اخضر کے دخانی جہاز

(اُ)ذن ادا مین نہ صرف "کاکیس اینڈ مرکری کمپنی" کا جہاز ہفتہ میں
باکو سے آتا ہے بلکہ باکو سے دوسری کمپنیون کے جہاز بھی یہان آتے ہین
علاوہ ہفتہ مین ایک مرتبہ ایک جہاز استراخان سے آیا کرتا ہے جو ۱۸۸۹ء
کیا گیا تہا[۱] - پس انگلستان سے وسط ایشیا کو جانے کا قریب ترین اور سب
سہل اور راستہ زارٹسن اور استراخان کی راہ سے ہے اور اگر استراخان -
کو براہ راست جانے کے لئے جہاز نہ بھی ملے تاہم وہ جہاز جو بحیرہ اخضر کے
کوٹے کرتا ہوا باقاعدہ طور پر باکو آتا ہے اور وہان سے بحیرہ اخضر مین سے گزر کر
جا پہونچتا ہے مسافر کو ماوراء النہر مین اتنی ہی جلدی پہونچا دیگا جتنی جلدی کہ
راہ سے پہونچتا - یہ بات بھی میرے سُننے مین آئی کہ آیندہ موسم سرما سے دو
کی آمدورفت باکو مین روزانہ ہوا کرے گی - ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا تھا
کی اس آبی راہ سے مسافرون کی اور مال کی آمدورفت یوماً فیوماً ترقی کر رہی -

کراسنوواڈسک کو منتہا بنانیکی تجویز

جب مین اُذن ادا مین پہونچا تو اُذن ادا کے بجاے کراسنوواڈسک

[۱] "کاکیس اینڈ مرکری کمپنی" کے علاوہ اور جو کمپنیان اپنے جہاز بحیرہ اخضر کی روسی بندرگاہ
کے درمیان چلاتی ہین وہ حسب ذیل ہین :- "لبید اسٹیمشپ کمپنی" "کیسپین اینڈ ڈرو جیناآ
"میسن اسٹیمشپ کمپنی" "مسرس کیمنکی و برادران" "کوسس اینڈ ہرافیلکٹاس کمپنی"

بنائے جانے کا مسئلہ جسپر بہت کچھ بحث ہو چکی تھی ابھی تک زیر غور تھا گو کہ سینٹ پیٹرس برگ سے ایک خاص کمیشن بطور خود اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے جرنیل اینکاف کی خواہش کے برخلاف بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ اس کمیشن نے کچھ عرصہ کے بعد ایک رپورٹ پیش کی جو اس تبدیلی کی موید تھی اور وزارت حربیہ نے اسے منظور بھی کرلیا ہے۔ اسمین ذرا شک نہین کہ مسئلہ مزبور کا اسطرح جسپر حل ہونا ایک لازمی امر تھا کیونکہ کراسنو واڈسک مین سمندر کی گہرائی گہاٹ پر زیادہ سے یعنی ۱۲ سے لیکر چودہ فیٹ تک ہونے کے بجائے بیس سے لیکر پچیس فیٹ تک ہے اور میٹھا پانی یہان زیادہ افراط کے ساتھ دستیاب ہوسکتا ہے اور اسکے علاوہ تری کی راہ سے باکو یہان سے زیادہ قریب پڑتا ہے۔ مزید بران ان امور کو مدنظر رکھنے کے بعد کہ تجارت مین یقینی طور پر ترقی ہو گی اور ماوراء النہر کی ریلوے کے متعلق فوجی ضروریات غالبًا داعی ہون گی۔ اور باکو کی روز افزون ترقی کے باعث بحیرہ اخضر کے تجارتی جہازات کی تعداد پہلے ہی بڑھ چکی ہے اور اگر مپٹرافسک کے بندرگاہ کو جہان باکو کی طرح پانی عمیق ہے ریل کے ذریعہ سے یورپ سے ملا دیا جاے تو اوسکے اور زیادہ بڑہنے کا احتمال ہے۔ یہ فرض کرلینا بالکل لغو اور مہمل تھا کہ اوزن ادا کی ایشیائی بندرگاہ اور ریل کے منتہا کو مستقل طور پر ایک پایاب خلیج مین قایم رہنے دیا جا سکتا ہے جو جاڑے کے موسم مین برف سے جم جاتی ہے اور جہاں مال تجارت کے جمع رکھنے یا جہاز پر لادنے یا فوجون کے اتارنے کے لئے زیادہ آسائیان نہین ہین لیکن جرنیل اینکاف کو اوزن ادا سے ویسی ہی محبت تھی جو کہ ایک باپ کو

اپنے اکلوتے اور دایم المریض بیٹے سے ہوا کرتی ہے اور اوسکے انداز سے مجھکو اس
بات کا یقین تھا کہ وہ اس تبدیلی کی مخالفت مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے گا۔ اوس نے
مجھ سے سوال کیا کہ چوبیس فیٹ عمیق پانی کا کیا فایدہ ہو سکتا ہے درحالیکہ جو جہاز مطلوب
ہین وہ پانی مین چودہ فیٹ سے زیادہ ڈوبنے والے نہین ہین۔ اِسکے علاوہ اوسنے
مجھ سے یہ بھی کہا کہ اڈن اوا کے چوبی گھاٹ سے بہتر گھاٹ اور کہین نہین ہو سکتا۔ اور
جب مین نے روی کے بورون کی طرف جو ہر سمت مین بکھرے پڑے تھے اور جہازون
پر لادے جاتے والے تھے اشارہ کیا تو جرنیل اینتکاف مجھ سے کہنے لگا کہ بھلا اس سے
بہتر موقعہ ان بورون کے رکھنے کا اور کہان ہوگا۔ اس تبدیلی کے خلاف مین اگر مجھکو کوئی
دلیل معقول نظر آئی تو وہ یہ تھی کہ اڈن اوا پر جو بیش قرار سرمایہ صرف کیا جا چکا تھا اوسکی
رائیگان جانے کے علاوہ نئی بندرگاہ پر بہت کچھ لاگت آئے گی اور ۵۳ میل لمبی ریل
[illegible] واشت کرنا پڑیگا جسکے باعث [illegible] کرایہ بڑھ جائیگا۔ لیکن تاجرون
[illegible] سے زیادتی [illegible] کے محصول
[illegible] اڈن اوا سے [illegible] محصول کی شرح [illegible] ہے۔ لیکن
بیان کیا جاتا ہے کہ کراسنوواڈسک تک محصول کم ہوکر ۵ کوپک فی پاوڈ رہ جائیگا۔ ریل
کے اس جدید سلسلہ کا خط انحراف جیسا کہ فیصلہ ہو چکا ہے ملا قاری کے سٹیشن سے
جو اڈن اوا سے بتیس میل ہی شروع ہوگا اور بیاسی میل کا فاصلہ طے کرلینے کے بعد کراسنوواڈسک
سے جا ملے گا۔

مزید ترقیات

نے سنا تھا کہ بالا اشم اور قزلجک کے اسٹیشنون کے درمیان ساٹھ میل تک ریل کی سڑک مجددا تیار کی گئی ہے لیکن چونکہ سڑک کے اس حصہ پر میرا گزر رات کیوقت ہوا اس لئے مین نہین کہہ سکتا کہ سڑک از سر نو تیار کیگئی تھی یا محض پٹریان ہی دوبارہ ڈالی گئی تہین۔ بالا اشم کے مٹی کے تیل کے چہ بچون مین سے جہان تک ریل کا ایک سلسلہ ابتداءً قایم کیا گیا تھا اب تیل نکالا نہین جاتا کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرقی ساحل پر صاف کرنے کے کسی کارخانہ کے نہ ہونے کے باعث باکو کے مخازن سے تیل منگوانے مین جسقدر خرچ پڑتا ہے اوس سے زیادہ یہان تیل کے تیار کرنے مین ہوجاتا ہے۔

کارخانہ واقع قزل اروات اسٹیشن موریان اوپل

قزل اروات مین جو اوزن ادا سے ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انگریزی انجنیر مقیم سینٹ پیٹرس برگ نے ۵۰۰۰۰ پاونڈ کی لاگت سے ایک بہت بڑا کارخانہ انجنون کی مرمت اور ساخت اور ریلوے لاین کی عام میخانیکی ضروریات کے بہم پہونچانے کی غرض سے قایم کیا ہے۔ اوسے اس کارخانہ مین غیر علاقہ کا مصالحہ اور غیر علاقہ کے کاریگرون کو استعمال مین لانے کی قطعی طور پر ممانعت کر دی گئی تھی۔ جب یہ کارخانہ تکمیل کو پہونچ جائیگا تو ۶۰۰ آدمیون کو مستقل طور پر اس مین ملازمت مل سکیگی۔ کارخانہ کی عمارات مین ابھی سے برقی روشنی نظر آرہی تھی اور دریاے آموپر بھی اس کا انتظام ہوگیا تھا اسکے علاوہ یہ تجویز تھی کہ مسافر گاڑیون مین بھی عنقریب بجلی ہی کی روشنی کیجاے اس مین شک نہین کہ وسط

ایشیا کے ریگستانون مین برقی نور سے جگمگاتی ہوئی ریل گاڑی کا مرحلہ پیمائی کرنا اون کثیر
اور حیرت انگیز تواقعص مین جن سے کہ یہ تعجب خیز سرزمین بھری پڑی ہے۔ ایک اور اعجو
ایزاد کردیگا۔ ریل کی لائن کے بعید ترین حصون پر اسٹیشن مکمل ہو چکے تھے اور جن ہنگام
تعمیرات کو مین نے ۱۸۹۸ء مین دیکھا تھا اونکے بجائے اینٹ یا پتھر کے صاف ستھ
مکانات بن گئے تھے۔ ایران کے پہاڑون سے دفعتہً زور کے مینھہ برسنے کے بعد
سیلاب اچانک آکر تباہی پھیلایا کرتے ہین اونکے نکاس کے لیئے گذشتہ سال سے
اور موریان تعمیر کی گئین۔ جن پر بہت کچھہ روپیہ صرف آیا ہوگا۔ لیکن با این ہمہ قزل اروات
کے قریب جولائی کے مہینے مین تین میل تک ریل کی سڑک کو ایک طوفان پھر بہالے گیا
ریل کی سڑک کے اس حصہ کی حالت بلوچستان کی بولان ریلوے کی طرح (جسکی حالت
بھی زیادہ اندیشہ ناک ہے) ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور یہ خدشہ ایسا ہے کہ کبھی کامل طو
پر اوسکا اندفاع نہ ہوگا۔ مسٹر بلینسکی ٹھیکہ دار متوطن پولینڈ جس نے دریائے جیحون کا بڑا
چوبی پل تیار کیا تھا اور نیز تجند اور مرغاب پر پل باندہے تھے اوسی جہاز مین سوار تھا
جس مین مین سوار تھا۔ اوسکو تجند کے لکڑی کے پل کے بجائے ایک لوہے کا پل تیا
کرنے کا تیس ہزار پاونڈ مین ٹھیکہ ملا تھا۔ اور اسکے بعد مرو مین دریائے مرغاب کے چوبی پ
کو اسی لاگت سے آہنی پل کی شکل مین منتقل کرنے کی تجویز تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان
دونون مجوزہ تبدیلیون مین سے ایک بھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ قراکل مین دریائے
زرافشان پر ایک جدید لوہے کے شہتیرون کا پل تیار کیا گیا ہے۔ دریائے جیحون کا

مشہور چوبی پل واقع چارجوئی (جو اس لحاظ سے کہ سو دن کے اندر تیس ہزار پاؤنڈ کی لاگت مین تیار ہوا تھا۔ نہایت ہی سستا تھا) کچھ مہینے ہوئے کہ پھر ٹوٹ گیا تھا اور ندی کے غیر معمولی چڑہاؤ یا اوسکے بہاؤ کے رخ کے بدلنے کی حالت مین ہمیشہ یہ یونہین ٹوٹتا رہیگا۔ بہرحال کسی دوسرے زیادہ قیمتی قسم کے پل کے مقابلہ مین یہ چوبی پل یہان کے لئے زیادہ موزون ہے کیونکہ وقتاً فوقتاً مرمت کے ہوتے رہنے اور دریا کے رخ بدلنے کی حالت مین توسیع کرتے رہنے سے یہ برابر کام دیئے چلا جائیگا۔ مین نے سنا ہے کہ دریا کے بہاؤ کا رخ نصف میل سے زیادہ مشرق کی سمت مین پلٹ گیا ہے اور پل کو بھی اتنا ہی بڑہا دیا گیا ہے۔

دریائے جیحون کا بیڑا

اوس وقت سے لیکر جب کہ مین پہلے ادہر سے گزرا اب تک چارجوئی سے اوپر دریائے جیحون کی جہازرانی کے مسئلہ مین کوئی نمایان ترقی عمل مین نہ آئی تھی۔ جو دو بڑی کشتیان مال تجارت یا فوج کے لے جانے کیلئے تیار کی گئین تہین اونہین ندی کے پیچ وخم کہانے کے باعث دودخانی کشتیان "زار" اور "زارتسا" نامی اوپر کو پہنچکر نہین لیجا سکتی تہین۔ مزید بران اوس وقت کرکی پہونچنے مین جو صرف ۱۴۰ میل ہے دخانی کشتیون کو معمولی طور پر ایک ہفتہ لگتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے بعد سے بہاؤ کے مقابل جانے کی حالت مین یہ سفر اب چار دن مین طے ہونے لگا ہے اور بہاؤ کی سمت مین جاتے وقت اوس مین تین دن صرف ہوتے ہین لیکن رات کے وقت سفر نہین کیا جاتا۔ دریائے جیحون کی کشتی بانی تجارت کا

مال افغانستان کو لیجانے اور وہان سے لانے کے لئے تجارتی لحاظ سے اوسوقت تک زیادہ مفید نہین ثابت ہوسکتی جب تک کہ اس مین اور بہت سی اصلاحین نہ کی جائین۔ حالانکہ وسط ایشیا مین روس کی حملہ آوری کی طاقت مین ممد و معاون بننے کے لئے اسکو ابھی بہت عرصہ چاہیئے۔

مرو کی آبپاشی اور سلطان بند

اوسکے متعلق اور اون ان تھک کوششون کے بارہ مین جنہین ایک سال قبل دریائے مرغاب مین اوس مقام سے جہان آجکل مرو واقع ہے ۲۵ میل کے فاصلہ پر سلطان بند کے از سر نو تعمیر کرنے سے ریگستان مرو کی سیر حاصل حصہ آراضی مین تازہ جان ڈالنے کے لئے مینے عمل مین آتا ہوا دیکھا تھا اور نیز اوس قطعہ زمین کی آبپاشی کے متعلق جسکا خرچ زار روس اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہین۔ مینے مایوس کر دینے والے فقرے سنے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ ان امور مین انجام کار کامیابی کی حالت مشتبہ ہے۔ مینے لوگون کو یہ رائے ظاہر کرتے سنا کہ مرغاب مین اسقدر پانی نہین کہ وہ کسی وسیع پیمانہ پر آبپاشی کے لئے مکتفی ہو یا اوس سے نہرین کاٹی جائین۔ اور بند کے اوپر تال مین جو پانی جمع ہوگا اوسکی مقدار تبخیر کے باعث بہت ہی کم ہوجائے گی۔ بخلاف اسکے ایک انگریزی انجنیر نے جس نے کچھ عرصہ کے بعد اس کام کو جا کر دیکھا کرنیل کازل پالکنسکی[1] روسی انجنیر کی

[1] دیکھو ایک دلچسپ مضمون مرقومہ کرنیل ایچ۔ ایل۔ ویلس۔ رائل انجنیرس (یہ وہی انگریزی انجنیر ہے جسکا متن مین ذکر ہے) جو رسالہ "اکسٹرنل پیپرز آف دی رائل انجنیرس" کی پندرہوین جلد مین ۱۸۸۹ع مین چھپا۔

کی دستگاہ اور اُس کام کی نسبت جو تیار ہو چکا تھا نہایت اطمینان ظاہر کیا مزید بران کرنیل مسلو
کو اپنی تجویز کی کامیابی مین ذرا بھی شک نہ تھا[۱]۔ لیکن ضرور ہے کہ نتائج کو ایک حد تک غیر

---

[۱] جو اطلاع کہ مجھکو ملی تھی اور جو شکوک کہ مجھکو پیدا ہوئے تھے اونکی صحت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ گذشتہ ۱۹۰۱ کے موسم خزان مین یہ راز آشکارا ہو گیا کہ کرنیل پالکفسکی کا مشہور بند دریاے مرغاب مین ایک طوفان آنے سے بہ گیا یا کم از کم بہت کچھ ٹوٹ گیا۔ اور زار روس نے درحالیکہ وہ انگریزون کو ماوراء النہر سے خارج کر رہے تھے مجبور ہو کر گورنمنٹ انگریزی سے ایک انگریزی افسر مسٹر کالن مانکریف[۲] کی خدمات مستعار طلب کین جس نے دریاے نیل کی آبپاشی کے کامون سے تعلق بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی۔ یہ بھی کیسے مزے کی بات ہے کہ مدبرین روسیون نے جو غلطیان کین تھین ان کی اصلاح کے لئے ایک انگریز طلب کیا جائے مسٹر کالن مانکریف نے جو رپورٹ پیش کی اوس کی بنا پر کرنیل پالکفسکی کی تجاویز ترک کر دی گئی ہین اور آبپاشی کی ایک نئی تجویز اب اختیار کی جائیگی۔

---

[۲] غالباً یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہی مسٹر کالن اسکاٹ مانکریف جنہون نے وسط ایشیا مین اپنی اعلیٰ درجہ کی انجینیری قابلیتون سے انگلستان کا پایہ اعزاز روسی مدبرون کی نظر مین اس درجہ پر بڑھایا وہ ہمارے بیدار مغز اور روشن ضمیر وایسراے لارڈ کرزن کی بے نظیر قوت انتخابیہ کی دستگیری سے آجکل ہندوستان کے اوس خاص کمیشن کے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے ہین جو تمام ہندوستان کے ذرائع آبپاشی کی حالت موجودہ کی تحقیقات اور اوس کی آیندہ کی توسیع کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھا ہے۔ اور اس وقت جبکہ مین یہ حاشیہ لکھ رہا ہون کمیشن مذکور جنوبی ہند کا دورہ کر کے حضور بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی کے ممالک محروسہ مین آنے والا ہے۔

مترجم

یقینی خیال کیا گیا ہوگا کی توجیہ اوس تناقض سے ہوتی ہے جو قابل زراعت رقبہ
کے اون امداد مین پائی جاتی ہے جنہین روسی حکام نے وقتاً فوقتاً سرکاری طور
کیا۔ اول اول یہ ظاہر کیا گیا کہ ......۸ ایکڑ زمین کی آبپاشی کا انتظام کیا جائیگا
بعد یہ امداد کم ہوکر .....۳ ایکڑ رہ گئے اور .....۳ سے پھر جو کم ہونے شروع
تو ...۱۸ ایکڑ تک آپہونچے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ آخرالذکر تخمینہ اوس
جسقدر کہ اول الذکر زیادہ ہے۔ اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ اگر آبپاشی کا انتظام
طور پر کیا جاوے تو عمدہ نتائج مترتب نہون کیونکہ ازمنہ وسطی مین حتی کہ اب سے ایک
قبل جبکہ تاتاریون نے پہلے کا بند اپنی لڑائی مین توڑ ڈالا تو یہ اسی کا اور
کے دوسرے ذرایع آبپاشی کا باعث تہا کہ مرو کا ضلع اپنی زرخیزی اور شادابی سے
سے مشرق مین لاثانی شمار ہوتا تہا۔ اگر ایک وسیع قطعہ زمین خلاصے و ازدحام
ہو جاوے تو بلاشبہ یہان کی آبادی بہت بڑہ سکتی ہے۔ کرنیل پالکفسکی کا خیال
سیر حاصل بقعہ مین دس لاکھ آدمی بہ فراغت تمام آباد ہوسکین گے۔ کلجا سے ڈنگنون
(چینی مسلمانون) اور ترنچیون (ترکی مسلمانون) کے ایک سو خاندان مرو مین تجربتہً
نوآبادی قایم کرنے کے لئے منتقل کرے گئے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کم
خاندانون کو (جو غالباً یورپ زا ہین) [illegible] آباد ہونے کے [illegible]
سے۔ صرف ایک اور قطعہ زمین ایسا ہے جس مین آبپاشی کے بعد ایک بڑے
پر ایک نوآبادی قایم ہونے کی امید کیجاتی ہے۔ یہ قطعہ زمین دریاے آمو اور

زرافشان کے درمیان دریائے اول الذکر کے دائین کنارہ پر واقع ہے - اور گورنمنٹ روس دریائے جیحون سے ایک نہر یہان کاٹ کر لانے کے متعلق امیر بخارا سے خط و کتابت کر رہی ہے ۔

ریل گاڑیان

ورا ء النہر کی ریلوے اس وقت جس قدر گاڑیون پر مشتمل ہے اونکے اعداد مختلف نیہ ہین لیکن مفصلہ ذیل میزانین تقریباً صحیح متصور ہو سکتی ہین - ریل کی تمام لائن پر انجنون کی تعداد ۱۲۰ سے لیکر ۱۳۰ تک ہو گی - اور باقی ہر قسم کی سواری اور مال لادنے وغیرہ کی گاڑیان کل ۲۰۰۰ ہون گی - پانی یا مٹی کے تیل کے لے جانے کے لئے ظرف دار گاڑیون کی تعداد اس وقت ۱۵۰ بیان کی جاتی ہے - ان اعداد سے واضح ہو گا کہ مسلسل اور متصل ترقی عمل مین آ رہی ہے گو کہ تجارتی اور فوجی ضروریات کے لحاظ سے جو معیار مطلوب ہے وہ ابھی تک حاصل نہین ہوا - جنرل انینکاف کا کفایت شعاری کا شوق اور موازنہ مین معقول گنجایش دکھانے کی خواہش اگرچہ فی نفسہ عمدہ باتین ہین لیکن انہون نے ریلوی کے مناسب نشو و نما کو ایک درجہ تک روک دی ہے ۔

تار برقی

ریل کے ساتھ ساتھ ایک تہری تار برقی بحیرہ اخضر سے سمرقند تک اور وہان سے برابر تاشقند تک چلی گئی ہے - اسکے علاوہ تار برقی کی متعدد شاخین حسب ذیل مقامات کے درمیان قایم ہین - قزل اروات سے بجنرد اور بجنرد سے چکشلیار اور استرآباد

تک۔ کارکی بنت سے سرخس تک۔ مرو سے تختہ بازار (پنجدہ) تک۔ چارجوئی سے خیوا تک۔ بخارا کے اسٹیشن سے شہر بخارا تک۔ اور مین نے یہ بھی سنا کہ چارجوئی سے کرکی کی چوکی تک جو دریائے جیحون کے کنارہ پر واقع ہے تار کا سلسلہ قایم ہے۔ ایک اور مقام پر مین نے بیان کیا ہے کہ ترکستان اور افغانستان کے درمیان نامہ بر کے ذریعہ ڈاک لیجاتے ہین۔ روسی سلسلہ تار برقی کو سرخس یا تختہ بازار سے ہرات اور قندھار ہوتے ہوئے افغانستان کی راہ سے ہندوستان کے سلسلہ تار برقی کے ساتھ ملانے اور اسطرح پر یوروپ سے ہندوستان تک تار برقی کی ایک دوسری شاہراہ قایم کرنے کے مسئلہ پر انگلستان اور ہندوستان کے بعض حکام نے غور کیا ہے لیکن اول تو یہ تجویز قرین مصلحت نہین اور دوم موجودہ حالات ایسے نہین کہ اسکے عملی صورت اختیار کرنے کے مؤید ہون۔

سرعت رفتار اور ریل کی روانگی کے اوقات

جب مین ۱۸۸۸ء پہلی مرتبہ ماوراءالنہر آیا تو اوزن ادا سے سمرقند تک جو ۹۰۰ میل کی مسافت ہے ۷۲ گھنٹہ مین سفر طے ہوتا تھا۔ اس فاصلہ کو اب مسافر اور ڈاک گاڑیان جو موسم کے لحاظ سے ہفتہ مین دو یا تین مرتبہ روانہ ہوتی ہین ساٹھ گھنٹہ سے کچھ ہی زیادہ عرصہ مین طے کرتی ہین اور اسمین سے دس گھنٹے اسٹیشنون پر ٹھہرتے ہین۔ اور دوسری ملی ہوئی مسافر اور مال گاڑیان جنکی رفتار سست تر ہے روزانہ آتی جاتی ہین اور اس فاصلہ کو پندرہ گھنٹہ زیادہ مین طے کرتی ہین۔ متوسط درجہ کا خورونوش کا سامان اب

گاڑیون سے ہمراہ رہتا ہے اور کہانے پینے کی چیزون کے حصول کے متعلق اسٹیشنون پر جو تکلیف مسافرون کو ہوتی تھی وہ نہین رہی گو کہ بڑے اسٹیشنون پر اب بھی چپقلشین ہوتی رہتی ہین -

آمد و خرچ

ماوراءالنہر کی ریلوے کی آمد و خرچ کا حساب جو بعض دفعہ سرکاری طور پر شایع کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اخبارون کے نامہ نگارون کو جرنیل انینکاف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ خانگی ذرایع سے دریافت ہوا ہے ایسا ہی متناقض ہے - جیسا کہ وہ مختلف تخمینے جو تعمیر کے اصل خرچ کے متعلق متعدد بار انہین ذرایع کی بنا پر مرتب کئے گئے ہین - ۱۸۸۷ء مین ریل کے چلانے کے اخراجات آمدنی کے مقابلہ مین بقدر ۴۰۰۰۰ پاؤنڈ کے زیادہ تہے - اور ۱۸۸۸ء مین بیشی کی مقدار ۳۰۰۰۰ پاؤنڈ تھی - ۱۸۸۹ء مین بھی آمدنی کے اسی قدر کم ہونے کی توقع کیجاتی تہی لیکن اخبار "نووی ورمیا" نے اس سال کی آمد و خرچ کا جو نقشہ شایع کیا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخراجات کی مقدار ۱۳۷،۱۴۲ پاؤنڈ تھی اور آمدنی کی مقدار اس سے بقدر ۷۰۰۰ پاؤنڈ کی زیادہ - لیکن جب مین اذن ادا مین تہا تو جرنیل انینکاف نے میرے سامنے اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اعداد پیش کئے تہے - مسٹر وشنیگرڈسکی روس کے مشیر مال نے جو حیرت انگیز قابلیتون کا شخص تہا اور جو ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین خود ماوراءالنہر گیا اپنے موازنہ مین ماوراءالنہر کی ریلوے اور دریائے جیحون کے بیڑے کا خرچ ۱۸۸۹ء کے لئے

۲۸۷٬۲۳۵ پاونڈ بتایا ہے اور یہ اعداد ایسے ہیں کہ "نووی ورمیا" کے اعداد سے جنکا اوپر اقتباس کیا گیا ہے ٹھیک مطابق نہیں ہیں۔ بخلاف اسکے مشیر موصوف نے سنہ ۱۸۹۰ء کی بابت جو اندازہ مرتب کیا ہے اوسمیں ریلوے اور بیڑے کے اخراجات بابت سنہ مزبور کے متعلق ۱۲۰٬۴۴۷ پاونڈ کی زیادہ رقم یعنی کل ۴۰٬۶۹۲ پاونڈ شامل ہیں۔ اسکے بعد میرے سننے میں آیا کہ سنہ ۱۸۹۱ء میں ۲۶٬۰۰۰ پاونڈ کی بچت ظاہر کیگئی ہے۔[1]

مال کی آمد و رفت

حال ایک امر کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ ریل کے ذریعہ سے جو مال جاتا اور آتا ہے اوسکی مقدار بہت بڑھ گئی ہے اور آگے چلکر بے انتہا بڑھ جائیگی۔ کل وزن اوس مال کا جو سنہ ۱۸۹۵ء میں ریل پر بار ہو کر گیا ۲۱٬۷۴۱٬۸۸۰ پوڈ یا ۳۵۰٬۶۷۵ ٹن تھا اس میں سے وسط ایشیا کی مقامی پیداوار اور سامان غیر ترکیب دادہ کا وزن ۹٬۰۶۹٬۰۸۱ پوڈ یا ۱۴۶٬۲۰۵ ٹن تھا اسی سال مصنوعہ اشیا اور شکر کی قیمت جو ریل کے ذریعہ سے ماوراءالنہر بخارا اور ترکستان میں لائی گئیں سنہ ۱۸۸۸ء کے مقابلہ میں ۹۴ فیصدی زیادہ تھی اور جو مال روئی۔ اون ریشم خشک میوہ اور غلہ کی قسم سے وسط ایشیا سے روس کو بذریعہ ریل بھیجا گیا اوس کی قیمت میں ۱۲۷ فیصدی کی بیشی ہوئی۔ مال برآمد میں جو اسطرح پر ریل کے ذریعہ سے باہر بھیجا گیا سب سے زیادہ بیشی

---

[1] لیکن ماہ فروری سنہ ۱۸۹۱ء میں "نووی ورمیا" نے بچت کی مقدار ۳۴۳٬۰۶۱ پاونڈ ہونا بیان کی جسکا میں اعتبار نہیں کر سکتا۔

روئی مین جو ایشیا کے یوماً فیوماً ترقی کرنے والے کھیتون کا محصل ہے نمایان ہے اور یہ بیشی ابھی اپنے منتہا سے کمال کو نہین پہونچی ۱۸۸۸ء مین جو مال ریل پر گیا اوسکی مقدار ۴۲۷۲۱۳۱۲۱ پونڈ یا ۵۵۶۹۱ ٹن تھی [۱] ۱۸۸۹ء مین ۲۲۰۰۰۰۰ پونڈ یا ۴۸۴۳۵ ٹن ہوگئی۔ اور ماہ جنوری ۱۸۹۰ء مین ۲۵۲۷۶۰ پونڈ یا ۷۷۰۴ ٹن تھی (جس مین سے ۹۲۲۳۳۱۹ پونڈ یا ۱۱۶۳ ٹن بخارا سے آئے) آخر الذکر اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ سال گذشتہ کے مقابلہ مین ۱۸۹۰ء کا ماہانہ اوسط بہت بڑھتا رہا گو کہ جنرل انینکاف کی امیدون کو ان اعداد نے پورا نہین کیا۔ جنرل موصوف نے مجھسے کہا تھا کہ سال بھر کی میزان ۴۰۰۰۰۰ پونڈ ہوگی۔ البتہ جون کے مہینے مین اوزن ادا کی بندرگاہ پر ۵ لاکھ پونڈ مال کا جہازون پر بار ہونے کے لئے پڑا ہوا بیان کیا گیا اور روزانہ مقدار اوس مال کی جو ریل پر آتا تھا ۲۰۰۰۰ پونڈ ہونا بتائی گئی۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء کے پہلے پانچ مہینون کی آمد مال برآمد کی زیادتی کے باعث گذشتہ سال کے اسی عرصہ کے مقابلہ مین بقدر ۵۰۰۰۰ پاؤنڈ کے بڑھ گئی۔ اسکے علاوہ مجھکو یہ بات معلوم ہوئی کہ افغان تجار نے ریلوے کے اختتام کے بعد چار جوڑی کروئی کے کئی سو بورے بھیجنے سے اسکے ساتھ اپنا تعلق پہلی مرتبہ

---

[۱] اور اوالنہر کی ریلوے کی تعمیر سے پہلے کل سالانہ مقدار روئی جو وسط ایشیا سے روس کے اوس حصہ مین جو یوروپ مین واقع ہے بذریعہ اونٹ کے کاروانون کے اورن برگ کو بھیجی جاتی تھی ۹۶۸۰ ٹن ہوتی تھی۔

براہ راست قایم کیا[۱]

چنگی خانون کا قیام

وسیع پیمانہ پر کہ ریل کو اغراض تجارت کا مطیع بنایا گیا ہے اور چارون طرف سے مال کے پشتارے جو انکی طرف برابر چلے آرہے ہین اوسکی وجہ سے اس امر کی ضرورت داعی ہوئی ہے کہ ماوراء النہر مین باقاعدہ طور پر چنگی خانے قایم کئے جائین انکا قیام اوس عام روسی طرز عمل پر مبنی ہے جسکی رو سے ممالک غیر کے مال کو بحد امکان مقامی مال کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت نہین دی جاتی۔ رعایا کے ساتھ رعایت کی جاتی ہے اور مقامی پیداوار اور مقامی ساخت کی اشیا کی حمایت کیجاتی ہے۔ صدر چنگی خانہ اوزن ادا مین ہے لیکن قزل اروات عاشق آباد۔ ارتیک۔ کاہ کا۔ دشلک۔ تجند۔ سرخس۔ مرو۔ یولیتان اور تختہ بازار مین بھی چنگی کی چوکیان قایم کی گئی ہین۔ ۲½ فیصدی محصول بہ اعتبار قیمت تمام ممالک غیر کے مال پر جو سمندر کی راہ سے درآمد کیا گیا ہو لگایا جاتا ہے۔ اسی قدر محصول بازار کے بھاؤ کے حساب سے یورپ۔ ایران یا ہندوستان کی تمام ایسی چیزون پر بھی لگایا جاتا ہے جو خشکی کی راہ سے ماوراء النہر مین لائی جائین خواہ اونکی کھپت یہین ہو

---

[۱] بدین غرض کہ روسی سوداگر وسط ایشیا مین روئی کی کاشت اور پیداوار کو اور زیادہ ترقی دین مشیر مال نے سنہ ۱۸۹۰ء مین ایک تجویز کے ساتھ اتفاق کیا کہ ماوراء النہر کی مجلس تجارت وصنعت وحرفت کو ۱۰۰۰۰۰ ایکڑ زمین ترکستان مین نوے سال کے ٹھیکہ پر دیدی جائے اور پہلے پندرہ سال کا محصول نہ لیا جائے۔

خواہ وہ بخارا۔ خیوا یا ترکستان جاتی ہون۔ اس قسم کی تمام مال پر اگر وہ اذن ادا سے یوروپی روس میں
یا علاقہ قاف کو بھیجا جاتا ہو ۵ فیصدی کا مزید محصول باعتبار قیمت مال لگایا جاتا ہے اور جو
محصول کہ پہلے لیا جا چکا ہو وہ واپس کر دیا جاتا ہے۔ بخلاف اسکے جو مال بخارا۔ خیوا۔
اور ترکمانیہ سے یوروپی روس یا قاف کو جاتا ہے اوسے اذن ادا سے بلا محصول گزر جانے
دیا جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس کل ایرانی مال جو یوروپ کو جانے والا ہو اوسپر محصول
نہین لیا جاتا بشرطیکہ وہ عاشق آباد یا ماوراء النہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن
کے راستہ سے بھیجا جاوے۔

عظیم الشان آیندہ تجارتی ترقی

ان واقعات لکے اور نیز اون تمام باتون سے جنکے دیکھنے یا سننے کا مجھے
اپنے دوسرے سفر مین اتفاق ہوا۔ میری اس سابقہ پیشین گوئی کی تائید ہوتی ہے کہ ماوراء النہر
کی ریل کے آگے تجارت کا ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔ یہ ریل ایسے ملکون کے بیچ
مین سے اور ایسے خطون کے دامن کو چھوتی ہوئی گزرتی ہے جن مین پیداوار کی قابلیت
بہت بڑی ہے گو ابھی تک اوسنے کامل نشو ونما نہین پائی۔ اسکے علاوہ ماوراء النہر۔
خراسان۔ بخارا۔ شمالی افغانستان اور روسی ترکستان کا مال برآمد و درآمد سب اسی پر آتا
جاتا ہے جو چیزین کہ روس مین پیدا ہوتی ہین وہ یہ ان ملکون کو لاتی ہے اور اونکے بدلے
یہان سے روئی۔ ریشم۔ اون اور پوستین لے جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چند ہی
سال کے عرصہ مین یہ ریل پورے وسط ایشیا کی شریان بنجاوے گی جس مین نصف

برا عظم کا خون موجزن ہوگا اور جو مشرق و مغرب کے رجحانات کو جو پہلے ہی نیم مخلوط ہو چکے ہین پوری طرح باہم ملادے گی۔ ایشیا کے مسخر کرنے کیلئے روس کے ہاتھ مین یہ ریل ایک ایسا بدوست آلہ ہے کہ نصف درجن گیاک تپی یا درجن بھر پنجدہ بھی اوسکی برابری نہین کرسکتے۔ اسکے ذریعہ سے خونریزی اور جنگ و جدل کے بغیر ملک کے ملک روس کے مطیع و منقاد ہوتے چلے جائین گے۔ جنرل انینکاف نے اس ریلوی کے قیام مین جس ان تھک مستعدی اور جانفشانی سے کام لیا ہے اوسکے لئے وہ نہایت تعریف و تحسین کا مستحق ہے۔

انگریزی سیاحون کے لئے آسانیان

انگریزی سیاحون کو اس ریلوے کے قیام سے جو آسانیان ہوسکتی ہین اونکی متعلق یہ بات میرے سننے مین آئی کہ جسقدر مزاحمت سابق مین اجنبیون کے یہان آنے پر کیجاتی تھی اوسقدر اب نہین کیجاتی اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوی کی بنا عام خیال پر ہے نہ کہ مسلمہ واقعات پر۔ لیکن مسافرون کی اس لائن پر ایسی کثرت ہے کہ ایک غیر ملک کے باشندے کا اپنی طرف توجہ منعطف کئے بغیر اسپر سفر کرنا بعید از قیاس متصور نہین ہوسکتا مگر اس مین شک نہین کہ اگر اوسکے پاس سینٹ پیٹرزبرگ کا جاری شدہ خاص پروانہ راہداری نہ ہوگا تو معلوم ہونے پر وہ متنبہ کئے جانے یا واپس لوٹا دئے جانے کا مستوجب قرار پائے گا۔ ممکن ہے کہ جون جون زمانہ گذرتا جائے یہ سختیان کم ہوتی جائین بہرحال بعض انگریزی مسافرون نے جن مین ایک خاتون بھی شریک تھی اور جنہین میرے

بعد اس ریلوے پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا اسکے متعلق اچھی رائے ظاہر نہین کی۔ان لوگون کے ساتھہ شبہ کی بنا پر کج خلقی سے برتاؤ کیا گیا اور ایک انگریزی سفارت کے اعلیٰ سکرٹری کو جو ان مین شریک تھا ایک فرضی الزام کی بنا پر سمرقند کی ایک روسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ مین نے بعد مین سنا کہ اس شریفانہ برتاؤ کا مقصد اون صحیح صحیح اور با انکم و کاست خیالات کا جواب دینا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے معاملات اور طرز عمل کے متعلق مین نے ظاہر کئے تھے[۵]۔

---

[۵] سیاق مضمون مجھے یہان اس امر کے اظہار کی ترغیب دیتا ہے کہ کسی انگریزی مصنف کو ایسے معاملات مین جو روسیون اور انگریزون کی باہمی سیاسی یا قومی رقابت سے متعلق ہون روس کی نسبت منصفانہ یا فیاضانہ خیالات ظاہر کرنے کی تحریک نہین ہوسکتی۔ مین نے ایک ایسی کتاب لکھی تھی جس مین نہایت انصاف کے ساتھ ان مساعی اور مقاصد کا ذکر کیا گیا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے مد نظر ہین اور مجھے یقین ہے کہ عام طور پر لوگون کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ کتاب حال کی کسی دوسری تصنیف کے مقابلہ مین زیادہ تر انصاف و حق رسانی کے اصول پر مبنی ہے۔ پھر بھی روسیون نے اگر اسکی کوئی قدر کی تو وہ یہ تھی کہ اول تو ایک مشہور و معروف روسی نامہ نگار نے جسکے مضامین انگریزی اخبارون مین چھپتے ہین ایک طعن اور طنز سے بھرا ہوا مضمون کتاب کے خلاف لکھا اوسکے بعد کتاب کے جن فقرات مین روسیون کی تعریف نہ تھی اونکو سرکار روس کے اوس محکمہ نے جسکے تفویض مضامین خلاف اغراض سرکار کی اشاعت کی ممانعت کی خدمت ہے۔ میٹ دیا۔ اور اسکی علاوہ روس کے ایک سربرآوردہ اخبار نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر وسط ایشیا مین اہل روس کے محاسن کا ایک انگریز اس درجہ مداح ہوسکتا ہے تو روسی بڑے ہی بیوقوف ہونگے۔ اگر وہ انگریزون کے بھولے پن سے زیادہ فائدہ نہ اٹھائین گے۔

ملاکاری سے کراسنوواڈسک تک ریل کی ایک شاخ نے جانیکی تجویز کا جواب منظور ہو چکی ہے میں پیشتر ذکر کر چکا ہوں۔ چارجوی سے کرکی تک دریائے آموکے بائین کنارے پر جس شاخ ریلوے کے قایم کرنے کی تجویز تھی اور جسکا سنہ ۱۸۹۶ء کے موسم بہار مین جبکہ جنگ افغانستان کا خدشہ لگا ہوا تھا بڑے شدومد سے ذکر کیا جاتا تھا وہ اب پیش نظر نہین رہی اور احتمال اس امر کا مقتضی ہے کہ جب تک پیش قدمی کا خیال مرکوز خاطر نہ ہوگا اوسوقت تک اس شاخ کا قیام پھر سننے مین نہ آئیگا۔

ماوراء النہری ریلوے کی توسیع

برخلاف اسکے سمرقند سے جو کہ ریل کا موجودہ منتہا ہے تاشقند تک ریل کے بڑہائے جانیکی تجویز جس کی نسبت مین نے سابق مین پیشین گوئی کی تہی کہ اس کا عرصہ نفاذ مین آنا بعید از احتمال نہین اب عملی صورت اختیار کرنے کے زیادہ قریب پہونچتی جاتی ہے۔ چنانچہ جرنیل انیکاف نے یہ اُمید ظاہر کی ہے کہ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء مین کام شروع ہو جائیگا[۱]۔ اسکے بعد اس امر کا اعلان کیا گیا کہ زار روس نے اوس تجویز کو پسند کر لیا ہے جو سائبیریا کے عظیم الشان سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق ایک خاص جماعت نے مرتب کی

---

۱ کپتان اے۔ سی۔ ییٹ جو ایک انگریزی سیاح ہونے کے اعتبار سے آخری مسافر ہے جس نے ماوراءالنہری ریلوے کے ذریعہ سے سفر کیا (اکتوبر سنہ ۱۸۹۴ء) اوس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ روسیون کا اب یہ خیال ہے کہ سمرقند سے ریل کا سلسلہ شروع کر کے قوقند تک پہونچایا جائے تاکہ دریائے سیر پر پل باندھنے کے مصارف کی ضرورت داعی نہ ہو۔

تھی جسے اسی غرض کے لئے نامور کیا گیا تھا۔ اس تجویز کی روسے سائبیریا کی ریلوے ولاڈی واسٹاک پر ۴۷۸۵ میل کے مسافت طے کرنے کے بعد بحر الکاہل سے جا ملیگی۔ اس سلسلہ ریل کی تیاری مین دس سال لگین گے۔ اور اسکی لاگت کا تخمینہ دو کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ سے لیکر چار کروڑ پاؤنڈ تک کا کیا گیا ہے[۱]۔ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو زیادہ مدت نہ گزرنے پائے گی کہ ماوراء النہری ریلوے جسکی توسیع اسوقت تک تاشقند تک ہو چکی ہوگی اور آگے بڑہادی جائیگی حتی کہ وہ سائبیریا کی ریلوے کی شاہراہ سے جا ملیگی اور یوروپی روس کے دور کو تکمیل کو پہونچائے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان

---

[۱] ایک عرصہ دراز تک ان تجاویز پر بحث ہونے کے بعد کہ آیا سائبیریا کا سلسلہ ریلوے غیر مسلسل ہونا چاہیئے (یعنی یہ کہ جہان خشکی ہو وہان ریل قایم کی جائے اور جہان راستہ مین تری آئے وہ کشتی کے ذریعہ سے عبور کرنے کا انتظام کیا جائے) یا یہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کہین ٹوٹنے نہ پائے آخرکار ۱۸۹۱ء مین تجویز موخر الذکر فیصل قرار پائی سلسلہ مذکور مقام زلاطوست سے جو اوس ریلوے کا موجودہ منتہا ہے جو سمارا اور اذوا کے درمیان قایم ہے شروع ہو کر میاسک اور چیلیابنسک کے معدنی اضلاع مین سے گزرے گا (۲۰۸ میل) یہان سے توکا لنسک۔ کینسک۔ میرینسک۔ کراسنا یرسک اور کانسک کو طے کرتا ہوا۔ بخنی اودنسک مین پہونچیگا (۱۷۳۶ میل) اس حصہ کی لاگت کا مجموعی تخمینہ ۱۱۸۰۷۵۰۰ پاونڈ یعنی ۶۵۰۰ پاونڈ فی میل کے حساب سے کیا گیا ہے۔ بخنی اودنسک سے سلسلہ مذکور پہر شروع ہوگا۔ اور اکتسکیا۔ ارکتسک۔ جہیل بیکال۔ سری تنسک اور ہباروو کا مین سے گزرتا ہوا ولاڈی واسٹاک پہونچے گا (۲۹۶۵ میل) اس سلسلہ کا کل طول ۴۷۸۵ میل اور مجموعی خرچ کا تخمینہ ۳۶۷۶۵۰۰۰ پاونڈ یا بحساب اوسط ۷۶۸۰ پاؤنڈ فی میل ہے۔ کام لوئن سرون پر سے شروع کر دیا گیا ہے اور کچھ میل سڑک جلدی سے ولاڈی واسٹاک مین تیار کر دی گئی تہی تاکہ ۱۸۹۱ء کے موسم گرما مین ولیعہد روس رسم افتتاح ادا کر سکے۔

دونون ریلون کا مقام اتصال اوسک قرار دیا گیا ہے - خود ماوراالنہرین ریلوے کی ایک
انی شاخ کے قیام کے متعلق آج کل تذکرہ ہو رہا ہے جو کاری بنت سے جو دریائے تجند
کے کنارے واقع ہے - سرخس تک جائے گی - اس شاخ کے قایم کرنے سے روس
اتنی میل اور ہرات کے قریب پہونچ جائے گا -

یوروپی روس مین دو سلسلہاے ریلوے کی توسیع

روپ پر جہان قاف کی ریلوے ماوراالنہری ریلوے کا لازمی نتیجہ اور تکملہ ہے نظر ڈالنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ بہت کچھ تاخیر و توقف کے بعد لاڈی کارکاس سے پیٹرافسک تک کے سلسلہ ریلوے کے قیام کی منظوری زار نے دی ہے[1] - گو کہ اس تجویز کے بھی متعدد مدعی ہین کہ ساتھ ہی پیٹرافسک اور زارٹسن کے مابین ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کرکے وسط روس کے سلسلہاے ریلوے اور دریاے والگا کے ساتھ تعلق قایم کیا جائے - معہذا ایک جماعت اس غرض سے مامور کیگئی ہے کہ موقعہ کے معائنہ اور دیگر حالات پر نظر غائر ڈال کر اس امر کی نسبت رپورٹ پیش کرے کہ آیا لاڈی کادکاس یا کسی اور قریب کے مقام سے ایک ایسی سرنگ کھودی

---

[1] یہ سلسلہ ۱۶۰ میل لمبا ہوگا اور اس کی لاگت کا تخمینہ ...... ۱۲ پاونڈ کیا گیا ہے - روس کے موازنہ مال مین جو سنہ ۱۸۹۱ع کے متعلق ہے ایک لاکھ پاونڈ کی رقم کی گنجایش تعمیر کے مصارف ابتدائی کے لئے رکھی گئی ہے اسکے علاوہ ایک اور شاخ کے قیام کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے جو پیٹرافسک سے باکو تک جائیگی اور طول مین ۲۲۰ میل ہوگی -

جانا ممکن ہے جو سلسلہ کوہ قاف کے بطن مین سے گزر کر کسی اسٹیشن پر جو باطوم و طفلس کی لائن پر واقع ہو جا نکلے[1]۔ اسکے علاوہ آدجی کابل کے اسٹیشن سے جو اوس سلسلہ ریلوے پر واقع ہے جو باطوم اور باکو کے مابین قایم ہے آستارا واقع سرحد فارس تک بھی ایک جدید سلسلۂ ریلوے قایم کرنے کی تجویز ہے اور اسکی پیمایش بھی ہو رہی ہے۔ ان تمام سلسلہ ہاے ریلوے کی تیاری جو ایک ساتھ عمل مین لائی جارہی ہے اس امر کی شاہد ہے کہ روس نے اپنے مقبوضات واقع یوروپ اور بحیرہ اخضر کو ریل کے ذریعہ سے ملا دینے مین نہایت دور اندیشی سے کام لیا ہے کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرق کی طرف اگر کبھی کسی فوجی کارروائی کا موقعہ آپڑا تو اوسکے لئے کمک اور سامان رسد بہم پہونچانے کے لیے لازمی طور پر مغرب کی سمت سے ہی جتا مہ استمداد کرنی پڑیگی۔

ماوراء النہر مین روسیون کی اخلاقی حالت

ماوراء النہر سے مین نے اخبار" ٹائمس" کو حسب ذیل تحریر بھیجی تھی:-

یہ بات متواتر میرے سننے مین آئی ہے کہ ماوراء النہر مین جو روسی فوج مقیم ہے اومین سازش۔ اوباشی۔ شرابخواری۔ قماربازی اور دوسری طرح طرح کی بدکرداریان پھیلی ہوئی

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی لائن ریل کی شاہراہ سے کسی ایسے اسٹیشن سے جو لاڈیکاوکاس کے جانب شمال واقع ہوگا شروع ہو کر درہ' کی مین سے ہوکر سلسلہ کوہ قاف کو طے کرتی ہوئی ایک سرنگ مین سے جسکا طول پانچ میل سے کم ہوگا گزرے گی اور ۱۰۳ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گوری کے اسٹیشن پر جو طفلس ریلوے پر واقع ہے جا نکلے گی۔ لیکن اسپر لاگت بے انتہا آئے گی۔

ہین جسکی گورنمنٹ روس کو خبر نہین - ان روایات کا پے درپے سننے مین آنا اور ساتھ ہی اونکا تناقض سے معرا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان مین ضرور بہت کچھ حصہ سچائی کا ہوگا - جو نوجوان یورپی روس مین بے احتیاطیون کے مرتکب ہوتے ہین یا اوباشی مین اپنا روپیہ ضایع کرتے ہین یا اور بری عادات اختیار کرتے ہین اونہین گورنمنٹ روس بطور کفارۂ ذنوب وسط روس ایشیا مین کچھ عرصہ کے لئے جلا وطن کر دیتی ہے تاکہ وہان اونکی اخلاقی حالت کی اصلاح ہوجائے - لیکن یہ خیال نہین کیا جاتا کہ اس نئے پالی مین زندگی کا دوبھر ہونا بجائے اسکے کہ قدیم جرم کے ارتکاب مکرر کو مانع آئے اور اولٹا اوسکا معین ومحرک ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ وسط ایشیا کی ہر ایک روسی فوجی چھاونی مین بینرم کشی - عیب جوئی اور لگاوٹ کا بازار خوب گرم رہتا ہے - کوئی ذی امتیاز شخص ایسا نہین جسکے دشمنون کا ایک جم غفیر موجود نہ ہو جنکا یہی کام ہے کہ اوسکی تخریب اور بربادی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین - پابندی ضوابط کا نمایشی ملمع بے قناعتی بدباطنی اور بدکرداری ملمع پر چڑھا ہوا نظر آتا ہے - اسمین شک نہین کہ اس سرزمین کی جانفرسا آب وہوا اور یہان کا نفرت انگیز طرز زندگی ان خرابیون کا بہت بڑا باعث ہے - مگر اس موقعہ پر سوال یہ پیش آتا ہے کہ جس سلطنت نے اپنی حالت وسط ایشیا مین ایسی بنا رکھی ہے آیا اخلاقی لحاظ سے اوسکے تفوق کا قایم رہنا قرین احتمال ہے اور کہین ایسا تو نہ ہوگا کہ جب وہ اپنی قوت کو کسی دشمن کے خلاف عمل مین لائے تو اوسے معلوم ہو کہ ایک کہنہ ناسور نے اوس مین ضعف پیدا کردیا ہے اور بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد والا مضمون ہو -

انتظامی تبدیلیان

اگمان ہے کہ میری یہ تحریر جو مین نے بے سوچے سمجھے قلمبند نہین کی تھی روسیون کو ناگوار گذری ہوگی لیکن اوسکا حق بجانب ہونا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ثابت ہوگیا کیونکہ ابھی چند مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ عیب چینی۔ غلط کاری اور فتنہ پردازی کا ایک ایسا طوفان برپا ہوا کہ ماوراء النہر کی فوجی سوسائٹی کو اوسنے بیخ و بن سے ہلا ڈالا اور اوس وقت تک نہ تھما جب تک کہ وہان کے عہدہ دارون کو بدلکر اونکی جگہ نئے آدمی از سر نو مقرر نہین کئے گئے۔ نفس واقعہ کو جو غیر خوش آیند ہے یہان درج کرنے سے مین احتراز کرتا ہون۔ لیکن اس کل شورش کا ماحصل یہ ہوا کہ جرنیل کروپٹکن اب جرنیل کامروف کی جگہ ماوراء النہر کا گورنر جنرل ہے اور کرنیل علیخانوف جو مرو مین ایک ذمہ داری کی خدمت پر مامور تھا وہان سے علیحدہ کرکے قاف مین بھیجدیا گیا ہے۔ اسکے ساتھ ہی فاضل اکمل موسیو چاریکاف کی جگہ جو دربار بخارا مین روس کیطرف سے بطور سفیر کے متعین تھا میرے دوست موسیو لیسار کا تقرر ہوا ہے جو مسئلہ تصفیہ سرحد افغانستان کے متعلق سند شہرت حاصل کرچکا ہے اور حال ہی مین روس کی طرف سے لورپول مین قونسل جنرل تھا۔ مشرق کی سمت مین اگر نگاہ دوڑائی جائے تو جرنیل روزنباشس تاشقند کا گورنر جنرل نظر نہین آتا۔ بلکہ بجائے اوسکے جرنیل وروسکی جو سابق مین اُڈیسہ مین پولیس کا افسر اعلیٰ تھا مقرر ہوا ہے۔ جرنیل اینکاف بھی اس عالمگیر طوفان کی زد سے نہین بچا لیکن ابھی تک اوسکے الزام لگانے والون کو اوس

پر پورا غلبہ حاصل نہین ہوا۔[۱۵]

ماوراء النہر کی خود مختاری

تبدیلیان جنکا نتیجہ خیز ہوتا لازمی تہا۔ ماوراء النہر کی گورنمنٹ کے از سر نو ترکیب دیے جانیکا باعث ہوئین اور چونکہ ایک عرصہ سے یہ تجویز گورنمنٹ عالیہ کے مرکوز خاطر تہی اس سلئے اسکا انجام کار عملی صورت اختیار کرنا ایک قدرتی امر تہا۔ بتاریخ ۲۹ مارچ ۱۸۹۰ء سینٹ پیٹرزبرگ مین یہ سرکاری فرمان صادر ہوا کہ ماوراء النہر کے نظم ونسق کے لئے علیحدہ انتظام عمل مین آئے۔ چنانچہ اس تاریخ سے باستثنائے بعض خاص خاص امور کے صوبہ ماوراء النہر انتظامی حیثیت سے گورنمنٹ قاف کے ماتحت نہین رہا بلکہ ایک حد تک ترکستان کی طرح خود مختار ہوگیا ہے اور اوسے یہ اقتدار حاصل ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ کے فارن آفس (محکمہ خارجہ) سے براہ راست خط وکتابت کرے۔ یہ ایک ایسی تبدیلی ہے جسپر ایک عرصہ سے بحث ہو رہی تھی اور اسکا عمل مین آنا ماوراء النہر کے روز افزون سیاسی امتیاز اور قدر وقیمت کی وجہ سے حق بجانب ہے اس کے ساتھ ہی مرو کے چارون خان جنکا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین کیا ہے اون انتظامی اقتدارات سے جو اونکو اپنے جرگون کے متعلق حاصل تھے محروم کردئے گئے ہین لیکن ایک سو بیس پاؤنڈ سالانہ سالانہ کا وظیفہ عمر بہر کے لئے اون کی ذات

---

[۱۵] ماہ مارچ ۱۸۹۱ء مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ جرنیل انینکاف ریلوے کے ڈائرکٹر ہونے کی حیثیت سے ماوراء النہر واپس نہین آئیگا کیونکہ یہ صیغہ جرنیل کروپٹکن کے تفویض کیا گیا ہے۔

کے لئے بدستور قایم ہے۔ اس سے زیادہ قوی ثبوت اوس کامیابی کا اور کیا ملسکتا ہی جو روس کو مفتوح ترکمانون کے باہمی قومی تعلقات اور رسوم و واجبات سے قدیم اثر کو مٹادینے مین حاصل ہوئی۔ یہ وہی ترکمان ہین جو دس سال سے کچھ ہی مدت پہلے جان توڑ کر روسیون سے لڑے تھے اور اب وہی ہین کہ اپنے فاتحون کی غلامی کا دم رضا و عجز سے بھرتے ہین۔

جرنیل کروپٹکن

ماوراءالنہر کے نظم و نسق کی تجدید سے بھی زیادہ معنی خیز اگر کوئی شے ہے تو وہ اس صوبہ کے نئے گورنر کا تشخص اور سیرت ہے۔ ایک امن پسند اور غیر جنگجو عالم کے بجائے جسے کیڑون مکوڑون کی علمی تقسیم مین اپنی فوج کا معائنہ کرنے سے زیادہ لطف حاصل ہوتا تہا اب ماوراءالنہر کا گورنر ایک ایسا شخص ہے جو اسکابیلف کا دست و بازو اور گویا اوسی کے قالب مین ایک دوسرا شخص ہے۔ اس سے گورنر کا نام جرنیل کروپٹکن ہے اور فن سپہ گری مین اوسکا شمار وسط روس مین طبقہ اعلیٰ مین ہوتا ہے۔ کروپٹکن ۱۸۴۸ء مین پیدا ہوا۔ اٹھارہ برس کی عمر مین فوج ترکستان مین بھرتی ہوا اور محاصرہ و فتح سمرقند کے موقعہ پر وہ موجود تھا۔ ۱۸۷۴ء مین اسٹاف کالج کے امتحان مین سب سے اول نکلکر وہ ایک سال تک الجزائر مین رہا جہان فرانسیسون کے ساتھ شریک ہوکر وہ مہم صحرائے اعظم مین گیا اور اس معرکہ کے متعلق اوس نے اپنی پہلی تصنیف لکھی۔ اسکے بعد وہ وسط ایشیا کو واپس آیا اور جنگ توقند مین اسکابیلف کے ساتھ رہا۔ اس

لڑائی مین وہ زخمی بھی ہوا جسکے صلہ مین اوسکو تمغہ صلیب سینٹ جارج عطا ہوا۔ ۱۸۷۶ء مین وہ ایک خاص سفارت پر یعقوب بیگ والی کاشغر کے ساتھہ ایک معاہدہ قایم کرنیکے لئے بھیجا گیا۔ اس سے روسیونکا مقصد اوس انگریزی سفارت کے اثر کا زایل کرنا تھا جو بہ سرکردگی فارستھہ کاشغر کو روانہ کی گئی تھی۔ اسپر کروپٹکن نے اپنی دوسری کتاب لکھی۔ جنگ روم و روس مین وہ اسکابیلف کے اسٹاف کا صدر تھا اور جب جنگ ختم ہوئی تو وہ جنرل اسٹاف کے ایشیائی حصہ کا افسر اعلی مقرر ہوا۔ اسی زمانہ مین اوسنے اس جنگ پر ایک تیسری کتاب لکھی۔ ۱۸۷۹ء مین اوس نے فوج ترکستان کی سپہ سالاری کے عہدہ پر مامور ہوکر پھر وسط ایشیا کو مراجعت کی اور سال آیندہ اپنی فوج کا کچھہ حصہ لیکر وہ یلغار کے ساتھہ صحراے ترکستان کو طے کرتا ہوا اسکابیلف سے گیاک تپی پر جا ملا اور عین وقت پر پہونچکر فوج کے تین دستون مین سے ایک کے ساتھہ اوسنے غنیم پر حملہ کیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک وہ سینٹ پیٹرس برگ کے صیغہ جنگ مین وسط ایشیا کے تمام انتظامی مسائل متعلقہ فن تدبیر ملکی و سپہ گری مین بطور مشیر خاص کے رہا ہے اور اب عین جوانی کے عالم مین ایک ایسے حصہ ملک کا کارفرما ہوکر آتا ہے جسکے حالات اوسکو کسی دوسرے روسی جرنیل کے مقابلہ مین زیادہ معلوم ہین۔ فن سپہ گری کے متعلق اوسکی قابلیت اور اوس کی مانی ہوئی بہادری اور جرارت ایسی چیزین ہین جن سے اوسکا تقرر نہایت نتیجہ خیز ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ امر بھی نظرانداز نہین ہوسکتا کہ صیغہ راز کی وہ مشہور یادداشت اوسی کی مرتب کی ہوئی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہندوستان

پر روس کیونکر حملہ کرسکتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ روس کے تمامی اہل سیف کو اس یادداشت
کی نسبت عام طور سے یہ خیال ہے کہ اس مین روس کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی
سب سے زیادہ خیر خواہانہ اور عملی تجویز مندرج ہے۔ اس کا ذکر مین آگے چل کر کرون گا۔
جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنی قابلیتون کا پورا ثبوت دیا (۱۸۹۱ء) اور ماوراءالنہر کی
اب صورت ہی کچھ اور ہے۔ جدھر دیکھو فوجی مشقون اور فوجی نقل و حرکت کے سوائے اور
کچھ نظر نہین آتا۔ جرنیل موصوف کی تنخواہ چودہ سو پاؤنڈ سالانہ ہے اور آٹھ سو پاؤنڈ
بطور لوازم اعزازی کے اوسے ملتے ہین گویا کہ کامروف کے مقابلہ مین اوسے چھ سو
پاؤنڈ کم دئے جاتے ہین جبکی تنخواہ بقدر اس مقدار کے زیادہ تھی نو سو لیبا شاید کسی
دوسرے زندہ روسی۔ کے مقابلہ مین وسط ایشیائی اور سرحدی مسائل پر انگریزی اور روسی
پہلو سے زیادہ تبحر کے ساتھ حاوی ہے جرنیل وروسکی کا میلان جنگ کی طرف زیادہ
ہے۔ حالانکہ جرنیل روزنباش جبکی جگہ وہ مقرر ہوا ہے ایک صلح پسند شخص تھا لیکن
ان تین تقررات کے ایک ساتھ عمل مین آنے سے انگریزون کو اس امر کا یقین ہونا چاہئے
کہ گو وسط ایشیا کے سیاسی مسئلہ پر عنقریب جنگی کشاکش کا اثر نہ پڑے تاہم اس سرزمین مین
روس کی اغراض و مقاصد کی نگہداشت غیر معمولی تاکید اور جانفشانی سے کی جائیگی۔ اس تحریر
کے قلمبند کر چکنے کے بعد مین نے سنا ہے کہ جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنے رجحان
طبیعت کا عملی ثبوت دیا ہے یعنی ماوراءالنہر کی گورنری کی خدمت کا جائزہ لیتے ہی اوسنے
اپنے صوبہ سے تمام ممالک غیر کے لوگون کے اخراج کا حکم دیدیا ہے اور اس مین وہ انگریز

بھی شریک تھا جسکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون۔

وسط ایشیا مین روسی طاقت کا اجتماع

اس بات کو ہم نظر انداز نہین کر سکتے کہ روس نہایت دور اندیشی اور عاقبت شناسی سے کام لیکر اپنے نئے ممالک محروسہ مین باقاعدہ طور سے اپنی طاقت کو بڑہانے کے لئے امن و اطمینان کے موجودہ زمانہ سے استفادہ کر رہا ہے۔ نئی فتوحات مین اوسے اپنی طاقت سے غیر معمولی کام لینا پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عارضی طور پر اوسکی قوت مین فتور آگیا۔ ۱۸۸۵ء کے نازک وقت مین روس حملہ کیلئے ہم سے بھی کم تیار تھا۔ لیکن اس پانچ سال کے عرصہ مین روس نے بہت بڑی ترقی کی ہے جسکی قدر و قیمت کا اندازہ کافی طور پر لگایا نہین جاسکتا۔ اور جو بڑے بڑے اصلاحی کام اوسنے اختیار کئے ہین۔ اون پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی امیدین اور آرزوئین ابھی تکمیل کے منتہا کی کوسون دور ہین۔ روس کے اس زمانہ کی اصلاحات و ترقیات پر جو بحیرہ اسود سے لیکر دریائے جیحون تک عمل مین آئین جب ہم نظر ڈالتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ سورم کی سرنگ کے کہودے جانے سے ٹرینکاکیشین (آن روے قاف) ریلوے کی سودمندی بہت کچھ بڑہ گئی ہے۔ قاف کے شمال سے طفلس کے جنوب یا پٹر اغسک واقع ساحل بحیرہ اخضر تک جدید سلسلہ جات ریلوے کے قیام کی تجاویز درپیش ہین۔ بحیرہ اخضر کے جہازون کے بیڑہ مین بہ تدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ریلوے کا منتہا بدل کر کراسنوواڈسک قرار دیا گیا ہے۔ ماوراء النہر کے سلسلہ ریلوے پر گاڑیان

کی تعداد بڑہا دی گئی ہے اور اوسے بہت کچھ ترقی دیگئی ہے۔ ماوراء النہر کی گورنمنٹ کو آزادانہ حکومت عطا کیگئی ہے اور ترکمانون کے قومی رابطہ اتحاد کو اور زیادہ توڑ دیا گیا ہے۔ مرو۔ دریاے آموں۔ کرکی اور دیگر مقامات مین نئی فوجی بارکین تیار کیگئی ہین اور مختلف مقامات علی الخصوص شیخ جنید متصل کراہتی واقع سرحد افغانستان مین فوجی چہاونیان قایم کیگئی ہین۔ روسی افسرون اور غیر کمیشن یافتہ افسرون کا تقرر فوج بخارا ئی مین کیا گیا ہے[۵۱]۔ اور سرخس اور تاشقند تک ریل کے بڑہانے کی تجویز پیش نظر ہے۔ ان مین سے ہر ایک کارروائی بجاے خود اہم اور نتیجہ خیز ہے لیکن اگر یہ سب ملکر ایک ساتھہ عمل مین لائی گئین اور کوئی وجہ نہین کہ یہ باور نہ کیا جاے کہ عنقریب ایسا ہی ہوگا تو روس کی طاقت ۱۸۸۵ء کے مقابلہ مین بے انتہا بڑہ جائیگی۔ اسکے ساتھہ ہی روس نے اپنی ایشیائی رعایا کے لئے روسی مدرسون مین تعلیم پانا لازمی کر دیا ہے اور ماوراء النہر مین پروانہ راہداری کے اوس طریقہ کو جو یوروپی روس مین رایج ہے تقید کے ساتھہ جاری کیا ہے۔ اگر ہم ابیچ کر روس پانچسو میل کے فاصلہ پر سے پہلانگ جائین جو نقشہ مین افغانستان کے نام سے درج ہے اور جو کچھہ اس پُر اسرار خطۂ فاصل کے ہندوستانی پہلو پر ہو رہا ہے اوسپر نظر دوڑائین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمین بہی اپنی جانب ویسا ہی اطمینان ہے جتنا روسیون کو اپنی طرف۔ دونون طرف جنگی تیاریان ہو رہی ہین۔ لیکن جنگی تیاریون کا نتیجہ بالعموم تطویل امن ہوا کرتا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ دو ملک جنہون نے لڑائی کے لئے برابر کی تیاری کی

[۵۱] اسکا اعلان جنوری ۱۸۹۱ء کے ماسکو گزٹ مین ہوا۔

ہو اون مین لڑائی چھڑنے کا اتنا احتمال نہین ہوتا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جو جنگ کے لئے ٹھیک طور سے تیار نہ ہون یا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جن مین سے ایک نے زیادہ تیاری کی ہو اور دوسرے نے کم اور اول الذکر ثانی الذکر کی کمزوری سے فائدہ اوٹھانے کا دل سے آرزومند ہو-

زمانہ آیندہ

اگر مجھ سے اسوقت سوال کیا جائے کہ وسط الیشیا کا عنقریب کیا سیاسی حشر ہونے والا ہے (کیونکہ کوئی ایسی پیشین گوئی کرنی جو زمانہ دراز سے تعلق رکھتی ہو لغو محض ہوگی) تو مین یہ جواب دونگا کہ آثار اور شگون تو ابھی تک امن ہی کے ہین[ل] - زمانہ فریقین کے ذہن مین یہ بات متمکن کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اگر انگلستان اور روس مین لڑائی ہوئی تو وہ کسی مختصر سے رقبہ یا تھوڑی سی مدت تک محدود نہ ہوگی بلکہ اوسکے نتائج نہایت وسیع ہونگے جنکی نسبت کوئی شخص پیش بندی نہین کرسکتا موجودہ زار کی امن پسندی تو مشہور ہے اور اوس کی طبع کا یہ رجحان اس مسئلہ کے تصفیہ کا جزو اعظم ہے مگر روسی سوسائٹی کی پریشان حالت کو مد نظر رکھکر اسپر زیادہ وثوق کے ساتھ بھروسا کرنا سلامت روی کے اصول کے خلاف ہوگا - البتہ یہ امید کیجا سکتی ہے کہ ولیعہد روس جنہون نے

ل یہ مسودہ طبع کو چھپنے کے لئے جا رہا ہے کہ ہمارے سننے مین ہولناک خبر آئی کہ روس پامیر اور ہو مہرے مقامات کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے - ممکن ہے کہ ایک زیادہ تشویش ناک زمانہ ہمارے دیکھنے مین آئے -

حال مین ملکہ معظمہ کی سلطنت ہند کا سفر کیا ہے اپنے والد ماجد کی طبیعت میراث مین پائین گے۔ افغانستان اب بھی گذشتہ پچاس سال کی طرح اس قفل کی کلید ہے۔ اگر روس اپنے عہد پر ثابت قدم رہا اور اوسنے اپنے ہمسایون کی حدود مین مداخلت نہ کی تو کچھ عرصہ تک روسی کاسک اور ہندوستانی سپاہی باوجود دوری کے ایک دوسرے کے دوست رہ سکتے ہین۔

پانچوان باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

وحشیان جنگجو غارتگران تند خو　　آئے نیشاپور کے فیروزہ زا کہسار پر

"خراسان کا نقاب پوش مدعی نبوت" مور

ورود بہ عاشق آباد

عاشق آباد کے اسٹیشن پر ایک ایرانی نوکر مجھے ملا جسے کرنیل اسٹوارٹ نے ازراہ عنایت مشہد کے انگریزی قونسل خانہ سے میری آسایش کیلئے بہیجدیا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرنیل موصوف نے میرے لئے خیمہ خرگاہ اور نوکر چاکر وغیرہ بھی روانہ کئے ہین مگر وہ سرحد ایران پر عاشق آباد سے تیس میل کے فاصلہ پر مجھے ملین گے چونکہ روسی حکام متعینہ مشہد انگریزی رعایائے مقیم ایران کو سرحد سے گزر کر روسی ماوراالنہر مین داخل ہونے کی اجازت دینے مین پس وپیش کرتے ہین لہذا یہ لوگ جو سفر آیندہ مین میرے ہمراہ رہنے والے تھے مجھ سے عاشق آباد مین مل نہین سکے۔ البتہ ایرانی سے یہ ممانعت متعلق نہ تھی اور اسلئے وہ اس غرض سے میرے پاس بہیجدیا گیا تھا کہ مجھے میرے کیمپ تک جو سرحد ایران پر میرا انتظار کر رہا تھا پہونچادے۔ لیکن شومی قسمت سے یہ حالت تھی کہ

نہ مین سمجہون زبان اوس کی نہ وہ سمجہے زبان میری

اور ایسا شخص ملنا مشکل تہا جو ترجمانی کا کام دیسکے۔ غرضکہ مین گاڑی مین سوار ہوکر گرد و غبار کی دم گہوٹنے والی
باولون مین سے گزرتا ہوا گورنر جنرل کے مکان کو گیا۔ لیکن وہان پہونچکر مجہے معلوم ہوا کہ
جنرل کامروف مجہہ سے ایک دن پہلے عاشق آباد سے جا چکے تھے اور اس لئے مین
اون کی گذشتہ سال کی ملاقات سے کوئی فائدہ نہین اوٹہا سکا۔ اسکے بعد مین اونکے
قایم مقام سے جا کر ملا مگر چونکہ ان صاحب کو میرے متعلق کوئی ہدایت نہین پہونچی تہی
لہذا اونہون نے یہ ظاہر کیا کہ وہ سینٹ پیٹرسبرگ سے بذریعہ تار ہدایت حاصل کرلین گے۔
اور مجہہ سے کہا کہ اوسوقت تک آپ عاشق آباد کی سیر سے اپنا دل بہلائیے۔ چونکہ مجہے
سابق کے تجربہ سے معلوم تہا کہ عاشق آباد کے مناظر ایسے دلفریب نہین کہ باعث
تفریح طبع ہو سکین۔ کیونکہ سوائے ایک معمولی سے دیسی بازار۔ چند روسی دکانون۔ روسی دیوانی
اور فوجی عہدہ دارون کے مکانات اور فوجی چہاونیون کے سوا جو ایک کف دست اور
غیر خوش آیند صحرا پر واقع ہین اور ہمیشہ گرد و غبار[۹۱] کے ایک بگولے مین لپٹی رہتی ہین۔
وہان کی کوئی چیز قابل دید نہ تہی۔ لہذا مین نے اس دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور

[۹۱] ۱۸۸۱ء مین جب روسیون نے ماوراء النہر پر حملہ کیا تو عاشق آباد ایک ترکمانی بستی تہی جس مین پانچ سو گہر آباد تہے۔ دارالحکومت ہوجانے پر اسکی حالت بہت جلد بدل گئی اور اس کی حدود بہت وسیع ہوگئین۔ ۱۸۸۴ء مین اس کی آبادی ...۳ تہی۔ ۱۸۸۶ء مین فوج کو نکالکر اس کی آبادی ۴۰۰۰ ہزار ہوگئی۔ اوس زمانہ کے بعد سے لیکر اب تک اس کی آبادی دس ہزار سے کسی قدر زیادہ رہی ہے۔

یہ خواہش ظاہر کی کہ مین فوراً ہی یہان سے روانہ ہوجانا چاہتا ہون - چونکہ میری یہ خواہش عاشق آباد کے فوجی موقعہ کے امتحان کرنے کے کسی خفیہ منصوبہ سے تطابق نہ رکھتی تھی لہذا مجھے روانگی کی اجازت دے دی گئی - لیکن نہ تو مجھے کوئی مدد دیگئی اور نہ کوئی مدد پیش ہی کی گئی حالانکہ اس وقت مین اپنے انتظام سفر کی دقتون کے رفع کرنے کے متعلق اعانت کا بہت کچھہ محتاج تھا - بات اصل مین یون ہے کہ روسی فوی حکام انگریزون کا عاشق آباد مین آنا پسند نہین کرتے اور متعدد مرتبہ اونہون نے ایسے مواقع پر ایسی بے رخی اور کج اخلاقی ظاہر کی ہے جو روسیون جیسی خلیق قوم مین شاذونادر ہی دیکھنے مین آتی ہے -

روانگی بجانب سرحد

آخر کار دو شخصون کی ترجمانی کے واسطے سے مجھے اپنے ایرانی ملازم کے ساتھہ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا اور اپنے سامان کو از سر نو ترتیب دینے اور اوسے خچرون پر لادنے مین چند گھنٹے صرف کرنے کے بعد غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے مین عاشق آباد سے رخصت ہوا - میرا ارادہ یہ تھا کہ دامن کوہ تک تو درونشکی[1] مین سوار ہوکر جاؤن اور وہان سے گھوڑے پر جسے ایرانی اپنے ساتھہ لایا تھا سوار ہوکر باقی کا فاصلہ طے کرکے کیمپ تک پہونچ جاؤن - لیکن چونکہ ہماری گفتگو کے سلسلہ مین ضرورت سے زیادہ حلقے تھے اس لئے کچھہ غلط فہمی سی واقع ہوگئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ میرا سامان تو رات بھر مارا مارا پھرا اور کہین دوسری صبح کو جاکر ملا اور ایرانی کو پندرہ میل پیدل چلنا پڑا اور سب مجھے بسواری اسپ

---

[1] : درونشکی ایک قسم کی گاڑی کا نام ہے - مترجم -

تن تنہا آدہی رات کے وقت سرحد کی طرف جانا پڑا۔ جہان پہونچکر مین ادہراودہر بھٹکتا رہا یہان تک کہ حسن اتفاق سے رات کے ایک بجے کے قریب مجھے اپنی خیمہ گاہ کا نشان مل گیا۔

عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک کی تاریخ

سڑک پر مین نے سفر کیا اور جسکا حال مین اب بیان کرنیوالا ہون اوسے بہت بڑا امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے روس کو خراسان کے دل لبھانے والے صوبے مین داخل ہونے کا ایک نیا بنا بنایا راستہ مل جاتا ہے۔ ترکمانون کو ۱۸۸۱ء مین مسخر کرنے کے بعد اوس نے فوراً ہی یہ کارروائی شروع کی کہ سرحد ایران پر اپنی طاقت کو مستحکم کرے اور اوس تفوق سے فائدہ اوٹھائے جو فتوحات کے باعث اوسے اپنے کمزور اور ڈرپوک جنوبی ہمسایہ پر حاصل ہوگیا تھا۔ اصول فن حرب کے لحاظ سے تو روس کو پہلے ہی وہ تفوق حاصل ہوچکا تھا جسکے کفیل اوسکے جدید ممالک مفتوحہ تھے۔ اور ایک سرحدی معاہدہ کی رو سے جو ان فتوحات کے بعد روس اور ایران کے درمیان قرار پایا۔ روس نہ صرف قلہائے کوہ پر مسلط ہوگیا بلکہ خاص خاص ذرایع آبرسانی[۵۱] اوس کے قابو مین آگئے اور اسطرح تفوق مسطور اور بھی زیادہ ارفع ہوگیا۔ جرنیل انینکاف کی ریلوے کے قیام سے روس کی تجارتی فوقیت کو بھی یقینیات مین داخل کردیا ہے بشرطیکہ روس کا تجارتی مال بحفاظت وسہولیت سرحد سے گزر سکے۔ ترکمان اٹک (اٹک سے مراد دامن کوہ ہے)

[۵۱] کتب زخیان سنٹرل ایشیا (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین انکی فہرست بطور ضمیمہ کے چھپ چکی ہے۔

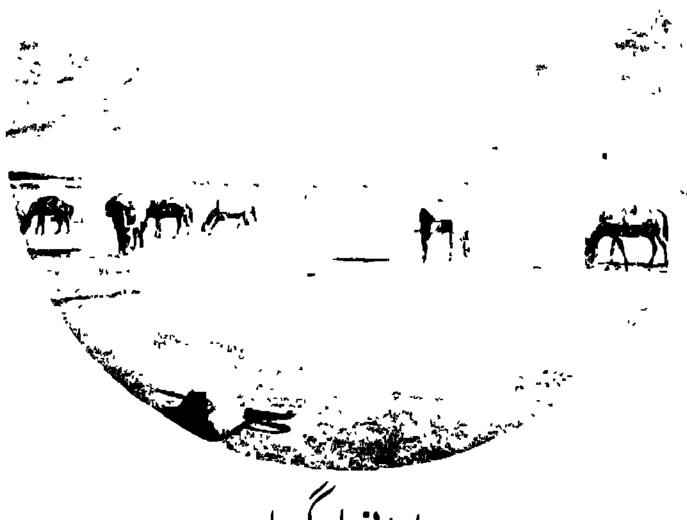
اور خراسان کے درمیان کوئی اچھی سڑک موجود نہ تھی اور جو تھی بھی وہ سرحدی اقوام کی وحشیانہ اور خونریز چپقلشون کی وجہ سے قریبا مسدود ہوگئی تھی۔ چنانچہ روسیون نے ایک جدید محفوظ اور سیدھا راستہ نکالنے کی غرض سے عاشق آباد سے سرحد ایران تک ایک فوجی سڑک بنانی شروع کی اور ایرانی اس امر پر رضامند ہوگئے کہ وہ اپنی سرحد کی طرف ایک اسی طرح کی سڑک تیار کرین گے جو روسی سڑک سے جا ملیگی اور بالآخر عاشق آباد کو ایک شاہراہ کے واسطے سے جس پر گاڑی چل سکیگی کوچان اور مشہد سے ملا دیگی۔ اس سڑک کے ایرانی حصہ کی تیاری جرنیل گستیجر خان آسٹریا کے ایک انجینیر افسر کے سپرد کیگئی جو شاہ کا ملازم ہے ۱۸۸۸ء کے اختتام سے پہلے سڑک کا روسی حصہ جو طول مین تیس میل تھا سرحد تک پہونچ چکا تھا لیکن یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایرانی حصہ ابھی شروع بھی نہین ہوا تھا اور نہ اوسکے آغاز و انجام کے آثار ہی نظر آتے تھے۔ ایک تو اس تاخیر و درنگ نے روس کو برہم کیا اور دوسرے وہ فوائد اوسکی برافروختگی کا باعث ہوئی جو اوسکے خیال مین برطانیہ کلان کو ۱۸۸۸ء مین رعایتی حقوق متعلقہ کارون کے حصول مین ایران سے پہونچے تھے۔ ان دونون امور سے متاثر ہوکر روس نے دربار ایران پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور ایک خفیہ معاہدہ کی شرائط مین جسکا راز اب طشت از بام ہو چکا ہے اس شرط کے منوانے پر بھی اصرار کیا کہ ایران فوراً عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک تیار کردے۔ شاہ کجکلاہ کو یہ تقاضا مرغوب نہ تھا مگر سوائے تسلیم کے اور کیا چارہ تھا۔ اونھین جبراً قہراً روس کی بات ماننی پڑی۔ چنانچہ جرنیل گستیجر خان اپنی خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا کیونکہ

اوسکی نسبت یہ مشہور ہوا تھا کہ خراسان کے گورنر جنرل کے ساتھ اوسکا تنازعہ ہو گیا ہے اور خفیہ طور پر وہ روسیون کے ساتھ خط و کتابت کرتا ہوا پایا گیا ہے) اور سڑک تیاری کا ٹھیکہ مشہد کے ملک التجار کو دیا گیا جس نے ایک سال کے عرصہ مین تیرہ ہزار پاؤنڈ کی لاگت سے کام تیار کر دینے کا وعدہ کیا - اس کے معاوضہ مین ملک التجار موصوف کو تمام مسافرخانون اور کنوئن کے حقوق جو اس سڑک سے متعلق ہونگے مل گئے اور اسکے علاوہ تمام سڑک پر محصول وصول کرنیکا حق بھی حاصل ہو گیا - القصہ جب مین نے اس سڑک پر ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء کے شروع مین سفر کیا تو صورت حالات یہ تھی جو اوپر بیان ہوئی -

اس سڑک کا روسی حصہ

عاشق آباد سے شروع ہو کر یہ سڑک جنوب کیطرف میدان مین سے ہوتی ہوئی پہاڑون کی طرف جاتی ہے - عرض اس کا ہر جگہ برابر ہے یعنی ۲۵ فیٹ - اور اگرچہ عاشق آباد کے قریب اسمین جا بجا گڑھے پڑے ہوئے تھے لیکن آگے جا کر اسکے ڈھلوان سے ڈھلوان حصہ بھی ایسے ہین کہ توپخانہ بآسانی اوس پر گزر سکتا ہے - آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے یہ سڑک دامن کوہ مین پہونچتی ہے اور وہان سے ایک بغلی وادی کو جو سلسلہ کوہ کوپت داغ کے محور کے متوازی ہے چکر کاٹتی ہوئی قطع کرتی ہے - اسکے بعد چڑھاؤ شروع ہوتا ہے اور سڑک لہراتی اور پہاڑ کے پہلوؤن پر چڑھتی ہوئی پندرھوین میل پر ایک تنگ کوہستانی درہ مین داخل ہوتی ہے جسکی تہ مین ایک سیل کی پتھریلی گزرگاہ ہے - جب مین یہان سے گزرا تو یہ نالا خشک تھا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس زمانہ مین برف

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]



ایرانی باج گیرہا

مشترک کام دے گی۔ ایرانی باج گیرا جس مین ایک چنگی خانہ واقع ہے جہان عاشق آباد کی طرف سے آنے والے کاروانون پر محصول لیا جاتا ہے کچی مٹی کے جھونپڑون کا ایک چھوٹا سا گاؤن ہے جو سرحد سے قریبًا دو میل کے فاصلہ پر ایک وادی مین پہاڑی کے پہلو سے ملا ہوا واقع ہے یہی وہ مقام تھا جہان مین اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ مین تھامے پا پیادہ حسن اتفاق سے اپنے کیمپ مین آپہونچا تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور ماتھے پر تیوری چڑھائے ہوئے سنگلاخ منظر پر اپنا دلفریب پرتو ڈال رہی تھی اور اسی کی رہنمائی سے منزل مقصود تک میری رسائی ہوئی۔ خاکستری رنگت کی عریان پہاڑیون پر سبزہ نام کو نہ تھا اور سوائے ایک آدھ قافلہ کے جسکی فریاد جرس البتہ خاموشی کو چیرتی ہوئی راہ مین میرے کانون مین پڑی زندگی کی اور کوئی علامت میرے دیکھنے مین نہین آئی۔

سرحدی کوہستان

سلسلہ کوہ کو مین نے اب تک طے کیا تھا اور جسکی چٹانون اور پہاڑیون مین کو چیان پہونچنے سے پہلے مجھے اور دو دن صرف کرنے پڑے اور جس کی وحشت زا مشرقی شاخون مین مجھے ابھی اور دس دن بادیہ پیمائی کرنی تھی وہ خود مشرقی شاخ ہے اوس عظیم الشان سلسلہ کوہ البرز کی جو سنگ خارا کی ایک دیو قامت دیوار کی طرح ایران کی پوری شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے سمت غرب مین اس سلسلہ کا تعلق کوہستان قاف کے ساتھ ہے اور وسط سے لیکر تین سو میل کے فصل سے یہ بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل کے سواد کو مستحکم کرتا اور راستہ مین دماوند کی رفیع الشان چوٹی کو جسکا ارتفاع ۱۹۴۰۰

فیٹ سے آسمان کا مدمقابل بنا تا ہوا انجام کار تھوڑی دیر کے لئے گرگان کی وادی
مین استرآباد کی دوسری جانب بہ شکل نشیب ستانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔
لیکن تازہ دم ہونے سے اس مین اصل قوت پھر عود کر آتی ہے اور یہ اون پیچ در پیچ
کہسارون کی شکل اختیار کرتا ہے جو سلسلہ در سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے پیدل فوج
کی قطارون کیطرح صف آرا ہین اور جنکا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف اوس
درمیانی ضلع مین سے ہوکر گزرتا ہے جو ترکمانی میدانون اور ایران کے بڑے صحرا کے
شمالی دامن کے مابین واقع ہے۔ آگے چلکر ہرات کے قریب غیر صحیح الاسم سلسلہ کوہ
پروپمیسن سے جو خود ہندوکش کی مغربی شاخ ہے یہ کوہستان جا ملتا ہے۔ جس کوہستانی
طبقہ سے اسوقت بحث کی جارہی ہے اوس مین پہاڑون کے شمالی سلسلے قرن داغ اور
کوپت داغ کے نام سے مشہور ہین اور وسطی اور بلند تر سلسلہ جو جنوب کی طرف وادی اترک
کا محیط ہے اعلیٰ داغ اور بنالود داغ کے نام سے موسوم ہے۔ ان متوازی سلسلون
کے درمیان جو مرتفع وادیان چھپی ہوئی ہین اون کی بلندی کا اوسط چار ہزار فیٹ ہے اور
جو قلہ ہائے کوہ ان وادیون پر سایہ افگن ہین اونکا ارتفاع آٹھ ہزار سے لیکر گیارہ ہزار
فیٹ تک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نقطہ خراسان ہی مین ایسی ایسی بلند سولہ چوٹیان
ہین۔ ان کی سنگلاخ عریانی اور سنسانی کا سمان ایسا ہے کہ اس سے زیادہ وحشت انگیز
تصور کسی شے کا ذہن مین نہین آسکتا۔ یہ خاکستری رنگ کے کوہستان جنکے اجزاء ترکیبی چونے
کے پتھر سے مشارکت رکھتے ہین اور جو سوائے جونیپر نامی ایک خودرو بوٹی کے کہ وہ بھی

شاداب اور کثیر الوجود نہین سبزہ سے معرا چشمون کی فراوانی سے محروم اور قابل کاشت زمین سے تہی دست ہین اپنی لکہو کہا سال کی طبقات الارضی سرگزشت غیر مہمان نوازانہ مگر راستبازانہ بیباکی کے ساتہہ سنا رہے ہین۔ آج سے دس سال پہلے ان کسارون مین قتل اور غارتگری کی جو کمین گاہین موجود تھین اونہون نے گویا اوس سرد مہری اور بیرحمی کی آڑ لے رکھی تھی جس سے یہ سنگلاخ طبقہ متصف ہے۔ ترکمان لٹیرے ان پہاڑون کے وحشت خیز درون مین شعلۂ آتش کی طرح لپکتے ہوئے آتے تہے اور شمشیر و تفنگ سے اون گاؤن اور ریوڑون پر آپڑتے تہے جنہون نے اون کی پے در پے غارتگری کے بعد بھی زندہ رہنے کی جسارت کا ارتکاب کیا تھا۔

ریل کی سڑک کی تجویز

روسیون نے عاشق آباد سے کوچان تک والی سڑک تیار کرنی شروع کی تھی تو بیان کیا گیا تہا کہ اونکا قصد ہے کہ اس سڑک پر آیندہ چلکر ریل یا دخانی ٹریموے کیلئے لوہے کی پٹری بچھائین تا کہ اسکے ذریعہ سے مشہد پہونچنا آسان ہوجائے۔ لیکن ایک انگریزی افسر محکمہ تعمیرات نے جس نے اس سڑک کا معائنہ کیا ہے مجھ سے کہا کہ ایسا نہین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۴ - ۱؎ جونیپر ایک جہاڑی کی شکل کی سدابہار بوٹی ہوتی ہے جسکے پتے گاؤزبان کی شکل کے اور پہول گچہون مین ہوتے ہین اس کا پہل جو جہربیری کے بیر کے برابر اودا رنگ مین نیگون ہوتا ہے۔ وہ سال مین پکتا ہے اور کہانے کے کام بہی آتا ہے۔ معلوم نہین کہ اس کا اردو یا فارسی نام کیا ہے۔

مترجم

ہو سکتا کیونکہ پہاڑ اونکے عبور کرنے مین اس سڑک نے جو چکر کاٹے ہین وہ بحالت موجودہ ایسے ہین کہ دنیا مین کوئی ریل کی سڑک اونکے پیچ وخم کی تاب نہین لاسکتی اور باج گیرہا اور کوچان کے درمیان کی سڑک کے ایرانی حصہ کے بعض موڑون پر بھی یہی قول راست آتا ہے کوچان سے مشہد تک صاف اور ہموار میدان ہے اور اسلئے ان دونون مقامات کے مابین ریل کی پٹری آسانی سے بچھ سکتی ہے لیکن ایسی سڑک کے قایم کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہوگا توی تر احتمال اس امر کا ہے کہ اگر روسیون کو مشہد تک ریل کا لانا مقصود ہے تو وہ سمت مقابل سے لائین گے۔

باج گیرہا سے کوچان تک براہ دربدم و امام قلی دو یا تین چھوٹی منزلین ہین۔ فاصلہ بارہ فرسخ یعنی اندازاً ۴۸ میل بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مین نے منزلون کا حساب عاشق آباد سے حسب ذیل کیا ہے۔

عاشق آباد سے باجگیرہا تک	۳۰ میل
باجگیرہا سے ایرانی باجگیرہا تک	۲ میل
ایرانی باجگیرہا سے امام قلی تک	۲۱ میل
امام قلی سے کوچان تک	۲۳ میل

متذکرہ بالا سڑک کا ایرانی حصہ

سرحد ایران اور کوچان کے درمیان اسوقت اونٹ اور خچر کا جو راستہ موجود ہے اوسپر مجوزہ فوجی سڑک پورے طور سے منطبق نہ ہوگی۔ ثانی الذکر او غاز کی راہ سے

چکر کاٹتی اور جو ڈہلوان یا مشکل مقامات ہین اون سے بچتی اور کتراتی ہوئی جائیگی۔ تاہم راستہ مین مجھے اس سڑک کے ناتمام حصون سے جابجا گزرنا پڑا۔ کہین کہین سڑک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تیار ہوچکا تھا کہین ابھی صرف داغ بیل لگائی گئی تھی اور کہین مزدور کام کررہے تھے مین نے صدہا مزدورون[1] کو بارود سے پتھر اڑاتے یا پل تیار کرتے دیکھا۔ مگر یہ پل ایسی کمزور تھے کہ غالباً پہلے ہی طوفان مین بہہ جائین گے۔ ایک جرمن انجینیر اس کام کو زیادہ اصولی طریقہ پر تیار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا لیکن تقرر کے ایک ہی مہینے کے بعد اوسکا انتقال ہوگیا۔ اب فقط ولیسی معمار سڑک تیار کررہے ہین مگر امید نہین کہ اون کا کام دیرپا ہو اسکے علاوہ جن مزدورون کو مین نے دیکھا وہ بہت ہی سستی سے کام کررہے تھے اور اگر اسطرح سے ملک التجار نے اپنا ٹھیکہ مدت معینہ سے دگنے زمانہ مین بھی ختم کرلیا تب بھی بڑی تعجب کا مقام ہوگا۔

دربدم و امام قلی

موجودہ راستہ باج گیرہا سے جنوبی و مشرقی سمت مین ایک وادی کو قطع کرتا ہوا چھوٹے ٹیکرون اور گہاٹیون مین سے ہوکر گزرتا ہے جنہین دیکھکر مجھے فلسطین کا وہ سونا اور غیر آباد قطع زمین یاد آگیا جو یورشلیم اور سامریہ کے درمیان ملتا ہے۔ کچھ دور آگے جاکر ہم ایک تنگ درہ مین داخل ہوئے جو اسقدر ڈہلوان تہا کہ مجھے مجبوراً گھوڑے سے اترکر پیدل چلنا پڑا۔ دونون طرف پہاڑون کی چوٹیون پر چھوٹے چھوٹے برج عقاب کے آشیانہ

---

[1] ایک مزدور کی مزدوری قریباً ۱½ پنس یومیہ تھی۔

کیطرح بنے ہوئے تھے اور پتھر کی ایک بھدی سی دیوار جو درہ کے عرض مین حایل تھی ترکمانی تاخت و تاراج کے اوس زمانہ کی یاد تازہ کرتی تھی جو ابھی تک فراموش نہین ہوا تھا۔ درہ کے ختم ہونے پر ہم ایک چھوٹے سے مدور میدان مین آنکلے جس مین موضع دربدم ایک پہاڑی ندی کے کنارے واقع ہے۔ یہان مین نے پہلی مرتبہ ایک مربع حصار جسکی اونچی اونچی کچی مٹی کی دیوارین تھین اور جسکے ہر زاویہ پر ایک برج تھا دیکھا۔ اسکے بعد جس جس گاؤن مین میرا گزر ہوا اوسی مین اس قسم کے حصار میرے دیکھنے مین آئے۔ جس زمانہ مین ترکمانون کا دور دورہ تھا تو ہر ایک گاؤن مین جو اون کی سرحد سے سو میل کے اندر ہوتا تھا اپنی فوجی قوت کے مستحکم کرنے کے لئے اس طرح کے حصار اونہون نے بنوائے تھے۔ چودہ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مین دربدم مین کچھہ دیر سستانے کے لئے ٹھہرا اور درختون کے ایک جھنڈ کے نیچے دری بچھا کر مین نے ناشتہ کیا۔

جس درہ مین سے دریاے سٹریک نکلکر وادی مین داخل ہوتا ہے اور جس مین نئی سڑک کو کئی جگہہ ندی سے عبور کرنا اور طغیانی کے زمانہ مین بہ جانے کا خطرہ برداشت کرنا پڑیگا۔ اوس مین سے ہوتے ہوئے ہم کھلے میدان مین آنکلے اور اون دو گاؤن مین سے پہلے کے پاس سے ہوکر گزرے جو امام قلی کے نام سے موسوم ہین۔ جو گاؤن اول آیا وہ ہماری بائین جانب واقع تھا۔ ایک تبہ حال جھونپڑی مین نالہ و شیون کی صدا بلند ہوتی ہوئی سنکر اور عورتون اور بچون کے ایک جم غفیر کو جھونپڑی کے دروازہ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھکر مین وہان گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اس گاؤن کا ایک عیالدار شخص

اوس درہ مین جسے مین نے ابھی ابھی چھوڑا تھا ایٔ سڑک پر مزدوری کے کام پر لگا ہوا تھا اور بارود سے پتھر اوڑا نے مین مصروف تھا کہ ناگاہ اوپر سے ایک پتھر اوسکے سر پر گرا اور وہ وہین مرگیا۔ مصدوم کی نعش ایک چادر سے ڈھکی ہوئی دہلیز مین پڑی تہی۔ مین نے ان بچارون کو کچھ قران دئے کیونکہ وہ نہایت ہی مفلوک اور تبہ حال نظر آتے تہے۔

گاؤن سے کچھ دور سڑک کے کنارے پتھرون کے درمیان مین نے ایک کنکریلا گڑھا کھدا ہوا پایا جس مین اس بیکس شخص کی لاش دفن کی جانے والی تھی۔ سہپہر کے تین بجے کے قریب وادی کے ایک وسیع تر اور فراخ تر حصہ مین جہان کچھ کچھ دور پر سفید سے کے جھنڈ اپنی شان رفعت کی جھلک دکھا جاتے تہے مین امام قلی خاص مین پہونچا۔ یہ گاؤن بھی ایران کے تمام کوہستانی دیہات کی طرح پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور اسکے مکانات جو غالبا کچے جھونپڑون پر مشتمل ہین اور جن مین ایک تنگ اور پست منفذ دروازہ کا کام دیتا ہے تلے اوپر قطار اندر قطار بنے ہوئے ہین۔ گاؤن کے چودہری نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے مکان مین شب باش ہون لیکن خیمہ کے اندر زیر سماجاڑے مین ٹھہرنا زیر سقف کھٹملون سے یقینی طور پر دست وگریبان ہونے کے مقابلہ مین بہتر تھا اور اس لئے مین نے اپنے ڈیرے مین ہی رات بسر کرنی پسند کی۔ یہان ایل خانی یعنی سردار کوچان کا ایک قاصد مجھ سے آکر ملا جسے اوس کے آقا نے جسکے دار الحکومت مین کل میرا گزر ہونیوالا تھا اور جسے میرے آنیکی خبر ہوگئی تھی میرے پاس بہیجا تھا۔ یہ قاصد ایک معمر اور سفید ریش شخص تھا اوسکی ڈاڑہی پر حنا کا خضاب تہا لیکن ایسا ناقص کہ بالون

کی سفیدی کی جھلک حنا کی سرخی کی چلمن مین سے برابر نظر آرہی تھی- اوس نے مجھہ سے پوچھا کہ آپ کوچان مین کس وقت وارد ہونے کا قصد رکھتے ہین کیونکہ میرے آقا کی یہ خواہش ہے کہ شہر کے باہر آکر بطور مناسب آپکا استقبال کرین- اسکے جواب مین مین نے اوس سے کہا کہ مین دوپہر کے وقت کوچان پہونچون گا اسپر اوس نے کہا کہ اگر آپ ایک کامل دن امام قلی مین قیام فرماتے ہون تو مناسب ہو- لیکن اوسکی اس تحریک کا مقصد میری آسایش نہ تھا بلکہ اس سے اوسکی غرض یہ تھی کہ بہ فراغت واطمینان اوسے کوچان واپس جانے اور خان کو میری اطلاع کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے- مین اوس کے اس مقصد کو سمجھ گیا اور ہنس کر مین نے اوس سے یہ کہا کہ کوچان کی دلفریبیان کچھ ایسا کشش مقناطیس کا سا اثر رکھتی ہین کہ مین یہان رک نہ سکون گا بلکہ بے اختیار کھنچا چلا آؤن گا-

ازدوبران تابہ کوچان

جب مین دوسرے دن صبح کے سات بجے امام قلی سے روانہ ہوا تو مین نے زایرون کے ایک قافلہ کو جو رشت سے براہ ازون ادا و عاشق آباد آیا تھا[ف] اور مشہد کو جاتا تھا-

---

[ف] مسلمانون کے دونون فرقون (یعنی سنی اور شیعہ) کے زایرین اپنی مقدس زیارت گاہون کو جاتے آتے وقت ماوراءالنہر کی ریلوے سے فائدہ اٹھاتے ہین- وسط ایشیا کے سنیون کو مکہ (معظمہ) کے دور دراز سفر کے اختیار کرنے مین اس ریل کی وجہ سے بہت کچھ آسانی ہوجاتی ہے اور علی ہذاالقیاس جو شیعہ کربلاے معلے اور نجف اشرف کے عازم ہوتے ہین اون کے لئے بھی اس مین بہت بڑی آسانی ہے- ایران کے شیعہ اور سمت مغرب کے مسلمان زایرین خانقاہ حضرت امام رضا علیہ السلام واقع مشہد کو جاتے وقت اسی ریل کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین-

گدہون پر سوار گاؤن سے نکلتے دیکھا - یہ لوگ بہ آواز بلند حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت امام حسینؓ اور مذہب اثنا عشریہ کے دوسرے اماسون کی منقبت پڑہتے جاتے تھے -
وادی وادی تو مین شاہراہ پر گیا لیکن اسے طے کرنے کے بعد مین نے سمت جنوب و مغرب مین ایک پگڈنڈی کا قریب تر راستہ اختیار کیا جو اون پہاڑیون کے سلسلہ کے اوپر سے ہو کر گزرتا ہے جو شمال کی طرف اٹک اور جنوب کی طرف کوچان کی سمت مین بہنی والی ندیون کا نکاس ہے - بائین طرف دو گہاٹیون کے درمیان موضع قلات شاہ محمد جسے ایک زرین دوز نہر سیراب کرتی ہے اور اوس سے کچھ دور آگے چلکر موضع قلات ملا محمود واقع ہے - ویران پہاڑیان باوجود یکہ اب وہ پست ہو چلی تھین اور اونہین دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پتہر کی موجون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور اون کے پہلوؤن پر جا بجا کاشت کیلئے ہل بھی چلا ہوا تھا لیکن با این ہمہ اختلاف رنگ کی کیفیت اون پر نمایان نہ تھی - جہان تک نگاہ کام کرتی تھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا خاکی ڈبل زین کا فرش وادی کہسار پر بچھا ہوا ہے لیکن یہ لباس گو ہمارے سپاہیون کے لئے گرم ملکون مین مفید اور باعث آسایش ہو مگر اس منظر کے لئے ہرگز موزون نہ تھا - زوبران (۱۵ میل) کا نام اگرچہ فراوانی کا مرادف ہے لیکن اسکے دیکھنے سے مجھے تو بظاہر ایسا معلوم نہین ہوا کہ اس مین سنگ وحشت اور گرد و غبار کے علاوہ اور بھی کوئی چیز افراط کے ساتھ موجود ہے - البتہ آب مصفیٰ کا ننھا سا سوتا ایک چھوٹے سے پوکھر کو بھر کر چند بکھرے ہوئے سفیدون اور بیدون کو سیراب کرتا ہے کوچان پہونچنے مین ابھی دو سپکے فرسخ اور باقی تھی

اور جب مین وہان پہونچا تو دوپہر ڈھل چلی تہی۔ تقریباً گھنٹہ بھر پہلے سے مجھکو کوچان کا قصبہ اور اوسکے باغات ایک وسیع وادی مین جو بہت نشیب مین واقع تہے اسطح سے نظر آنے شروع ہوئے تہے کہ گویا ریت کے فرش پر کسی کے سرخ مٹی سے بھری ہوئی پاؤن کا نقش ثبت ہے۔ قصبہ کے اطراف وجوانب کی شاداب زراعت کی حدود نمایان طور پر فاصل تہین اور کل منظر کو دیکھکر دل مین یہ تصور پیدا ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے زمین پر سے گذرتے وقت اپنا ایک عظیم الشان قدم روئے زمین کے اس ویران گوشہ مین رکھا ہے اور رکھنے کے ساتھہ ہی اوسکے جادو بھرے اثر سے سبزہ و گل نمودار ہو گئے ہین اس وادی کے شمال اور جنوب کی طرف پہاڑیان واقع ہین جنکا سلسلہ پیچ وخم کہاتا ہوا غرباً شروان اور شرقاً مشہد کیطرف چلا گیا ہے۔ جب کوچان دو میل رہ گیا اور میدان مین داخل ہونے سے پہلے پہاڑی کا آخری اُبھار ختم ہوا تو مجھے شاہراہ پھر ملگئی۔ اور مین گھوڑے کو پویہ ڈالکر تیزی کے ساتھہ شہر پناہ کی طرف بڑھا۔ فصیل سے ایک میل کے فاصلہ پر اترک[۱] کی ندی پر جو اس وقت خشک تھی ایک پل بندھا ہوا ہے۔ اس پل کی ایک ہی اونچی

[۱] میرے خیال مین اس مین ذرا شک نہین کہ اترک کی خاص ندی یہی ہے۔ یہ ندی تبارک کی گھاٹی سے جو سلسلہ کوہ اللہ اکبر کے ختم پر واقع ہے کوچان سے جانب جنوب ۲۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور بعض دفعہ کوچان تک تبارک کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ ویلنٹائن بیکر کو یہ دعوی ہے کہ اوسنے اس کے اصلی منبع کا سراغ لگایا جو شروان کے قریب ایک تالاب ہے، جسے قراقزن (دیگ سیاہ) کہتے ہین۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس ندی کے حصہ بالائی کو اوس نے نظر انداز کر دیا کیونکہ اوس زمانہ مین ضرور ہے کہ یہ خشک ہو۔

محراب ہے اور دونون طرف حفاظت کے لئے کوئی جنگلا موجود نہین - ندی کی خشک تہ مین بکریون کا ایک ریوڑ کھڑا ہوا تھا اور جو تہوڑا تہوڑا سا پانی ڈابرون مین جابجا جمع تھا اوسے پی رہا تھا - اس کنارہ پر سفیدے کے چند غبار آلودہ درخت کہڑے تہے لیکن دوسری طرف زراعت عام اور سبزہ کی بہتات تہی - آڑوؤن - شہتوتون - لوکاٹون اور انارون سے درخت لدے ہوئے تھے - مکانات کی چار دیواریون مین انگورون کی بیلین گہری آبپاشی کی منڈیر والی نالیون پر دونون طرف سے پریشان اور بے قاعدہ طور پر چڑہنے کے لئے کشمکش مین مصروف تہین اور ان کو دیکہکر یہ تقاضائے تقابل تصور اوس صفائی اور پاکیزگی کیطرف منتقل ہوتا تہا جو فرانس مین بورڈو کے تاکستانون مین پائی جاتی تہی معلوم ہوتا ہے کہ کوچان کے لوگ صنعت و دستکاری کے متعلق اپنی تمام مساعی ساخت شراب پر صرف کرتے ہین اور جسقدر شراب یہان بنتی ہے اوسکے استعمال پر بہی کچہہ کم توجہ مبذول نہین کیجاتی - بادہ پرستی کے بارہ مین اہل سنت وجماعت نے جس شدید رہبانیت کو مرعی رکھا ہے اوس سے شیعہ فرقہ کے مسلمانون نے اپنے آپکو ہمیشہ مستثنیٰ قرار دیا ہے[1]

[1] اہل تسنن اور فرقہ اثنا عشریہ مین جو اختلافات مذہبی پائے جاتے ہین اونکو ماکولات و مشروبات کی حلت و حرمت سے چندان تعلق نہین اور شراب کی قطعی حرمت تو دونون فریق کے نزدیک مسلم ہے اس مین شک نہین کہ ایران مین شراب کا رواج ذرا زیادہ ہے لیکن اسکا باعث زیادہ تر وہان کے لوگون کی رنگین مزاجی قرار دیجاسکتی ہے - نہ کہ مذہبی اجازت غالباً اسی کثرت رواج کو دیکہکر مصنف ممدوح نے شیعون کے متعلق یہ عام رائے قایم کی ہے - ورنہ ہندوستان مین جہان کی آب و ہوا رجحان میخواری کی منافی ہے شیعون مین شراب کا ایسا عام استعمال نہین اور یون پینے کو تو شیعہ سنی سبہی پیتے ہین احکام مذہبی کی تعمیل کے لحاظ سے اس مین کسی فرقہ کی تخصیص نہین - مترجم

کوچان مین میرا استقبال

اب مجھے نہایت تعجب ہونا شروع ہوا کہ باوجودیکہ فارس کے صوبون ؛
گورنمنٹ کی طرف سے معزز مہمانون کا استقبال کیا جاتا ہے اور باوجودیکہ کل اسکے
اس شدومد کے ساتھہ تیاریون کا ہونا مترشح ہوتا تھا پھر بھی خان کوچان کی طرف سے نہ
میرے لیئے کوئی گاڑی آئی اور نہ استقبال کے لئے کسی شخص ہی کو شہر کی طرف سے
اپنی طرف آتے دیکھا۔[۱] مجھے اسوقت یاد آیا کہ اسی ابخانی کے زمانہ مین جب کرنل سیکر کا سا
مین یہان گزر ہوا تھا تو اونکے ساتھہ بھی ایسی ہی بے پروائی کا برتاؤ کیا گیا تھا اور اسکی وجہ
کہ خان عـ "خمارخم و وشین" کے اثر کیلبی تانے زایل کر رہے تھے۔ چونکہ بادہ نوشی
یہ جلسے اکثر ہوتے رہتے ہین اس لئے احتمال اس امر کا متقضی تھا کہ اب میرے است
کے متعلق بھی کسی انتظام کے نہ کئے جاسکنے کی یہی وجہ قرار دی جاے گی۔ لیکن
مشرقی آداب سے مجھے واقفیت تھی اس لئے مین سمجھتا تھا کہ جب کسی غیر ملک کے شخص
استقبال کا مسئلہ پیش ہوتا ہے تو انہین کی خاطر و مدارات اوس حیثیت سے کیجاتی
جس حیثیت سے کہ خود وہ شخص اس پر مصر ہو۔ اور اگر وہ اپنے عہدہ اور خطاب کی شا
برقرار رکھنے مین تکلیف سے کام لے تو اوسکا یہ طرزعمل شرمیلے پن سے منسوب ؛

---

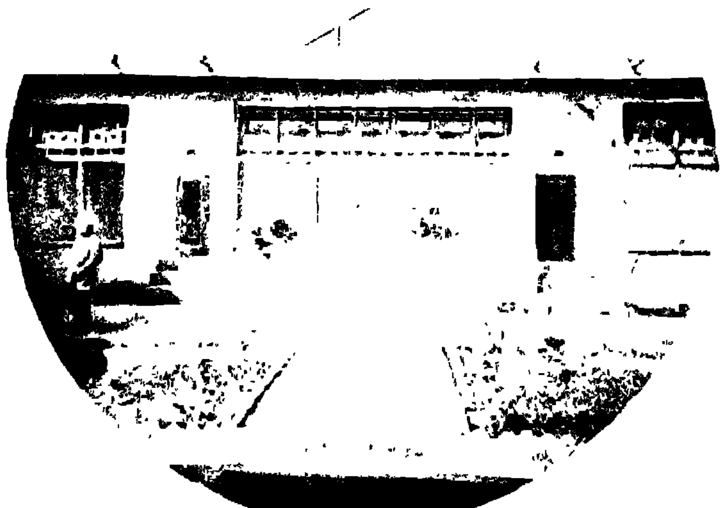
[۱] استقبال اصطلاح فارس مین سوارون کے ایک جدرقہ کو کہتے ہین جو ایک موقر اور معزز مہمان
کے ہمرکابی کے لئے بہیجا جاتا ہے اور مہماندار اوس افسر کا نام ہے جو والی صوبہ یا شاہ کیطرف سے
کی پیشوائی کو آتا ہے۔

کیا جاتا بلکہ کمزوری پر دال سمجہا جاتا ہے[۵۱]۔ چنانچہ اس خیال کی بنا پر مین شہر پناہ کے باہر ٹھہر گیا اور اس کس مپرسی کی حالت مین میننے شہر کے اندر داخل ہونے سے انکار کیا۔ اپنے افغان جمعدار اور جو ترکمان سوار[۵۲] میرے ہمراہ تھے اون مین سے ایک کو مین نے خان کے مکان پر یہ پیغام دیکر بھیجا کہ مین وقت مقررہ پر یہان پہونچا اور مجھے تعجب ہے کہ شہر کے باہر ایک کاروان سرائے مین ٹھہرنے کی خفت مجھے اوٹھانی پڑی۔ میرے قاصدون کو گئے ہوئے قریب دس منٹ کے گزرے تھے کہ گھوڑون کی ٹاپون کی آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر مین آٹھہ دس سوار گھوڑے ڈپٹاتے ہوئے آئے اور اونکے پیچھے ایک کسیقدر سالخوردہ نیم بردم گاڑی جس مین دو سبزہ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان مین سے ایک گھوڑے پر ایک سوار بیٹھا تھا کاروان سرائے کے دروازہ پر آپہونچی۔ سوارون کے افسر نے بیان کیا کہ خان کو آپکی ناراضی کی وجہ سے جسکا اظہار حق بجانب ہے بڑی ندامت ہوئی اونکا قصد تھا کہ حسب قرارداد دیروزہ آپ کی پیشوائی کو خود آتے لیکن اوس احمق ڈاڑھی والے بڈھے نے جو امام قلی سے آپ کا پیغام لیکر آیا تھا یہ کہا کہ آپ ٹھیک ایک بجے تشریف لائین گے۔ خان آپ سے معذرت

---

۵۱ ایران کے عمایدِ اکثر اسی طریقہ سے اپنے مہمانون پر اپنا رعب جمانے کی کوشش کرتے ہین۔ لیکن اون کا مقصد اس سے یہ نہین ہوتا کہ مہمان سے بدخلقی سے پیش آئین۔ بلکہ اس سے اونہین اپنی فضیلت اور امتیاز جتلانا مقصود ہوتا ہے۔

۵۲ ان کا ذکر آگے چل کر باب مین آئے گا۔



مہمان خانہ کوچیان

کے لئے مقصود تھا ایک ایرانی ساخت کا چھوٹا سا لوہے کا تنور رکھا ہوا تھا اور دیوارون
مین جسقدر طاق تھے اون سب مین اوس قسم کی روسی تصویرین رکھی ہوئی تھین جو
انگلستان مین کرمس کے دنون مین یا تو تجارت پیشہ لوگون کے اشتہارون مین اور یا کسی
خاص موقعہ پر باتصویر اخبارون مین نکلا کرتی ہین مثلاً روسی شاہی خاندان کے اراکین کی رنگین شبیہین اور
کالے بالون والی خوبصورت عورتون کی خوشنما تصویرین جنکے گلے طوقہائے فاخرہ
سے مزین اور جنکے سینے اور بازو زیور عریانی سے محلے تھے۔ چار بڑی بڑی شبیہین
زار روس اور اوسکی ملکہ کی تھین اور خاص خاص تاج پوشان عالم کا ایک رنگین مرقع تھا
جسکے وسط مین زار کی تصویر جو قد مین دوسری تصویرون سے دگنی تھی آویزان تھی۔ اسکی
دہنی طرف قیصر جرمنی اور بائین جانب شہنشاہ آسٹریا کی قد کے لحاظ سے قسم دوم کی تصویرین
لگی ہوئی تھین۔ قسم سوم کی تصویرون کی ایک قطار کے وسط مین ملکہ وکٹوریا کی شبیہ
ایک سرخ ریشمی لباس مین جلوہ افروز تھی۔ ان آرایشون کے ساتھ کچھ رنگین اور سنہری
مذہبی تصاویر بھی موجود تھین۔ مثلاً مریم عذرا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کلیسائے یونان کے
متعدد اولیا کی تصویرین۔ اور ان کو دیکھنے کے بعد جب خلعت پوش بادشاہون اور
دلربایان کرشمہ سنج کے تبسم زا چہرون پر نظر پڑتی تھی تو تقابل کی ایک عجیب کیفیت طاری
ہوتی تھی۔ اس کمرے کے طرز آرایش سے اون بیرونی اثرات کا صاف اندازہ ہو سکتا
تھا جن سے متاثر ہونے کی خان مین بہت کچھ استعداد موجود ہے اور ضرور ہے کہ یہ
طرز ابتدائً ایک مختلف قوم کے مہمانون کے لئے نکالا گیا ہو۔ اس وقت خان کی طرف

سے بڑی بڑی کشتیون مین سفید اور گلابی رنگ کی مٹھائیان میرے واسطے آئین اور خان نے مکرر معافی مانگ کر یہ پوچھ بہیجا کہ مین کس وقت اوس سے ملاقات کرنے آؤن گا اور یہ بھی دریافت کیا کہ امام قلی سے جو سُرخ ریش قاصد میرا پیغام لایا تھا اور کرد ہونے کے باعث میرے ترجمان کی بات اچھی طرح سے سمجھ نہ سکا تہا آیا اوسکی خطا معاف کرنے پر مین رضامند ہون یا نہین۔ مین نے ملاقات کا وقت پانچ بجے مقرر کیا اور خاطی کی تقصیر سے بخوشی درگزر کی۔

عام کوائف

اسکے کہ مین کوچان سے آگے روانہ ہون مین اس اہم سرحدی صوبے کے باشندون کی سیرت اور اُس کرد سردار کے تشخص کے متعلق جسکا مین مہمان تہا اور جس سے عنقریب میری ملاقات ہونے والی تھی۔ کچھ خیالات ظاہر کرونگا۔

کردون کی نوآبادی اور اونکی طاقت

تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ ایران کی شمالی و مشرقی سرحد تاتاریون کے تاخت و تاراج کی ایسی ہی جولانگاہ بن رہی تھی جیسی کہ دس سال قبل اخال تقی ترکمانون کی۔ شمالی صحرا سے جتھا باندہ کر یہ لوگ پہاڑی درون اور گھاٹیون پر بلائے ناگہانی کی طرح آنازل ہوتے تہے اور جو کچھ سامنے آتا تہا اوسکو جلاتے اور پامال کرتے اور لوٹتے مارتے ہوئے جس سرعت اور بیباکی سے آتے تہے اوسی طرح واپس چلے جاتے تہے۔ شاہ عباس اعظم نے اپنی جبلی دانشمندی اور عظمت سے کام لیکر اپنے سرحدی مقامات کے

استحکام کے لئے یک تجسس کو کسی اور طرف دوڑایا۔ کیونکہ اوسے اچھی طرح معلوم ہوگیا تھا کہ ایسے ڈرپوک لوگ جیسے کہ ایرانی ہین بذات خود حملہ آورون کی تاب مقاومت ہنین لاسکتے چنانچہ جس طرح اوس نے اپنے نئے دارالسلطنت مین تجارت کو فروغ پر لانے اور اوس کو خوشحالی اور کامیابی کا مرکز بنانے کے لئے اپنے شمالی و مغربی صوبون سے اہل آرمینیا کی ایک جماعت کثیر کو لاکر اصفہان مین بسایا تہا۔ اسی طرح جنگجو کرد اقوام کی ہر ایک جماعت کثیر کو اوسی حصہ ملک سے لاکر اوس نے خراسان کی پہاڑی وادیون اور مرتفع میدانون مین آباد کیا۔ اس حکمت عملی سے اوس نے ایک وقت مین دو کام نکالے کیونکہ نہ صرف مشرق مین اوسکی قوت کو استحکام حاصل ہوگیا بلکہ جو بے امنی کہ مغرب مین کرد اقوام کے آئے دن کی خونریز معرکون اور خانہ جنگیون سے پیدا ہوتی رہتی تھی اوسکا بھی استیصال ہوگیا[۵۱]۔ جو قومین کہ یہان لاکر بسائی گئین اونکے نام شادلو۔ ظفرانلو۔ کیوانلو۔ اور امانلو ہین۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ گو شروع شروع مین شاہ عباس کا یہ ارادہ تہا کہ چالیس ہزار گہر یہان لاکر بسائے جائین لیکن بعض قبائل کے سردارون کی مخالفت کیوجہ سے یہ تعداد کم ہوکر ۱۵۰۰۰ رہ گئی[۵۲]۔ غرضکہ ان کردونکو استرآباد اور چاران کے درمیان

[۵۱] ۔ بعض مصنفین نے ابتدائً اس نوآبادی کا قیام شاہ اسمعیل بانی خاندان صفوی سے منسوب کیا ہے لیکن میرے خیال مین یہ صحیح ہنین۔

[۵۲] ۔ لیکن مجھے خیال پڑتا ہے کہ مین نے کسی جگہ یہ لکہا ہوا دیکہا ہے کہ ایک لاکہ قبیلے کردستان سے خراسان مین لاکر بسائے گئے۔ مگر غالباً یہ چھاپے کی غلطی ہے۔ مراد اصل مین ایک لاکہ نفوس سے ہوگی نہ کہ ایک لاکہ قبائل سے۔

کوہستانون مین لاکر آباد کیا گیا اور قسم اول کا محصول یا خراج ان نئے علاقون پر اون
اس بنا پر نہین لیا گیا کہ سرحد کی حفاظت اور بادشاہ کی فوج کیلئے ضرورت سے
سواروںکی ایک جمعیت بہم پہونچانیکی ذمہ داری کے لحاظ سے وہ سلطنت کی فوجی خدمت
ہین۔ البتہ کوچان چونکہ بہت ہی زرخیز علاقہ تھا اسلئے اس کے حکمران پر کسیقدر زر نقد
بطور خراج بعد مین عاید کیا گیا۔ بجنورد کا علاقہ ایسا شاداب نہین اور اس سلئے اسکے وا
برائے نام کوئی سوغات سال بسال لے لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ تازہ وارد لوگ خود مختار
اور اسکے علاوہ موروثی طور پر اون کی فطرت مین حکمرانی کی بو تھی۔ لہذا انکے سردار
تھوڑے عرصہ مین اپنے اقتدارات کو نہایت وسیع اور اپنے تشخص کو نہایت د
ان مین سے کوچان کو شروع ہی سے دوسرون پر تفوق حاصل تھا اور اسکے
ایلخانی (یعنی سردار ایل یا قبایل) کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس خطاب کے عطا کرنے
وجہ یا تو یہ تھی کہ خان کوچان درجہ کے اعتبار سے دوسرے سردارون پر فوقیت ر
اور یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہین اوسکا باعث یہ تھا کہ اوسے ذاتی طور پر باقی
سردارون کی اطاعت گزاری کا ذمہ دار قرار دیا جاوے۔ بہرحال کرد نوآبادی خفیہ یا
طور پر بغاوتکا علم ہمیشہ بلند کرتی رہتی تھی اور اگرچہ نادرشاہ نے ایلخانی کی بیٹی سے ش
کرکے اون سے رابطۂ اتحاد و مصالحت بڑھانا چاہا لیکن جب وہ ہندوستان گیا ت
غیبت سے فائدہ اوٹھاکر وہ پھر خودمختار ہوگئے۔ اسپر نادرشاہ ایسا جھنجلایا کہ او
کامل استیصال کا عہد کرکے اوس نے خراسان کا رخ کیا اور شہر کی دیوار تک وہ پ

ہی گیا تھا کہ ۱۸۴۲ء مین وہ اپنے خیمہ مین مارڈالا گیا۔ اسکے بعد موجودہ صدی مین کوچان نے فتح علی شاہ کے برخلاف کہلم کہلا بغاوت کی اور جب برنس ۱۸۳۲ء مین وہان تھا تو عباس مرزا ولیعہد کی فوج جس کے توپخانہ کا اہتمام انگریزی افسرون کے سپرد تھا ایک طویل محاصرہ کے بعد شہر کو ابھی ابھی سر کر چکی تھی۔ موجودہ شاہ کے عہد مین البتہ بغاوت نہین ہوئی اور گزشتہ ۲۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ کے اثنا مین علی الخصوص اوس زمانہ سے جب سے کہ روسیون نے شمال کی طرف پیش قدمی کی ہے اور اس سلئے وہ خاص ضرورت جس پر کردن کی وقعت و طاقت مبنی تھی رفع ہو گئی ہے۔ نہ تو کردون مین وہ پہلی سی طاقت ہی باقی رہی اور نہ اونکے سردارون کا وہ اقتدار ہی قایم رہا۔

اون کی سیرت

خراسان مین جو پانچ کردی ریاستین ابتداءً قایم کی گئی تھین اون مین سے اب صرف تین یعنی کوچان۔ بجنرد۔ اور درگز باقی رہتی ہین۔ جب یہ لوگ اول اول اس ملک مین لاکر آباد کئے گئے تو چونکہ اون کی عادات سادہ اور وحشیانہ پن اور خودمختاری سے ممتزج تہین اسلئے اونکے شورش آمیز طرز زندگی اور اون مواقع۔ نے جو غارتگری کے متعلق اونکو ہاتھ آتے رہتے تھے بہت جلد اون پر اپنا مخرب اثر ڈالنا شروع کیا۔ چنانچہ جن سیاحون کو ترکمانون کے سرحدی مقاتلون اور مجادلون کے زمانہ مین اس طرف گزرنے کا اتفاق ہوا اور جنہون نے دونون فریق کے طرز عمل کو مشاہدہ کیا وہ راوی ہین کہ قتل و غارت کے لحاظ سے اگر ایک کو سگ زرد کہا جاسکتا ہے تو دوسرا بھی شغال کہلانے کا مستحق

تاخت وتاراج اور لوٹ مار مین جب ان کو موقعہ ملتا تہا ان دونون مین سے کوئی کمی نہ کرتا تہا کرد ترکمان کو اپنا جائز شکار خیال کرتا تھا اور ترکمان کرد کو۔ اس مین شک نہین کہ ترکمانون کی حملہ آوری اور تاخت وتاراج علاقہ ایران کے خوفناک نتائج کا ذکر بمقابلہ اون نتائج کے جو کردون کے حملون سے ترکمانون کے علاقہ کے متعلق ظہور مین آئے۔ ہم نے زیادہ سنا ہے۔ لیکن اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ کسی اجنبی کو ترکمانی دشت مین جانے کی جرأت نہین ہوئی حالانکہ سیکڑون آدمیون نے خراسان کے ویران اور برباد شدہ دیہات کو بچشم خود دیکھا ہے۔ شکل صورت اور لباس کے اعتبار سے کردون کی شباہت ایرانیون سے بآسانی متمیز ہوتی ہے۔ کردون کی قوم ایک تنومند اور مردانہ قوم ہے۔ ان کے چہرے فراخ اور کشادہ نقش خوب ونمایان رنگ مایل بہ صباحت اور داڑہی اور سر کے بال بے ترشے ہوئے ہوتے ہین۔ انہون نے اپنے لئے ایرانی لباس کے خاص خاص اجزا اختیار کرلئے ہین لیکن بجائے ایرانی کلاہ کے وہ سر پر بہیڑ کی کہال کی ٹوپی پہنتے ہین اور بہیڑ کی کہال کا ایک لمبا فرغل یا پوستین اونکے بدن کا لباس ہے۔ ابہی کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا کہ وہ اپنے سردارون کی اطاعت گزاری کے اوصاف سے متصف ہونیکی وجہ سے مشہور تہے اور اون کے سردار حکومت عالیہ کے خلاف جب کبہی سر اوٹھاتے تھے تو وہ اونکا ساتھ دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تہے۔

ایلخانی کے اقتدارات

خطاب ایلخانی ہمیشہ ایک خاندان مین موروثی طور پر منتقل ہوتا چلا آیا ہے گو کہ برائے

نام اس کے لئے شاہ کے استصواب کی ضرورت ہوتی تھی۔ دولت ایران نے باوقات مختلفہ اس خدمت پر اپنے عہدہ دارون کو مامور کیا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کہ کردون نے بغاوت کی اور مخل ہونے والے عہدہ دار کو طوعاً و کرہاً وہان سے نکلنا پڑا۔ موجودہ شاہ کے تخت نشین ہونے کے زمانہ سے یا یون کہیے کہ گزشتہ ۲۵ سال کے عرصہ سے جب سے کہ شاہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ مین لی ہے کردون نے خاندان قاجار کو بڑا بر غاصب خیال کیا ہے۔ پہلے وہ اپنے ہی فرمانبردارون کے زیر حکومت تھے اور اونہین شاہ ایران سے کچھ سروکار نہ تھا۔ ایلخانی طہران سے استمدا کیے بغیر اپنے نام سے قانون اور انصاف نافذ کرتا تھا یہان تک کہ سزاے موت صادر کرنے اور جان بخشی تک کے اقتدارات اوسے حاصل تھے لیکن ایک واقعہ سے جو کوچان مین میرے پہونچنے سے کچھ ہی دن پہلے ظہور مین آیا اوس تبدیلی کی بخوبی توضیح ہو سکے گی جو اب عمل مین آئی ہے۔ کوچان کے وزیر رمضان خان نامی پر ایک شخص نے بہ نیت انتقام ذاتی حملہ قاتلانہ کیا۔ رمضان خان گولی کے لگنے سے زخمی تو ہوا لیکن مرا نہین۔ اسپر ایلخانی نے طہران سے ہدایت طلب کیے بغیر اقدام قتل کے اس مجرم کو مرواڈالا اور بیان کیا جاتا ہے کہ عذابہاے گوناگون مین مبتلا کرکے اس شخص کو قتل کیا گیا۔ شاہ نے اسے اپنے حقوق شاہی مین ایک ناواجب دست اندازی سے تعبیر کیا اور مجھے اس مین ذرا شک نہین کہ سن رسیدہ ایلخانی کو اس کے لئے معتدبہ تاوان ادا کرنا پڑا ہوگا۔

حکمران خاندان

خاندان ایلخانی کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔ پہلا سردار جسے ایلخانی کا خطاب ملا محمد حسین خان تھا جسکا صدر مقام گذشتہ صدی کے آخر مین شروان تھا۔ اوسکا بیٹا امیر گنا خان موجودہ صدی کے اوایل مین کوچان چلا آیا اور ترکمانون کے ساتھ اکثر اوس کی لڑائیان ہوئین سنہ [illegible] مین اوسکے بیٹے رضا قلی خان نے اوسے معزول کردیا اور خود پچاس سال تک قریب حکومت کی۔ سنہ ۱۸۲۲ء مین جب فریزر کوچان آیا (جسے وہ کبوشان یا کوچون کہتا ہے کیونکہ یہان مخفف ہے کبوشان کا) تو رضا قلی خان ہی ایلخانی کوچان تھا۔ فریزر نے اوسکی نسبت لکھا ہے کہ رضا قلی خان ایک راستی پسند اور ایماندار شخص ہے لیکن باوجودیکہ شاہی قوت کے مقابلہ مین اوسنے اپنی خود مختاری کو برقرار رکھا ہے تاہم وہ زیادہ جری یا قابل نہین۔ ایک دفعہ رضا قلی خان کی غیبت سے فائدہ اٹھا کر فتح علیشاہ نے جو باوجود فتوحات کے شوق کے ذاتی طور پر جرات اور جنگجوئی سے معرا تھا کوچان پر چڑھائی کی لیکن شہر کو مسخر نہ کرسکا اور مجبوراً کچھ دنون کے لیے صلح کا عہد وپیمان کرکے واپس چلا آیا۔ لیکن بعد مین جیسا کہ مین اوپر بیان کرچکا ہون عباس مرزا نے اس مقام کو فتح کرلیا اور رضا قلی خان کو طوعاً وکرہاً اطاعت قبول کرنی پڑی۔ پہلے تو قید ہوکر وہ طہران گیا اور پھر تبریز لیکن راستہ مین لوٹتے وقت بمقام میانہ غم اور غصہ کہا کر مر گیا۔ اوس کی جگہ اوس کا بیٹا سام خان حاکم مقرر ہوا۔ موجودہ ایلخانی رضا قلی خان کا چھوٹا بیٹا ہے اور اوسنے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے اپنے بھائی کا جانشین ہوئے چوبیس سال کا عرصہ گذرتا ہے۔

موجودہ ایلخانی

ے میزبان امیر حسین خان نے شاہ کی طرف سے امیر الامراء اور شجاع الدولہ
کے عظیم الشان خطابات عطا ہوئے ہیں اپنی شصت سالہ زندگی میں زمانہ کا بہت کچھ
سرد گرم دیکھا ہے۔ اول اول ۱۸۵۶ء میں وہ جنگ ہرات میں شریک ہوا اور اسکے بعد
۱۸۶۰ء میں اوس نے اوس چڑہائی میں بھی حصہ لیا جو ایرانیون نے مرو پر کی لیکن جسکے
نتائج ایسے برباد کن نکلے۔ خود پسندی۔ جاہ طلبی اور اعتدال سے زیادہ کبر و نخوت کے
امراض میں تو وہ مبتلا تہا ہی لیکن اپنے بہائی کا جانشین ہونے کے بعد اوسنے یہ بیوقوفی
بھی کی کہ حاکم خراسان سے عداوت پیدا کرلی۔ جب اوسے حاکم موصوف نے اپنی غلط کاریون
کا جواب دینے کے لئے مشہد میں طلب کیا تو اوس نے وہان جانے سے انکار کیا اور
اوس وقت تک سرکشی سے باز نہ آیا جب تک کہ ایک ایرانی فوج جو اوس کی تنبیہ و تادیب کے لئے
بھیجی گئی تہی کوچان کی شہر پناہ کے قریب نہ پہونچ گئی۔ اوسوقت باہمی مصالحت کے طور پر
اس تنازعہ کا تصفیہ ہوا۔ اور شاہ کے خزانہ میں تاوان کی ایک مقدار کثیر کے داخل کرنے
پر جسکی تعداد تین ہزار سے لیکر سات ہزار پاؤنڈ تک بیان کیجاتی ہے اوسکا قبضہ برقرار رہنے دیا
گیا۔ لیکن اس کے بعد پہر اوسنے یا تو بغاوت کا ارتکاب کیا اور یا اوس کی نسبت بغاوت
کرنے کا شبہ پیدا ہوا۔ اس دفعہ وہ طہران میں بلایا گیا اور معزول کرکے قید کردیا گیا اور اوسکا
بیٹا اوسکی جگہ ایلخانی مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد غالباً تاوان کی ایک مزید اور کثیر رقم ادا کرنے
کے معاوضہ میں اوسکو رہائی ملی اور وہ اپنی خدمت پر بحال کردیا گیا۔ اوس وقت سے لیکر

اب تک بغیر کسی مزید خرخشہ کے وہ کوچان پر قابض رہا ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ اوسی موجودہ شاہ کی نسبت یہ بات خوب معلوم ہو گئی ہے کہ اوسکے عہد مین ایک سرحدی علاقہ کے حاکم اعلیٰ کے لئے بھی بغاوت کرنا جلب منفعت کا محرک نہین ہو سکتا۔ اگرچہ اپنے کردی جرگون کی قوت کے ضعف کے باعث جو عرصہ دراز تک امن کے قایم رہنے سے پیدا ہو گیا ہے اور موجودہ شاہ کی طاقت کے استحکام کی وجہ سے اپنی طاقت کے کمزور ہو جانے اور نیز سلطنت کے تمام حصون مین قیام تار برقی کی وجہ سے کل طاقت کے حکومت عالیہ کی مٹھی مین آجانے کے باعث خان کوچان کے بہت سے قدیمی حقوق اور اقتدارات زایل ہو گئے ہین پھر بھی وہ سلطنت ایران کا ایک نہایت زبردست باجگذار ہے اور اگر اوسکے تشخص سے قطع نظر کیا جائے تو شاید اس حیثیت سے اوس کی ذات بہت کچھ دلچسپیون کا مرکز ہے کہ وہ ایک ایسے طبقہ کا آخری زندہ رکن ہے جو معدوم ہوتا جارہا ہے۔

اوس کا فرزند

اپنے بڑے بیٹے ابوالحسن خان سے جسکی عمر اس وقت چھتیس سال کے قریب ہوگی اوس کی ہمیشہ سے نا چاقی رہی ہے۔ ابوالحسن خان ایک زمانہ مین شیروان کا حاکم تھا جو صوبۂ کوچان مین دوسرا بڑا شہر ہے۔ اوس کے باپ نے اوسے معزول کرکے قید مین ڈالدیا۔ آج کل وہ چناران مین رہتا ہے اور شاہ کے حکم سے اوسکے لئے کچھ معاش مقرر ہے۔ کچھ دن ہوئے کہ اوس کی شادی وزیر خراسان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ لیکن یقینی

طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنے باپ کا جانشین ہوگا کیونکہ اوسے جنون کا دورہ ہوا کرتا ہی اور ایسی حالت مین اوس نے اپنی پہلی بی بی کو جو ترکمان تھی اتنا مارا کہ وہ مر گئی۔ اسکے علاوہ بادہ پرستی کی عادت کامل طور سے اوسے اپنے باپ سے ورثہ مین ملی ہے۔

اوس کی شہرت

دوسرے کہ انگریزی ناظرین اس سن رسیدہ سردار کو بہترین طور پر اس حیثیت سے جانتے ہونگے کہ وہ شرابی ہے اور انگریزی مصنفین نے بھی جہان کہین اوسکا ذکر کیا ہے تو اوس تذکرہ کا اکثر حصہ خان موصوف کی بادہ پرستی کی حکایتون پر مشتمل ہے۔ گزشتہ ۲۰ سال کے اثنا مین کئی انگریزون نے آکر اوس سے ملاقات کی۔ چنانچہ کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین۔ کپتان نیپیر ۱۸۷۴ء مین۔ سر چارلس میگگریگر ۱۸۷۵ء مین اور او ڈونوون ۱۸۸۰ء[۱] مین اوس سے ملے اور ان مین سے اکثر نے اوسکو یا تو بادہ نوشی یا بدمستی اور یا خمار کے عالم

[۱] کوچان کے متعلق حسب ذیل تصنیفات مستند سمجھی جاتی ہین: "سجرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب بست و دوم ضمیمہ بی مصنفہ جے۔ بی فریزر (۱۸۲۲ء) + "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم صفحات ۴۷ الی ۴۸ مصنفہ سر۔ اے برنس۔ (۱۸۳۲ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۲۷۷ و ۲۷۸ مصنفہ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + "ڈایری آف اے ٹور ان خراسان" (روزنامچہ سفر خراسان) مرقومہ آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) و مندرجہ رسالہ مرتبہ رایل جاگریفیکل سوسایٹی جلد چہل و ششم صفحہ ۸۴ + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان)۔ جلد دوم۔ صفحات ۸۴ الی ۸۸۔ مصنفہ سر سی۔ میگگر (۱۸۷۵ء) + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست و ہشتم۔ مصنفہ ای۔ او ڈونوون (۱۸۸۲ء) + "دی واران ترکمانیہ" (جنگ ترکمانیہ) (بزبان روسی) جلد چہارم باب ہفتم مصنفہ جرنیل گراڈیکاف +

مین دیکھا۔ کوچان سفید شراب کے لئے مشہور ہے اور خان کو برانڈی اور تھرّے اور دوسری کافی طور پر نشلی شرابون کی بیاٹ بھی لگی ہوئی ہے۔ جرنیل گراڈیکاف کو جسے جرنیل اسکابیلات نے ۱۸۹۰ء مین شاہ کے عام سے روسی فوج کے لیے جو اوس وقت ماوراالنہر مین تقی ترکمانون کے خلاف مصروف پیکار تھی خراسان مین رسد خریدنے کے لیے بھیجا تھا ولی سے کوچان کے کرد سردار کے رجحان خاص کا حال خوب معلوم تھا۔ چنانچہ جو خدمت اوسکے تفویض کیگئی تھی اوسکا حال سرکاری اطلاع کے لئے سپرد قلم کرتے وقت وہ راستبازی کے ساتھ اون تدابیر کا ذکر کرتا ہے جو اوسنے اپنے پیالہ نوش میزبان کے خوش کرنے کے لئے اختیار کین۔

"چونکہ ہمکو یہ معلوم تھا کہ وہ شراب کا رسیا ہے اس لئے ہم نے شراب انگوری اور وادکا اور دوسری متعدد قسمون کی شراب کی چند بوتلین اوسکے سامنے رکھدین۔ شجاع الملک نے تہوڑی سی دیر مین مختلف شرابون کے کئی گلاس بھر بھر کر پیئے اور اسکے بعد اپنے گویون اور سازندون کو بلایا۔ جو لوگ اوسکے ساتھ آئے تھے اونہون نے اور نیز اوسکے طبیب اور مقربین ولی خان اور رمضان خان نے بھی اتنی شراب پی کہ بدمست ہو گئے۔ اسکے بعد جلسہ کا رنگ اور گہرا ہو گیا اور ان لوگون نے دل کھولکر اودہم مچایا اور رنگ رلیان منائین۔ دوسرے دن مین خان کے پاس گیا اور اوسے اپنے کا غذات دکھائے ابھی تک شراب کی بوتلین اوس کے سامنے رکھی ہوئی تہین۔ اوس نے مجھ سے کہا کہ خمار کی کیفیت اس وقت مجھپر طاری ہے۔ مگر اوسے توڑنے کی فکر کر رہا ہون۔ اثنائے گفتگو

مین اوس نے برانڈی افیون حشیش۔ اور شراب کا دور جاری رکھا اور دو پہر تک بالکل بدمست ہو گیا۔ اوسی دن شام کے وقت اوسنے ہمین یورپین کھانے کی دعوت دی اور پھر اتنی پی کہ اوسے ہوش نہ رہا۔"

لیکن اسکے بعد جب معاملہ کے متعلق بات چیت ہوئی تو جرنیل گراڈیکاف کو کبھی تو اوسکی دانشمندی اور معاملہ فہمی پر تعجب ہوتا تھا اور کبھی اوس کی نشہ بازی سے نفرت پیدا ہوتی تھی۔ چنانچہ جس شخص نے جرنیل موصوف کی کتاب کو اپنے حواشی کے ساتھ طبع کیا ہے اوسکا بیان حسب ذیل ہے:۔

"خان کو جان کی صحبت مین تین دن تک رہنے سے کرنل گراڈیکاف کو معلوم ہو گیا کہ خان موصوف کے تمام قوائے ذہنی صحیح تھے اور یہ کہکر کہ ہم مال کمیشن پر خریدنے آئے ہین ہم اوسے دہوکے مین نہ لا سکے۔ اور اگرچہ وہ نشہ مین چور رہتا تھا پھر بھی ہر ایک بات اوسکو یاد تھی۔"

لیکن ایک دوسرے موقعہ پر وہ اسطرح ناقل ہے۔

"خان کے ساتھ معاملہ کے متعلق کارروائی کرنا سخت ہی مشکل ہے۔ اوس کے ساتھ شراب پینی پڑتی ہے۔ اوس کی بدمستی کے عالم کی تقریرون کو سننا پڑتا ہے اوس کے مے پرستی کے جلسون مین شریک ہونا پڑتا ہے اور باین ہمہ یہ احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ تنفر کی کوئی علامت نہ ظاہر ہونے پائے ورنہ اس وحشی کی آتش غیظ و غضب بھڑک اوٹھی۔ کرنیل گراڈیکاف نے جرنیل اسکا بیلف کو تار دیا تو اوس مین ظاہر کیا کہ دنیا مین ایسے اجڈ اور وحشی شخص بھی کم پیدا ہوسے ہونگے جیسا کہ یہان کا خان ہے۔"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خان نے کثرت مینوشی کو اپنا شعار محض اس لئے مقرر کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنی ذات کو دوامی طور پر برقرار رکھے۔ کیونکہ اوس نے اپنے خلف الرشید کو مذاق مین بھی جسکا ذکر مین اوپر کرچکا ہون وہی ذوق بادہ نوشی منتقل کیا ہے جو خود اوسے اپنے باپ سے ترکہ مین ملا تہا کیونکہ جب فریزر ۱۸۲۲ء مین رضا قلی خان کا مہمان ہوا تو اوسوقت کے چشمدید واقعہ کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے کہ "مین نے خان اور اوس کے کل دربار کو بدست و مدہوش دیکھا" لہذا اس خاندان کے اراکین کے اوضاع و اطوار مین ایک خاص قسم کا رنگین و خوش آیند تسلسل پایا جاتا ہے۔

دو ملاقاتین

خیال کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ مجھکو امیر حسین خان کے حالات سابقہ سے اسدرجہ واقفیت پیشتر سے تھی اور اگر خان موصوف کو معلوم ہو جاتا کہ مین اوسکے لچھن خوب جانتا ہون تو غالباً اوسے سخت صدمہ ہوتا ہے لہذا میری جو ملاقات اوس سے ہونیوالی تھی اوسکو مین کسی قدر تشویش و تردد کی نگاہ سے دیکھا تہا۔ القصہ مین اپنا فراک کوٹ (جو ترائی وضع کی ٹوپی کے ساتھ غیر موزون سا معلوم ہوتا تھا) اور کفش پوش پہن کر اور جسقدر ذاتی ملازم ممکن تھے اپنے ہمراہ لیکر[1] اون چھ آدمیون کے پیچھے پیچھے ہو لیا جنہین خان نے میرے پاس

[1] ایرانی آداب معاشرت کا یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو تم کو چاہیئے کہ خواہ سواری پر جاؤ خواہ پیدل لیکن جسقدر ذاتی ملازم ممکن ہون اپنے ساتھ لیتے جاؤ کیونکہ ملازمین کی تعداد آقا کے رتبہ کی معیار تصور ہوتی ہے۔

اس لئے بہیجا تھا کہ وہ اوسکے محل تک جو قریب ہی تھا میرا استقبال کرین۔ داخل ہونیکے پہاٹک کے اوپر سے مکان کا روکار ایک تھرے محراب کی صورت مین نظر آتا تھا جسمین اطالیہ کے مکانون کی وضع کے مطابق سفید پلستر کا خوشنما ابہروان کام ہورہا تھا۔ اس محراب کے پیچھے چہت کے اوپر ایک چھوٹا سا پاکیزہ کوشک بنا ہوا نظر آرہا تھا۔ پہاٹک مین سے جہان بہت سے سنتریون کا ہجوم تھا گزر کر مین ایک وسیع اور کشادہ صحن مین داخل ہوا جو طول مین عرض سے دوچند تہا۔ اس صحن کے حصۂ زیرین مین پہولون کی کیاریان تہین اور وسط مین ایک حوض اس صنعت کے ساتھ بنا ہوا تہا کہ پانی اوسکے لبون کو بوسہ دیتا ہوا ایک نالی مین جو اوسکے چارون طرف تہی گرتا تہا۔ اس قسم کے حوض تمام آسودہ اور خوشحال ایرانیون کے مکانات مین پائے جاتے ہین۔ پرلی طرف ایک چبوترہ پر کوئی تیس آدمی حوض کی طرف پشت اور صحن کے حصۂ بالا کی جانب جہان مجھے ایک اونچی کرسی کا ایوان کا اندرونی حصہ نظر آرہا تھا رخ کئے کھڑے تہے۔ اس ایوان کو ایک مشبک دریچہ جسکے وسط کا حصہ کھلا ہوا تھا صحن سے جدا کرتا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرہ مین جو داہنی جانب کے گوشہ پر واقع تھا داخل ہوکر مین نے اپنے کفش پوش اُتار دئے اور حاجب کی وساطت سے وسطی منزل مین داخل ہوا۔ اس کمرے کے وسط مین دو میزین رکھی ہوئی تھین جن پر رنگین بلورین ظروف اور کہلونے۔ آرایش کے طور پر چنے ہوے تھے اور ایک طرف لوہے کا ایک کمانی دار پلنگ مع توشک کے بچھا تھا۔ شیشہ کے اس آرایشی سامان سے طبقہ اعلیٰ کے اہل ایران کے اوس مذاق کا اندازہ ہوتا ہے جو



ایلخانی کوچان

اگرچہ اوسکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چلی تھی پھر بھی اوسکی داڑھی اور سر کے بال کالے سیاہ تھے جسکی وجہ میرے خیال مین یہ ہے کہ وہ خضاب کرتا ہے- اوس کے خال وخط ایسے نہ تھے کہ جسکی نظر اون پر پڑے وہ بے اختیار اون سے متاثر نہ ہو اور اوس کا رنگ بہت ہی زردی مائل تھا- جس وقت مین اوس سے ملا تو وہ سیاہ رنگ کا کوٹ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھا- اوسکے کوٹ مین ہیرے کے تکمے ٹکے ہوئے تھے اور ایک الماس کے قبضہ کی تلوار اوس کی کمر سے لگی ہوئی تھی- اوسکے سر پر ایک سیاہ اون کی کلاہ تھی جو اس قدر کھلی تھی کہ کانون تک آئی تھی[1]- اوسکے ہاتھون مین [illegible] تھے اور پاؤن مین سوتی جرابین اور ولایتی روغنی چمڑے کا جوتا تھا- کوتاہ نظر ہونے کی وجہ سے وہ ایک بہت بڑی نیلگون عینک لگائے ہوئے تھا- بات کرتے وقت اوسکے انداز اور طرز ادا سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص حکومت کا عادی ہے- ترجمان کو فہمایش کرتے وقت اوس نے بہت کچھ جوش ظاہر کیا اور جب وہ اپنا قلیان منگواتا تھا یا کوئی اور حکم دیتا

[1] صرف ایک صدی کا عرصہ گزرتا ہے کہ خاندان قاجار نے کلاہ کو ایران مین بطور قومی لباس سر کے رواج دیا- اس سے پہلے عام طور سے لوگ عمامہ استعمال کرتے تھے- کلاہ کے رواج پانے کے بعد بھی بعض دفعہ اسکے گرد شال لپیٹ لی جاتی تھی مگر یہ امتیاز شاہ اور شاہی خاندان اور سلطنت کے بعض خاص خاص اراکین کے لیے مخصوص تھا- اب صرف شاہی دربار کے موقعہ پر یہ صورت دیکھنے مین آتی ہے- کلاہ کی شکل بھی بہت کچھ بدل گئی ہے- صدی کے شروع مین یہ کوئی ڈیڑھ فٹ اونچی ہوتی تھی اور اسکی دیوارین بتدریج ڈھلتی ہوئی اوپر جاکر ایک چوٹی پر ختم ہو جاتی تھین- اب عام طور سے کلاہ کا [illegible] چندوا ہموار ہوتا ہے-

تھا تو اوسکے لہجہ مین شہنشاہانہ تحکم کی آمیزش پائی جاتی تھی۔ اوسکے بائین طرف ایک سید سبز عمامہ اور گہرے نیلے رنگ کا جبہ پہنے بیٹھا تھا اور کچھہ کچھہ دیر کے بعد جب خان بطور استحسان اوس کی جانب روئے خطاب کرتا تھا تو وہ ایک آدھ فقرہ بول جاتا تھا اور عام طور سے اپنے آقا کی صدائے بازگشت کا کام دیتا تھا۔ خان کا ایک چھوٹا بیٹا بھی موجود تھا جسکی عمر کوئی چودہ سال کی ہوگی اور کچھہ دیر کے بعد خان نے اپنے ایک سکرٹری کو بلایا جو تھوڑی تھوڑی فرانسیسی سمجھتا تھا۔ کچھہ فاصلہ پر چند نوکر کھڑے تھے اور قلیان۔ چاء۔ قہوہ اور برف کی قلفیان جو مانگتا تھا اوسے لاکر دیتے تھے۔

گفتگو

خان سے دو دفعہ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا کیونکہ دوسرے دن علی الصباح وہ بطور بازدید مجھہ سے ملنے آیا۔ ان موقعون پر اوسنے بہت سی عجیب وغریب اور مختلف الذات باتین کین جن کا مین اس مقام پر بالتفصیل اعادہ نہین کرتا۔ البتہ برسبیل اجمال ان مکالمون سے کسی قدر اقتباس کرتا ہون سب مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس شخص سے مجھے سابقہ پڑا ہی اوسکے معائب عام طور پر خواہ کیسے ہی کیون نہ ہون۔ لیکن اس وقت اوسکے حواس ظاہری وباطنی بالکل صحیح حالت مین ہین اور وہ ایک ذہین۔ ذکی اور تجسس پسند شخص ہے آشنائی گفتگو مین وہ وقتاً فوقتاً ایسی لاعلمی کا ثبوت دیتا تھا جو ایک یورپین مین طفلانہ معلوم ہوتی لیکن طفلانہ سادہ پن اور پیرانہ دانشمندی کی یہ آمیزش مشرقی عقل کا خاصہ ہے اور اُس ملک کے طرز زندگی کے لئے اسکا ہونا لازمی ہے۔ جہان دماغی نشو ونما کو محدود حوالی

اور عام تجزیہ کی نفی سے روک رکھا ہو۔

سوال و جواب

میرے سوال کے جواب مین وہ یہ نہین بتا سکا کہ اوس کی رعایا کی تعداد کسقدر تھی جسکی وجہ اوسنے یہ بیان کی کہ اونکا شمار کبھی نہین کیا گیا۔ یہ البتہ اوسنے مجھے بتایا کہ اوسکی ولایت مین چالیس ہزار گھر آباد ہین (مجھے ڈر ہے کہ خان کا یہ قول ایک بڑی حد تک مبالغہ آمیز ہے) اور ہر ایک گھر ایک تومان (چھہ شلنگ) محصول ادا کرتا ہے (یہ مین پہلے سے بھی زیادہ مبالغہ ہے) اور ہر ایک گھر بوقت ضرورت ایک مسلح سپاہی بھی بہم پہونچاتا ہے (یہ قول مبالغہ مین دونون سے بڑہا ہوا معلوم ہوتا ہے) پھر اوس نے کہا کہ یہ سپاہی بڑے جنگجو اور بہادر ہین اور ہر ایک حریف سے لڑنے مرنے کیلئے آمادہ ہین۔ اسپر مین نے قصد کیا کہ خان کے خیالات روس کے متعلق اور اوس روسی رجحان کے بارہ مین جسکا مجھے اوس کی نسبت شبہ تھا دریافت کرون چنانچہ مین نے کہا کہ خراسان نہایت زرخیز ملک ہے اور بعض دفعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روسی اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہین۔

وہ۔ "روسی اسپر کیسے قبضہ کر سکتے ہین؟"

مین۔ "جسطرح اونہون نے اخال تقی کو مسخر کیا"

وہ۔ "یہ نہین ہو سکتا۔ خراسان کے لئے ہم جان توڑ کر لڑین گے۔ جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ مشہد ہاتھہ سے نکلا جاتا ہے تو سب کے سب جتھا کر کے اسکے بچانے کے لئے اپنی جان لڑا دین گے۔ ہم کوئی چھاچھہ نہین ہین کہ روسی ہمکو مزے سے غٹ غٹ

پی جائین گے[له] ہمارے پاس آدمیون کی ایک دیوار موجود ہے اور ایسی دیوار پتھر کی دیوار سے زیادہ مضبوط ہوا کرتی ہے"

اگرچہ خان کے اس دعا کو مین نے بہ ادب تمام سنا لیکن مجھے اس کا بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت مجھے نہ صرف اون آرایشون کا خیال گذرا جن سے اوس مکانات کی دیوارین مزین تھین جہان سے مین ابھی ابھی آیا تھا بلکہ ایک خط کا ایک خاص فقرہ بھی مجھے یک بیک یاد آ گیا جو خان ممدوح نے بااین ہمہ دعوائے ہمدردی قوم وحب وطن گراڈیکاف روسی کے نام لکھا تھا۔ اس خط مین خان والاشان نے ایک مقام پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات صرف ایک ایسی ذات ہے۔ جسپر تمام ربانی برکتین اور رحمتین نازل کیگئین تاکہ وہ آسمان سے اترکر ایک ایسی قوم کو پیدا کرین جیسی کہ روسیون کی قوم ہے" بہرحال مین نے مضمون بدل دیا اور خان سے پوچھا کہ ایران مین ریل کی ترویج کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ اگرچہ اوس نے عمر بھر ریل کی سڑک تک نہ دیکھی تھی لیکن تمام ملک مین ریل کے رواج دیئے جانے کی ہامی بھرکر اوس نے مجھے حیرت مین ڈالدیا اور اس بات پر اوس نے تعجب ظاہر کیا کہ ابھی تک ریلون کا بنایا جانا کیون شروع نہین ہوا۔ پھر اوس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ ملکہ وکٹوریا نے پچاس سال سے زیادہ حکومت کی ہے اور حال مین اپنی جوبلی کا جشن منایا ہے۔ امیر افغانستان کے بخیلانہ طرز عمل کی طرف اشارہ کرکے اوسنے بیان کیا کہ یہ بات میری سمجھ مین نہین آتی کہ کیون وہ اپنے علاقہ مین اجنبیون کو داخل ہونے نہین

[له] چہا جہ کو جسے فارسی مین ماست یا آب دوغ کہتے ہین ایرانی اور کرد لوگ بڑی رغبت سے پیتے ہین ۔

دیتا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ کسی اجنبی کا کوچان مین آنا اتنا مشکل نہین جتنا ہرات مین داخل ہوتا تو اوسنے جواب دیا کہ مجھے یہ باور نہین آتا - لیکن خان کے دائرۂ معلومات کی تنگی اوسوقت نمایان طور پر معلوم ہوئی جبکہ مین نے اوس سے بیان کیا کہ لندن سے امریکہ جانے مین آٹھ دن لگتے ہین - اسکے جواب مین اوس زیادہ سے زیادہ منزل سے استدلال کر کے جسے مسافر ایران کے خشکی کے سفر مین ایک دن مین طے کرتا ہے فوراً ہی اوسنے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ کیا لندن سے امریکہ تک ۸۰ فرسخ (یعنی ۳۲۰ میل) کا فاصلہ ہے [۱]- میرے سفر کی اغراض و مقاصد کے متعلق جو سوالات اوس نے کئے اون مین بھی اوسکی خصوصیات اور اس بارہ مین اپنے آباو اجداد کے طرز عمل کی رعایت کی جھلک نظر آتی تھی - اوس کے باپ رضا قلی خان نے یہی سوالات فریزر سے کئے تھے اور خود اوسنے میرے آنے سے سترہ سال قبل یہی سوالات بیکر سے دہرائے تھے - قصہ مختصر یہ کہ اوس نے مجھ سے پوچھنا شروع کیا کہ "آپ کوچان کس لئے آئے ہین؟ آپ کیا

---

[۱] یہ سوال جو جغرافی معلومات کے متعلق اہل ایران کی عام لاعلمی کا نمونہ ہے - مجھے فتح علی شاہ کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے - جو موریر نے اپنی کتاب "فرسٹ جرنی" (پہلا سفر) کے صفحہ ۲۱۵ پر بیان کیا ہے - فتح علی شاہ کو امریکہ کے حالات دریافت کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اوسنے سر ہارڈ فورڈ جونس سے پوچھا کہ امریکہ کس قسم کی جگہ ہے؟ وہان پہونچتے کیسے ہین؟ کیا وہ سطح زمین کے نیچے واقع ہے؟ اسی قسم کا ایک دلچسپ قصہ ایک ایرانی سفیر متعینہ لندن کی نسبت پچاس سال بعد بیان کیا گیا ہے - سفیر مذکور جس جہاز پر سفر کر رہا تھا اوسکے متعلق جب اوس سے یہہ بیان کیا گیا کہ وہ پانسو گھوڑون کی طاقت کا جہاز ہے تو وہ خوش ہو کر بولا - "ان گھوڑون کا اصطبل کہان ہے مجھے دکھاؤ"

چاہتے ہین ؟ کیا انگریزی سرکار آپکو سفرخرچ دیتی ہے ؟ اور دیتی ہے تو کس قدر دیتی ہے؟ اگر نہین دیتی تو تو آپ کے سفر کے مصارف کا کفیل کون ہے ؟" حقیقت یہ ہے کہ ذوق سیاحت اور شوق اکتساب معلومات بلا مزہ ایسے جذبات ہین کہ مشرقی سمجھ اون کی قدر وقیمت کے اندازہ سے قاصر ہے[1]

اوس کو اپنے پیشہ اور اپنے خاندان کی حیثیت کے سمجھانے مین بھی مجھے بڑی دقت پیش آئی۔ پارلیمنٹ کا اوس نے کبھی نام بھی نہ سنا تھا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ مین ایک بڑی مجلس کا رکن ہون تو جواباً اوس نے مجھ سے پوچھا کہ "کیا تم سپاہی ہو ؟" ایک انگریزی امیر کے رتبہ یا درجہ کی شان کا خیال اوسکے دل مین پیدا نہین ہو سکا۔ البتہ یہ معقول اور نتیجہ خیز باتین اوس نے مجھ سے دریافت کین کہ "کیا تمہارے والد کے پاس بہت سے سپاہی ہین ؟" اور یہ کہ "تمہارے والد کو اپنی جائداد کا مالک کس نے بنایا ؟" جب مین نے جواب دیا کہ ہمارے خاندان کی جائداد آٹھ سو سال سے ہمارے ہی خاندان کے قبضہ مین چلی آئی ہے تو اوسے بڑا تعجب ہوا۔ لیکن اسکے جواب مین اوس نے قریب قریب

[1] "یہ بات ان لوگون کی سمجھ مین نہین آسکتی کہ انسان کو تفریح وتفرج کی غرض سے یا باقتضائے شوق تحقیق بھی سفر اختیار کرنا چاہئیے۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ کسکو پڑی ہے کہ محض حصول معلومات کے لئے قطع نظر مصارف سفر کے ایک طول طویل سفر کی زحمتین اور صعوبتین خود اپنی مرضی سے برداشت کرے پس اگر بادی النظر مین سفر کا کوئی مقصد معلوم نہ ہوتا ہو مثلاً یہ کہ اس سفر کو تجارت یا کاروبار کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے تو وہ فوراً کوئی ایسی غرض اوس سے منسوب کر دیتے ہین جو اون کے نزدیک قرین قیاس ہو۔" سفر خراسان مصنفۂ فریزر۔ صفحہ ۵۷۹۔

وہی جواب دیا جو مسٹر ہارڈکیسل "شی اسٹوپس ٹو کانکر" میں دیتا ہے اور پھر سمجھائے کہ کس کی ایک ایسی تقلید کو مرعی رکھہ کر جسکا معترف ہوئے بغیر مین نہ رہ سکا اوس نے کہا کہ فرنگستان بوجہ اپنی قدامت کے ایک عظیم الشان ملک ہے۔ قدامت سے جیسا کہ اوس نے بیان کیا اوسکی مراد شخصی اقتدار سے تھی۔

مین خان کو ایک تحفہ دیتا ہون

یزر نے مجھ سے ستر سال پہلے میرے میزبان کے باپ کو ایک چاندی کی جیبی گھڑی تحفتہً دی تھی۔ مین نے بھی اس بارہ مین اوس کا اتباع کیا اگرچہ مجھکو اسوقت یہ خیال نہ تھا کہ مین اوس کی تقلید کر رہا ہون۔ خان کوچان نے میری جو خاطر اور تواضع کی تھی اس کے شکریہ کے اظہار کے طور پر مین نے ایک جیبی گھڑی اوسے پیش کی جسمین گھنٹون اور منٹون کا اندازہ گردشی سوئیون سے نہ ہوتا تھا بلکہ وقت اعداد کے ذریعہ سے جو ایک حلقہ مین نمودار ہوتے رہتے تھے معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ صنعت کے اس عجیب نمونہ کو دیکھہ کر نہایت ہی محظوظ ہوا لیکن چونکہ اعداد اوسکی سمجھہ مین نہین آ سکتے تھے کیونکہ وہ معمولی رومائی اعداد سے جنہین اوس نے پہلے دوسری گھڑیون پر دیکھا تھا مطابق نہ تھے۔ لہذا مین نے اوسے ایک نقشہ کھینچ دیا۔ جس مین معمولی اعداد ایک سے ساٹھہ تک اور اون کے مقابل

+ یہ کتاب انگلستان کے مشہور بذلہ سنج مصنف گولڈ اسمتھ کی تصنیف سے ہے۔ مترجم

لہ مجھے وہی چیزین مرغوب ہین جو پرانی ہون۔ پرانی کتاب۔ پرانی شراب۔ پرانے احباب۔ پرانے رسم و آداب۔ پرانا زمانہ۔

کے روسائی مترادف درج تہے اسکا ترجمہ اوس کے سکریٹری نے فارسی مین کردیا شجاع الملک نے گھڑی لے لی لیکن لینے کے بعد اوس نے مجہہ سے یہ پوچہکر کہ اس گھڑی کی کیا قیمت ہوگی۔ مجھے محو حیرت بنادیا۔ اگرکوئی یورپین یہ سوال کرتا تو اوس کی اس قسم کی حرکت بی تمیزانہ تجسس پر محمول کیجاتی لیکن ایلخانی کے سوال کے تئین گو مین نے اوسکی اس مشرقی خواہش سے منسوب کیا کہ معطی کو اوسکے ارمغان کی قیمت کے برابر کوئی چیز معاوضہ کے طور پر دیجائے کیونکہ ایلخانی کے مشہور بخل کی وجہ سے یہ امر خارج از بحث تہا کہ وہ میرے تحفہ کی قیمت سے ایک دھیلا بھی مجھے زیادہ دیتا۔ لیکن جو تحفہ کہ وہ معاوضہ مین مجھے دینے والا تھا اوس کی کیفیت یا قیمت مجھے کبہی معلوم نہین ہوئی کیونکہ گو دوسرے دن جب وہ بازدید کو آیا تو اوسکے ساتہہ ایک بقچہ تہا جس مین (جیسا کہ مین نے بعد مین سنا) کچہہ قالینین بازربفت تھی۔ لیکن تحفہ مجھے وہ دینے نہین پایا جسکی وجہ یہ تھی کہ اوس کے بعض نوکرون نے بقچہ کا بقچہ غایب کردیا۔

خان اپنے مطبخ سے میرے لئے کہانا بہیجتا ہے

چان کے سردار سے میری ملاقات کے خاص واقعات بھی تہے جن کا مین نے اوپر ذکر کیا۔ یہ امر میرے لئے باعث مسرت ہے کہ گو مین اون بیانات کی تردید نہین کرسکتا جو اوس کی عادات و خصایل اور اوسکے کمالات کے متعلق سے پہلے کے سیاحون نے قلمبند کئے ہین لیکن پھر بہی مین کم ازکم اوس کی سیرت کے ایک دوسرے پہلو پر جو محاسن سے زیادہ تر متکیف ہے روشنی ڈال سکا ہون۔ سر چارلس میگگریگر

جو ۱۸۷۵ء مین یہان آیا اوسنے خان کوجان سکے متعلق یہی راے قایم کی کہ خان موصوف کے عادات واطوار ایک شان متانت لئے ہوئے ہین اور فہم وفراست کے لحاظ سے وہ ممتاز ہے۔ شام کے وقت مجھے ایرانی طباخی کی شناخت اور خود خان کے باورچی خانہ کے مطبوخات کی کیفیت کا اندازہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میرے لئے خان نے جو کھانا بھیجا اور جو میرے کمرے کے فرش پر تھالون مین لاکر چن دیا گیا وہ اتنا تھا کہ ایک فوج کے لئے کافی ہوتا۔ شوربا[لہ]۔ تین طرح کے پکے ہوئے مرغ۔ حلوان کی بھنی ہوئی مسلم ران۔ کباب۔ خاگینہ۔ پلاؤ اور دوسری انواع واقسام کے کھانے جنکا مجھے نام معلوم نہین۔ غرضکہ سبھی طرحکی نعمتین موجود تھین۔ جن جن چیزونکو مین نے کھایا وہ نہایت عمدہ پکی ہوئی تھین علی الخصوص پلاؤ اور چلاؤ تو ایسے تھے کہ پیرس کا کوئی اعلی سے اعلی باورچی بھی ویسا نہین پکا سکتا۔ پینے کے لئے کوجان کی شراب تھی جو نہایت ہی بدمزہ تھی۔ چھاچھ بھی موجود تھی مگر جب تک کام وزبان اوسکے عادی نہ ہون اوس وقت تک اوسکا مزہ بھی ایسا نہین کہ مرغوب ہو۔ البتہ شربت جو آیا وہ لطیف تھا اور اگرچہ اوسکے اجزا زیادہ تر شکر اور برف کا پانی ہی تھے لیکن وہ ایک نہایت ہی خوش ذائقہ اور مفرح شے تھی۔ ناشپاتی کے لکڑی کے نازک اور سفید وشفاف چمچے شربت کے پیالے مین تیر رہے تھے اور نہایت ہی بھلے معلوم ہوتے تھے۔

لہ اس مقام پر مصنف نے ایک طویل نوٹ اپنے انگریزی ناظرین کے لئے جو ان کھانون کی ماہیت سے واقف نہین اونکی ترکیب کے متعلق درج کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کے پڑھنے والون کے لئے ان کھانون مین سے ایک بھی ایسا نہین جسے نیا کہا جاسکے۔ اس لئے مین نے نوٹ کا ترجمہ ضروری نہین خیال کیا۔ مترجم

اسکے علاوہ انگورون کے خوشے بھی تھے۔ مجھے اسکے بعد ایک سے زیادہ دفعہ ایرانی کھانا کھانے کا اتفاق ہوا لیکن میرا خیال ہے کہ گوخان کوچان کا کھانا باعتبار کمیت حد اعتدال سے متجاوز تھا لیکن کیفیت کے لحاظ سے اس سے بہتر کھانا کسی مشرقی ملک مین مین نے نہین کھایا۔

شہر کوچان

یک دن مین شہر کوچان اوس کے حوالیات کو دیکھنے کے لئے سوار ہو کر نکلا۔ دریافت کرنے پر مجھے یہ اطلاع ملی کہ اس شہر کی موجودہ آبادی بارہ ہزار ہے لیکن اس تخمینہ کو مین مبالغہ سے معرا نہین پاتا۔ شہر پناہ جسکے گرد مین پھرا اور جسے مع خندق کے نو وہ ایلخانی کے باپ اور دادا نے تیار کیا تھا اوسکی مرمت عباس مرزا کے توپخانہ کی گولہ باری کے وقت سے نہین ہوئی۔ اسکے علاوہ زلزلہ کے متواتر صدمون علی الخصوص اوس زلزلہ سے جو ۱۸۷۲ء مین آیا فصیل بہت کچھ منہدم ہو گئی ہے ۱۸۷۵ء مین میگگریگر کا بیان ہے کہ یہ شہر ایسا ویران ہو رہا ہے کہ اگر مین روس کا کوئی حال بیان نہ کرون تو میرا ایسا کرنا حق بجانب متصور ہو سکتا ہے۔ فصیل کی اب اکثر مقامات پر یہ حالت ہے کہ مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حقیقت نہین۔ شہر کے باہر اینٹون کے بہت سے رولے ہین اور کئی برف کے مخزن ہین جو شہد کی مکھی کے چھتے کی طرح ایک گر ہے پر جس مین برف کا ذخیرہ رہتا ہے یہ کچی مٹی کے بلند مخروطہائے مستدیر کی شکل مین بنے ہوئے ہین۔ مین نے ایک بہت بڑا میوے کا باغ بھی دیکھا جو خان کی ملک سے ہے۔ اس باغ مین جسکا رقبہ دس بارہ ایکڑ

ہوگا۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی۔ آلوچے۔ انار۔ شہتوت۔ آڑو۔ بیر۔ اور بھی کے درخت موجود ہین۔ اس کے وسط مین کٹی ہوئی مٹی کا ایک چبوترہ کوئی ایک فٹ بلند واقع ہے شاہ نے جب ۱۸۸۳ء مین مشہد کا دوسرا سفر اختیار کیا اور یہان ٹھہرا تو اوس کا خیمہ اسی چبوترہ پر نصب کیا گیا تھا۔ اور جب زلزلہ کا خطرہ ہوتا ہے تو خان بھی یہین اپنا خیمہ لگا کر رہتا ہے۔ شہر کے باہر ایک سطح مرتفع ہے جو تخت شاہ کے نام سے مشہور ہے جس زمانہ مین فتح علیشاہ نے کوچان پر چڑہائی کی تھی تو یہین روس نے اپنے ڈیرے ڈالے تھے شہر پناہ سے کوئی ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی واقع ہے جو نادر ٹیپی کہلاتی ہے نادر شاہ جون ۱۷۴۷ء مین یہین مارا گیا۔

عمارات

کوچان مین خان کے محل کے علاوہ اگر کوئی اور ایسی عمارت ہے جو عام عمارات کی گرد آلود اور افق دوز چھتون سے اوپر اپنا سر اُٹھاتی ہے یا جسے کچھ بھی امتیاز حاصل ہے تو وہ ایک قبے اور دو پست منارون کی ایک مسجد ہے۔ ان منارون مین سے ایک کی چوٹی پر ایک چوبی غلام گردش ہے جہان موذن کھڑے ہو کر اذان دیتا ہے۔ چونکہ شیعہ فرقے کے مسلمان کافرون کو اپنی مساجد کے دروازون میں بھی داخل نہین ہونے دیتے اور اس لحاظ سے اس خاص بارہ مین حرارت دینی کے اظہار کے ساتھ دوسرے مذہبی احکام کی تعمیل سے نمایان طور پر پہلو تہی کر کے ایک عجیب خبط کا ثبوت دیتے ہین۔ اس لئے نہ تو یہان اور نہ کہین اور مجھے اس سے زیادہ موقعہ ملا کہ عربی وضع کے محراب دار دروازہ مین سے

مسجد کے اندرونی صحن کو ایک نظر دیکھہ سکون۔

افسوس ہے کہ فریزر کے ۱۸۲۲ء کے سفر کوچان کا حال مین نے بعد مین پڑہا ورنہ مین اوس عظیم الشان نسخۂ قرآن کے اجزا کا سراغ لگاتا جسکی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا ہے کہ نادرشاہ کے چند کوچانی سپاہی اس قرآن کے کچھ اجزا تیمور کے مقبرہ سے جو سمرقند مین سے لائے تھے۔ ستر سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ اس نسخہ کے قریبًا ساٹھ صفحے جو طول مین دس سے لیکر بارہ اور عرض مین سات سے لیکر اٹھہ فٹ تک ہون گے اور جن کا خط نہایت پاکیزہ اور خوبصورت تہا فریزر نے کسی امام باڑہ کے ایک طاق مین رکہے ہوئے دیکھے تہے۔

بازار

اثنائے قیام کوچان مین مین نے وہان کے بازارون کی بھی سیر کی۔ اون کی وضع عام مشرقی بازارون کی سی ہے۔ لمبی لمبی گلیون پر لکڑی کی محرابدار چھت پڑی تہی۔ اور اوسے اوپر سے گارے سے لیپ دیا تہا تاکہ آفتاب کی سوزندہ شعاعین اندر نفوذ نہ کرین۔ کچھہ دیر کے لئے مین بزازون کے بازار مین ٹھہرا جہان مین نے بہت سی دکانون مین چھینٹ بیل اور دوسرے طرح طرح کے سوتی کپڑون کے ذخیرے دیکھے۔ لیکن یہ کپڑے بظاہر یورپین ساخت کے معلوم ہوتے تہے اور جب مین نے دریافت کیا کہ یہ مال کہان سے آیا ہے تو مجھے جواب ملا کہ روس سے۔ ہر ایک تہان پر کسی روسی کارخانہ کا نام لکھا تھا۔ مین نے پوچھا کہ بازار مین انگریزی ساخت کا مال بھی فروخت ہوتا ہے یا نہین۔ اسکے جواب مین

ایک سوداگر نے کچھ سرخ رنگ اور دہاری دار سوتی کپڑے کا ایک تھان نکالکر پیش کیا۔ لیکن
ان مین سے کسی پر بھی کسی انگریزی کارخانہ کی علامت ثبت نہ تھی اور سوداگر یہ نہین بتا سکا کہ
یہ مال کہان سے آیا ہے۔ آخرکار ایک سوداگر نے سوتی کپڑے کا ایک تھان جسپر بمبئی کے
کسی کارخانہ کی مہر تھی اور جو بلا شبہ ہندوستانی روئی سے تیار ہوا تھا نکالا۔ جب مین نے سوال
کیا کہ اتنی دور سے مال منگانے مین کیا نفع ہو سکتا ہے تو جواب ملا کہ اگرچہ دام تو اس مال کے
بہت مہنگے ہین لیکن چونکہ دیرپا اور عمدہ ہونے کے لحاظ سے یہ مال اورون سے اچھا ہے اسلئے
لوگ اسے خریدتے ہین۔ کانچ۔ دہات اور چینی کے جسقدر برتن بازار مین تھے سب روس
کے بنے ہوئے تھے۔ اسی طرح شکر بھی روسی ساخت کی تھی۔ مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ
جسقدر چا یہان استعمال ہوتی ہے اوسکا اکثر حصہ ہندوستان سے براہ بندر عباس و
مشہد آتا ہے۔ لیکن کسی قدر چا کی درآمد روس سے بھی ہوتی ہے۔ اس مین شک نہین
کہ کوچان مین روس کی سیاسی اور تجارتی اغراض کی خوب نگہداشت ہوتی ہے کیونکہ روسیون
کی طرف سے یہان ایک وکیل مقرر ہے جسے سرکار روس سے تنخواہ ملتی ہے۔ تجارت برآمد
جو زیادہ تر روئی اور چمڑے پر مشتمل ہے ارمنیون کے ہاتھ مین ہے کیونکہ تجارت سے خاص
مناسبت رکھنے کے باعث تمام ایران کی تجارت اس قوم کے ہاتھ مین آگئی ہے۔ روسیون
کے تفوق کی یہ کافی وجہ قرار دیجا سکتی ہے کہ کوچان عاشق آباد کے قریب واقع ہے اور
ان دونون مقامات کے مابین ذرائع آمد و رفت امن و حفاظت اور سہولیت سے پر ہین۔
کوچان کو تار برقی کا ایک اکہرا سلسلہ ایک طرف تو مشہد اور دوسری طرف بجنرد

سے جو وادی اترک مین بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ملاتا ہے اور یہ سلسلہ روسی
تار برقی سے قزل اروات مین جاملتا ہے۔ کوچان مین ہر ہفتہ عاشق آباد سے روسی ڈاک
بھی آتی ہے جسے ترکمان سوار کوچان ہوتے ہوئے مشہد تک پہونچا دیتے ہین۔

صوبہ کوچان

قبل اسکے کہ مین کوچان سے روانہ ہون مناسب ہوگا کہ مین اوس صوبہ اور حکومت
کے متعلق کچھ تفصیلی حالات قلمبند کرون جسکا یہ شہر صدر مقام ہے۔ اسکے شمال مغرب
کی طرف صوبہ بجنورد واقع ہے اور مشہد کی طرف اس کا علاقہ رادکان تک پھیلا ہوا ہے۔
گویا کہ اس کا کل طول ساٹھ میل کے قریب اور عرض شمالاً جنوباً کسی قدر کم ہے۔ اس صوبہ مین
سلسلہاے کوہ اور سطوح مرتفع جن مین روسی سرحد سے روانہ ہوکر مین سفر کرتا چلا آیا تھا۔
اور خاص وادی کوچان جسکا اوسط عرض پندرہ میل ہوگا اور جو مشہد تک بغیر کسی طبعی رکاوٹ
کے پھیلی ہوئی چلی گئی ہے یکسان نسبت مین واقع ہین۔ سلسلہ کوہ شاہ جہان جو اس کے
جنوب کا محیط ہے شہر کوچان کے عقب مین جو سطح سمندر سے ۳۸۰۰ فیٹ بلند ہے واقع
ہے اور اوسکی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع دس ہزار فیٹ ہے۔ تمام شمالی ایران مین وادی
کوچان سے زیادہ زرخیز اور شاداب علاقہ اور کوئی نہین۔ اگر آبپاشی کا بطور مناسب
انتظام ہو تو یہان کے اناج کی پیداوار بیج سے ننانوے گنی ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اسی
موزون طور پر خراسان کا غلہ کا گودام کہا جاسکتا ہے۔ اسکا بیلف نے جب گرانڈیکاف
کو شجاع الدولہ نے اپنے گھوڑون اور اونٹون کیلئے چارہ خریدنے کے واسطے روانہ کیا

تو اوسے ان تمام باتون کا حال خوب معلوم تھا اور آجکل کے روسی بھی جو ایک ایسے ضلع کی
قریب اپنا صدر مقام قایم کر رہے ہین۔ جہان سے ایک بڑی فوج کے لئے رسد بہم پہنچ
سکتی ہے اور جو گویا کل خراسان کے قبضہ کی کنجی ہے خوب جانتے ہین کہ اون کے اس طرز
عمل کا مقصود اصلی کیا ہے۔ صوبہ کوچان مین زیادہ تر زعفران لو قبیلہ کے کرد آباد ہین لیکن
کچھ جریلی ترک اور ایرانی بھی یہان بود و باش رکھتے ہین۔ آبادی کی کل تعداد نوے ہزار
سے دو لاکھ نفوس تک بیان کیجاتی ہے اور یہ امر محتاج بیان نہین کہ اعداد اوّل الذکر
احتمالاً زیادہ قرین انداز ہین۔ ایلخانی کی آمدنی کا ذریعہ کچھ تو وہ محصول ہے جو اوس کے
علاقہ کے قصبات کے مکانون اور دکانون پر اور نیز بیرونجات کی مزروعہ اراضی پر لیا
جاتا ہے اور کچھ اوسکی ذاتی جایداد کے محاصل ہین۔ اس مین سے اوسے اپنے سوارون
کی جمعیت کے مصارف ادا کرنے پڑتے ہین۔ یہ رسالہ ساز و سامان سے عمدہ طور پر آراستہ
اور بندوقون سے مسلح ہے مگر اسکی تعداد جو پہلے ایک ہزار تھی کم ہوکر پانچ سو رہ گئی ہے۔
شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ سرحد کی حالت اب وہ نہین رہی جو پہلے تھی۔

کوچان سے دوسرے راستے

کوچان سے مشہد۔ (براہ جعفرآباد۔ شورچاہ۔ رادکان۔ خیاران۔ گون آباد۔ قاسم آباد دو
۹۳ میل) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۲۳ء)
باب ۲۳ "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سر اے برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم۔ صفحہ
۴۷ و ۵۷ "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی) نمبر

کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) جلد ۶ ہم صفحہ ۱۷۹ الی ۱۸۷ و ۱۵۱ الی ۱۵۳ + "و

اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای او ڈونوون (۱۸۸۰ء) - جلد اول باب ۲۸ +

کوچان سے سبزوار - (۶۹ میل) دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ا

ڈونوون (۱۸۸۰ء) جلد اول صفحہ ۴۴۷

کوچان کا استرآباد - (براہ شروان - بجنورد و گورگان) دیکھو "جرنی انٹو خراسان"

خراسان) مصنفہ جے - بی - فریزر (۱۸۲۳ء) - باب ۲۳ الی ۲۴ + "اے ونٹرس

(موسم زمستان کا سفر) مصنفہ مصنف مذکور - (۱۸۳۴ء) جلد دوم خطوط نشان ۱۲ و ۱۳

"ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) - مصنفہ سر اے - برنس (۱۸۳۲ء) - جلد دوم صفحہ

کوچان سے شاہرود - (براہ شروان - بجنورد - سمولغان - جاجرم - و بسطام) -

"کلاؤڈ ورز اندی ایسٹ" (گھٹا مشرق میں) مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) با

و ۱۷ + "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) ·

آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) جلد ۶ ہم صفحہ ۹۸ - الی ۱۱۳ و صفحہ ۱۶۴ - الی ۱۶۵ +

خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس میگگریگر (۱۸۷۵ء) جلد دوم - صفحہ ۸۸ تا ۱۱

کوچان سے درگز - دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ

جاگریفیکل سوسائٹی) جلد ۶ ہم صفحہ ۸۸ - الی ۹۴ و صفحہ ۱۵۸ - ۱۵۹ +

چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

دامن کہسار مین یک نظر کے سامنے　　سلسلہ تہا اک چٹانون کا سراسر پیچ وتاب
ان کے اوپر چوٹیان ابرو پہ بل ڈالے ہوئے　　جنکے عارض پر پڑا تہا ابر سیمین کا نقاب
سب کے اوپر برف کا دریاے ابیض موجزن　　جسکو سورج نے کیا تہا غیرت لعل مذاب

"دی پیلیس آف آرٹ" (قصر صنایع) - ٹینی سن

قلات نادری جانے کا قصد

اقصد تہا کہ اگر ممکن ہو تو کوچان سے اوس مشہور ومعروف سرحدی قلعہ قلات نادری یعنی قلعہ نادرشاہ کی سیر کرتا جاون جسکی نسبت سابق کے سیاحون نے یہ بیان کیا ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ حیرت انگیز قدرتی نظارون مین اس کا شمار ہے اور فی الحقیقت اپنی غیر معمولی قدرتی طاقت اور رسائی کی حد سے باہر ہونے کے باعث اس سرزمین مین جو پہاڑی قلعون اور ناقابل محاصرہ بلندیون سے معمور ہے یہ قلعہ فرد ہے۔ جب سے کہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ روس کا اس قلعہ پر دانت ہے (۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین ہاؤس آف کامنز مین یہ سوال پیش ہوا کہ آیا یہ قلعہ زار روس کو دے دیا جا چکا ہے یا نہین) ایرانی

ہر اجنبی کو جو اسکے دیکھنے کا شوق ظاہر کرے شبہ کی نگاہ سے دیکھا کیے ہین۔ اور اِسلئے
مین نے اپنی خواہش کا مخفی رکہنا ہی قرین حزم خیال کیا۔ مین نے یہ امر تحقیق کر لیا تھا کہ روانہ
ہونے سے قبل شاہ سے اسکے دیکھنے کی اجازت حاصل کرنی ناممکن ہے کیونکہ شاہ کیکلاہ
ابھی تک اپنے سفر یوروپ سے مراجعت فرمائے طہران نہین ہوئے تہے اور سفیر انگریزی
بھی دار السلطنت مین موجود نہ تھا کہ کارپردازان سلطنت کی وساطت سے اسکا انتظام
کر سکے۔ اس کے علاوہ مین خود اس قسم کی اجازت کبھی طلب نہ کرتا کیونکہ مجھے یہ بات بخوبی
معلوم تھی کہ اگر مجھے اجازت ملگئی تو روسیون کے لئے ایک نظیر قایم ہو جائے گی۔ اور
وہ بھی اسی قسم کی رعایت کے خواستگار ہونگے حالانکہ ان کے قاصد کا اس قلعہ مین
جانا میرے جیسے بے غرض سیاح کے وہان جانے سے شاید مختلف معنی رکہتا۔ حاکم خراسان
کو اجازت حاصل کرنے کی غرض سے مشہد تار دینے کی میری اور بھی کم خواہش تھی کیونکہ
مجھے اس امر کی نسبت شبہ تھا کہ آیا وہ ایسی اجازت دینے کا مجاز بھی ہے یا نہین۔ اس کے
علاوہ مجھے پورا یقین تھا کہ گو مین لوٹا نہ دیا جاؤن تاہم جاسوس میرے پیچھے پیچھے ضرور آئینگے
ایرانی لوگ اجنبیون کو اور بالخصوص ان لوگون جو کسی چیز کا نقشہ کہینچین یا کوئی سوال پوچھین
یا پیمایش کرین یا اپنی جیب مین سے کوئی آلہ نکالین اس درجہ شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہین کہ اگر
اونہین سیاح کا ارادہ پیشتر سے معلوم ہو جائے تو تحقیقات کی غرض سے کسی مقام کے دیکھنے
مین کامیابی نہین ہو سکتی۔ لہذا مین نے یہ عزم کر لیا کہ کسی شخص پر اپنا عندیہ ظاہر نہ کرون گا بلکہ
یہ ظاہر کرون گا کہ مین مشہد کو جا رہا ہون اور ممکن ہے کہ راستہ مین شکار کی غرض سے کچھ

دیر کیلیئے راہ چھوڑکر پہاڑ دن مین چلا جاؤن - درحقیقت میرے دل مین یہ بات تھی کہ جو راستہ[۱] شاہراہ کے علاوہ مجھے مل سکا اوسے اختیار کرونگا اور دیکھونگا کہ آیا یکہ و تنہا کسی کو اطلاع یا اپنے آنے کی خبر دیے بغیر مین قلات تک پہونچ سکتا ہون یا نہین -

ایلخانی کی وکٹوریا گاڑی

ایلخانی کی نگرانی کی زد سے بچنے مین بہت بڑی مشکل پیش آئی - اوس کو نہ صرف اس بات کے تجسس کا شوق بدرجہ غایت دامنگیر تہا کہ مین کہان کہان جانیکا قصد رکھتا ہون بلکہ وہ اس امر پر بھی مصر ہوا کہ مین مشہد تک اوس کی نئی روسی ساخت کی وکٹوریا گاڑی مین سفر کرون - چنانچہ اوسنے مجھے یہ دہمکی بھی دی کہ اگر تم میری گاڑی مین نہ جاؤگے تو جو چاندی کی جیبی گھڑی تم نے مجھے دی ہے وہ مین پھیر دونگا - مین نے بہتیرا اوس سے کہا کہ مجھے گھوڑے کی سواری زیادہ پسند ہے مگر اوس نے ایک نہ سنی اور یہ جواب دیا کہ آگے چلکر جی بھر کر گھوڑے کی سواری کر لینا جب مین نے یہ عذر پیش کیا کہ جو گاؤن رستہ مین پڑتے ہین مین وہان ٹھہرتا ہوا جاؤن گا تو اوس نے کہا کہ گاڑی بہی آپ کے ساتھہ ساتھہ ٹھہرتی ہوئی جا سکتی ہے - آخرکار بصد وقت فیصلہ اس بات پر ہوا کہ مین پہلی منزل گاڑی مین جاؤن اور وہان سے اوسے لوٹا دون - کوچان سے میری روانگی نہایت پرتکلف طور پر عمل مین آئی - خان بازار مین میرے ساتھہ ساتھہ ہاتھہ مین ہاتھہ دئے کچھہ دور تک پیدل آیا اور

---

۱ - مجھے اس قسم کے کسی راستہ کا حال معلوم نہ تہا - جو چند سیاح مجھہ سے بیشتر قلات نادری کو گئے وہ سیدہے مشہد سے گئے -

پھر اوسنے مجھے گاڑی مین جو ماسکو کی بنی ہوئی تھی اور جدید ترین اور نہایت ہی خوشنما وضع کی تہی (معلوم نہین یہ تحفہ اوسے کس نے بھیجا) سوار کرایا۔ گاڑی مین چار سبزہ گھوڑے جتے ہوئے تہے اور گھوڑون پر سوار بیٹھے ہوئے تہے۔ گاڑی کے آگے آگے غلام گھوڑون پر سوار رستہ صاف کرتے جاتے تہے اور کچھ ملازم گاڑی کے ساتھ ساتھ چلے آرہے تہے۔ اس شان سے خان کی وکٹوریا گاڑی مجھے لئے ہوئے آہستہ آہستہ شہر کے باہر نکلی۔

ازکوچان تا بہ جمگیہ

سے راستہ کا ابتدائی حصہ اوس شاہراہ پر واقع تھا جو مشہد کو جاتی ہے کیونکہ شبہ کے رفع کرنے کی غرض سے مین نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ راد کان تک جو شجاع الملک کے علاقہ کی سرحد ہے اور کوچان سے چالیس میل ہے اسی راستہ سے جاؤن۔ سڑک برابر سطح چلی گئی ہے۔ البتہ کوچان سے بیس میل کے فاصلہ پر یہ اوس حد کو عبور کرتی ہے جو اتریک اور کشف رود کی ندیون کے طاسون مین فاصل ہے۔ سڑک نہ تو کٹی ہوئی ہی تھی اور نہ مرمت کے اعتبار سے ہی اسکی حالت اچھی تھی۔ غرضکہ جس انجنیر نے اسے بنایا وہ اسکی تعمیر کے لئے مستحق تحسین نہین ہوسکتا۔ میرا کوچبان گاڑی زیادہ تر کھلے میدان مین ہانکتا تھا کیونکہ سڑک کو جابجا آبپاشی کی نالیان فٹ بھر یا اس سے بھی زیادہ گہری قطع کرتی تہین جنکی وجہ سے گاڑی کو ایسے جھٹکے لگتے تہے کہ پناہ بخدا۔ شروع کے دس میل تک زمین اگرچہ اس فصل مین خودرو سبزہ سے معرا تھی لیکن سبز کھیت ہر طرف لہلہاتے ہوئے نظر آرہے تھے اور کوئی

جگہ ایسی نہ تھی جہان ہل نہ چلایا گیا ہو۔ لیکن دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ویرانی شروع ہو گئی۔ مین گرد کی ایک چادر مین لپٹا ہوا جا رہا تھا اور گرد پھر آگے کی چیز بھی مجھے نظر نہ آتی تھی۔ میدان کے دونون جانب کچھ کچھ فصل سے کچی مٹی کے بنے ہوئے جھونپڑون کے گاؤن درختون کے چھوٹے چھوٹے جھرمٹون کے سایہ مین جو کسی اکیلے دکیلے نالی یا غیر مسدود قنات لہ کی وجہ سے اگ آئے تھے پناہ لئے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان گاؤن

لہ چونکہ مجھے قناتون کا ذکر آگے چلکر بہت جگہ کرنا پڑے گا اور ایران کے مناظر اون سے نمایان طور پر معمور ہین۔ اسلئے اون لوگون کی اطلاع کیلئے جنہون نے قنات نہین دیکھی مین اس شے کی ماہیت بیان کرتا ہون۔ قنات (جو بلوچی اور افغانی کاریز کی ہم معنی ہے) ایک زمین دوز نالی کو کہتے ہین جو کسی پہاڑی چشمہ سے اوس گاؤن مین پانی لانے جہان ترقی زراعت یا قیام حیات مقصود ہو۔ اسکے بنانے کی ترکیب حسب ذیل ہے:۔ اول اول کسی مرتفع مقام پر اتنے گڑھے کھودے جاتے ہین یہان تک کہ پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے۔ اسکے بعد دوسرے سرے † پر جہان پانی سطح پر لانا مقصود ہو یا

† مجھے اپنے ایک دوست سے جو کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر مقامات کی اس قسم کی کاریزونکا حال بالتفصیل جانتے ہین معلوم ہوا ہے کہ قنات کے تیار کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑھا کھودا جاتا ہے اور جب اوس مین پانی نمودار ہوتا ہے تو اس گڑھے سے اوس سمت مین جدھر پانی لیجانا مقصود ہوتا ہے ایک زمین دوز نالی کچھ دور تک لیجا کر ایک گہرا گڑھا سطح زمین پر سے کہلا ہوا کھودا جاتا ہے اور پانی پہلے گڑھے سے اس ڈہلوان نالی کے ذریعہ سے دوسرے گڑھے مین آکر جمع ہو جاتا ہے اور پھر اس دوسرے گڑھے سے آگے کو نالی کھودی جاتی ہے اور اسطرح گڑھون کا ایک سلسلہ اوس مقام تک قایم کر دیا جاتا ہے جہان پانی لیجانا مطلوب ہوتا ہے۔ مصنف نے جو طریقہ تیاری قنات کا بیان کیا ہے اوس سے مترشح ہوتا ہے کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑھا کھودتے ہین اور پھر سمت مقابل سے جہان پانی لانا مقصود ہوتا ہے اس گڑھے کیطرف نالی کھودنی شروع کیجاتی ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ طریقہ ثانی الذکر طریقہ اول الذکر سے مختلف ہے۔ چونکہ میری ذاتی معلومات اسبارہ مین کچھ بھی نہین اس لئے مین کسی قطعی اور ناطق رائے کے اظہار سے قاصر ہون لیکن قیاس اس امر کا مقتضی ہے کہ جو اطلاع مجھے اپنے دوست کے زبانی معلوم ہوئی ہے وہ صحیح ہو کیونکہ اسکی تصدیق خود مصنف کے نوٹ کے آخری حصہ سے ہوتی ہے جس مین ہسپانوی سفیر جو ذیفا مارسیرو بیان کرتا ہے کہ نالی کے تیار کرتے وقت کھدائی کا رخ اصلی گڑھے سے جس مین پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے اوس مقام کی طرف ہوتا ہے جہان پانی لیجانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ اس مقام سے خود اصلی سرچشمہ کی سمت مین۔ مترجم

مین سے پہلے ہم فتح آباد کے پاس سے ہوکر گزرے جو کوچان سے دو میل ہے۔
اوسکے بعد سر خان آیا جو سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر ہم جعفر آباد پہونچے جو پست

درمیانی مقامات پر کہدائی شروع کی جاتی ہے اور چشمہ کی سمت مین خفیف سے ڈہلاؤ کے ساتھ زمین کے نیچے نیچے ایک نالی کہودی جاتی ہے۔ جون جون کہودنے والا آگے بڑہتا جاتا ہے اور نالی زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے تو بیس بیس گز یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر دور گڑہے اوپر سے کہودے جاتے ہین اور جو مٹی نالی کے نیچے کہودنے کی وجہ سے جمع ہوگئی تہی وہ ان گڑہون کے دہنہ پر اوپر لاکر جمع کردیجاتی ہے۔ اس طرح سے کچھ عرصہ کے بعد یہ زمین دوز نالی چشمہ کے مُنہ تک پہونچ جاتی ہے اور پانی اس کی راہ سے مقام مقصود تک پہونچ جاتا ہے گڑہے بعد مین نالی کو رکاوٹون اور مزاحمتون سے صاف کرنے کی غرض سے استعمال مین لائے جاتے ہین۔ پس جس گاؤن مین کاشت کے قابل کچھ بھی زمین ہو وہ بالعموم بمنزلہ ایک زاویۃ الراس کے ہوتا ہے جہان سے قناتون کے متعدد خطوط جو بسا اوقات طول مین کئی میل ہوتے ہین متفرع ہوکر قریب ترین پہاڑ کی سمت اختیار کرتے ہین اور گڑہون کا طویل سلسلہ اسطرح ہوتا ہے کہ گویا میدان پر چھچھوندرون نے کچھ کچھ فصل سے مٹی کے بڑے بڑے ڈہیر لگا رکہے ہین۔ لیکن یہ نالیان بڑی آسانی سے بند ہوجاتی ہین یا اون مین رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے یا کسی اور باعث سے خراب ہوجاتی ہین۔ اسپر تمام محنت رائگان جاتی ہے اور از سر نو دوسری نالی کہودنی پڑتی ہے چنانچہ بسا اوقات دو متوازی نالیان ایک دوسرے سے چند گز کے فاصلہ پر دیکھنے مین آتی ہین اور ان مین سے جو نالی کہ پہلے کہودی گئی تہی وہ اب بالکل ترک کردی جاتی ہے۔ ثانی الذکر نالی کے کہلے ہوئے گڑہے جس قدر خطرناک ہوتے ہونگے اوسکا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان گڑہون کے مُنہ پر مٹی کا جو انبار لگا ہوتا ہے وہ مینہ کی وجہ سے بہہ جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہان کوئی ایسا نشان باقی نہین رہتا جس سے معلوم ہوسکے کہ یہان گڑہا موجود ہے۔ بہت سے جانور ان مین گرکر تلف ہوجاتے ہین اور اون کی ہڈیان بعض دفعہ بیچ مین اٹکی ہوئی نظر آتی ہین۔ سوار اور اونکے گہوڑے بسا اوقات ان گڑہون مین گرکر قبل از وقت فنا ہوجانے سے بال بال بچے ہین۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب جو طہران مین رہتے تہے

مثلث نما قبون کا ایک مجموعہ سا ہے اور کوچان سے پندرہ میل ہے اور یہان سے چلکر ہمارا گزر دشت آباد مین ہوا۔ سیاہ گوسفند کے بالون کے بنے ہوئے خیمے جا بجا نصب تہے اور بتاتے تہے کہ سب کے سب کردون نے ابہی تک تمدن کا سبق نہین سیکھا بلکہ اُن مین سے بعض ابہی تک خانہ بدوش چلے آتے ہین گاہ بگاہ کوئی ویران گاؤن ہمارے دیکہنے مین آتا تہا جس سے معلوم ہوتا تہا کہ یہان کبہی کوئی قنات ہوگی جو اب برباد ہوگئی ہے یا کوئی چشمہ ہوگا جو خشک ہوگیا ہے۔ قلاتا[۵] پہونچکر جو کوچان سے تقریباً ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہی

ایک دن باز لیکر شکار کے لئے باہر گئے گہوڑے پر سوار جارہے تہے کہ دفعۃً ایک غیر مستعمل گڑہے مین گرکر اپنے ساتہیون کی نظرون سے غائب ہوگئے مگر خیر یہ ہوئی کہ آدمیون نے فوراً اون کو گہوڑے سمیت اوپر نکال لیا اور اون کو کوئی صدمہ نہین پہونچا۔ قناتون کے گڑہون کو جنگلی کبوترون نے اپنا گہر بنا رکہا ہے۔ ایک گڑہے کے منہ پر کہڑے ہوکر اگر تالی بجاؤ تو دوسرے مین سے ایک جہنڈ خوف کہا کر سائین سائین کرتا ہوا نکلتا ہی اور تمہین نہایت عمدہ نشانہ کا موقعہ دیتا ہے۔ دولت وینس کے ایک سفیر مسٹر جوزیفا باربیرو نے چارسو سال ہوئے کہ اپنے سفر ایران کے حالات قلمبند کئے تہے۔ اسمین ایک دلچسپ فقرہ قناتون کے کہودنے کی کیفیت کے متعلق بہی درج ہے۔ سولہوین صدی مین اس سفرنامہ کا ترجمہ انگریزی مین ہوا۔ ہم اسمین سے اس مقام کا اقتباس کرتے ہین "دریا کے کنارے کے قریب وہ کنوئین کی شکل کا ایک گڑہا کہودتے ہین اور وہان سے اوس مقام کی سمت مین جہان اونہین پانی لے جانا مقصود ہو ایک زمین دوز کہائی جو مندکرہ بالا گڑہے سے زیادہ گہری ہوتی ہے کہودنا شروع کرتے ہین اور جب کوئی بیس قدم کے قریب کہود چکتے ہین تو ایک اور گڑہا پہلے گڑہے کیطرح کہودتے ہین اور اسی طرح کچہ کچہ فصل سے گڑہے کہودتے ہوئے وہ اس نالی کے ذریعہ سے جہان پانی لیجانا چاہتے ہین لیجاتے ہین" لیکن یہ طریقہ اس سے بہی زیادہ قدیم ہے کیونکہ پالیبئیس نے بہی اسکا ذکر کیا ہے۔

[۵] قلاتا (قلات ہا) جمع کا صیغہ ہے اور اس سے مراد ہے ایسے مواضع یا دیہات کا مجموعہ جن مین سے ہر ایک اپنا جداگانہ نام رکہتا ہے

مین نے وکٹوریا گاڑی کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ دوسرے دن علی الصباح کو چاپان کو واپس چلی جائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اور مشہد کی شاہراہ اور تار برقی کے کھمبون کو اپنی دہنی طرف چھوڑ کر مین آٹھ میل کا مزید فاصلہ طے کر کے چگیرمین جو رادکان سے کچھ ادہر ایک چھوٹا سا گاؤن ہے پہونچا۔ جب ہم میدان کو جو اب سبزہ سے بالکل معرا ہو گیا تھا طے کر رہے تھے تو پانی کی ایک جا نفزا جھیل جسکا منبع شرق کا سراب تھا افق پر موجین مارتی ہوئی ہمکو دکھائی دینی شروع ہوئی اور جون جون ہم آگے بڑھتے جاتے تھے وہ پیچھے ہٹتی جاتی تھی۔ سر شام شمالی و مشرقی پہاڑیون پر جنھین ڈھلتا ہوا سورج بصد آب و تاب منور کر رہا تھا ایک عجب دلکو لبھانے والی گلابی اور مرجانی رنگ کی جگمگاہٹ نمودار ہوئی اور مقابل کا سلسلہ کوہ جسپر تاریکی چھا چلی تھی زبر جدین غبار کا نقاب اوڑھ کر کچھ دیر کے لئے حسن عالم سوز کی جلوہ گاہ بنگیا۔ لیکن زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ دونون مین تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ ایک کی رنگت تو بادامی اور دوسری کی خاکستری ہو گئی۔ مین گاؤن کے باہر درختون کے ایک جھرمٹ کے نیچے خیمہ زن ہوا۔

پیال کو پرانے طریقہ پر کوٹ کر بھوسا بنانا

جن گاؤن کے پاس سے ہم دن کے وقت گزرے اون مین سے ایک مین مین نے جو کے پیال کو کوٹ کر بھوسا بنانے کا قدیم طریقہ عمل مین آتے ہوئے دیکھا۔ گاؤن کی چار دیواری کے باہر کٹی ہوئی مٹی کا ایک فرش تیار تھا جس پر پیال بچھا دیا گیا۔ اس کے بعد لکڑی کی مینخین باہر کی طرف کو نکلی ہوئی تھین (اسکی شکل باجے کے صندوق کے بیلن

سے ملتی تھی) اور جس مین بیل جتے ہوئے تھے آہستہ آہستہ پیال کے ڈھیر پر پھرایا جائیگا
نتیجہ یہ ہوا کہ پیال کٹ کٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑون کی شکل مین بدل گیا جسے ایران مین
کاہ کہتے ہین - یہی کاہ ایران مین گھوڑون اور خچرون کا عام چارہ ہے - پیال کے کوٹنے
کا یہ طریقہ اور جو آلہ اسکے لئے استعمال مین لایا جاتا ہے قدامت کے اعتبار سے مشرق کی اکثر
عادات اور ظروف کے ہمسر ہین - دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ چارڈن[۱]
اور اوس سے بھی پہلے کے سیاحون نے اس طریقہ کو بالتفصیل اپنے سفر کے حالات کے
ضمن مین بیان کیا اور اسمین ذرا شک نہین کہ اب سے دو سو سال بعد بھی دور دراز دیہات
مین یہی طریقہ دیکھنے مین آئے گا -

کیمپ (پڑاؤ) کی زندگی

جس وضع وروش سے پڑاؤ مین زندگی بسر کی جاتی ہے اوسکی دلچسپیون اور مختلف
الالوان کیفیتون سے طبیعت کبھی اچاٹ نہین ہوسکتی مسافر دن بھر سفر کرنے کے بعد
گھوڑے پر سوار منزل پر پہونچتا ہے اور درختون کے سایہ مین اور اگر ممکن ہو تو بہتے پانی کے
قریب اپنی فرودگاہ کے لئے کوئی دلکشا مقام تجویز کرتا ہے - زمین پر دری بچھا کر وہ کچھ دیر
کے لئے لیٹ جاتا ہے اور ستانے سے جو سرور پیدا ہوتا ہے اوسکی لذت سے متمتع
ہوتا ہے - گاؤن والے چارون طرف جمع ہوجاتے ہین اور اوسے گھورنے لگتے ہین -
کچھ پیسے ایندھن اور چارہ بہم پہونچا دیتے ہین - تھوڑی دیر مین آنچ سلگنے لگتی ہے - سماوار مین

[۱] دیکھو "شارڈن" حالات سفر جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ لغایت ۱۰۶ -

سے کام و زبان کو تازہ کرنے والی بھاپ نکلنے لگتی ہے اور چاء کا ایک خوشگوار اور مفرح پیالہ تھکے ماندے مسافر کے لیئے دنیا کی تمام نعمتون سے زیادہ خوش طعم ثابت ہوتا ہے اتنے مین باقی کا کیمپ آپہونچتا ہے۔ سائیس گھوڑون پر سے زین اوتارتے ہین۔ اونہین کہرا کرتے ہین۔ کان سے لیکر دم تک اونہین ایک کمل اوڑہا دیتے ہین اور کہونٹون سے باندہ کر اونکے منہ مین گھاس اور بہوسے سے بھرے ہوئے توبرے چڑہا دیتے ہین خچرون کی پیٹھ پر سے خیمے اور بستر اور کہانا پکانے کے برتن اور دوسرا سامان اوتار لیا جاتا ہے اور خچر اپنے بار سے سبکدوش ہوکر فوراً ہی سب سے پاس کے درخت کی طرف جاکر اوسکے تنے سے اپنے پٹھے کہجانے لگتے ہین اور پھر مزے مین آکر زمین پر لیٹ جاتے ہین اور ہوا مین پاؤن بلند کرکے فرش خاک پر قلابازی لگانے کی بے نتیجہ کوشش کرتے ہین۔ ادہر باورچی اپنے کام مین سرگرمی کے ساتھ مشغول ہے اور جو آگ پہلے ہی سے دہک رہی تھی اوسے چولہے مین جو اوس نے جلد جلد بنایا ہے۔ جہونک رہا ہے۔ دوسری طرف زمین مین خیمہ کی میخین ٹہونکی جارہی ہین۔ تہوڑی دیر مین خیمہ نصب ہو جاتا ہے اور مسافر اپنے پلنگ پر لیٹ کر دن کے واقعات سے استحضار کرتا ہے۔ اپنا روزنامچہ قلمبند کرنے کیلئے اپنے برے برے ہٹتے والے ارادہ کو منت سے خوشامد سے آمادہ کرنیکی کوشش مین مصروف ہوتا ہے اور پھر کہانیکی تسلی بخش آمد کا انتظار کرتا ہے۔ ساڑہے آٹہہ یا نو بجے تمام کیمپ پر خچرون کی گھنٹیون کی ٹن ٹن یا گہوڑون کی گاہ بگاہ کی چہینکون کے علاوہ خاموشی طاری ہو جاتی ہے کیونکہ پانچ بجے صبح کے پھر وہی کوچ کا سامنا ہے۔

میرا جلو

قبل اسکے کہ مین آگے روانہ ہون مین صرف اس باب کے مقاصد کے لئے اپنے
ملازمین کا تعارف ناظرین سے کرایا چاہتا ہون کیونکہ اس باب مین اون کا کئی مرتبہ ذکر آئیگا۔
میرے ملازمون کا سرگروہ رمضان علی خان نامی ایک ایرانی الاصل افغان تھا (یعنی اوسکا
مورث اعلیٰ ایک ایرانی تھا جو نادر شاہ یا احمد شاہ درانی کے ساتھ گذشتہ صدی مین افغانستان
آیا اور یہین اوسنے بود و باش اختیار کرلی) جو ہندوستانی فوج "گائیڈس" رہراول مین
دفعدار ہے۔ اس فوج مین ہندوستان کی شمالی و مغربی سرحد سے اسی قسم کے لوگ بھرتی
کئے جاتے ہین اور مہمات سرحد یا خدمت خارجہ پر مامور کئے جاتے ہین۔ رمضان علی جرنیل
مکلین مشہد کے انگریزی قونسل جنرل کے ہمراہ ہندوستان سے آیا تھا اور ایشیائی
قوم کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔ جرارت۔ حکمت عملی۔ شہسواری اور شریفانہ عادات کے
گوناگون اوصاف سے متصف ہونے کے ساتھ اوسے یقین واثق تھا کہ دنیا مین کوئی قوم
انگریزون کی ہمسر نہین۔ کرنیل اسٹوارٹ نے جو مشہد مین جرنیل مکلین کے قایم مقام تھے
ازراہ عنایت مجھے اپنے ذاتی ملازم گریگوری نامی جلفا کے ایک ارمنی کی خدمات مستعار
دی تھین۔ اس شخص کو انگریزی بقدر ضرورت اور فارسی بہت عمدہ آتی تھی اور اس لئے
وہ میرے لئے نہایت عمدہ ترجمان ثابت ہوا[1]۔ اسکے علاوہ کرنیل موصوف نے اپنا باورچی بھی

[1] افسوس کہ چند ہفتہ بعد مشہد سے طہران کو جاتے وقت اس بیچارے کا رستہ مین انتقال ہوگیا۔

میرے ساتھ کر دیا تھا اور مزید بران دو ترکمان سوار جن کا ایک چھوٹا سا رسالہ گورنمنٹ
ہندوستان کی طرف سے مشہد مین رہتا ہے اور جو مشہد اور ہرات کے درمیان انگریزی
ڈاک لے جانے پر مامور ہین میرے ساتھ متعین کر دئے تھے۔ یہ لوگ پنجدہ کے سارق
ترکمانون کے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہین جنہون نے ۱۸۸۵ء مین روس کی پیشقدمی سے
پہلے برطانیہ کلان کی اطاعت اختیار کر لی۔ روسی فاتحون سے ملجانا انہون نے پسند نہین
کیا کیونکہ روسیون سے انہین سخت نفرت ہے چنانچہ اب تک یہ انگریزون کی اطاعت
مین برابر ثابت قدم ہے۔ مین یہان مقابل کے صفحہ پر نوبادگلدی اپنے دونون ترکمان
سوارون مین سے بڑے کی عکسی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہون جو مین نے بمقام
امام قلی خود کھینچی تھی اوسکی سواری مین ایک نقرہ رنگ کا ترکمانی گھوڑا تھا جسکی دم حنا سے رنگی
ہوئی تھی اور اگرچہ دیکھنے مین اس گھوڑے کی صورت کچھ اچھی نہ تھی پھر بھی کاروان کے دوسرے
جانورون کے مقابلہ مین ہمیشہ وہ زیادہ لمبی منزل طے کر سکتا اور زیادہ تیز جا سکتا تھا۔
یہ گھوڑا عام طور سے قدم چال چلتا تھا جو ترکمان اپنے گھوڑون کو سکھاتے ہین اور یہ
چال چلتے وقت اپنی پچھلی ٹانگین بہت کھلی رکھتا تھا۔ ایرانی لوگ اس خصوصیت کو گھوڑے
مین عمدہ علامت خیال کرتے ہین اور ہکو اس بات کی دلیل سمجھتے ہین کہ ایسے گھوڑے
کے تیور نہین سکتے۔ اس قسم کے گھوڑے کو ایران مین اسپ شلواری کشاد کہتے ہین۔ نوبادگلدی
جب میرے آگے آگے جاتا تھا تو مجھے ہمیشہ اوسکے "گام" گھوڑے کی چال پر بے اختیار
ہنسی آتی تھی اور مین چلتے چلتے اوسکی عکسی تصویر اپنے فوٹوگرافی کے کیمرے سے لیا اپنی



نوباذگلدی



نوبادگلدی کا گہوڑا

ضیافت طبع کا سامان بہم پہونچایا کرتا تھا اور جب یہ تصویر مین نو باد گلدہی کو دکھاتا تھا تو وہ بھی دانت کہول دیتا تھا۔ اب میرا صرف ایک اور ایسا نوکر باقی رہگیا ہے جسکا ذکر مجھے کرنا ہے اور وہ شکراللہ نامی میرا ایرانی سائیس تھا۔ شکراللہ مجھے عاشق آباد مین ملا تھا اور اوسکی نسبت نہ تو مین یہ کہہ سکتا ہون کہ وہ مستعد تھا اور نہ یہی کہہ سکتا ہون کہ کام چور تھا

مین ذیل مین اپنے ہفتہ آیندہ کے روزنامچہ کا اقتباس درج کرتا ہون کیونکہ جس اطلاع پر یہ متضمن ہے وہ ایسے سیاح کے لئے جو بعد مین اسی راستہ سے سفر کرے مفید متصور ہوگی۔

رادکان کا برج

۵ - اکتوبر - سات بجے صبح کے روانہ ہوکر اور سات میل کا فاصلہ طے کرکے ہم ساڑھے آٹھ بجے رادکان پہونچے یہ ایک گاؤن ہے جسمین چارسو سے لیکر ۵۰۰ تک مکانات ہونگے اور میوہ دار درختون کے دلفریب جھرمٹ اسکے اطراف وجوانب مین پائے جاتے ہین۔ یہان کے باشندے کیوان لوکرد ہین۔ دہنی طرف مجھے سعیدان (یا سعید آباد) نظر آیا جو مشہد کی سڑک پر ایک گاؤن ہے اسی سمت مین اوس عجیب وغریب برج یعنی میل رادکان پر بھی میری نظر پڑی جو ایک بلند مدور عمارت ہے اور بظاہر اوس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے جو عربون کی فتح ایران کے بعد ظہور مین آیا۔ البتہ اس عمارت کی صحیح غرض و غایت اب تک دریافت نہین ہوئی۔ اس کا بیرونی حصہ اینٹ کے نالی دار ستونون پر مشتمل ہے جنکی چوٹی کے گرداگرد مخروطی چھت کے نیچے جسلی

خط کوفی مین برنگ ااجورد ایک کتبہ لکھا ہوا تھا۔ اسکے اندرونی حصہ مین ابتدائً تین منزلین تھین جنکا منہدم ہوکر نام و نشان بھی نہین رہا۔

اوڈونوون جس نے اس عمارت[۱] کا احتیاط کے ساتھ معائنہ کیا کہتا ہے کہ یہ عمارت نہ تو رہنے کا مکان ہوسکتی ہے اور نہ مقبرہ۔ اس دعوے کی شق ثانی کی وہ کوئی توجیہ نہین کرتا اور اپنے لوگون نے جن کا حق رائے زنی اس قسم کے امور مین مسلّم قرار پاچکا ہے اس کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ یہ خراسان کے تاتاری فرمان رواؤن مین سے کسی کا مقبرہ ہے اگرچہ یہ مفروضہ بھی کہ اس برج کو کسی زمانہ مین فوجی ضروریات کیلئے تعمیر کیا گیا ہوگا قابل التفات ہے۔ کرنل اسٹوارٹ کا قیاس ہے کہ یہ مینار شکار[۲] کے مقصد سے بنایا گیا ہوگا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ اسی قسم کا ایک برج ایک دوسرے گاؤن کے قریب استرآباد اور رکن کی سرحد

---

۱ "دی مرو اوسس" (گلشن مرد) جلد دوم صفحہ ۲۲ - الی ۴۴ -

۲ "پروسیڈنگس آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" سلسلہ جدید جلد سوم (۱۸۸۱ء) کرنل اسٹوارٹ نے رادکان کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے: "اس ضلع مین ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نسل کے اونٹ ہوتے ہین خراسان کا اونٹ اپنے قد و قامت اور توانائی کے لئے مشہور ہے۔ اس کے بال لمبے لمبے ہوتے ہین اور معمولی عربی یا ایرانی اونٹ کے مقابلہ مین یہ سردی گرمی اور زحمت زیادہ برداشت کرسکتا ہے۔ بہترین جانور وہ ہوتے ہین جو باختر کے اونٹ یعنی دو کوہان والے جانور اور عرب کے اونٹ یعنی ایک کوہان والے جانور کے میل سے حاصل کئے جاتے ہین۔ پہلی جھول مین جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنی قسم کا بہترین ہوتا ہے معمولی ایرانی اونٹ عموماً ۳۲۰ پاؤنڈ (۴ من) اور ہندوستانی اونٹ ۴۰۰ پاؤنڈ (۵ من) بوجھ لیجا سکتا ہے۔ لیکن خراسان کی نسل کا اونٹ ۶۰۰ پاؤنڈ (۷½ من) بلکہ ۷۰۰ پاؤنڈ (۸¾ من) بوجھ کا متحمل ہوسکتا ہے۔"

کے درمیان واقع ہے۔ اور اس برج کا نام بھی رادکان ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس نام سے جو نہ موجودہ فارسی ہے اور نہ ترکی۔ عمارت کی غرض وغایت کا کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔

سفر پشتہ

تو مین نے گاؤن کے باہر قیام کیا اور رمضان علی کو اس غرض سے گاؤن مین بھیجا کہ قلات تک ہماری رہنمائی کرنے کے لئے کسی شخص کو اُجرت پر بطور بدرقہ مقرر کر کے لے آئے کیونکہ مین نے کوچان مین ایک افغان تاجر کی زبانی سنا تہا کہ یہان سے ایک راستہ پہاڑون مین سے ہوتا ہوا قلات کو جاتا ہے۔ ایک شخص نے تین قران کی معاوضہ مین پشتہ تک جس کا فاصلہ ۶ فرسخ تہا ہماری رہنمائی کرنے کی ہامی بھری۔ اوسنے بیان کیا کہ پشتہ سے آگے مین کبھی نہین گیا لیکن وہان سے کوئی دوسرا بدرقہ مل جائیگا جسوقت ہم گاؤن کی چار دیواری کے باہر ایک کہیت مین جو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خانقاہ واقع مشہد کے اوقاف مین سے تہا۔ بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تہے تو رادکان کا رئیس (یہ ایک سبز عمامہ پوش سید تہا جسکے ذمہ اس علاقہ کا انتظام تہا) کچھ لوگون کو ساتہہ لئے تمباکو کے ایک کہیت کے معائنہ کے لئے باہر نکلا۔ فصل کو دیکھ کر اوس نے بآواز بلند اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ سال آیندہ تمباکو کے بجاے یہان گیہون بوئے جائین۔ ہم پھر دس بجے روانہ ہوئے۔ پشتہ تک کی منزل بڑی لمبی اور کٹھن تھی کیونکہ آفتاب کی تمازت بدن کو جھلسے ڈالتی تھی۔ اور کچھ دیر کے بعد گرم لو

چلنی شروع ہوئی جس نے صحرا کو گرد و غبار کے دم گھونٹنے والے بگولون سے بھر دیا۔ راوکان سے قریباً دس میل کے فاصلہ پر اسپہ پہاڑیون کے اوس پہلے سلسلہ کے دامن مین داخل ہوا جو میدان کے شمال کی جانب واقع تہا اور پھر ایک سیل کی خشک تہ کو عبور کرتا ہوا ایک سطح مرتفع پر جا پہونچا جو اس علاقہ کے خاص کوہستانی سلسلہ اور وادی مشہد کے درمیان کی تدریجی سطوح مرتفع مین سے پہلی تہی۔ اس گرم و خشک ریگستان مین کہین کوئی گاؤن واقع نہ تھا۔ اور سبزہ اور پانی کا کہین نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ راوکان سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مدور قعر کے پاس سے ہو گزرے جو گہری اور پتھریلی دیوارون سے محیط تھا اور جسکے ایک کنارہ پر ایک چٹان کے نیچے جسپر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تہا۔ شیری[۵۱] کا گاؤن ایک ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ اس کو طے کرکے شمال کی جانب بڑھتے ہوئے ہم ایک دوسری بلند تر سطح مرتفع پر پہونچے جو کئی میل تک ہزار مسجد[۵۲] یعنی خاص سلسلہ کوہ کے دامن کی طرف پہیلی ہوئی ہے۔ اسکے طول مین کچھ کچھ فصل سے

---

[۵۱] جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین سے کسی مین یہ نام مینے نہین دیکھا۔ اور اسلئے مین نے اوسے اوسی طرح ادا کیا ہے جیسا کہ مینے اوسے سُنا۔

[۵۲] اس سلسلہ کوہ کی مخروطی چوٹیون کو مسلمان زایرون کے تصور نے بہت سی مسجدون کے منارون سے تشبیہ دی۔ ہزار اسی لحاظ سے اسکو ہزار مسجد کہا گیا ہے۔ ہزار کا لفظ فارسی مین کثرت محض کے معنون مین استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد مین ہزار پیغمبر اب تک مبعوث ہوئے ہین اور ہر ایک سے ایک ایک مسجد منسوب ہے۔

گری پشان اور اردوخ کے گاؤن واقع ہین۔ ہم موضع اشتہ مین خیمہ زن ہوے جو اس وسیع کوہستانی چبوترہ کی جانب جنوب رادکان سے تخمیناً چھ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ باہر میدان مین خانہ بدوش گروہ نے ایک بہت بڑا پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ اور اونکے سیاہ کئی چوٹیون والے خیمے اور کثیر التعداد ریوڑ ہمکو نظر آرہے تھے۔

سفر بلغار

۔ اکتوبر ہم پو لے صبح کے روانہ ہوے اور میدان کو طے کرتے ہوے سیدھے موضع اردوخ (یا اردوخ) مین جو دو میل کے فاصلہ پر سلسلہ کوہ کے دامن مین واقع تھا پہونچے۔ یہان ہم نے ایک چوڑی مگر خشک سیل کی نہر عبور کیا جو چٹان کی دیوارون مین سے لہراتی ہوئی گذرتی تھی۔ ایک میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمارا گذر ایک میدان مین ہوا جہان دو درے آپس مین ملتے تھے۔ ہم دہنی طرف والے درہ مین داخل ہوے اور ایک کوہستانی وادی کو قطع کرتے ہوے موضع اوغرامین جا پہونچے جو اسکے ایک طرف کو چٹان کی ایک بہت بڑا زاویہ منفرجہ بنا تی ہوئی ڈھال پر شاہراہ سے کنارہ اور دریا مین کا لباس پہنے واقع ہے۔ یہان ہم نے ایک بدرقہ اپنے ساتھ لیا اور اوسکے پیچھے پیچھے ایک تنگ وتاریک درہ مین داخل ہوے جو پہاڑ کو اس طرح سے قطع کر رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے اپنے عظیم الشان تیشہ سے سنگ خارا کا پہلو چیر دیا ہے۔ اس کی دیوارین بالکل عمودی ہین اور بعض بعض مقامات پر کئی صدیون کے طوفان کی وجہ سے ان کا اوپری حصہ جھروکے والی

برجیون اور مینارون کی شکل مین منتقل ہوگیا تہا - اس کی تہ مین ایک ندی شور مچاتی ہوئی بہہ رہی تہی جس نے اپنی پتھریلی گزرگاہ پر مسلسل و متصل کاوش سے جابجا ٹوابر پیدا کردیے تھے - بصد دقت و زحمت ہمارے گھوڑون نے اس صعب المرور مقام کو طے کیا یہ عظیم الشان درہ جسکی دیوارین سلسلہ در سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے تدریجی چبوترون کی شکل کی ہین ایک چھوٹے سے معیار پر بعینہ ایریزونا[1] کے اوس بے نظیر مگر غیر معروف دہانہ کے مشابہ ہے جس مین دریاے کالورےڈو بہتا ہے - اس مہتم بالشان درہ مین دو گھنٹہ تک سفر کرنے کے بعد ہم اسکے دہنے یعنی مشرقی پہلو پر چڑہے اور پہاڑون کے اوپر اوپر شمالی و مشرقی سمت اختیار کرتے ہوئے پہاڑیون کا ایک دوسرا سلسلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک نئی وادی مین داخل ہوئے جو چشمون اور ندی نالون کی فراوانی سے سیراب تھی اور جہان موضع قریش کے باشندون کی کہیتیان لہلہا رہی تہین - جسقدر پہاڑی گاؤن مین نے دیکھے اون سب مین یہ گاؤن قابل ذکر ہے - یہ ایک ڈہلوان چٹان کے پہلو پر واقع تھا اور اسکے مکانات بالکل ان گہڑ پتھرون کے تھے - جن کی چنائی مین زیادہ صفائی کا لحاظ نہین رکہا گیا تھا - ان سب کے اوپر ایک قدیم پتھر کے قلعے کے کہنڈر ایک چوٹی پر سے تیوری چڑہائے ہوئے نظر آتے تہے - آفتاب کی پوری روشنی

---

[1] ایریزونا ریاست ہاے متحدہ امریکا کا وہ علاقہ ہے جسکے شمال مین کوٹا - مشرق مین نیو میکسیکو - جنوب مین ریاست میکسیکو - اور مغرب مین نواڈا اور کیلی فورنیا واقع ہین - اس کا رقبہ ۱۱۳۹۱۶ میل مربع ہے - آبادی حسب مردم شماری ۱۸۸۰ء علاوہ ۲۰ ہزار اصلی باشندون کے ۴۰۴۴۰ تہی - ایریزونا شمالی امریکہ کی مغربی سطح

مین بھی اس مقام کے دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس پر تاریکی چھا رہی ہے
یہان سے ہم شمال کی جانب پلٹے اور پہاڑیون کی ایک دوسری قطار کی زینہ پیمائی کر کے
ایک اور وادی مین داخل ہوئے جہان بلغار کا خوشنما گاؤن آباد ہے۔ یہان نو گھنٹے کی
منزل طے کرنے کے بعد ہم شب باش ہوئے گو کہ راستے کے پتھریلے اور دشوار گزار ہونے
کے باعث ہم نے غالبًا چوبیس میل سے زیادہ کی مسافت نہ طے کی ہوگی۔

بدرقہ کو زدوکوب ہوئی

ہم خیمہ زن ہو چکے تو مین نے سنا کہ جس کسان نے دوپہر کے وقت ہماری
رہبری کی تھی اوسے اپنے گاؤن کو واپس جاتے وقت ایک ایرانی سوار نے بے طرح مارا

مرتفع کا ایک نہایت وسیع حصہ ہے جو جنوب کے طرف ڈہلتا ہوا چلا گیا ہے اور شمال و مغرب سے جنوب و
جنوب کی سمت مین عظیم الشان سلسلہ ہائے کوہ جو زیادہ تر راکی ماونٹین کی کنگرہ دار شاخون پر مشتمل ہین۔ قطع کرتے
ہین س کوہستان کی ایک ایک چوٹی کا ارتفاع ۱۲ ہزار سے لیکر چودہ ہزار فیٹ تک ہے۔ دریاب کالوریڈو اپنی معاون
ندیون کے ساتھ اس علاقہ کو سیراب کرتا ہے۔ سطح مرتفع ایزی زونا کا ایک نہایت ہی حیرت انگیز اور دل پر بلاکا
اثر پیدا کرنے والا نظارہ یہ ہے کہ ان ندیون اور دریاؤن نے ہر سمت مین اسے غیر معمولی گہرائی سے چیر رکھا
ہے۔ اسطرح پر جو گزرگاہین ترکیب پائی ہین۔ اونہین لفظ "کنان" (درہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے
دونون طرف کی دیوارین بعض جگہ کئی ہزار فیٹ کی وی بلندی کو پہونچتی ہے۔ سب سے زیادہ مشہور دریائے
کالوریڈو کا عظیم الشان دہانہ ہے جو چار سو میل لمبا ہے اور جسکی دیوارون کا ارتفاع پندرہ سو میل سے لیکر
چھ ہزار فیٹ ہے۔ چنانچہ اسی منظر کی طرف مصنف ممدوح نے متن مین اشارہ کیا ہے۔

پہنچا- میرے ملازمون سے اوس نے پہلے ہی سے کہدیا تھا کہ راستہ تو مین دیکھتا ہون لیکن میری خیر نہین معلوم ہوتی چنانچہ ایسا ہی ہوا- لیکن تین ترکمان کی طمع ایسی نہ تھی کہ اسکے مقابلہ مین وہ زدوکوب کی کچھ پروا کرتا- میری ایک ملازم نے اس بیچارے کے چیخنے اور چلانے کی آواز سنی اور سوار کو اوسے مارتے ہوئے دیکھا لیکن یہ سوار ہمین نہ تو اس کے بعد ملا اور نہ ہم کو اوسکا کچھ حال معلوم ہوا وہ غالباً ان مقامات مین حکومت فارس کا یکہ و تنہا قایم مقام تھا اور ایک کثیر التعداد کاروان کے مقابلہ مین اپنے اقتدار اور شان و شکوہ کے اظہار کا چندان آرزومند نہ تھا-

از بلغار تا بہ دارده

اکتوبر- باوجودیکہ ہماری رہبری کا خمیازہ پہلے ایک شخص اس بری طرح سے اٹھا چکا تھا- پھر بھی آج صبح ایک اور بدرقہ ہمین مل گیا ایک گھنٹہ تک ہم اون پہاڑیون پر چڑھتے اور پھر ان پر سے اترتے رہے جو مریش کی جانب شمال واقع ہین- اور پھر شمال کیطرف رخ کرکے ہم آخر الامر اوس راستہ پر ہو لئے جو مشہد سے قلات کو جاتا ہے اس راستہ پر جو ایک عمیق دہانہ مین سے ہو کر گزرتا ہے تار برقی کے ستون قایم تھے جن پر اکہرا تار تھا مگر ایسا ڈھیلا کہ ہمین وقتاً فوقتاً اپنے سر کو اوسکی زد سے بچانے کیلئے نیچے جھکانا پڑتا تھا- یہان کاروان کی وہ شاہ راہ مجھے ملی جو مشہد سے قلات نادری کو جاتی ہے اور جسکو اکثر انگریزی سیاحون نے جو نادر کا قلعہ دیکھنے گئے اختیار کیا ہے[لہ]- یہان سے بہ راہ ایک تنگ اور

لہ جن انگریزون نے قلات کو دیکھا اور اوسکا حال بیان کیا وہ حسب ذیل ہین:- رفریزر نے ۱۸۳۳ء مین بالنتوش خان

تنگ درہ مین سے ہوکر گذرتی ہے جسکی دیوارین اسقدر قریب قریب ہین کہ بعض مقامات پر
پر صرف ایک سوار گزر سکتا ہے[1]۔ اس درہ کا نام "دہانہ پیرزن" ہے[2] ایران مین جب کسی خاص
طور سے زشت و کریہ اور خوفناک منظر کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہی تو اوس کو اس عجیب و غریب تمثیل جیسا کہ مین آگے چلکر ظاہر
کرونگا نہایت ہی موزون تشبیہ کی وساطت سے ادا کیا جاتا ہی۔ ایک گھنٹہ مین اس دشوار گزار مقام کو طے کرنیکے
بعد ہم ایک کشادہ تر و وسیع تر وادی مین پہونچے جہان دو سڑکین ہٹ کر مشرق اور مغرب کی سمتین
اختیار کرتی ہین۔ مجھہ سے یہ بیان کیا گیا کہ مغرب کی طرف والی سڑک بھی قلات ہی کو جاتی ہے

کے ساتھہ مشہد سے قلات جانے کی کوشش کی لیکن مجبوراً اوسے اس کوشش کو ترک کرنا پڑا) کرنل ویلنٹاین بیکر
(سنہ ۱۸۷۶ع) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۱۹۴-الی-۱۱۰+ کپتان آنریبل جی نیپیر (سنہ ۱۸۷۶ع)
"جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" چھیالیسوین جلد صفحات ۷۵-الی-۷۶ و ۱۴۹-الی-۱۵۰+ سر سی
میکگریگر (سنہ ۱۸۷۵ع) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۶۲-۳۸+ ای او ڈونون (سنہ ۱۸۸۱ع)
"دی مرو اویسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۸۲+ کپتان-اے-سی-ییٹ (سنہ ۱۸۸۵ع) "تھرو خراسان"
(سفر خراسان) مندرجہ اخبار "ڈیلی نیوز" مورخہ ۲۷ اگست سنہ ۱۸۸۵ع۔ مسٹر اے کانڈی اسٹیون نے بھی سنہ ۱۸۸۱ع مین
جب وہ سفارت انگریزی متعینہ طہران کے سکرٹری تھے قلات کو دیکھا لیکن اون کی رپورٹ عام طور پر شایع نہین کیگئی۔

[1] اس دشوار گزار اور ہیبت ناک تنگنا کے حصہ زیرین کو جس کی سنگلاخ زمین اور بھی زیادہ ناہموار ہے مین مشہد
کو واپس آتے وقت بیان کرونگا اور اوس موقعہ پر اس کی حیرت انگیز استواری اور استحکام کے متعلق میکگریگر
کی رائے کا اقتباس بھی درج کرونگا۔

[2] دہانہ اور تنگ دونون فارسی لفظ ہین جو درہ کے معنون مین استعمال کئے جاتے ہین لیکن فرق ان دونون
کے مفہوم مین یہ ہے کہ دہانہ تو اوس مقام یا جگہ کو کہتے ہین جو دو پہاڑیون کے قاعدہ کے مابین واقع ہو
اور تنگ سے مراد وہ گہاٹی ہے جو دو عمودی چٹانون کے درمیان ہو۔

لیکن بہت زیادہ ناہموار ہے اور گھوڑے اسپر سے گزر نہین سکتے۔ دوسرا راستہ البتہ آسان تھا اور اوسی کو عام طور پر مسافر اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ ہم نے اپنا رستہ آفتاب کی طرف موڑا اور مشرق کی سمت مین ایک مرتفع وادی کو طے کرنا شروع کیا۔ قراداغ (کوہ سیاہ) کا سلسلہ ہماری بائین طرف تہا اور اوسکے چوٹی کے پتھر کے نوکیلے ٹیکرون کے پہلوؤن پر "جونیپر" بوٹی اگی ہوئی تھی۔ اس وادی کے ایک مقام پر جہان ہمارا گزر ایک بلندی پر ہوا مشرق کی طرف ایک نہایت عالیشان نظارہ ہمارے دیکھنے مین آیا۔ پہاڑون کی قطارین سلسلہ در سلسلہ بتدریج ڈہلتی ہوئین دریائے تجند کے طاس کیجانب (جو کشف رود اور ہری رود کے اتصال سے ترکیب پاتا ہے) اور ترکمانی صحرا کی طرف چلی گئی تہین اور صحرا کا دہندلا منظر افق کے دریچہ پر ایک ہلکے زعفرانی پردہ کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس وادی مین کوئی ڈیڑہ گھنٹہ چلنے کے بعد ہمین ایک مقام پر دفعتہً بائین طرف کو مڑنا پڑا۔ اور ایک پگڈنڈی پر سے ہوکر جسکا نام دواہ بوینی یعنی گردن شتر ہے ہم پہاڑ پر چڑہے یہ پگڈنڈی ایسی ڈہلوان اور کسی مقام پر سے ایسی ناہموار اور کہین سے ایسی سلیٹ تہی کہ باوجود پیدل ہونے کے ہم اپنے گہوڑون کو بڑی مشکل سے اسپر چڑہا کر لیجانے مین کامیاب ہوسکے پہاڑ کی چوٹی پر پہونچکر ہمین ایک دوسری وادی نظر آئی جو اوس وادی کے متوازی تہی جسے ہم ابھی چھوڑ آئے تھے یعنی اسکا رخ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف تہا۔ اس مین ایک چھوٹا سا گاؤن آباد تھا جسکے ساتھ ایک ٹیلے پر ایک ویران قلعہ نظر آرہا تھا۔ اس سے کچھ دور آگے چل کر دارُدہ کا بڑا سرخ رنگ کا گاؤن تھا۔

باغ خان

ن گاؤن کو اپنی بائین طرف چھوڑکر ہم تار کے ستونون کی رہنمائی سے مشرق کی سمت مین تلات کی جانب روانہ ہوئے جسکی افق دوز فصیلین اب ہمکو دہندلی سی نظر آنے لگین - پانچ گھنٹہ تک وقف زین رہنے کے بعد مین کچھہ دیر کے لئے ناشتہ کرنے کی غرض سے ایک آب جوے کے کنارے ٹھہر گیا - یہ آب جوے وادی مین جو اس مقام پر ایک سنگلاخ گھاٹی کی شکل اختیار کرلیتی ہے بہ رہی تہی - مجھے یہان ٹھہرے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تہی کہ جن ترکمانون کو مین یہ ہدایت دیکر پیچھے چھوڑ آیا تہا کہ خچر والون کو راستہ بتائین اون مین سے ایک نے آکر یہ خبر دی کہ گردن شتر پر چڑہتے وقت ایک خچر پھسلکر پچاس فٹ تک نیچے لڑہکتا ہوا چلا گیا جس سے اوس کی ایک ٹانگ زخمی ہوگئی یا ٹوٹ گئی - مجھے اس خبر کے سننے سے ذرا بھی تعجب نہین ہوا کیونکہ بعض مقامات ایسے ہین جنکو ایرانی خچر بھی بغیر خطرہ مین پڑنے کے عبور نہین کرسکتے اور بلاشبہ وشک یہ ہیبت کن قدرتی زینہ یعنی گردن شتران مین سے ایک ہے - اس بیچاری زخمی جانور کو ہم پیچھے چھوڑتے گئے تاکہ ہماری واپسی کے وقت تک اوس کی خبر گیری کی جائے اور دو میل تک گھاٹی گھاٹی چلے گئے حتیٰ کہ اسکے مشرقی کنارہ پر ہم باغ خان کے چھوٹے سے گاؤن اور بوسیدہ قلعہ مین آپہونچے -

کوہستانی گھاٹیان

یہان پہونچکر تار کے ستونون کا رخ دفعتہً شمال و مشرق کی طرف پلٹ گیا اور

ہمین پہاڑیون کے ایک کوہان کے عبور کرنے مین جو غلطان و پیچان دور تک چلا گیا تھا اور جسکے دوسرے سرے پر ایک عمیق گہائی شروع ہوتی تھی ایک گھنٹہ لگا اور جب ہم اسکو طے کر چکے تو معاً ایک نیا عظیم الشان نظارہ ہماری نگاہ کے پردہ پر ہویدا ہوا۔ اب ہمین قلات کے بیرونی حصار کے جنوبی حصہ کے نالی دار برج صاف نظر آنے لگے اور حصار کے اس حصہ مین جو نگاف ہے اوسکے قریب برجون کا آکر سرنگون ہوجانا بھی ہمکو معلوم ہونے لگا۔ اس سے پرے شمال کی جانب کمتر ارتفاع کی پہاڑیان اس صورت کی پہیلتی ہوئی چلی گئی تہین کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک دریاے سنگلاخ موجین مار رہا ہے۔ اس سے بھی آگے جب پیک نظر کو مین نے دوڑایا تو مجھے افق کے قریب سمندر کی لاجوردی سطح کی تمثال تراقم (دیگ سیاہ) کا نیلگون تختہ بچھا ہوا نظر آیا جسکو مین قریبًا ایک ہفتہ پیشتر عاشق آباد مین خیرباد کہہ چکا تھا۔ جہان مین کھڑا ہوا تہا وہان سے جانب شمال اگر ایک خط مستقیم کھینچا جاتا تو وہ روسی اسٹیشن کاہکا مین سے ہو کر گزرتا جو ماوراءالنہری ریلوے پر واقع ہے۔ اسی اسٹیشن یا اسکے قریب کے اسٹیشن دوشک سے ایک سال قبل مین اور میرے ساتھی ریل سے اوترے تھے اور بغیر کسی قسم کی تیاری کے ہم نے یہ منصوبہ باندھا تھا کہ چلکر قلات اور مشہد کی سیر کر آئین۔ یہ بات ہمارے وہم و گمان مین بھی نہ گذری تھی کہ جن مقامات کی سیر کا ہم نے عزم کیا ہے اون تک پہونچنے کے لئے ہمین کس قدر وسیع۔ ہیبت ناک اور دشوار گزار مراحل طے کرنے پڑینگے اوس موقع پر روسی حکام نے ہمین جانے سے روک[له] دیا تہا اور مین نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لئے اوسوقت سے

له دیکھو رشیا ان سنٹرل ایشیا (روس کا حصہ وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۰۱-

لیکن اب تک کئی ہزار میل کا سفر سمت مقابل سے منازل مقصود تک پہونچنے کے لئے کیا ہے۔ الغرض ہم نے اب ایک نہایت ہی ڈھلوان اور لمبے اوتار سے نیچے آنا شروع کیا اور چونکہ ہماری بائین جانب گہاٹی کا اوتار بعض دفعہ قریباً عمودی ہو جاتا تھا اس لئے ہمین یہان زیادہ تر پیدل چلنا اور اپنے گھوڑون کو لگام تہامے ہوئے ساتھ ساتھ اپنے پیچھے پیچھے لانا پڑا۔ درہ کا پہلوے مقابل رنگین چکنی مٹی کے اجزا سے جنکے اوپر جھر جھر پتھر کی برجیان اور مینارے سر اوٹھائے کھڑے تہے مستور تھا۔ اور جب ہم نے اس عجیب وغریب اور بوقلمون نظارہ کا تماشا دیکھا تو ہم کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا پہاڑ کو کسی میلے یا جشن کی تقریب مین ایک مختلف الالوان جامہ جس مین ارغوانی اور کاسنی رنگ کی جہالرین ٹکی ہین پہنا دیا گیا ہے[۱]۔ اس گہاٹی مین تیتر کثرت سے موجود تہے اور چار چار چھ چھ آٹھ آٹھ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے تہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ فراٹا بہر کر ہمارے قدمون کے نیچے سے اوڑے مگر سو گز سے زیادہ دور نہین جاتے تہے۔ اور حقیقت مین اونکو اوڑنے کے مقابلہ مین چلنے مین زیادہ آسانی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ پہاڑ کی نوکیلی اور عریان چوٹیون پر گلہریون کی طرح پہرتے تہے۔ اوتار کے نیچے آکر ہم ایک سیل کی خشک تہ مین سے ہوتے ہوئے آگے بڑہے یہان تک کہ ایک سنگلاخ ڈہلوان مین سے یہ اوس وادی مین آنمودار ہوئی جو وادی قلات سے پہلے کی ایک وادی

---

[۱] مینے سوائے دریائی یلواسٹون (سنگ زرد) کے درہ کے جو شمالی امریکہ مین واقع ہے پتہر اور مٹی مین اور کہین ایسے شوخ قدرتی رنگ نہین دیکھے۔

کے پہلے آتی ہے۔ یہان پہونچکر تار برقی کے ستون اور راستہ دہنی طرف کو مڑ گیا
لیکن چونکہ اب دوپہر ڈہل گئی تھی اور ہمارے جانور ماندہ وخستہ ہو رہے تھے لہذا ہم
بائین طرف کو پلٹ کر ایک بڑی ندی کے کنارے کنارے ہولئے جو وادی کے بیچ
مین بہ رہی تھی اور چنارون اور سفیدون کا سبز طرہ اوسکی کلغی مین لگا رہی تہی۔ اس وادی
کے مُنہ پر ایک دیو قامت چنار کا درخت ایک چٹان کی جڑ مین سے جہان کسی امام زادہ
کا مزار تھا اگا ہوا تھا۔ اس درخت کی شاخون پر کثرت سے مینڈہون کے سینگ لٹک
رہے تھے جنہین خوش اعتقاد مسلمان زایرون نے اس خانقاہ پر تعظیم و تقدس کی
اسی طرح کی اور علامات کے ساتھ چڑہاوے کے طور پر چڑہایا تھا۔ ڈیڑہ میل کی مسافت
طے کرنے کے بعد مین موضع اسرچہ (یا آب گرم) کی چہوٹی سی گوشہ گزین بستی مین پہونچا
جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب گرم پانی کے کچھ چشمے ہین۔

آب گرم

چونکہ میرے خچر جن پر سب سامان تھا بہت پیچھے رہ گئے تھے اور اگر غروب آفتاب
سے پہلے وہ منزل پر پہونچ بہی جاتے تاہم اونکے آنے کے لئے کئی گہنٹے درکار تہے
لہذا مین نے قصد کر لیا کہ کم از کم ایک رات تو ضرور کسی ایرانی جہونپڑے مین گزارنی چاہئے
لیکن اسرچہ کے باشندون نے ایک اجنبی کو دیکھکر اظہار مسرت نہین کیا اور نہ اپنی مہمان نوازی
کا ثبوت دیا۔ اوّل تو اونہون نے یہ بیان کیا کہ نہ تو ہم تمہارے جانورون کے لئے چارہ
بہم پہونچا سکتے ہین اور نہ تمکو شب باش ہونے کے لئے کوئی مکان دے سکتے ہین۔ مگر

کچھہ رد و قدح کے بعد ایک گاؤن والے نے کچی مٹی کی ایک کوٹھری جو خالی تھی میرے حوالے کی۔ اور میرے بدن پر جسقدر کپڑے تھے اونہین کی مدد سے جسطرح مجھہ سے بن پڑا مین نے شب باش ہونے کیلئے تہیا کیا۔ خوش قسمتی سے کوئی ساڑھے دس بجے رات کے خچر آن پہونچے جسکی وجہ یہ تھی کہ ایک بدرقہ مل گیا تہا جس کی مدد سے وہ صحیح و سلامت پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔

قلات مین داخل ہونیکا امکان

دو دن مین جن دیسی لوگون سے میری ملاقات ہوئی اون سے قلات مین داخل ہونے کے امکان کے متعلق نہایت متضاد روائتین میرے سننے مین آئین بعض تو یہ کہتے تھے کہ جو شخص چاہے قلات مین جا آسکتا ہے[1] اور بعض کا یہ بیان تھا کہ پھاٹک پر سخت پہرہ رہتا ہے اور کسی اجنبی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہین دیجا سکتی۔ پس اب یہ سوال پیش آیا کہ مجھے کس بھیس مین قلات کے اندر جانے کی کوشش کرنی چاہیئے مین یہ نہین چاہتا تہا کہ اس قدر زحمت اٹھا کر یہان تک آنے کے بعد لوٹا دیا جاؤن لیکن ساتھہ ہی مین کوئی ایسی بات بھی نہین کرنی چاہتا تہا جس سے معلوم ہونے پر شبہ پیدا ہو

[1] جرنیل اینکات نے اذن ادا مین مجھہ سے یہ پوچہا تہا کہ مشہد کو کوچان کی راہ سے جانے کے بجائے کیون آپ کاہکا اور قلات نادری کا زیادہ دلچسپ راستہ اختیار نہین کرتے۔ جرنیل موصوف نے مجھہ کو یہ بھی کہا کہ روسی افسرون کو خود اون کی گورنمنٹ کی طرف سے داخل ہونے کی ممانعت ہے لیکن کسی انگریز کو کوئی نہین روکے گا۔

یا انگلستان کی آبرو پر حرف آئے۔ جو کچھ کہ بعد مین میرے دیکھنے مین آیا اوسکی بنا پر مین قیاس کرتا ہون کہ رات کے وقت گھوڑے پر سوار قلعہ کے اندر چلا جانا قرین امکان ہوتا گو کہ اس امر کی نسبت یقینی طور پر مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ بہرحال چونکہ مجھے اپنے ارادہ کا اخفا منظور نہ تھا اور بے شر و بے ضرر ہونے کے باعث وہ محتاج اخفا بھی نہ تھا لہذا مین نے قصد کر لیا کہ روز روشن مین قلعہ کے پھاٹک پر (اگر کوئی پھاٹک موجود بھی ہوا) جاؤن گا اور بلامزاحمت داخل ہو سکا تو خیر ورنہ ہرگز داخل ہونے کا قصد نہ کرونگا۔ اسکے علاوہ اس نواح مین میرے موجود ہونیکا واقعہ ایسا نہ تھا کہ کسی نہ کسی وقت عام طور سے معلوم نہ ہو جاتا اور اسلئے تبدیل لباس یا اخفا کی کوشش مین گو عارضی طور پر مجھے کامیابی بھی ہو جاتی تاہم آخر مین جا کر راز افشا ہو جاتا۔

ہمارا قلات کے قریب پہونچنا

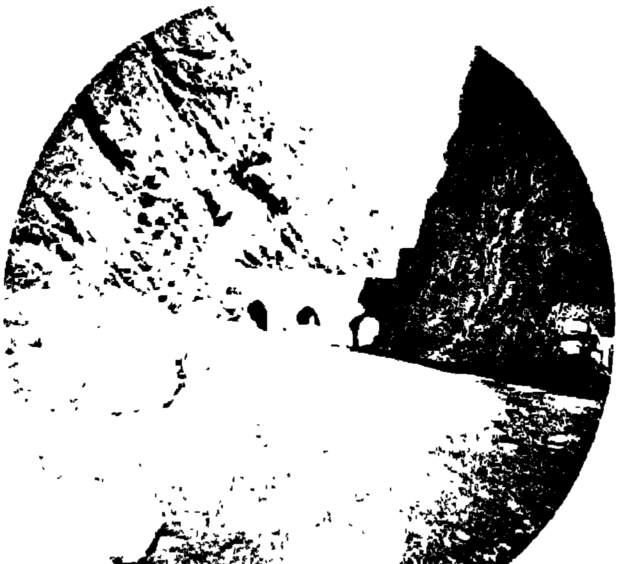
۱۸ اکتوبر ساڑھے چار بجے صبح کے مین اٹھا اور پانچ بجے چاندکی چاندنی مین روانہ ہوا کیونکہ دس میل کی کڑی منزل میرے سامنے تھی۔ وادی اسرچہ کے اوس مقام تک آکر جہان ہم کل اسمین داخل ہوئے تھے ہم نے ندی کے بہاؤ کا رخ اوسکے کنارے کنارے اختیار کیا جو یہان شمال کی طرف پلٹ کر ایک تیرہ و تار سنگلاخ گھاٹی مین جو دربند جوہر کے نام سے مشہور ہے داخل ہوتی تھی۔ اس گھاٹی کی قیرگون دیوارون کے درمیان ہمکو اپنا رستہ ندی کی تلیٹی کے اندر اور کبھی اوسکے باہر ٹٹولتے ہوئے جانا پڑا۔ چاند ہمارے سر پر بصد آب و تاب چمک رہا تھا اور ہمارے سامنے بنات النعش متانت و وقار کے

ساتھ جھلملا رہی تھین۔ گھاٹی کے مخرج پر ایک ویران اور بوسیدہ قلعہ کھڑا تھا۔ راستہ
اب چوڑا ہوتا ہوا ایک مسطح اور کشادہ وادی پر جاکر منتہی ہو گیا۔ ایک عجیب و غریب ٹیکرا
جسکے گریبان کو قدرت نے تشنج کی حالت مین چاک کر ڈالا تھا ہمارے دیکھنے مین آیا۔
اس کے ٹکڑے وادی کے عرض مین پھیلے ہوئے تھے اور اوسکے طبقات حجریہ کچھہ
عجب طرح سے بل کھائے اور جھکے ہوئے تھے۔ کہسار کے پہلو سے نفت آمیز پانی کی
نہرین نکل نکلکر ندی مین جاملتی تھین جسکی سطح پر سے ہمکو دیکھہ کر جنگلی بطخون کی ایک ٹکڑی شور
مچاتی ہوئی اوپر کو اڑی۔ اس وادی کو ہم نے نصف طے کیا تھا کہ آفتاب نکلا اور اوس کی
روشنی مین قلات کی جنوبی دیوار اپنی دہنی جانب ہمکو نظر آئی۔ یہ چٹان کی ایک رفیع و عظیم الشان
قدرتی فصیل تھی جو وادی کی سطح سے اٹھ کر سات یا آٹھہ سو فیٹ کی بلندی تک چلی گئی تھی چوٹی
پر یہ فصیل تختہ کی طرح مسطح تھی لیکن اسکے پہلو جو بالکل عمودی اور ناقابل نفوذ تھے کھردرے
اور نالی دار تھے۔ چار دفعہ مین اس رفیع الشان سد کے نیچے ادہر سے اودہر گزرا اور ہر دفعہ
مین نے یہی خیال کیا کہ جو قدرتی مناظر میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب
سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اسکے بیرونی ڈھال یا پشتے نہایت ڈھلوان چٹانون اور
سنگلاخ دندانون پر مشتمل ہین اور وادی پر سے ابھرتے ہوئے اسکے پہلوؤن کی طرف
بڑھتی ہین اور اون کی شکل بلوکے عظیم الشان انبارون سے ملتی ہے جن کی نسبت بظاہر یہ گمان
ہوسکتا ہے کہ اوپر سے پتھر پھینک پھینک کر یہ ڈھیر لگا دئے گئے ہین جس مقام پر یہ قدرتی
پشتے ختم ہوتے ہین وہان سے چٹان دیوار کی طرح سیدھی اپنی ہوائی بلندیون تک اٹھی

ہوئی چلی جاتی ہے۔ چونکہ یہ دیوار قلات کا جنوب و مشرق کی طرف سے احاطہ کرتی ہے لہذا صبح کے وقت سورج کی شعاعین اس پر نہین پڑتین بلکہ یہ سایہ مین چھپی رہتی ہے۔ البتہ شام کے وقت جب سورج ڈوبنے لگتا ہے تو سنگ سرخ اوسکی ترچھی کرنون کے تلے سنگ سماق و سنگ یشب کے ستونون کی طرح جگمگا اوٹھتا ہے اور فصیل کا یہ تمام حصہ پہلوے آتش معلوم ہوتا ہے۔

دروازۂ ارغوان شاہ

وادی کے اثار کے رخ مین آتے وقت جہان کوئی متنفس نظر نہین آیا مین نے کچھہ دور آگے ایک مقام دیکھا تہا جہان سنگلاخ فصیل کی سطح چوٹی دفعۃً خلاے محض پر منتہی ہو گئی تھی اور اوس کا تسلسل بظاہر کسی دراڑ یا شگاف کی وجہ سے رک گیا تہا۔ جب ہم اس مقام کے قریب پہونچے جو اوس گہاٹی سے قریب سات میل کے تہا جس مین سے ہوکر ہم وادی کے اندر داخل ہوئے تھے تو وادی کے پہلو ملنے شروع ہوئے حتی کہ تھوڑی دیر مین وہ اسقدر قریب آ گئے کہ صرف ایک تنگ سا راستہ باقی رہ گیا۔ جسپر ندی کی تہ نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اس قدرتی گذرگاہ کو ایک یا دو دفعہ پیچ و خم کہا کر طے کرتے ہوئے ہم ایک چٹان کی دہلیز کے قریب پہونچے جسکا عرض کوئی بیس گز ہوگا اور جسے ایک دیوار نے بالکل مسدود کر رکھا تہا۔ اس دیوار مین اگر کوئی منفذ تہا تو وہ تین محراب نما در تھے جن مین سے ندی گذرتی تہی اور قلات کے اندر جانے والے کے لیے اگر کوئی پہاٹک تہا تو وہ یہی محرابین تھین۔ محرابون کے اوپر دیوار کا جو حصہ



دربند ارغوان شاه

تہا اوس مین مورچے بنے ہوئے تہے اور ایک کنگورہ دار فصیل بھی اوسپر موجود تھی لیکن اسکے اوپر کوئی شخص موجود نہ تہا اور زندگی کی کوئی علامت ہمکو نظر نہ آئی۔ یہی وہ مشہور و معروف پہاٹک ہے جسے دربند ارغوان شاہ کہتے ہین۔ ارغوان شاہ[1] نے جو ہلاکو خان کا پوتا تہا ابتدائً اس درہ کو مستحکم کیا اور اوس کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک مرتبہ اوسے اوسکے چچا احمد خان نے لڑائی مین شکست دی تو وہ قلات مین آکر قلعہ بند ہو گیا پہاٹک سے گزر کر گھاٹی کی دہنی دیوار پر چٹان کے ایک صفائی کے ساتہہ تراشے ہوئے حصّہ پر ایک خوشنما کتبہ ثبت کیا ہوا نظر آتا ہے جس مین یہ واقعہ مندرج ہے۔ موجودہ دیوار حال مین بنائی گئی ہے۔ اس سے پہلے کی دیوار نادر شاہ کی تیار کرائی ہوئی تہی جو میری دانست مین بہت زیادہ مستحکم تھی۔

میرا داخل ہونا معلوم ہو جاتا ہے

اب مجھے یقین ہو گیا کہ میرے تمام وساوس و خطرات بے بنیاد تہے۔ چنانچہ مین نے ندی کی تلہیٹی مین گھوڑا ڈالا۔ اور رمضان علی خان۔ گرگوری اور شکر اللہ کو کہ وہ بہی گھوڑون پر سوار تہے اپنے ہمراہ لئے بیچ کی محراب مین سے اندر داخل ہوا۔ کسی شخص نے وہان آکر

---

[1] یہ شاہنشاہ جسے اہل ایران ارغوان شاہ کہتے ہین مگر جو عام طور پر ارغوان شاہ کے نام سے مشہور ہے سنہ ١٢٨٤ع سے سنہ ١٢٩١ع تک تاتار کا فرمانروا رہا۔ یہ وہی حیرت انگیز شخص ہے جسکے پاس قبلائی خان فغفور چین نے مارکو پولو کو ایک تاتاری عروس اوس کی پیشکش کے لئے ساتہہ دیکر بہیجا تہا۔ سلاطین یورپ کے ساتہہ جن مین شاہ ایڈورڈ اول بہی شامل تہا اوسنے رسمی روابط قایم کئے۔ اپنے باپ آباقا خان کی طرح اوسکا میلان بہی مذہب عیسوی کی طرف تہا اور مسلمانون کو اوس نے تمام سرکاری خدمتون سے نکال دیا تہا۔

ہمین نہین روکا۔ کچھ دیر مجھے ارغوان شاہ کے کتبہ اور ایک گول برج کے دیکھنے مین لگی جو پہاٹک سے بہت اوپر پہاڑ کے ایک بلند مقام پر بنا ہوا تہا۔ کوئی سوگز کا فاصلہ گاؤن کے مکانات کی طرف جو گہاٹی کے دونون طرف واقع تھے مین نے طے کر لیا ہوگا کہ دفعتہً پہاٹک سے جسے ہم پیچھے چہوڑ آئے تھے کسی کے بے تحاشا چلانے کی آواز بلند ہوئی اور ایک تبہ حال سپاہی جو ابھی تک نیم خوابی کی حالت مین تہا۔ اپنا پہٹا پرانا سوتی کرتہ پہنتا اور پوری آواز سے چلاتا بہاگتا ہوا ہماری طرف آیا۔ اسکے جواب مین کچھ اور آوازین بھی آنی شروع ہوئین اور تہوڑی دیر مین دیوارین سے جو فی الحقیقت ایک فوجی برج تھا اور جسکے اندر دریچے لگے ہوئے تھے نیم ملبوس شخصون کی ایک گوناگون جماعت جسکے کپڑے پھٹے پرانے تھے نکلنی شروع ہوئی۔ البتہ کہین کہین شیر اور آفتاب کے نقش سے مزین کسی بٹن کی جہلک نیلی سرخ دہاری کی پتلون کے ساتہ نظر آجاتی تہی جس سے مجھے معلوم ہوا کہ مین شاہ کجکلاہ کی سرباز یا باقاعدہ پیدل فوج کے ایک حصہ کے سامنے کھڑا ہون۔

پہرہ والون کے ساتھ میرا مکالمہ

چونکہ مین یہ نہین چاہتا تہا کہ فساد ہو جائے اور چونکہ سپاہی اپنا فرض ادا کر رہے تھے گو کہ اسقدر غفلت ضرور اون سے سرزد ہوئی کہ قریب تھا کہ مین اونکے بیچ مین سے اون کی آنکھون مین خاک جھونک کر نکل جاؤن لہذا مین ٹھہر گیا اور اون سے میری گفتگو شروع ہوئی۔ اوّل اوّل تو اونہون نے نہایت سختی سے کام لیا اور یہ کوشش کی کہ ہمارے گہوڑون کی لگامین پکڑ کر کہینچتے ہوئے واپس لے جائین لیکن جب مین نے اون کو

سمجھایا کہ بغیر اجازت کے میرا ارادہ آگے جانے کا نہین ہے تو وہ ذرا دھیمے پڑ گئے۔
مین نے اون سے یہ دریافت کیا کہ تم لوگون کا سرکردہ کون ہے اور کہان ہے۔ مگر معلوم
ہوا کہ ایسا کوئی شخص وہان موجود نہ تہا۔ اسکے بعد مین نے پوچھا کہ خان قلات کہان ہے
اسکا جواب مجھے یہ ملا کہ خان اپنے گاؤن مین ہے جو یہان سے دومیل کے فاصلہ پر
واقع ہے۔ اس پر مین نے شکراللہ کو جو ایرانی ہونیکے باعث شبہ سے پاک تھا ایک سپاہی
کے ساتھ جو اوسکے پیچھے اوسکے گھوڑے پر سوار ہو لیا خان کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ
مین فلان شخص ہون اور اس بات کی اجازت چاہتا ہون کہ مجھکو قلات کے بیچ مین سے
گزر کر دوسری طرف جانے دیا جائے یا اگر وہ اپنی ذمہ داری پر مجھے اجازت نہ دے سکے
تو پھر مشہد تار دیکر اجازت منگوا دے ۔

جماعت سرباز کا برتاؤ

ایرانی کو خان کی طرف بھیجکر مین پھاٹک پر سپاہیون سے باتین کرتا رہا۔ سردی
شدت کی تھی کیونکہ سورج کی کرنون کے اس دراڑ تک پہونچنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی تھے
اس لئے مین نے کچھ ایندھن مول لیا اور الاؤ جلایا۔ جب اونہون نے سنا کہ مین انگریز ہون
تو اون کا کھنچاؤ کم ہو گیا اور اونہون نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ اگر تم روسی ہوتے تو جسوقت
تم گھوڑے پر سوار دروازہ کے اندر داخل ہوئے تھے اوسی وقت ہم تم کو گولی مار دیتے
مگر مین نے یہ سوال کرکے اون کو بے ضرورت دق کرنا نہین پسند کیا کہ جب تم نے مجھکو
دیکھا تک نہین تھا تو میری قومیت کا حال تمکو کس طرح معلوم ہو سکتا تھا یا جب تم لبی تانے

سور ہے۔ تھے تو مجھے گولی کس طرح مار سکتے تھے۔ اونہون نے یہ بھی بیان کیا کہ سال گزشتہ ایک روسی قلات دیکھنے کی غرض سے آیا تھا اور اوسنے ایک ایرانی کو زد و کوب کی مگر ایرانیون نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اُس کی خوب گت بنائی۔ اسپر وہ تین سو ترکمانون کو ہمراہ لیکر انتقام لینے کی غرض سے واپس آیا مگر جب ہم اون سے برسر معارضہ ہونے کے لئے باہر نکلے تو روسی اپنے ترکمانون کے ساتھ پسپا ہو گیا۔ اِس کے بعد اونہون نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ شاہ کے سب سے بڑے بیٹے ظل السلطان نے ایرانی لباس ترک کر کے انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے اور بوشہر سے جہاز پر سوار ہو کر لندن کا عزم کیا ہے؟ مین نے اون سے دریافت کیا کہ قلات مین تم لوگون کی کس طرح بسر ہوتی ہے اور یہان تمہاری نوکری کا کیا حال ہے اونہون نے جواب دیا کہ یہان کا پانی نفت کی آمیزش کے باعث نہایت درجہ مضر صحت ہے اور ہم اسی کی وجہ سے بیمار پڑ جاتے ہین [1] اونہون نے مجھ سے یہ بھی شکایت کی کہ باوجودیکہ ہم تین مہینے مین اپنی موجودہ خدمت سے سبکدوش کئے جانے والے تھے لیکن پھر بھی ہم پانچ مہینے سے یہان پڑے ہوئے ہین اور اس عرصہ مین ہمکو ایک حبہ تنخواہ نہین ملی۔ مجھے ان کم بخت مصیبت کے مارون کی حالت پر جن کی نسبت سپاہی ہونے کا تصور اوسی اعتبار سے کیا جا سکتا ہے

---

[1] قلات کا مضر صحت ہونا مشہور ہے مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ آیا اسکا باعث جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اسی ذریعہ آبرسانی کا ناقص ہونا ہے یا اور کوئی سبب جب کرنل ییٹ صاحب ۱۸۹۴ء مین یہان آیا تو اونسے معلوم ہوا کہ یہان کی آبادی ٹائیفس (ایک قسم کا بخار جسمین انتڑیون پر زخم پڑ جاتے ہین) کی وجہ سے بہت کم ہو گئی تھی۔ حقیقت مین جو سپاہی کہ یہان

جس لحاظ سے کسی کنجڑے کا گدہا ڈاربی کی گہوڑ دوڑ کی شرط جیتنے ہوئے گہوڑے کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بے اختیار ہاسنت آتا تہا۔

خان کا جواب

ڈیڑہ گہنٹہ کامل انتظار رہا کرنا کر اللہ واپس آیا اور بولا کہ خان نے کہا ہے کہ آپ حاکم مشہد کو تار دیکر اجازت طلب کیجئے اگر وہان سے جواب باصواب آئے تو آپ قلات مین سے گزر سکتے ہین۔ یہ سنکر مجہے اطمینان ہوا کیونکہ مین بہی یہی چاہتا تہا چنانچہ مین نے جاکر کرنیل اسٹوارٹ کے نام تار لکہا کہ حاکم مشہد سے مل کر میری درخواست پیش کیجیے اور جو جواب ہو اوس سے مجہکو بذریعہ تار اطلاع دیجیے۔ لیکن اب ایک تازہ مشکل پیش آئی اور وہ یہ کہ کوئی آدمی ایسا موجود نہ تہا کہ پیغام تار برقی کو فارسی حروف مین لکہدے عوام الناس لکہنا پڑہنا نہین جانتے جب اونہین خط لکہنا ہوتا ہے تو کسی کاتب سے اجرت دیکر لکہوا لیتے ہین۔ قلات مین صرف ایک ہی منشی تہا اور وہ اسوقت افیون کے نشہ مین بیخبر سو رہا تہا۔ میرے اصرار پر بصد وقت اوسے جہنجہوڑ جہنجہوڑ کر اُٹہایا گیا اور آخرالامر وہ آنکہین ملتا ہوا آیا اور جس تار کو مین نے آدہے منٹ مین لکہا تہا اوسے فارسی حروف مین لکہدینے مین اوسنے آدہا گہنٹہ لگایا۔ مین نے اب چاہا کہ ایرانی کو مشہد سے جواب آنے کا انتظار کرنے کے لیے تار گہر مین چہوڑ کر خود اپنے خیمہ کو چلا جاؤن لیکن گرگوری نے جسے اہل ایران کی خصلت اور سیرت سے کما حقہ آگاہی تہی مجہہ سے کہا کہ ابہی مشکل رفع نہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲۔ مشہد مین اون کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ بیمار رہتی ہے۔

ہوئی اور اس لئے بہتر ہوگا کہ ابھی آپ انتظار فرمائین۔ مین نے اوس کی اس نصیحت پر عمل کیا اور پھاٹک کے دوسری طرف جاکر ٹھیر گیا۔

ایرانی چالین

ایک گھنٹہ کے بعد شکر اللہ نے آکر یہ خبر سنائی کہ تار کے لینے سے اس بنا پر انکار کر دیا گیا کہ سلسلہ تار برقی مشہد اور قلات کے درمیان کسی مقام پر سے لوٹ گیا ہے۔ تھوڑی دیر مین خان کا ایک قاصد گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا اور بہت سی تعریفین گھڑ کر اوسنے اپنی چرب زبانی اور لسانی کے بہت کچھ جوہر دکھائے اور مجھکو ایرانیون کی عادت و سیرت کی دلچسپ سیر کا موقعہ دیا۔ اوّل تو اوسنے یہ بات دہرائی کہ تار لوٹ گیا ہے لیکن جب مین نے یہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو خان نے خود مجھ سے یہ بات نہ کہی ہوتی کہ آپ تار دیجے۔ اس پر اوسنے اپنی منطق کا رخ بدل دیا اور کہنے لگا کہ تار ٹوٹا تو نہین مگر زمین سے مس کر رہا ہے۔ اسکے جواب مین نے اوس سے کہا کہ زمین پر لگنے سے تو پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع نہین ہو سکتا۔ یہ سنکر ایک اور انوکھی حجت اوس نے میرے سامنے پیش کر دی اور وہ یہ کہ خان کا مطلب یہ نہین تھا کہ آپ مشہد کو تار بھیجین بلکہ خان یہ چاہتے ہین کہ آپ طہران کو تار دین۔ چونکہ قلات سے طہران تک مشہد کے بالواسطہ سلسلہ کے علاوہ براہ راست کوئی علیحدہ سلسلہ تار برقی قایم نہ تھا۔ لہذا اوسکا یہ جھوٹ آسانی سے ظاہر ہو گیا لیکن مجھے اس امر کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہین کہ اب جو فوراً ہی اوسنے جو تھا جھوٹ گھڑ کر میرے سامنے پیش کیا اوسکی تردید کے لئے مین آمادہ نہ تھا

اب کی دفعہ شرمندہ یا محجوب ہوئے بغیر نہایت بیباکی سے اوسنے مجہسے یہ کہا کہ خان کا مطلب یہ نہین تہا کہ آپ مشہد یا طہران کو تار دین بلکہ اون کا مقصد یہ تہا کہ جب آپ مشہد کو واپس جائین تو وہان پہونچکر تار دین - چونکہ فن دروغبافی مین ایسے یکتاے روزگا سے باتون مین بازی لے جانیکی کوشش کرنا محض لاحاصل تہا لہذا مین نے اسس کوشش کو ترک کردیا مگر پہر بھی مین نے اس امر پر زور دیا کہ خان سے مشہد کو تار دینے کے متعلق جو درخواست مین نے کی ہے اوسکا جواب مجھے ان ہی مین ملنا چاہیئے - غرضکہ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ گریگوری جو شکر اللہ کے مقابلہ مین خدمت سفارت زیادہ اچھی طرح سے انجام دے گا سوار ہوکر گاؤن کو واپس جائے اور میرے سوال کا معین جواب خان سے لائے -

دویدو جہید و بہ جست و بہ رفت

یہ تمام واقعہ دربند ارغوان شاہ کے باہر سو گز کے فاصلہ کے اندر پیش آیا مین گریگوری کو ہدایات دے ہی رہا تہا کہ ایرانی جو گہوڑے پر سوار ہوچکا تھا دفعتہً گہوڑے کو مہمیز لگا کر محراب مین سے ڈپٹ کر پہرے والون کو یہ پکار کر کہتا ہوا نکلا کہ کسی کو اندر داخل ہونے نہ دینا - جب گریگوری کچھ دیر بعد واپس آیا تو اوسکو اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا - اب کیا ہوسکتا تہا - مجبوراً مجھے اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور قلات نادری کے اندرونی حصہ کی سیر کرنے کے متعلق جو کوشش مینے کی تھی اوس کا اس بے آبروئی سے خاتمہ ہوا - اسوقت شکر اللہ نے مجہسے بیان کیا کہ جب مین تار گہر مین تار لیکر گیا تو تار منشی تار لینے

ہی کو تہا کہ اتنے مین خان کے بیٹے نے آکر کہا کہ خان کا حکم ہے کہ ہرگز کوئی تار نہ بہیجا جائے
مین نے سرزمین ایران مین داخل ہونے سے پہلے ایرانیون کی حیلہ بازی کا بہت کچھہ حال
سنا تہا مگر مجھے یہ ہرگز توقع نہ تہی کہ دو ہفتہ کے اندر ہی ایسی مخشی مثال میرے دیکھتے مین
آئے گی۔ اور مین یہ نہین کہہ سکتا کہ جو برتاؤ میرے ساتھہ کیا گیا اوسکی وجہ سے مین برہم و آشفتہ
ہوا یا مشرقی چالبازی کی جو مثال اس نے میرے سامنے پیش کی اوسکی وجہ سے مجھے حظ
حاصل ہوا۔

مشہد مین ایک افواہ

اس واقعہ کے ایک دلچسپ نتیجہ کا اہی ظہور ہونے والا تھا۔ کیونکہ جب مین
تین دن بعد مشہد پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حاکم مشہد بڑے جوش کی حالت مین تھا جسکی
وجہ یہ تہی کہ اوسے خان صداقت نشان نے یہ اطلاع دیدی تہی کہ جدید برطانوی نائب
قونسل نے ایک مسلح جماعت کے ساتھہ آکر بجبر قلات نادری مین داخل ہونے کی کوشش
کی اور پہرے کے سپاہیون پر تلوار کہینچی لیکن سپاہیون نے بہی اپنا فرض بہادری اور
شجاعت سے ادا کیا اور اپنے مخالفین کو پسپا کیا۔

دیوار پر کمند لگا کر چڑہنے کی کوشش

۹ ار اکتوبر۔ مین نے اس نواح سے روانہ ہونے کے قبل قلات کے اندر داخل
ہونے کے لئے ایک دفعہ اور کوشش کرنیکا قصد کیا۔ میکگریگر کی کتاب پڑہنے سے
مجھے معلوم ہوا تہا کہ ارغوان شاہ اور نفتا کے دو خاص منافذ کے سوائے اور بہی

بعض ایسے راستے ہین جنکے ذریعہ سے قلات مین داخل ہو سکتے ہین چنانچہ بہ مقام آب گرم ایک شکاری نے ہم سے کہا بھی کہ مجھے ان مین سے ایک راستہ معلوم ہے لیکن مین خود بہ خوف افشا آپ کو وہان لے جا نہین سکتا۔ البتہ میرا ایک بھتیجا ہے جو علی الصباح یہان آکر آپ کو میرے بجائے بدرقہ کا کام دے گا۔ مگر جب صبح کا وقت آیا تو بھتیجا حسب قرارداد دیروزہ موجود نہ تھا اس سے اور نیز ایک اور واقعہ سے جو شام کے وقت پیش آیا مجھے یقین ہو گیا کہ نواح قلات مین میرا موجود ہونا شبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ وہ واقعہ یہ تھا۔ شام کے وقت جب مین ایک کچی مٹی کے جھونپڑے مین بیٹھا ہوا رمضان علی اور گریگوری سے سفر آیندہ کی تجاویز کے متعلق گفتگو کر رہا تھا تو مین نے چھت پر کچھ سرسراہٹ سی سنی اور جب آنکھ اُٹھا کر مینے اوپر دیکھا تو ایک آدمی جو چھت کے ایک سوراخ مین کان لگائے ہماری باتین سن رہا تھا مجھے نظر آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص قلات سے اسی غرض سے آیا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ کوئی رہبر مجھکو نہ ملا اور اسلئے مینے بغیر بدرقہ کے روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔ مین نے قلات کی طرف آتے وقت وادی مین سے ایک مقام ایسا دیکھا تھا جہان پر سے قلعہ کی جنوبی دیوار کی فصیل کا ہموار اور مسلسل خط مستقیم ایک زاویہ پر منتہی ہو کر منحنی ہو گیا تھا اور انگریزی حرف V کی شکل بناتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اون قدرتی ڈھلوان پشتی بانون مین سے ایک کی راہ سے جو میدان سے اس دیوار کی تائید کے لئے اوٹھے ہوئے چلے گئے۔ تھے اس تک رسائی ممکن ہے جس شخص نے یہ بیان پڑھا ہے وہ اگر قلات جائے تو وہ وادی قلات کے وسطی نقطہ

سے اس مقام کو ضرور شناخت کریگا۔ مین کچھ رات رہے ساڑھے تین بجے اٹھا خچرون
پر سامان لادا گیا۔ اور ہم سب اس رستہ سے صبح کاذب کی تاریکی مین جبکہ کڑکڑاتی سردی پڑرہی
تھی ساڑھے چار بجے روانہ ہوئے۔ خیمہ وخرگاہ کو تو دربند جور سے مین نے وارده کی
منزل کیطرف روانہ کردیا اور خود گھوڑے پر سے اوترکر اور اوسے دامن کہسار مین چھوڑکر
پچھساڑی پر چڑہنا شروع کیا۔ اگرچہ پہاڑی نہایت ڈہلوان تھی لیکن مجھے اس کی
زینہ پیمائی کرنے مین زیادہ دیر نہین لگی۔ اور مین بہ آسانی فصیل کی کنگرہ دار سنگلاخ چوٹی
کے نیچے پہونچ گیا۔ اس مقام پر چٹان کو جو افقی دہاریون کی شکل مین فصیل کی چوٹی کی
ساتھ متوازی چلی گئی تھی کسی نے (غالباً نادرشاہ نے) تراش کر ایک مستطیل چبوترہ کی
شکل کا راستہ تیار کیا تھا جسکے کنارے کنارے حفاظت کے لئے گول برجیان بنی
ہوئی تھین جواب ویران تھین۔ اس قسم کے چبوترے دو تھے۔ ایک نیچے تھا اور دوسرا
اوس سے اوپر تیس فیٹ کے فاصلہ سے واقع تھا۔ مین نیچے والے چبوترہ پر چڑہتا ہوا
اوس مقام تک جا پہونچا جہان حرف V کی شکل کا خلا تھا۔ اوپر اب تیس فٹ کی چڑہائی
اور باقی تھی۔ مگر چٹان نہایت ہی ڈہلوان اور سلپٹ تھی۔ اس وقت مین تن تنہا تھا اور اگرچہ
اسپر چڑہنے کو تو چڑہ جاتا لیکن یہ مقام کچھ ایسا خطرناک تھا کہ نیچے اوترنے مین مجھے
بڑی مشکل پیش آتی۔ اس لئے مین نے اوپر چڑہنے کا ارادہ ترک کردیا۔ ایک دوست
کی مدد اور ایک رسے کے ذریعہ سے مین نے بہ آسانی اس مشکل کو حل کرلیا ہوتا مگر قلات
کے اندر کا جو حال مجھکو معلوم ہے اوسکی بنا پر مین نہین کہہ سکتا کہ دیوار پر سے جو منظر

میری نگاہ کے سامنے آتا وہ ایسا ہی دلاویز ہوتا جسکی اس دیوار کی بیرونی شکل وصورت سے توقع کیجاسکتی ہے۔

قلات کے دور کا نظارہ بلندی پر سے

حال مین واپسی کے وقت اس نواح کے بلند ترین پہاڑ پر جسکا نام مجھے معلوم نہین لیکن جسکی بلندی قلات کے حوالی کے ارتفاع سے بدرجہا زیادہ ہے چڑہا اور وہان سے میری آرزوئین خلاف توقع اس حد تک پوری ہوئین کہ گو مجھے زاویہ نگاہ کے بہت زیادہ انفراج کے باعث قلات کی اندرونی سطح نظر نہین آئی تاہم اس کی دونون طرف کی دیوارون کا دور مشرق سے لیکر مغرب تک مجھے پورا نظر آگیا۔ جنوبی دیوار جس پر مین نے چڑہنے کی کوشش کی تہی اس بلندی سے جہان مین کھڑا تھا شمالی دیوار کے مقابلہ مین پست تر معلوم ہوتی تہی۔ شمالی دیوار دوسری طرف کو اسکے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تہی۔ اس مقام سے مین نے بلا دقت پوری جنوبی فصیل کو بیس میل تک ایک خط مستقیم مین کھنچا ہوا دیکھا۔ یہ دیوار ایسی سیدہی اور باقاعدہ طور پر چلی گئی تہی کہ گمان ہوتا تھا کہ یہ عمداً ایسا بنایا گیا ہے اور اسکے عمودی پہلو چوٹی سے لیکر اوس مقام تک جہان سے پشتیان نما چٹانین ڈہلتی ہوئی وادی تک چلی آئی تہین کہر درے اور ڈہلوان تہے۔ اگر کوہستان اولمپیئس کے مہادیوتا جوپیٹر کے ساتھ جنگ کرتے وقت دیو پیکر ٹائٹن کسی

---

۵ یونانی صنم پرستی کی روایات مین یکجگہ آیا ہے کہ ٹائٹن یورینا سس دیوتا کے تیرہ دیو قامت بیٹے اور اسیقدر بیٹیان تہین جن کی لڑائی زیوس یا جوپیٹر سے ہوئی جو مہادیوتا تہا۔ یہ لڑائی ایک عرصہ دراز تک جاری

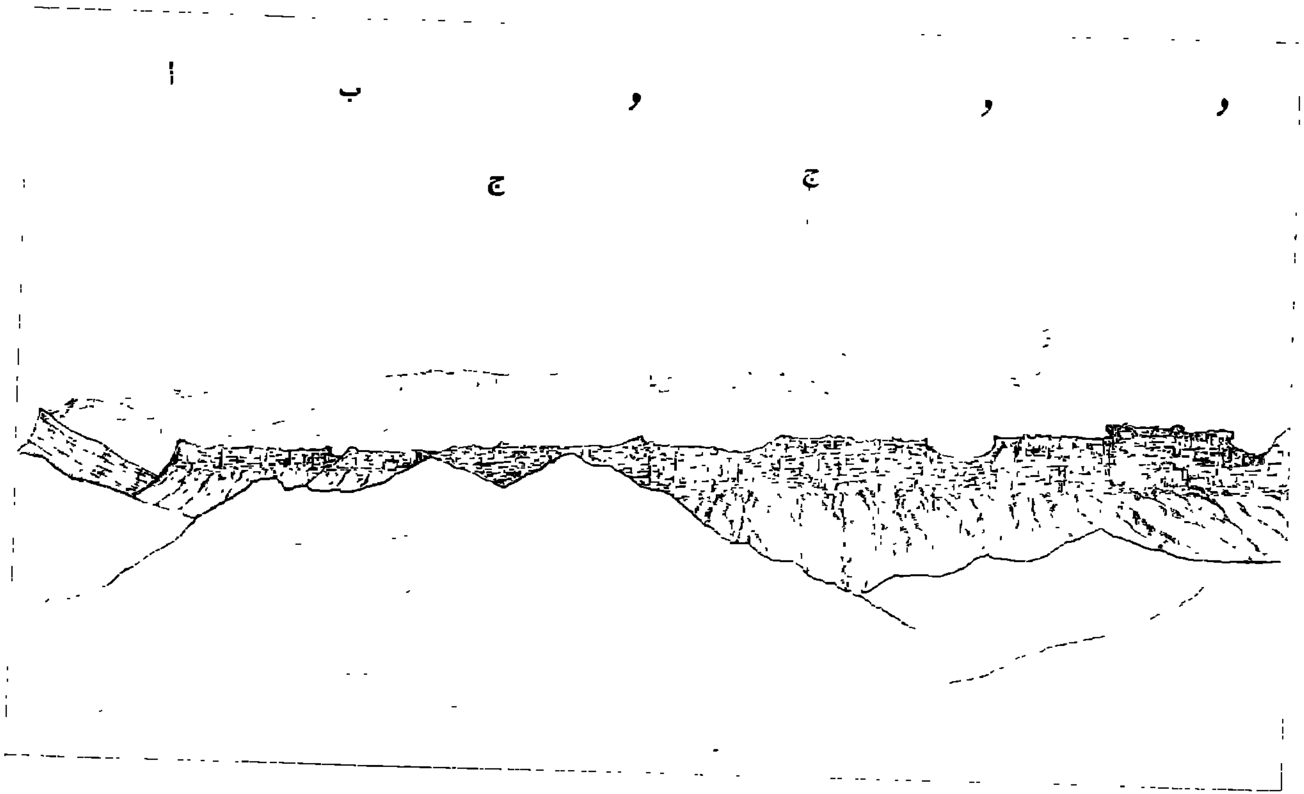
ایسے قلعہ کی تعمیر کی ضرورت محسوس کرتے جہان محصور ہوکر وہ اپنے حریف کے حملون کی مستقل مدافعت کرسکتے تو وہ اسی قسم کا سنگلاخ حصن حصین تیار کرتے پہاڑ کے چوٹی پر جہان مین کھڑا ہوا تہا مین نے قلات کے پورے دور کا ایک خاکہ کہینچا جو مقابل کے صفحہ پر درج ہے[1] سامنے کے پہاڑون کا سلسلہ وادی اسرچہ کو اوس وادی سے جدا کرتا ہے جو اغوان شاہ کے دروازہ تک پہیلی ہوئی ہے۔

قلات کی تاریخ

جو کچھہ میرے دیکھنے مین آیا اوسکو اس قدر وضاحت اور باریکی سے بیان کرنے کے بعد مین اب اون امور سے بحث کرتا ہون جو میرے دیکھنے مین نہین آئے لیکن جنکا مجھے ایسے ذرایع سے علم ہوا جن تک عام طور سے لوگون کی رسائی نہین ہوئی۔ میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ میرے ناظرین کے ذہن مین قلات نادری کی حالت موجودہ کا صحیح تصور جاگزین ہوجائے۔ ناظرین کو یہ بات اب تک معلوم ہوچکی ہوگی کہ گو قلات نادری کا لفظی ترجمہ ہم نے قلعہ نادر شاہ کیا ہے اور لوگ عام طور سے اوسے کہتے بھی یہی ہین تاہم اسے لفظ قلعہ کے عرفی مفہوم کے اعتبار سے قلعہ نہین کہہ سکتے کیونکہ یہ حقیقت مین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ٢٧٩ - رہی اور آخرکار جوپیٹر نے بجلی کے زور سے اپنے حریفون کا استعمال کرکے اونہین ٹارٹیرس مین جو قدیم یونانیون کے مذہبی عقیدہ کے مطابق اون کے دوزخ کا طبقہ اسفل السافلین ہے مقید کردیا۔ اس روایت کو بعد مین فلاسفہ نے مجازی طور پر عقل و ترتیب اور قدرت کی وحشیانہ قوتون کی باہمی کشاکش کی علامت سے تعبیر کیا۔ مترجم

[1] اگرچہ جو نقشہ مین نے دیا ہے وہ بہی مکمل نہین تاہم میرے خیال مین سر پیگر یگر کے نقشہ سے بہی قلات کی صحیح صحیح کیفیت ظاہر نہین ہوتی۔



قلات نادری کا نظارہ بلندی پر سے

ا۔ دربند ارغوان شاہ ب۔ جہاں مرہٹوں نے اوپر چڑھنے کی کوشش کی تھی۔ ج۔ قلات کی شمالی دیوار د۔ قلات کی جنوبی دیوار

ایک کوہستانی سطح مرتفع ہے جسکا اوسط ارتفاع سطح سمندر سے ۵۰۰ ۲ فیٹ ہوگا۔ اِس کو جابجا غار اور دہانے قطع کرتے ہوئے چلے گئے ہین۔ اسکا کل طول ۲۰ میل اور عرض پانچ سے لیکر ۷ میل تک ہوگا۔ قلعہ کی تعریف اس پر صرف اس حد تک صادق آتی ہے کہ یہ وسیع قطعہ زمین جسکا رقبہ غالباً ۱۵ مربع میل ہوگا چارون طرف عمودی اور عریان چٹان کی ایک عظیم الشان قدرتی دیوار سے جسکی بلندی وادی کی سطح سے سات سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک ہوگی گھرا ہوا ہے۔ ابتدائی زمانہ سے اس مقام کی حیرت انگیز اور خلاف عادت نوعیت نے جو مزور ہے کہ قدرت کی کسی انوکھی کرشمہ سنجی کا نتیجہ ہو اس نواح کے باشندون کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا۔ ایرانی روایت کی رو سے یہی وہ مقام ہے جہان رستم پہلوان اور افراسیاب کی تورانی فوج مین لڑائی ہوئی اور بیان کیا جاتا ہے کہ فوج توران بہادران ایران کے ہاتھون شکست کھا کر قلات سے نکل بھاگی اور دریائے جیحون کی طرف پسپا ہوئی جہان اوسے آخری مرتبہ شکست فاش ہوئی۔ قلات ہی مین فردوسی کے شاہنامہ کے مطابق کیخسرو کا بھائی فرود آکر قلعبند ہوا یہان تک کہ طوس نے آکر اوس پر حملہ کیا اور اوسے مار ڈالا۔ جس کتبہ کا مین نے حوالہ دیا ہے اوس سے ثابت ہوتا کہ محصورین کے لئے بچاؤ کے ایک عمدہ مقام ہونے لحاظ سے چنگیز خان کے مغل جانشینون کو اس کا علم تھا۔ تیمور کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے گھات پاکر حکمت عملی سے اس پر قبضہ کر لیا۔

نادر شاہ کا اسے مستحکم کرنا

کہین نادرشاہ کے زمانہ مین جاکر اس کی بے بہا قدرتی خوبیون سے استفادہ کیا گیا۔ نادرشاہ جب ہندوستان سے کئی بادشاہون کے مال غنیمت کے انبار اور سلاطین مغلیہ کے خزانون کی بے انتہا دولت اپنے ساتھ لاد کر واپس لایا تو اوسنے قلات کو جسے وہ بچپن[۵۱] سے اچھی طرح جانتا ہوگا۔ ایک ایسا لاجواب مخزن پایا جہان یہ تمام گنجینے جمع کئے جاسکتے تھے اور جہان جنگ وجدل کے لئے بھی ایک ایسا مقام مل سکتا تھا جو ناقابل محاصرہ تھا۔ چنانچہ اوسنے اسکے تمام منافذ پر قلعبندی کی ہر ایک چوٹی اور ہر ایک قلعہ کے مقام پر پہرے کے برج نصب کئے۔ سنگلاخ فصیلون کو رسائی کی حد سے اور دور کرنے کے لئے اندر اور باہر کی طرف سے مصنوعی طور پر اور زیادہ ڈھال دیدی۔ اپنے رہنے کے لئے اندر ایک چبوترہ پر مکان بنوایا (مگر اسمین وہ بہت کم رہتا تھا) اور عمدہ پانی بہم پہونچانے کے لئے بڑے بڑے تالاب کھدوائے۔ اور ایک نہر کے ذریعہ سے تازہ پانی کے لانے کا انتظام باہر سے کیا۔

بیسل لططزیز

قلات کی جو حالت نادرشاہ کے زمانہ مین تھی اوسکی صرف ایک ہی ایسی کیفیت مجھکو معلوم ہوئی ہے جسے ایک ایسے سیاح نے بیان کیا جو خود وہان موجود تھا۔ اس شخص کا بیان ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے۔ یہ نہین کہ محض سنے سنائے واقعات پر اوسنی

[۵۱] نادرشاہ محمد آباد کے قریب جو ملحقہ ضلع درگز کا صدر مقام ہے ایک خیمہ مین پیدا ہوا۔

یقین کرلیا ہو۔ یہ کیفیت بیسل لبطسنریز نامی ایک یونانی تاجر کی سرگذشت مین مندرج ہے
جس نے اٹھاروین صدی کے شروع مین فارس اور وسط ایشیا کے بعید ترین حصون کا
سفر کیا اور خیوا اور بخارا تک جا کر مشہد مین نادر شاہ کے حضور مین باریابی حاصل کی معلوم
ہوتا ہے کہ اوسکا روزنامچہ جو طرز کے لحاظ سے انوکھی مگر عبارت کے لحاظ سے قرین فہم
یونانی زبان مین لکھا گیا ہے[۱] اون مورخین کو بالکل معلوم نہ تھا جنہون نے زبانی شہادت
کے مواد سے انیسوین[۲] صدی کے آغاز مین قلات کے غلط سلط حالات قلمبند کئے
اور اس مقام کی نسبت ناظرین کے ذہن مین غیر واقعی تصورات بٹھا دئے جن کی تصحیح بیکر

---

۱ اس سفرنامہ کو موسیو شفر نے اپنی تنقید اور اہتمام سے ۱۸۸۶ء مین بمقام پیرس طبع کیا۔ بیسل لبطزیز یا (جیسا کہ اوسکے فرانسوی ہدیہ نے لکھا ہے) بیسل وٹیس نے نادر شاہ کی سوانح عمری بھی قلمبند کی مگر اسکا اب پتہ نہین چلتا۔

۲ مثلاً میلکم نے کنیر کے حوالے سے اس مقام کو حسب ذیل بیان کیا ہے۔ (بجاے اسکے کہ مین اس مقام کا اردو مین خود ترجمہ کرون مین نے مناسب سمجھا ہے کہ تاریخ ملکم کا جو فارسی ترجمہ مرزا اسمعیل حیرت مرحوم پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی نے کیا ہے مین اوس سے اوس مقام کا اقتباس کرون) "قلات قریب یک درجہ در شمال مشہد دو راہ مرشاہجہان درجائے واقع است کہ آن را از در کوہ گویند و اطراف آن ہمہ کوہستان است و آن کوہے است بسیار بلند و فقط دو راہ تنگ دارد۔ بعد از انکہ بقدر ہفت میل بالا می روند سطحٔ نمودار می شود کہ قریب دوازدہ میل محوطۂ آنست و چشمہ ہائے خورد بسیار دارد و غلہ و برنج در آنجا بہ فراوانی حاصل می شود۔ سکنۂ آنجا در چادر زندگی می کنند۔ فقط عمارتے کہ درین سطح نیکو آئین بہ نظر می آید دو برج۔ عمارت کوچکے از مردست کہ نادر بنا کردہ است بر چہار جہت کہ منظرے دخار برایہ جہت مقام خود نادر ساختہ بود۔ وچون سطحۂ مزبور را راہ کردہ بہ قدر پانزدہ میل دیگر بالا روند بہ قلۂ کوہ می رسند۔ در آنجا سطحۂ دیگر بہ نظر می آید کہ اگرچہ بہ بزرگی قطعۂ اول نیست اما در حاصل خیزی بہ آن برابری می کند"۔ از تاریخ ایران مولفۂ سر جان ملکم مترجمۂ مرزا حیرت۔ جلد دوم۔ باب ۱۷، صفحہ ۳۴۳۔ مطبوعہ بمبئی ۱۸۷۶ء۔

اور گل کے ۱۸۳۸ء کے سفر قلات تک نہ ہوئی۔ ۱۸۲۸ء مین لیطظریز بخارا سے لوٹتے وقت قلات کی راہ سے مشہد آیا اور اوسنے قلات کے بیان پر اپنے روزنامچہ کی ۸۴ سطرین (۷۸۰ - الی - ۸۲۲) صرف کین ہین وہ کہتا ہے کہ پہاڑ یہان اس قدر بلند ہین کہ اون تک رسائی محال ہے اور یہ مقام گویا ایک عظیم الشان دیوار سے گہرا ہوا ہے جو نہ صرف درختون سے معرا اور چٹیل ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سنگ مرمر یا پیتل کی ایک ترشی ہوئی دیوار ہے اسکا دور ۴۰ یا ۵۰ اسٹیڈیم[۱] ہے (جو چند غلطیان اوسنے کی ہین ایک اون مین سے یہ بھی ہے) اور اسمین داخل ہونے کے صرف دو راستے ہین جن کی قطع بہول بہلیان کی سی ہے۔ دیکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ان راستون کے بنانے کے لئے جن مین بوقت واحد صرف تین سوارون یا پیدلون کے گزرنے کے جگہ ہے پہاڑون کو زلزلہ نے شق کر دیا ہوگا۔

قلات کے اندرونی حصے کے متعلق (جو اس وقت نادرشاہ کی پوری توجہہ سے اپنی موجودہ حالت سے بالکل مختلف تھا) وہ صرف اسی قدر کہے گا کہ اس مین وہ تمام چیزین موجود ہین جو قدرتی نعمتون کی شکل مین انسان کو مطلوب ہین۔ اور کسی چیز کے کبھی باہر سے لائے بغیر اسمین ہر ایک مایحتاج کے بہم پہونچانے کی استعداد موجود ہے لیطظریز یہ بھی بیان کرتا ہے کہ نادرشاہ نے یہ قصد کیا تھا کہ قلات مین اپنا خزانہ رکھا کرے۔

زمانۂ مابعد کی تاریخ

۱۷۴۷ء مین نادرشاہ کے قتل ہوجانے کے بعد قلات موجودہ خان کے خاندان

---

[۱] اسٹیڈیم فاصلہ کا یونانی پیمانہ ہے جو ۶۰۶ انگریزی فیٹ کے مساوی ہوتا ہے۔ مترجم

کے قبضہ مین آگیا۔ چنانچہ اوس وقت سے لیکر آجتک معہ اتک یعنی اوس کوہستان کے جو ترکمانی دشت کی طرف ڈہلتا ہوا چلا گیا ہے یہ قلعہ اسی خاندان کے قبضہ مین چلا آیا ہے قلات کے خان برائے نام ایران کے باجگذار رہے۔ کبھی کبھی اونہون نے اپنی خودمختاری کا بھی اظہار کیا جسکے باعث ایک سے زیادہ دفعہ مشہد سے تعزیری فوج اونکی گوشمالی کے لیے بہیجی گئی۔ اسی لئے قبیلہ کے سردار کو مشہد مین بطور یرغمال کے رکھا جاتا ہے تاکہ اوسکا قایم مقام قلات مین سرکشی نہ کرنے پائے۔ جب سے روس نے سنہ ۱۸۸۱ء مین اتک کو فتح کرلیا ہے اور بعد مین روس و ایران کی اس نواح کی سرحد دونون طاقتون کے باہمی معاہدہ کی روسے معین ہوئی ہے اوس وقت سے قلات کے مضافات کا اکثر حصہ مثلاً ابی ورد (جواب کاہکا کہلاتا ہے)۔ مہنا۔ چاردہ۔ (جواب دوشک کے نام سے موسوم ہے) اور چاچا۔ گویا کہ وہ تمام دیہات جو اس سلسلہ کوہ کے شمالی قاعدہ پر واقع ہین۔ روس کے حیطۂ اقتدار مین چلے گئے ہین اور جیسا کہ مین آگے چلکر دکھاؤن گا روسی بتدریج کوہستان کے پہلوؤن پر رینگتے ہوئے اوسکی چوٹی کی طرف بڑہے چلے جارہے ہین۔ یہان تک کہ انجام کار وہ خود قلات مین پہونچ جائین گے۔

قلات کا ایران کے زیر فرمان ہونا

ناصرالدین شاہ نے اپنی سلطنت کی قوتون کو ایک مرکز مین لاکر جمع کرنے کی جو حکمت علی اختیار کی ہے اوسکے ساتھہ ساتھہ قلات کا اپنی مضافات سے محروم ہوجانا اور اپنے اقتدارات کو کہو بیٹھنا اوسکے پورے طور پر محکوم اور مطیع ہوجانیکا باعث ہوا چنانچہ

موجودہ خان۔حاجی ابوالفتح خان کے وہم وگمان مین بہی یہ بات نہ گزرے گی کہ اوس سرکشی اورمطلق العنانی کواپنا وتیرہ بنائے جواوسکے پیشروون کا مسلک تہا۔ قلات مین گورنمنٹ ایران کی طرف سے کچھ فوج متعین ہے اور یہ اوس پلٹن کا ایک حصہ ہے جو مشہد مین ماموری ہے۔ براے نام اس وادی مین پانچ سو سربازون کی جمعیت اور گہوڑون کی توپخانہ مین سے دو توپین موجود رہتی ہین۔ جو کچھ در بند ارغوان شاہ پر مین نے دیکہا تہا اوسکے لحاظ سے مجھے یہ خیال نہین ہوسکتا کہ حقیقت مین اس قدر جمعیت یہان موجود رہتی ہے۔ کیونکہ جسطرح اون شرائط کی پابندی نہین کیگئی جن کی رو سے یہ جمعیت تین مہینے بعد اپنی خدمت سے سبکدوش کی جاتی اوسی طرح اس جمعیت کی حقیقی تعداد کے قایم رکہنے کو بھی مدنظر نہین رکہا گیا۔ اگرچہ یہ مقام قدرتی طور پر حد سے زیادہ مستحکم ہے لیکن میرا یہ خیال ہی کہ بہ لحاظ اوس جمعیت کی پراگندہ اور تباہ حالت کے جو یہان ماموری ہے۔ اسے غنیم جسوقت چاہے ایک ہی دہاوے مین سر کرسکتا ہے۔ اسکی مورچہ بندی کی یہ کیفیت ہے کہ دس منٹ کے لئے بہی آجکل کے توپخانہ کی تاب نہین لاسکتی۔

قلات کی حربی حیثیت

معلوم ہوتا ہے کہ قلات اپنی موجودہ حالت مین حربی لحاظ سے ایران کے لئے کچھ زیادہ مفید نہین اور اگر یہ مقام روس کے قبضہ مین چلاجائے تو میرے نزدیک اوسکی لئے بھی اس کا قبضہ چندان سودمند نہوگا۔ احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ آیندہ کوئی فاتح نادر کی طرح قلات کو ایک مستحکم گنجینہ قرار دے گا۔ اور نہ آج کل کا کوئی ماہر فن حرب ایک ایسے

احاطہ کو مستحکم کرنے کا خیال دل مین لائے گا جسکا دور ساٹھہ میل سے اوپر ہو۔ قلات کی اصلی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہان سے ماوراء النہر پر چڑہائی کرتے وقت فوجی نقل وحرکت کا آغاز کر سکتے ہین۔ اگر اس کے منافذ پر ایک قوی جمعیت مامور ہو اور ایک طاقتور فوج اس کے اندر محصور ہو تو یہ ہر زمانہ مین ایک ایسے غنیم کیلئے جو اٹک کے نشیب ہائے زیرین پر صف آرا ہو خار پہلو ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہان سے اگر ایک فوج مخالف چاہے تو بلائے ناگہانی کی طرح ماوراء النہری ریلوے پر جا گرے اور روس کے سلسلۂ تعلقات کو بحیرہ اخضر سے منقطع کر دے۔ لیکن دولت ایرانی کی یہ خیال نہین ہو سکتا کہ وہ ایسا تو کیا اس سے نصف بہادری کا کارنامہ بھی انجام دیگی۔ اور اسلئے نادر کا قلعہ کبھی بھی وہ مقام نہین بنے گا جہان سے ایرانی فوجین نکل کر جرنیل اینیکاف کی ریلوے پر حملہ آور ہونگی۔ اگر روسی قلات کو لے لین جس کی اونہین از حد خواہش معلوم ہوتی ہے تو رعب کے اعتبار سے اونہین بے انتہا فائدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ نادر کے زمانہ سے لیکر ابتک قلات خراسان کی سب سے بڑی فوجی جگہ کی سمجھی گئی ہے۔ قلات کے قبضہ سے روسیون کو ایک بہت ہی عمدہ گودام مال اور فوجی ذخایر کے جمع کرنے کے لئے ہاتھہ آجائیگا اور نیز اسکو وہ فوج کی ایک محدود تعداد کے لئے اسلحہ خانہ بنا سکین گے۔ محدود کا لفظ اسلئے استعمال کیا گیا کہ تعداد کثیر کے لئے نہ تو ذرایع آبرسانی ہی کافی ہین اور نہ کافی رسد ہی بہم پہونچ سکتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک یہ بہت بڑا سلبی نفع اونہین حاصل ہوگا کہ ایسی زبردست اور مستحکم جگہ کو وہ دشمن کے ہاتھہ مین پڑنے

نہ دین گے۔ لیکن اگر خراسان پر حملہ آور ہونے کے لحاظ سے اس کی سودمندی پر نظر ڈالی جائے تو مین نہین سمجھ سکتا کہ روسیون کو اس سے نفع ہوگا کیونکہ مشہد پہونچنے کے اور بھی راستے جو زیادہ آسان ہین اونکے لئے موجود ہین اور اسکے علاوہ زمانہ حال کی کوئی فوج اون ہیبت ناک درون اور پر خطر گھاٹیون کو جو چالیس میل تک ان دونون مقامات کے درمیان پھیلتی ہوئی چلی گئی ہین اپنی سلامتی کا کفیل نہین قرار دے سکتی۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ قلات کی حملہ آوری کی آنکھ جنوب کی طرف نہین بلکہ شمال کی طرف نگران ہے اور چونکہ سطوت و اقتدار کا رخ سمت اول الذکر مین ہے اسلئے بعید از قیاس ہے کہ ہم اسے پھر بھی بطور ایک اسلحہ خانہ کے استعمال مین آتا ہوا دیکھین۔

قلات کے پانچ دروازے

قلات نادری کی حربی حیثیت پر جسقدر مین بحث کرچکا وہ کافی ہے۔ اب مین اس کی اندرونی ہیئت کذائی کا کچھ حال بیان کرتا ہون۔ جس زمانہ مین بیکر اور میکگریگر نے اسے آکر دیکھا اوس سے قبل اس کا بہت کم حال لوگون کو معلوم تھا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ فریزر نے محض سماعی شہادت کی بنا پر اس کی کیفیت قلمبند کی اور وہ بھی بدرجہ غایت مختصر۔ اوس نے اسکے طول اور عرض دونون کو اصل سے دوگنا بتایا ہے۔ اس کے اندر اون پانچ دروازون مین سے ایک کے ذریعہ سے داخل ہوتے ہین جن مین سے دو خاص دروازے یہ ہین:۔ جنوب کی طرف دروازہ ارغوان شاہ اور شمال کی طرف دروازہ نفتا۔ باقی کے تین دروازے کُشتانی۔ چوبست اور دہ چاہ ہین جو علی الترتیب

جنوب ومشرق۔ مغرب اور شمال ومغرب مین واقع ہین۔ ان تمام دروازون کی نسبت
یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پر مورچہ بندی ہے اور فوجی جمعیت ان کی حفاظت کے لئے
متعین ہے۔ اس مین شک نہین کہ دو خاص دروازون کے متعلق یہ قول البتہ صحیح ہے۔
بہت سی پگڈنڈیان بہی ہین (تو بیان کی جاتی ہین) جن کے ذریعہ سے اسمین داخل
ہو سکتے ہین۔ اور مجہے ذرا شبہ نہین کہ اسکے وسیع دور مین چرواہون کو ضرور ایسی
پگڈنڈیان ملی ہون گی جن کے ذریعہ سے گو بہ مشکل ہی سہی لیکن اسکے اندر پہونچ ضرور
سکتے ہونگے۔ بہرحال اس کی ہیئت ظاہری اور نیز مشہور ومعروف منافذ کی قلت جوایسی
گہاٹیون مین واقع ہین۔ جنہین آسانی کے ساتہ مسدود کیا جا سکتا ہے اس عام خیال
کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ پہاڑی قلعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجائبات قدرت مین سے ہی

آبادی

باشندے زیادہ ترجلا یر اور بنجات قوم کے ترک ہین۔ اسکے علاوہ کچہ عرب اور
کردی خاندان بہی یہان آباد ہین۔ انکی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہین۔ ان کی
آبادی اون دو بڑے دیہات پر جو اس وادی مین واقع ہین جس مین وہ ندی جسکے
کنارے کنارے مین آیا داخل ہوکر قلات کو طے کرتی ہے اور چہہ چہوٹے چہوٹے
موضعون پر جو مرتفع میدانون مین واقع ہین مشتمل ہے۔ دو بڑے دیہات مین سے مینے
ارغوان شاہ کو دیکہا جو اسی نام کے دروازے سے تہوڑی دور کے فاصلہ پر درہ کے
دونون طرف آباد ہے۔ دوسرا گاؤن جسکا نام گیوک گنبد (ترکی مین اسکے معنی گنبد آسمان

گئے ہین) یا جا گنبد ہے جسے مقامی طور پر اختصار کرکے گو گنبد بنا لیا گیا ہے اسی دروازہ سے دو میل کے فاصلہ پر وادی مین واقع ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہان میتے شکر اللہ کو دو دفعہ خان سے ملنے اور تار بھیجنے کے لئے روانہ کیا تہا۔ یہان ایک عجیب و غریب مدور برج سرخ بہربہرے پتہر کا ہے جسکی بیرونی سطح پر نالی دار ستون ایک بہت بڑی مثمن کرسی دیکر بنائے گئے ہین۔ اسے عتبرہ نادری کہتے ہین جسے نادرشاہ نے (نہین معلوم کس غرض سے) تعمیر کیا تہا اور اب اوسمین خان سکونت پذیر ہے۔ گو گنبد سے ندی چھہ میل تک اوسی وادی مین بہتی ہوئی جاتی ہے جو قلات کو جنوباً شمالاً قطع کرتی ہے اور ایک سنگلاخ تنگنا ہے مین سے ہوتی ہوئی قلات کی شمالی دیوار کے پاس پہونچکر ایک درزمین سے گذرتی ہے جو ابوان شاہ کے شگاف کے مشابہ ہے جسپر اوسی طرح سے مورچہ بندی کی گئی ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے اوسی طرح سے فوج بہی مامور ہے اور جسے اوسی کے مانند ایک دیوار نے مسدود کر رکہا ہے جسمین ندی کے گذرنے کے لئے محراب نما در رکہے گئے ہین۔ ندی گہاٹی مین سے نکلکر پست تر پہاڑیون کے دامن مین سے گذرتی ہے اور بالآخر وو تنگ کے اناج کے کہیتون کو جا سیراب کرتی ہے۔

آثار قدیمہ

علاوہ نادر کے برج کے جو گو گنبد مین واقع ہے اس تاجور کی دو اور یادگارین یہان

لے میگریگر نے اپنی کتاب "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) کی جلد دوم مین صفحہ پر اس کی تصویر دی ہے۔

موجود ہین جو زیادہ ممتاز نہین۔ گاؤن کے شمال و مغرب کی طرف ایک کشادہ سطح مرتفع پر ایک مکان کے کھنڈر پائے جاتے ہین جو غالباً اوس کا محل تھا اور جس کا نام عمارت نادری ہے۔ سب سے زیادہ وسیع آثار ایک احاطہ کے ہین جو دیوان خانہ کے نام سے موسوم ہے اور کوئی بیس گز مربع ہوگا اس کی پرلی طرف بہت سے سیاح جاتے جاتے کوہ خشت کی چوٹی پر پہونچے ہین جو متذکرہ صدر سطح سے پندرہ سو فیٹ اور سطح سمندر سے چار ہزار فیٹ بلند ہے لیکن میگریگر کی یہ راے تھی کہ دوسرے پہاڑ ایسے ہین جہان سے زیادہ خوش آیند اور خوشنما نظارہ دیکھنے مین آتا ہے۔ نادر کے بنائے ہوئے تالابون اور نہرون کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔

زراعت اور ذرایع آب رسانی

اوڈونوون نے قلات کو ریسیلاس[1] کی جانفزا وادی سے تشبیہ دی ہے لیکن اگر اوسے کچھ مدت کے لئے اسکی چار دیواری کے اندر مقید رہنے کی سزا دیجاتی تو غالباً وہ اس تشبیہ کو بدل دیتا۔ قلات کے مجموعی اندرونی رقبہ کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ زیر کاشت ہے اور اوس ندی کے علاوہ جسکا ذکر اوپر اکثر کیا جا چکا ہے پانچ اور چھوٹے

---

[1] ریسیلاس انگلستان کے مشہور و معروف حکیمانہ روش ادیب ڈاکٹر جانسن کا ایک ناول ہے جسمین ڈاکٹر صاحب موصوف نے افسانہ کے پیرایہ مین ایک خیالی سرزمین کا حال بیان کیا ہے جہان کے باشندونکو امن و اطمینان کے ساتھ ایک فہیم و دانشمند حکمران کے سایہ عاطفت مین زندگی بسر کرنے کی نعمت حاصل ہوئی تھی یہ خطہ شادابی اور زرخیزی مین اپنی آپ ہی نظیر تھا۔
مترجم

چھوٹے چشمے یہان پانی پہونچاتے ہین۔ پانی کی اس قلت کی وجہ سے زیادہ آبادی یا ایک بہت بڑی جمعیت اس قلعہ مین نہین رہ سکتی۔ البتہ اگر باہر سے پانی لانے کا انتظام کیا جائے تو ایسا ممکن ہے۔ اندرونی حصہ کی زراعت دو رقبون پر محدود ہے۔ ایک تو وہ وادی جس مین ندی بہتی ہے اور ایک سطح مرتفع۔ اول الذکر خطہ مین ندی کے کنارہ اور نیز ہموار جگہون مین وہان۔ کپاس۔ لوسن گھاس۔ انگور۔ خربزے۔ اور کہیرے پانی کے جان بخش اثر سے شادابی کے ساتھہ نشو ونما پاتے ہین۔ بلند زمین پر جو وادی کی تہ سے ایک ہزار بلکہ ڈیڑھ ہزار فیٹ بلند ہے جو اور گیہون بوئے جاتے ہین۔ قلات کے اندر درخت یا جھاڑیان بہت ہی کم ہین اور کمیت یا کیفیت کے اعتبار سے گھاس بھی عمدہ نہین ہو سکتی کیونکہ لوگ اپنے ریوڑون کو چرانے کے لئے اکثر باہر بھیجتے ہین۔ پس اسی مقام کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ایک مرغزار ہے جو چٹیل پہاڑون اور آتشبار ریگستانون کے درمیان مین واقع ہے۔ غلط ہوگا۔

مراجعت بہ وارده

یہان سے مین مشہد کو واپس پھرا۔ پہلی منزل اوس راستہ پر واقع تھی جسے مین پہلے طے کر چکا تھا اور جو قلات اور وارده کے مابین واقع ہے۔ فاصلہ پانچ فرسخ بیان کیا جاتا ہے مگر یہ اسے بیس میل سے زیادہ نہ کہون گا۔ میرا خیمہ ایک بلندی پر گاؤن کے باہر نصب کیا گیا اور یہان مین نے اوس خچر کو دیکھا جو گردن شتر سے نیچے لڑہک پڑا تھا۔ حسن اتفاق سے اسکی ٹانگ ٹوٹی نہ تھی بلکہ اوس مین سخت موچ آگئی تھی۔ رات بھر سردی مین کھڑے

رہنے سے بیچارے کی ٹانگ ایسی اکڑ گئی تھی کہ اوس سے دو قدم بھی نہیں چلا جاتا تھا

منزل کاردہ

۔ اکتوبر۔ ہم کاردہ کی طرف روانہ ہوئے جس کا فاصلہ نام کو تو سات فرسخ ہے لیکن میرے حساب سے ۲۶ میل سے زیادہ نہیں۔ سفر کا ابتدائی حصہ اوس مقام تک جہاں بلغار کی طرف سے وہ تنگ گھاٹی آتی ہے جسکا ذکر پیشتر ہو چکا ہے مجھے دوہرانا پڑا۔ کیونکہ اسی راستہ کو مین تین دن قبل طے کر چکا تہا۔ یہان سے ہم تار کے ستونون اور ندی کے کنارے کی رہنمائی سے جو پورے درہ مین پہیلی ہوئی ہے آگے بڑہے۔ اس پیچدار اور عمودی دہانہ کو ہم کئی میل تک بصد دقت و زحمت طے کرتے رہے۔ کبھی تو ہم کو اون ٹیکرون اور چٹانون پر سے گذرنا پڑتا جو ندی کی تہ مین جابجا موجود تہے۔ کبھی ایک تنگ سے شگاف مین مقید ہونا پڑتا اور کبھی ان تمام وحشت زا مقامات کو طے کر کے ہم دفعتاً ایک خوبصورت سی پر فضا وادی مین نکل آتے میکگریگر جو بحیثیت ایک سپاہی ہونے کے کوہ وادی و صحرا کی نسبت رائے زنی کرنے کا اچھا ملکہ رکھتا تہا اوسنے مشہد سے لیکر قلات تک کی سڑک کے اس حصہ کے حالات اپنے معنی خیز عبارت مین خاص طور سے حسب ذیل بیان کئے ہین ''مین نے یقیناً کوئی حصہ ملک قدرتی طور پر اس درجہ مستحکم نہین دیکھا جیسا کہ وہ علاقہ جو ستائیس میل تک کاردہ اور وارادہ کے درمیان چلا گیا ہے۔ یہ علاقہ ناقابل محاصرہ دہانون اور درون کی گویا ایک مسلسل قطار ہے جن مین سے ایک بھی اس راستہ کی شہرت کے لئے کافی

ہے . . . . اس علاقہ کو دیکھ کر یہ گمان نہیں ہوتا کہ جو کچھ ہمارے دیکھنے میں آیا۔ وہ عالم بیداری میں تھا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ

"خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"[1]

راستہ میں ہم ایک بہت بڑے پتھر کے پاس سے گذرے جو ایک ہزار فیٹ بلند ٹیکرے کے اوپر تلا رکھا تھا اور کوہ پنج منہ (۱۶ اسیر) کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ظریف الطبع بادشاہ نے ایک دفعہ اپنے کسی درباری سے کہا تھا کہ اس بے حقیقت پارۂ سنگ کو جو ہوا میں معلق ہے اپنی عقل کی میزان خاراسنج میں تول دے کچھ دور آگے چلکر بائیں طرف کو راستہ سے بیس فیٹ بلند ایک بہت بڑی چونے کے پتھر کی چٹان کی ترشی ہوئی سطح پر بزبان عربی و فارسی ایک کتبہ ہمارے دیکھنے میں آیا جس میں اُس فتح کا حال مندرج ہے جو شیبانی محمد خان ازبک فاتح بخارا نے کفار ایران پر ۹۱۶ھ میں حاصل کی اسکے بعد ہم ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہونچے جسکا نام مجھے ہرک یا دہرک بتایا گیا۔ یہاں درختوں کے ایک جھنڈ کے روح پرور سایہ میں ندی کے کنارے میں کچھ دیر ستانے کے لئے ٹھہر گیا۔ اسی گھاٹی میں اور چھ میل کا سفر کرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وادی بتدریج چوڑی ہو کر ایک کھلے میدان کی شکل میں بدل گئی جس کے سرے پر کاردہ کا بڑا گاؤں درختوں سے گھرا ہوا آباد ہے۔ یہ ایک حقیر سی جگہ ہے لیکن کم از کم یہ امتیاز اسے ضرور حاصل ہے کہ یہاں ایک چھوٹے سے علاقہ کا سردار رہا کرتا ہے۔

[1] "جرنی تھرو خراسان" از سفر خراسان، جلد دوم صفحات ۴۴ و ۴۹۔

مشہد تک کی سڑک

- اکتوبر - جو پہاڑیان وادی کاردہ کے گرداگرد حلقہ زن ہین اون کا
دامن پکڑ کر مشہد کی سڑک ایک تنگ دہانہ مین داخل ہوتی ہے جسے دربند کاردہ کہتے
ہین - اس دہانہ کے اندر ندی اپنی لہریا چال کے ساتھہ درہ کی عمودی دیوارون کی پائی بوسی
کرتی ہوئی جارہی تہی دونون طرف پہاڑیون کے زیرین پہلوؤن پر عظیم الشان کنگرہ نما
چوٹیان جو ہزار سے لیکر ڈیڑہ ہزار فیٹ تک بلند ہونگی - خلا سے باتین کر رہی تہین -
جو جو حیرت انگیز مناظر گزشتہ ہفتہ کے اثنا مین میرے دیکھنے مین آئے - اس گہاٹی
کا وحشت زا شکوہ اون مین سے کسی سے کم نہ تہا اور رہ رہ کر میرے دل مین یہ خیال آتا تہا کہ وہ
لوگ جو جبال الپس کے درون کی تعریف مین ہرزہ درائی کیا کرتے ہین اگر وہ درے
برف اور یخ کے لاثانی سانچے مین ڈہلے ہوئے ہی کیون نہون اگر انہین ایشیا کی
اس ان دیکہے گوشہ مین سفر کرنے کا اتفاق ہو تو قدرتی مناظر کے ایسے حیرت انگیز
تسلسل کو دیکھہ کر جن مین سے ہر ایک کسی معروف تر سرزمین مین سیاحون کے ایک ہجوم غفیر
کو اپنی طرف کشان کشان لے آتا اونکی بہی عقل چکر مین آجائے گی -

خراسان کے شمالی ومشرقی حصہ کے مناظر

اس مقام پر پہونچکر ہم نے پہاڑون کو خیرباد کہی اور اوس میدان کے مشرقی سلسلہ
کی بادیہ نوردی شروع کی جہان سے ایک ہفتہ پہلے بہ مقام رادکان روانہ ہو کر ہم داخل
کوہستان ہوئے تہے - بس بیجا نہ ہوگا اگر مین اپنے تصور کی نگاہ اون مناظر اور حوالی پر

ڈالون جنکے درمیان مین ایران کی سرزمین مین داخل ہونے کے زمانہ سے
سفر کر رہا تہا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کی سب سے زیادہ غیر معروف اور
سب مین افضل مثال کے طور پر پیش کی جا سکنے والی خصوصیات پر محتوی ہین
کہ ان خصوصیات نے میری لوح تصور پر ثبت کئے اون کا خلاصہ اپنے سفر
حالات کا اعادہ کئے بغیر مینے اخبار ٹائمس مین حسب ذیل قلمبند کیا تہا :-

'کوچان سے روانہ ہونے کے بعد مین پہاڑون مین مشرق کی طرف
خراسان کے اس جنگل اور عسیر المرور گوشہ کی کوہستانی وادیون مین دشت پیما
چونکہ خیمہ و خرگاہ اور خچرون کے ساتھ ہونے کی رکاوٹ ایسی نہ تہی کہ مین پہیر
زیادہ سرعت کے ساتھ سفر کر سکتا لیکن پہر بہی اس دلچسپ ملک مین جہان بہت
ہون گے۔ مجھے کامیابی کے ساتھ دو سو میل کی مسافت طے کرنیکا موقع ملا
مین پڑے اون مین سے اکثر کے نام کسی انگریزی نقشہ پر موجود نہین ہین اور
بڑے بڑے یا معروف تر مقامات مثلاً قلات نادری کے مشہور قلعے وغیرہ
نامون سے اہل یوروپ کے کان آشنا ہین۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے
مین کسی امر کے متعلق بہی قابل اعتبار اطلاع آسانی سے نہین ملسکتی۔ علی الخ
کے درمیانی فاصلہ کا حال جسکی تحقیق مین کسی قسم کا بہی تکلف نہ ہونا چاہیئے۔ معلو
مشکل ہے۔ ایک فرسخ جو برائے نام چار میل کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی
اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے

کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا
کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل تک اس سے مراد ہوسکتی ہے۔ یہہ
یہان ایک معمولی سی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے پوچھتا ہے کہ فلان مقام کتنی
دور ہوگا تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہی نصف فرسخ۔ حالانکہ اس سے اوسکی مراد فرسخ کی کسر
سے ہوتی ہے جس کے ایک سے لیکر ساڑھے تین میل تک ہوسکتے ہین۔ جن مناظر کے
درمیان مجھے سفر کرنیکا اتفاق ہوا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کے تمام حصّہ مین پھیلے ہوے
بیان کئے جاسکتے ہین وہ اپنی طبعی خصوصیات کے لحاظ سے نمایان طور پر یکرنگ ہین
بلند پہاڑون کے متعدد سلسلے جن کا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف مائل ہے
ایک دوسرے کے متوازی متفاوت فصل سے چلے جاتے ہین۔ ان سلسلون کے
درمیانی قعر زیادہ شمالی حصون مین عمیق دہانے ہوتے ہین جو اپنی تہ مین ایک سیل کی گذرگاہ
سے زیادہ گنجایش نہین رکھتے حالانکہ جنوب کی طرف یہی قعر چوڑے ہوکر وادیان بنجاتے
ہین جنھین پہاڑی ندیان سیراب کرتی ہین اور جن مین جابجا گاؤن آباد دکھائی دیتے
ہین حتی کہ یہی وادیان آگے جاکر وسیع اور زرخیز میدانون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔
جیسے شمال مین کوچان اور کوہ بنالود کے جنوب مین نیشاپور کا میدان۔ حاجب گھاٹیان
کوہستان کی اس ریڑھ کو بسا اوقات زاویہ قائمہ بناتی ہوئی قطع کرتی ہین۔ جس سے ایک
وادی سے دوسری وادی مین جانے کا راستہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ گھاٹیان دفعتہً پیدا
ہوجانے کے باعث اور اپنی انوکھی عظمت و شان کے لحاظ سے دلپر کچھ عجب بیخود

کردینے والا اثر ڈالتی ہین۔ ہر ایک مین بیسیون ایسے ایسے محفوظ اور مستحکم مقامات پائے جاتے ہین۔ جن پر حملہ کیا جانا امکان سے خارج ہے اور مین نہین سمجھتا کہ دنیا کے کسی اور حصہ مین حد الثلج سے نیچے کا کوئی طبقہ بھی کوہستانی مناظر مین وحشت زا اور ہیبت ناک ہونے مین اس کا ہمسر ہوگا۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ان تنگ وہانون کا قاعدہ سیل کی ایک مد کے سوا جس مین بڑی بڑی چٹانین بکھری پڑی ہوتی ہین۔ کسی اور کو اندر جانے کی اجازت دے۔ اور وہانون کی عمودی دیوارین بسا اوقات پانچسو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک اوپر کو اوٹھی ہوئی چلی جاتی ہین۔ بلند تر پہاڑون پر روئیدگی کا نشان تک نہین ہوتا اور اونکی عریانی اور پتھریلا پن طبیعت کے لئے کبھی مرغوب نہین ہو سکتا۔ البتہ بلند ترین چوٹیان سنگریزون کا طرہ سر پر لگائے اپنی رفعت وشکوہ کی شان دکھاتی ہین اور کبھی کبھی ایسے محویت انگیز قدرتی نظارے دیکھنے مین آجاتے ہین جیسے قلات کی جنوبی دیہاتی زراعت قریبًا وادیون کی تہون ہی مین محدود ہے اور وہان اس کا دارومدار اون قلیل الینابیع ندیون اور نالیون پر ہے جو آبپاشی کے لئے کہود کر کہیتون تک پہونچائی جاتی ہین۔ ہر ایک گاؤن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک خاکستری رنگ کے ریگستان مین ایک لہلہاتا ہوا مرغزار ہے اور کچی مٹی کے غلیظ جہونپڑے جن کے دود آلود دامن مین ہرے سفیدون اور تر و تازہ میوہ کے درختون کی جہالر لٹکی ہوتی ہے۔ مسافر کو ویسی ہی تازگی بخشتی ہین۔ جیسے انگلستان کا زیادہ سے زیادہ آرام دہ گہر۔

حیات بہیمی وانسانی

باربرداری کے جانوران پہاڑی دیہات مین نہایت چھوٹے چھوٹے
مٹیالے رنگ کے گدہے ہوتے ہین۔ اونٹ صرف قافلون کے ہمراہ دیکہنے مین
آتے ہین اور گہوڑا تو غریب لوگ رکہہ نہین سکتے۔ پہاڑیون کے خشک پہلوؤن پر
جو تہوڑا بہت سبزہ ہوتا ہے اوسپر کالی بہیڑون اور بکریون کے ریوڑ جو عظیم الجثہ کتون کی
نگرانی مین ہر جگہ دیکہنے مین آتے ہین پلتے ہین۔ اس لئے گوشت کی یہان ارزانی
اور بہتات ہے۔ کالے بیل لکڑی کے بہدے ہلون مین جُتے ہوئے نظر آتے ہین
لیکن ان ہلون مین لوہے کی پہال چڑہی ہوئی نہین ہوتی۔ مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ بیل تو ہر جگہ
نظر آتے ہین لیکن گائین اور دودھ ہر ایک گاؤن مین دستیاب نہین ہوتا۔ مرغیان البتہ کثرت
سے ملسکتی ہین جہان چاہو تین پنس (تین آنے) مین ایک لے لو۔ وادی کوچان مین
ہر قسم کا میوہ بافراط ملتا ہے مگر شمال کی طرف مجہے ذرا بہی میوہ نہ ملسکا۔ چانول کسانون
کی عام غذا تہی۔ یہ کسان لوگ دیکہنے مین وجیہ وشکیل اور توانا معلوم ہوتے تہے اور شہری
ایرانیون سے بالکل مختلف تہے۔ نسل کے اعتبار سے وہ ایرانی نہین تہے بلکہ ترکمان یا
ترک معلوم ہوتے تہے اور صورت شکل مین بہی وہ اتنے ایرانیون سے نہین ملتے جلتے
جتنے ازبکون اور تاتاریون سے۔ سر پر وہ بہیڑ کی کہال کے کنٹوپ پہنتے تہے جو ترکمانی
وضع کے نہ تہے بلکہ چندوسے پرسے کم بلند تہے۔ اونکی ٹانگون پر کرمچ کی پٹیان کچے
چمڑے کے تسمون سے بندہی تہین اور پانؤن مین گائے کی کہال کے ڈہیلے

جوتے کہ وہ بھی اسی طرح سے بذریعہ تسمون کے بندہے تھے پہنے ہوئے تھے۔
عورتین ہر جگہ دیکھنے مین آتی تھین مگر بالعموم اون سب کے چہرے احتیاط کے ساتھ
چھپے ہوئے تھے نہ کسی نقاب سے بلکہ اوپر کی سوتی چادر کے ذریعہ سے جو چہرہ کے
حصہ زیرین پر کھینچ لیجاتی تھی۔ جن عورتون کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا وہ قبل از وقت
بڈھی اور بدصورت ہوچکی تھین مگر یہ مشرق کا افسردگی خیز قانون ہے جس سے مفر نہین ہے

طبعی خصوصیات

کچھ اوپر بیان کیا جاچکا ہے اوس پر اس سرزمین کے پہاڑون کی خاص ساخت
کے متعلق مین ایک دو باتین اور اضافہ کیا چاہتا ہون۔ اوّل تو جو خطوط دریاؤن کے
طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین وہ شاذونادر ہی بلند ترین سلسلہاے
کوہ یا چوٹیان ہوتی ہین۔ اس کی مثالین اون دونون خطوط انقسام کی صورت مین مینے
دیکھین جو آنگک یعنی ماوراء النہر اور کوچان۔ اور کوچان و مشہد کی ندیون کے طاسون کو
ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین یا دوسرے الفاظ مین یون کہئے کہ اون دونون ندیون
کے طاسون کا انفصال باہمی بذریعہ تقسیم قدرتی جو علی الترتیب بحیرہ اخضر اور ہری رود مین
جاملتی ہین۔ دوم یہ کہ بجاے اسکے کہ دریا سلسلہاے کوہ کے محور کے متوازی جائین
یا یون کہیے کہ جو عمیق وادیان اون کے درمیان واقع ہون اون مین بہتے ہوئے اون
کونون پر سے اپنا رخ بدل لین جہان پہاڑ کی ریڑہ مین خم آجاتا ہو وہ سلسلہاے کوہ
کو زاویہ قایمہ بناتے ہوئے قطع کرنا چاہتے ہین اور قدرت نے اس غرض سے

جوف کہسار مین ایسی ایسی درزین اور شگاف پیدا کردیے ہین جو خود یہ دریا کبھی پیدا نہ کرسکتے
اسکے علاوہ ان دراڑون کے دیکھنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ پانی کی قوت روانی کی
عمل سے ترکیب پذیر ہوئے ہین۔ بلکہ قیاس اس بات کو چاہتا ہے کہ ابتدا مین کرسی زمین
کے اُٹھتے وقت شدت کے کہنچاؤ یا تناؤ کی وجہ سے یہ شگاف پیدا ہوگئے۔

ہمارا مشہد کے قریب پہونچنا

جب ہم ایک دفعہ میدان مین پہونچ گئے تو مسافت جلد جلد قطع ہونی شروع ہوئی
اور ہم نے اندروخ اور رزان کے دیہات کو جو پانی کی فراوانی اور زراعت کے ایک
وسیع رقبہ کی نعمتون سے بہرہ ور نظر آتے تہے یکے بعد دیگرے اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس
پہنائے عظیم کے بعید ترین جنوبی حصون مین مشہد کے عقب کے پہاڑ اپنی نوکیلی پشت
کی مجزا چٹانون کا بہیانک روپ دکہا رہے تہے۔ مین نے ٹکٹکی باندہ کر اس امید مین
اس طرف دیکہنا شروع کیا کہ مقدس امام کے مزار کا سنہرا گنبد اور اوس کے مینا اس فاصلہ
سے مجھے نظر آجائین۔ بتدریج غبار کے مرغولے اوپر کو اوٹھنے لگے گویا کہ دریچہ افق پر پشمین
پردہ پڑا تہا جسے طنابین اوپر کہینچ رہی تہین اور اول تو ایک فوری چمک اور پھر ایک دیر
تک قایم رہنے والی جہلملاہٹ نے مجھے بارہ یا پندرہ میل کے فاصلہ پر سنہرے کلس
کی جہلک دکھا دی۔ اگرچہ اس نظارہ کو دیکھکر میرے قلب پر اوس صاحب عقیدت زایر
کی سی وجدانی کیفیت طاری نہین ہوئی جو صدہا بلکہ ہزارہا میل کا صعوبت ناک سفر طے
کرکے اس مقدس مقام کو دیکھنے آتا ہے اگرچہ مین نے فرط عقیدت سے "یا علی" اور

"یاحسینؑ" کے پرجوش نعرے نہین بلند کئے۔ اور اگرچہ مین نے اپنے دامن
کر کے عابد وزاہد شیعون کے دستور کے موافق قریب ترین جہاڑی پر نہین لٹکاد
مین نے اس منظر کو اوس گہری دلچسپی اور محویت سے دیکھا جو اس مشہور ومع
شہر کے شنیدہ اور خواندہ حالات کے علم کی وجہ سے مجہہ مین پیدا ہوگئی تھی ا
گہوڑے کو مہمیز لگا کر جسقدر جلد مجہہ سے ہوسکتا تہا مین نے اوس میدان کو جو م
میری منزل مقصود کے درمیان حائل تہا قطع کرنا شروع کیا۔

ایک حادثہ

یادگلدی اور مین گہوڑے ڈپٹاتے ہوئے آگے آگے جارہے
اوسکا اشہب "گلدم" اپنی جولانی کے زبردست سے زبردست کرشمے دکھا رہا
پیچھے کے ساتھیون کے گہوڑیون کی ٹاپون کی آواز کا یک لخت موقوف
محسوس ہوا اور مینے پلٹ کر دیکھا کہ کیا ماجرا ہے۔ دوسو گز کے فاصلہ پر گریگور
چارون شانے چت ہوا مین دولتیان پہینک رہا تہا۔ اس کا بوجھ چارون ط
پر بکھرا پڑا تھا اور ناشاد آدمی اپنے آپکو گہوڑے کے تلے سے بدقت تمام
اور موتہہ بسور بسور کر اپنے گھٹنے کو مل رہا تہا۔ ایک طرف کو رمضان علی خان بھی
دہول مین اٹا ہوا پیادہ اپنے گہوڑے کے پیچھے بدحواسی کے عالم مین
اور گہوڑا افراتے بہرتا ہوا نگاہ سے غایب ہونے کو تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم
کا جانور زیادہ خستہ وماندہ ہوجانے اور جو بھاری بوجھ اوسپر لدا ہوا تھا ا

ہمارے ساتھ ساتھ اس تیزی سے نہ دوڑ سکنے کے باعث سکندری کھا کر نیچے گر پڑا اور گرگیوری
اوسکے تلے دب گیا اور افغان جب اپنے ساتھی کو اس مصیبت سے نجات دینے کے
لئے گھوڑے سے نیچے اوترا تو گھوڑے نے اوسکے سر پر ایسی دولتی جمائی کہ وہ دھڑام
سے زمین پر گر پڑا۔ قصہ مختصر تھوڑی دیر مین سب کچھ روباصلاح ہوگیا اور ست دونون کو پیچھے
چھوڑکر مین نے پھر گھوڑا اوڑایا۔ شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مضبوط اور گیارہ
محرابون کے بلند پشتہ پل پر پہونچے جو کشف[۱] رود کی حقیر سی ندی پر بندھا ہوا ہے یہ پل جس کا
نام پل شاہ ہے ندی کے کاہیدہ حجم سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ندی کا پاٹ اس
مقام پر صرف پچیس فیٹ تھا اور پانی کی روانی بہ مشکل محسوس ہوتی تھی۔ پل کی مغز بندی
ابتداءً گول سنگریزون سے کی گئی تھی۔ لیکن ایران مین جو حالت کسی اور اچھے کام کی ہوتی ہے
وہی اس مغزبندی کی بھی ہوئی سنگریزے غایب ہوگئے اور یہ شکستہ گذرگاہ بجائے
فائدہ رسان ہونے کے اور اولٹے مسافرون کی ٹانگین توڑتی ہے۔

خواجہ ربیع کا مزار

ایک میل کی مزید مسافت طے کرنے کے بعد ہم خوجہ (یا خواجہ) ربیع کے مقبرہ کی چاردیواری

---

[۱] یہ ندی (جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قدیم فارسی مین کشف کچھوے کو کہتے ہین) جس کا نام آب مشہد بھی ہے اور جسے بعض وقت قراسو (آب سیاہ) کہتے ہین چشمہ گیلاس سے جو چناران اور رادکان کے درمیان ایک دلدل ہے نکل کر وادی مشہد کے نالون اور سیلون کو جمع کرتی اور عک دربند (درۂ سفید) مین سے گذرتی ہوئی پل خاتون واقع سرحدروس کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہان پہونچکر دریائے ہری رود سے ملتی ہے۔ ان دونون کے اتصال سے دریائے تجند پیدا ہوتا ہے۔

کے پاس پہونچے۔ یہ ایک بزرگ تھے جنکی نسبت بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت امام رضا
علیہ السلام کے دوست تھے اور بعض کہتے ہین کہ امام ممدوح کے اوستاد تھے۔ اور
اونہین اسی مقام پر بخیال قرب حضرت امام دفن بھی کیا گیا ہے۔ مقبرہ کے گرد ایک باغ
ہے جس مین کثرت سے درخت موجود ہین اور داخل ہونیکا راستہ ایک رفیع الشان پھاٹک
سے ہے جسکے جوف مین محراب دار طاقون کے اندر کچھ حجرے بنے ہوئے ہین۔ حوالی
پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ مشہد کے لوگ فرصت کے اوقات مین تفریح طبع
کے لئے یہان آیا کرتے ہین اور فی الحقیقت مضافات شہر کا کوئی حصہ اگر دلچسپی کے
اعتبار سے سربرآوردہ ہے تو وہ یہ ہے۔ اس خیال سے کہ اس عمارت کے اندر ایک
مسجد بھی ہے اور اسلئے اسپر مذہب کا رنگ چڑھا ہوا ہے مین نے اسکے اندر داخل ہونیکی
کوشش نہین کی بلکہ باہر سے اس کی ایک عکسی تصویر لے لی۔ بعد مین مین نے سنا کہ
مقبرون مین ہر خاص و عام کو جانے کی اجازت ہے موجودہ عمارت اصلی مقبرہ نہین بلکہ
اوس کتبہ کے مضمون سے جو اس پر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عباس اعظم نے اسکو
ایک قدیم تر عمارت کے آثار پر تعمیر کیا تھا۔ اسوقت اس کی مکرر تجدید عمل مین آرہی تھی۔
عمارت چارون طرف سے پاڑون سے گھری ہوئی تھی اور قبہ کے بیرونی حصہ کی نیلی
اینٹین جن مین سے اکثر کا رنگ اوڑ گیا تھا اور بہت سی اکھڑ گئی تھین اون کی مرمت راج فرد فرد
کر رہے تھے۔ ییگر بگر ۱۸۸۵ء مین اسکے خشتی کام کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایران
کی دوسری تمام عمارات سے اس قسم کے کام سے یہ کام اچھا ہے۔ مگر اس کا بھی اکثر

حصہ ضایع ہوگیا تہا اور قبہ کے ڈہلاؤ کے شروع ہونے کے مقام سے نیچے کسی زمانہ مین جو منبت کاری تہی - اوسکے اب صرف کچھہ نشان رہ گئے ہین - اسکے قریب ہی حکمران خاندان کے بانی آغا محمد شاہ کے باپ فتح علی خان قاجار کا مقبرہ ہے - نادر شاہ اوس کا دشمن ہوگیا تھا اور اوسی کے حکم پر آغا محمد شاہ کی گردن ماری گئی تہی -

ہمارا مشہد مین داخل ہونا

جلد سڑک مٹی کی خاک آلودہ دیوارون مین سے گزرتی اور چھوٹی چھوٹی خندقون کو جو مشرق کے تمام شہرون کا عام بیرونی منظر ہوا کرتی ہین عبور کرتی ہوئی بڑہی - شہرپناہ کا لمبا سلسلہ اب ظاہر ہوا جسکے اوپر جابجا برج بنے ہوئے تہے اور جو چارون طرف ایک پایاب خندق سے گہری ہوئی تہی - پہاٹک مین سے گذر کر جہان ایک میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے جوان نے معًا اوٹھکر اپنی بندوق کی نمایشی کہڑکہڑاہٹ کے ساتھہ سلامی اتاری - ہم کوئی آدہ گہنٹہ تک اون خالی خولی اور دلچسپی سے معرا گلیون کو گہوڑے پر سوا سطے کرتے رہے جو مشرق کے عظیم الشان سے عظیم الشان دارالسلطنت کے پانچ مین سے چار حصون کا سرمایہ ہوا کرتی ہین اور خیابان یعنی مشہد کے وسطی بازار مین سے گزرنے کے بعد (جسکا زیادہ تفصیلی حال باب آیندہ سے متعلق ہے) مین ایک پست دروازہ کے سامنے جا ٹہیرا جس پر ایک بہت بڑے رنگے ہوئے سپر نما تختے پر گورنمنٹ برطانیہ کا نشان منقوش تہا جس سے اس بات کا پتہ چلتا تہا کہ ملکہ معظمہ کا قونسل جنرل اور وایسرائی کشور ہند کا ایجنٹ یہان رہتا ہے - ایک منٹ نہ گزرنے پایا

تہا کہ کرنیل چارلس سٹوارٹ سے مینے تپاک کے ساتھ ہاتھ ملانے مین اسنے آپکو مصروف پایا۔

کاروہ سے مشہد تک کی منزل کا فاصلہ ۶ فرسخ بیان کیا جاتا ہے مگر حقیقت مین ۲۴ میل سے زیادہ نہین۔ بنظر بران قلات سے مشہد تک کا راستہ حسب ذیل ہے۔

	فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
قلات نادری سے واردہ تک	۵	۲۰
واردہ سے کاروہ تک	-	۲۶
کاروہ سے مشہد تک	۸	۲۴
میزان	۲۰	۷۰

قلات کو جانے اور وہان سے آنیکے مزید راستے

قلات سے درگز (براہ ارچنگان ۷۰ میل)۔ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) ”کلاوڈز ان دی ایسٹ“ (گھٹا مشرق مین) صفحات ۲۱۰ الی ۲۲۹۔ سر سی میگاریگر (۱۸۷۵ء) ”جرنی تھرو خراسان“ (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۶۳ الی ۷۵۔

قلات سے مشہد (براہ کان گوشہ و قرائیغان)۔ ان دونون راستون مین جو چاہین اختیار کر سکتے ہین۔ سر سی میگگاریگر (۱۸۷۵ء) ”جرنی تھرو خراسان“ (سفر خراسان) جلد دوم ضمیمہ دوم۔

ساتوان باب

مشہد

" اقوام کے مذاہب اور زمانہ کے مشاہیر کی کچھہ نہ کچھہ تعظیم یقیناً ہم پر واجب ہے "

گبن " ڈکلاین اینڈ فال آف دی رومن امپایر " (زوال و خاتمہ سلطنت روما)

مشہد کے مورخین سابق

گذشتہ پچاس سال سے متعدد یورپین لوگون نے مشہد کا سفر کیا ہے اور تفصیلی یا اجمالی طور پر اوسکے حالات بیان کئے ہین - ان مین انگریزونکو کیا بلحاظ خوبی تصنیف اور کیا بلحاظ تعداد فوقیت حاصل رہی ہین اونکے نامون اور نیز تصانیف[ل۵] کی فہرست درج ذیل

ل۵ - جے - بی - فریزر (۱۸۲۲ء) " جرنی ان ٹو خراسان " (سفر خراسان) - باب ہفدہم + لفٹنٹ - اے کونولی (۱۸۳۰ء) " اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا " (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر) - جلد اول - باب دہم + ڈاکٹر جے - والف (۱۸۳۱ء و ۱۸۴۳ء) - " ٹریولس اینڈ ایڈونچرس اینڈ نیریٹو آف اے مشن ٹو بخارا " (حالات سیاحت و سرگذشت و داستان سفارت بخارا) + سر اے - برنس (۱۸۳۲ء) " ٹریولس ان ٹو بخارا " (سفر بخارا) - جلد سوم - باب چہاردہم + جے - پی فیریر (۱۸۴۵ء) " کاروان جرنیز " (سفرہائے کاروان) باب نہم + این - ڈی خانیکاف (۱۸۵۸ء) " میمائر سر لا پارٹی مریدیونیل دی لا ایسی سنٹرل " (تذکرہ اقوام علاقہ جنوبی وسط ایشیا) بزبان فرانسوی) - صفحات - ۹۷ - الی - ۱۰۸ و " مشہد لا سنٹا سینٹا - ای - ال سو ٹر یٹو ریو ——

کرتا ہون تاکہ اگر ناظرین کسی خاص زمانہ یا کسی خاص شخص کے حالات دریافت کرنا چاہین۔ تو وہ ان کتابون کی مدد سے اپنی ضرورت پوری کر سکین۔ اگر مین نے مشہد کے حالات لکھکر ان مورخین کی تعداد مین ایک کا اور اضافہ کیا ہے۔ تو اس سے میرا یہ مقصد نہین کہ جو درجہ اپنی مساعی کے لحاظ سے اونہین حاصل ہے اوسپر مین تصرف کرلون بلکہ میری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۷۔ ای۔ بی۔ ایسٹ وک (۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ"۔ (ایک سفر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۲۰۰۔ الی۔ ۲۳۳ + اے۔ ویمبری (۱۸۶۳ء) "لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگذشت باب بست وہفتم) + "مین واندرنگن اندار لبنس ان پرسین" (میری سیاحت اور قیام ایران مین) + کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش (۱۸۷۲ء) "رایڈ تہرو اسلام" (سفر دنیاے اسلام بذریعہ سواری اسپ)۔ صفحات ۹۸۔ الی ۱۱۲ + جماعت ماموُرہ تصفیہ سرحد سیستان (۱۸۷۲ء) (۱) کرنیل ایون۔ اسمتھ۔ "ایسٹرن پرشیا" (مشرق ایران) جلد اول صفحات ۲۵۷۔ الی۔ ۳۶۶۔ (۲) ڈاکٹر۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو "فرام دی انڈس ٹو دی ٹایگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۳۶۰۔ الی۔ ۳۶۸ + کرنل۔ ویلنٹاین۔ بیکر (۱۸۷۳ء)۔ "کلاوڈس ان دی ایسٹ"۔ (گھٹا مشرق مین)۔ باب دہم + سر۔ سی۔ میک گرگر (۱۸۷۵ء)۔ "جرنی تہرو خراسان۔" (سفر خراسان) جلد اول صفحات ۲۷۷۔ الی۔ آخر کتاب معہ نقشہ شہر صفحہ ۲۸۴ سے + بیسٹ (۱۸۷۸ء)۔ "پرشیا۔ دی لینڈ آف ایامس" (ایران یعنی سرزمین ائمہ)۔ صفحات ۲۲۱۔ الی۔ ۲۳۵ + ای۔ اوڈونوون (۱۸۸۰ء)۔ "دی مرو اوسس"۔ (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست وہشتم وبست ونہم۔ جلد دوم۔ باب سیم + پی۔ لسار (۱۸۸۲ء) "پیپر منس تہی لسنگن"۔ ۱۸۸۳ء۔ باب ہشتم + لفٹنٹ۔ اے۔ سی۔ ییٹ (۱۸۸۵ء) "ٹرولس ودی افغان باونڈری کمیشن" (داستان سیاحت بہمرہی جماعت ماموُرہ تصفیہ سرحد افغانستان)۔ باب دہم + مشہد کے اس صدی سے پہلے کے حالات مختصر اور منتشر ہین۔ لیکن ۱۷۴۱ء مین اس شہر کے دلچسپ حالات عبدالکریم کی کتاب "ورایج دی لا اند آکمہ" (سفر از ہند تا مکہ) کے صفحات ۴۸ و ۰۰۷۔ الی۔ ۴۴ مین پائے جاتے ہین۔

غرض و غایت ان مساعی کا تکملہ کرنا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ بہ طرز احسن بیان کر چکے ہین اوسکے اعادہ سے مین بہ حد امکان احتراز کرون گا اور جہان تک ممکن ہوگا ماخذ اصلی کو وثوق و یقین کی نظر سے دیکھون گا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی میرا یہ کام ہو گا کہ جہان جہان ان مورخین سابق نے غلطیان کی ہین اون کی اصلاح کرون اور مشہد کی تصویر کو آج تک کے واقعات کے قلمبند کرنے سے خط و خال اور نوک پلک سے ٹھیک کرون۔ مشہد مین ملکہ معظمہ کے ایک سرکاری نائب کے مستقر ہی کا ہونا اس کی تاریخ مین ایک اہم واقعہ ہے

تاریخ

اس مقدس شہر کے خاص خاص حالات کا ذکر مین نہایت اختصار کے ساتھ کرونگا۔ اسکے نام (مشہد[1] جسکے معنی مقام شہادت کے ہین) اور اس کی شہرت کا باعث یہ واقعہ ہے کہ نوین صدی عیسوی مین حضرت امام موسی رضا علیہ السلام جو بارہ ائمہ مین سے بہ لحاظ سلسلہ آٹھوین ہین یہان سپرد خاک کئے گئے۔ افواہاً یہ سنا جاتا ہے لیکن اسکی بظاہر کوئی اصلیت نہین معلوم ہوتی کہ خلیفہ مامون الرشید مشہور خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے نے جسکا دار الخلافہ مرو تھا۔ حسد کی وجہ سے امام صاحب کو جو اوس وقت شہر طوس مین جو موجودہ مشہد سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا رہتے تھے زہر آلود انگور کھلا کر شہید کرا دیا۔ لیکن ایک اور روایت اسطرح سے ہے کہ امام ممدوح نے طوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۸۔ اس کتاب کا ترجمہ فرانسوی زبان مین موسیو لینگلے نے کیا۔

[1] مشہد اسم ظرف مکان ہے جسکا مادہ شہد ہے۔

ہی مین طبعی طور پر انتقال فرمایا۔ یہ نہین کہا جا سکتا کہ اِن دونون روایتون مین سے سچی کونسی ہے۔ بہرحال امام صاحب کی نعش موضع صنع آباد مین جو مشہد کے قریب واقع ہے ایک روضہ کے اندر دفن کی گئی۔ شہادت کی روایت کا ایک عجیب ضمیمہ یہ بھی ہے کہ مامون کے جلیل القدر باپ ہارون الرشید کا مقبرہ بھی یہین ہے۔ صنع آباد بتدریج مذہبی کشش اور زیارت کا مرکز بن گیا اور ابن بطوطہ نے جو ۱۳۳۳ء کے قریب سفر کرتا ہوا یہان آیا دیکھا کہ امام صاحب کی مسجد موجود ہے اور اوس کی نہایت درجہ تعظیم کی جاتی ہے[1]۔ ۱۴۰۴ء مین جب ہسپانیہ کا نامی الشان سفیر ڈان رائی گانزیلز ڈی کلاویجو تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے ہوئے مشہد سے گزرا تو اوس نے بھی یہی واقعہ بلند کیا[2]۔ تیمور کے سب سے چھوٹے بیٹے شاہ رخ نے بعد مین اس مزار کو مزین و آراستہ کیا اور اوس کی بیگم

[1] اوس کا بیان حسب ذیل ہے :۔ "مشہد الرضا ایک وسیع اور آباد شہر ہے جہان میوہ افراط سے پیدا ہوتا ہے مشہد (یعنی روضہ) پر ایک بہت بڑا قبہ ہے جو حریر کے غلاف اور طلائی شمعدانون سے مزین ہے۔ قبہ کے نیچے حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے مقابل خلیفہ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرہ پر شمعین روشن کی جاتی ہین۔ لیکن جب شیعان علی زیارت کے لئے یہان داخل ہوتے ہین تو وہ ہارون الرشید کے مدفن کو ٹھکراتے ہین مگر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار پر درود و سلام بھیجتے ہین" اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ چودہوین صدی مین جس طرح یہ مقام شیعون کی زیارتگاہ تھا اوسی طرح سنی بھی یہان زیارت کرنے کو آتے تھے۔

[2] اوسکا یہ بیان ہے۔ "حضرت امام رضا علیہ السلام ایک بڑی مسجد کے اندر ایک بڑے مقبرہ مین دفن ہین جسپر چاندی کا ملمع چڑھا ہوا ہے۔ اس مزار کی وجہ سے یہان ہر سال کثیر التعداد مسافر اطراف و اکناف عالم سے آتے ہین۔ جب زائر یہان پہونچتے ہین تو سواری پر سے اتر کر خاک کو بوسہ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم مقام مقدس پہونچ گئے" جلد مطبوعہ ہکلوئٹ سوسائٹی۔

گوہر شاد نے وہ عالی شان مسجد تعمیر کی جو ابھی تک اسکے برابر کھڑی ہے۔ لیکن کہین سولہوین صدی کے شروع مین جاکر جبکہ حکومت خاندان صفوی کے حصتہ مین آئی مشہد عالمگیر شہرت کا مرکز بنا۔ مذہب شیعہ کو قومی مذہب قرار دینے کے بعد نئے فرمانرواؤن کے لئے یہ امر نہایت ضروری تہا کہ وہ کوئی ایسی متبرک زیارت گاہ مقرر کرین جو اون زائرون اور روپیہ کو جو مکہ معظمہ کی طرف کھنچا ہوا چلا جاتا تہا۔ اپنی طرف کہینچ لائے اور تمام شیعون کی حرارت دینی کا منبع اور منعدر ہو۔ چنانچہ جس طرح جربوبوم نے ڈان اور بیتھل مین طلائی گوسالے اس غرض سے کہڑے کئے تہے کہ اسرائیلی زائر یورشلیم سے منحرف ہو جائین اسی طرح شاہان اسمٰعیل طہماسپ اور عباس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مسجد کو سیم و زر اور اوقات سے مالامال کر دیا۔ یہ فرمانروا خود بھی یہان آتی تہے اور بعض دفعہ اقامت پذیر ہوتے تہے[1]۔ غرضکہ اون کی مساعی سے یہ مقام دنیائے ایران کا مکہ بن گیا اور اب تک ہے۔ اس مین شک نہین کہ شیعون کے متبرک مقامات مین مشہد کا شمار درجہ اول مین نہین ہے۔ کیونکہ جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلعم

---

[1] عباس اعظم کے زہد و اتقا کے ثبوت مین یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے کل دربار کے ساتھ اصفہان سے مشہد تک برابر پیدل چلتا ہوا آیا۔ دربار کے بہت دان لنے کل فاصلہ کو ایک رسی کے ذریعہ سے ناپا جسکی رو سے یہ فاصلہ ۱۹۹ فرسخ اور کچہہ کسر قرار پایا۔

۲۔ اسی قسم کی روایت شہنشاہ اکبر کی نسبت بہی بیان کی جاتی ہے۔ اوس عقیدت اور ارادت کے لحاظ سے جو اوس کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تہی وہ پیادہ پا معہ بادشاہ بیگم کے آگرہ سے چلکر اجمیر شریف تک آیا تہا بلکہ یہان تک بیان کیا جاتا ہے کہ وہ متعدد مرتبہ اسی طرح اسقدر مسافت طے کر کے اجمیر شریف کی زیارت کو آیا۔ مترجم

کے داماد اور شیعی عقاید کے بموجب دین کے حقیقی پیشوا) اور اونکے فرزند حضرت امام حسینؑ شہید بلحاظ تقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر فوقیت رکھتے ہین اسی طرح اون کے مزار بھی جو نجف اور کربلا مین واقع ہین مشہد والے روضہ سے زیادہ متبرک ہین۔ لیکن نجف اور کربلا دونون کے دونون ترکی علاقہ اور اس لحاظ سے ایک غیر سرزمین مین واقع ہین اور وہ دل بھی حب وطن کے پاک جذبہ سے بالکل معرّا ہوگا جو نجف اور کربلا کی زیارت کرتے وقت یہ شوق نہ رکھتا ہوگا کہ ایران کے مذہبی مرکز مین پہونچکر اوس کی زیارت کرے اور دوگانہ بجالائے اور مزار امام کی ضریح کو بوسہ دے[۱]۔ لیکن چونکہ مشہد سرحد توران سے اس قدر قریب تھا اس لئے یہ ترکمانی تاخت و تاراج اور حملہ آوری کی برابر زد مین رہتا تھا اور خراسان کے تمام سرحدی شہرون کی طرح اسکی تاریخ بھی ہنگاسون اور شورشون سے بھری پڑی ہے۔ شاہ عباس کے عہد مین (۱۵۸۷ء) ایک دفعہ ازبکون نے اسکو سر کر کے لوٹا اور غارت کیا۔ اسکے بعد محمود افغان کے حملے نے اسے بہت کچھ نقصان پہونچایا۔ لیکن نادرشاہ فاتح کی سرپرستی نے اسمین پھر جان ڈالدی۔ نادرشاہ نے تخت ایران پر بیٹھنے کے بعد اگرچہ شیعہ مذہب کے عقاید ترک

[۱] مین نے کربلا کے ایک شیعہ سید سے پوچھا کہ مسلمانون کے متبرک مقامات کے درجہ کا سلسلہ شیعی عقاید کی رو سے کیا ہے تو اونہون نے حسب ذیل جواب دیا۔ اول مکہ معظمہ۔ دوم مدینہ طیبہ۔ سوم نجف اشرف۔ چہارم کربلائے معلیٰ۔ پنجم کاظمین شریف متصل بغداد شریف۔ ششم مشہد مقدس۔ ہفتم سامرہ (سُرَّ مَنْ رَاٰی) واقع کنارہ دجلہ۔ ہشتم۔ قم۔ لیکن اگر کوئی ایرانی شیعہ ہوتا تو وہ مشہد کا درجہ کربلا کے بعد رکھتا۔ مکہ کی زیارت کرنے سے زایر حاجی کہلاتا ہے۔ کربلا سے کربلائی اور مشہد سے مشہدی۔

کر دیے تھے اور جبراً شیعہ مذہب کے استیصال کی کوشش کی تھی[۱]۔ تاہم وہ اکثر مشہد میں اپنا دربار لگایا کرتا تھا اور روضہ امام کو از سر نو تعمیر کر کے اوسے مزین و آراستہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ اوسنے اس شہر میں اپنے اور اپنے بیٹے[۲] کے لئے جس کی اوس نے فرط حسد بعض سے آنکھیں نکلوا دی تھیں مزار بھی بنوا رکھے تھے۔ اوس کی وفات کے بعد مشہد اوس کے اندھے پوتے شاہرخ[۳] کے قبضہ میں رہا جس کی کمزور حکومت کے زمانہ میں ازبکوں کے آئے دن کے حملوں سے اس شہر کی آبادی ساٹھ ہزار سے گھٹ کر بتیس ہزار رہ گئی۔ آخرکار صدی کے خاتمہ پر آغا محمد خان قاجار خواجہ سرا نے جو ایران کے حکمران خاندان کا بانی ہے شاہرخ کو تخت سے اوتار دیا اور وحشیانہ ظلم کے ساتھ اوسکو عذاب دے دیکر مارا۔ موجودہ صدی میں مشہد نے کئی دفعہ حکومت عالیہ کے برخلاف اوس نفرت کی وجہ سے جو خاندان قاجار کے ساتھ اوسے برابر چلی آئی ہے۔ علم بغاوت بلند کیا۔ اور ان بغاوتوں کے پے در پے ظہور میں آنے کی وجہ سے ایک سے زیادہ تعزیری مہمات شاہ کو بھیجنی پڑیں لیکن سلطنت کے دوسرے اجزا کی طرح اب ناصرالدین نے اسکو بھی پوری طرح سے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ہے۔

[۱] مذہب سنت و جماعت کی ترویج کا جو اقدام نادر شاہ نے کیا تھا وہ مصلحت ملکی اور حکمت عملی پر مبنی تھا جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیائے اسلام تبریز سے لیکر دہلی تک ایک شہنشاہ کے زیرنگین ہو جائے۔

[۲] اس بیٹے کا نام رضا قلی میرزا تھا۔ مترجم

[۳] شاہرخ اسی رضا قلی میرزا کا بیٹا تھا جسے نادر نے اندھا کیا۔ مترجم

شہر کا نقشہ

کے گرد بھی مشرق کے تمام دوسرے شہرون کی کچی مٹی کی ایک دیوار کھچی ہوئی ہے جس مین برابر برابر فصل سے برجیان بنی ہوئی ہین اور گوشون پر آگے کو نکلے ہوئے برج ہین۔ ابتداءً اس دیوار کے نیچے کے حصہ کی موٹائی نو فٹ اور اوپر کے حصہ کی چار فٹ تھی اور اسکے علاوہ ایک فٹ موٹی منڈیر بھی اسپر موجود تھی۔ لیکن اب اس کی حالت نہایت شکستہ ہو رہی ہے۔ سابق مین فصیل کے نیچے ایک چھوٹی سی کھائی ہوتی تھی جس کے باہر کے یعنی محاصرین کی طرف والے کنارے پر ایک پست سی منڈیر بنی ہوئی تھی اور اس کھائی کے بعد ایک اور زیادہ چوڑان کی کھائی تھی لیکن انحطاط کے عمل نے ان دونون کو یکسان ویرانی کا لباس پہنا دیا ہے اور اکثر مقامات پر یہ ایک دوسری سے متمیز نہین ہوتین۔ فصیل کے دور کے مختلف اندازے لگائے گئے ہین۔ کسی نے چار کسی نے ساڑھے چار اور کسی نے چھہ میل اسکا فاصلہ بیان کیا ہے لیکن نقشہ اور ترتیب کی بے قاعدگی کی وجہ سے اندازہ لگانا مشکل ہے[1]۔ شہرپناہ کے پانچ پھاٹک ہین۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ بالا خیابان اور پائین خیابان جو خاص بازار کے دونون سرون پر واقع ہین۔ اور لوگان اور عیدگاہ

---

[1] میگ گریگر نے اپنی کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۸۴ پر جو نقشہ دیا ہے اور جسے کرنل ڈالیج نے تیار کیا تھا اوسکے سوائے مجھے اور کسی نقشہ کا علم نہین مگر یہ بھی پورے طور پر صحیح نہین۔ ایسٹوک نے فصیل شہر کے گرد گھوڑے پر سوار ہوکر پھرتے اور اوس کا رقبہ بیان کرتے وقت غلطی سے کمپاس کے نقطون کو بدل دیا ہے اور جو شمالی سمت تھی اوسکو جنوبی اور جو مشرقی تھی اوس کو مغربی بیان کیا ہے۔

اور سراب۔ ارک جسے مین نے جا کر دیکھا اور جس کا حال مین تھوڑی دیر مین بیان کرون گا۔ جنوبی و مغربی دیوار کی طرف واقع ہے[1]

خیابان

متبرک زیارت گاہون کے بعد مشہد کا جو خاص منظر ایرانیون کی دلفریبی کا باعث ہے اور دوسرے مشرقی دار الحکومتون کے مقابلہ مین اس مین جداگانہ شان پیدا کرتا ہے ایک بازار ہے جو تقریباً پونے دو میل تک خط مستقیم مین چلا گیا ہے اور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین شہر کو دو حصون مین تقسیم کرتا ہے۔ اس بازار کے وسط مین وہ مقامات متبرک ایک چہار دیواری کے اندر واقع ہین۔

اس بازار کا نام خیابان ہے اور شہری عظمت و شان کے لحاظ سے اہل مشرق کی نظرون مین اس کی وہی وقعت ہے جو یورپ والون کے نزدیک پیرس کے "شانز ایلیزی" کی ہے اسکے بیچون بیچ ایک نہر جاری ہے۔ لیکن ہم سے اگر کوئی پوچھے تو ہم اسے ایک غلیظ خندق سے تعبیر کرینگے جسکا عرض بارہ فٹ ہوگا۔ جسکے دونون کنارون پر اینٹ کی دیوارین ہین اور جس پر آمد و روند کیلئے تختون کے کمزور سے چوبی پل بندھے ہوئے ہین۔ کہتے ہین کہ اس کی رو کار اور نیز پل ابتداءً پتھر کے تھے۔ بظاہر اس نہر سے پینے کے پانی

---

[1] مشہد کے جغرافی موقع کے لئے دیکھو مضمون مرقومہ میجر ٹی۔ ایچ۔ ہولڈچ مندرجہ "پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی)۔ سلسلہ جدید۔ جلد ہفتم۔ مطبوعہ ۱۸۸۵ء۔ صفحات ۴۲۵-ال ۴۳۸۔

کے چشمے۔ غسل خانے۔ کپڑے دہونے کے گھاٹ۔ مرے ہوے جانورون کے مدفن۔ اور بدرو کا کام لیا جاتا ہے اِس کے دونون طرف چنارون۔ شہتوتون۔ اور بیدون کی بے قاعدہ اور غیر مسلسل قطارین کھڑی ہین اور ان درختون مین سے اکثر بہت ہی پست قد اور غیر شاداب[۱] ہین۔ پھر دونون طرف رہرون کے لئے سڑکین ہین جن کے کنارون پر بازار کی ابتر و پریشان دکانین واقع ہین۔ غرضکہ کل عرض خیابان کا تقریباً اسّی فیٹ ہوگا۔ دن کے کاروبار والے حصّے مین خیابان مین لوگون کا اسقدر اژدحام ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہو کر قدم قدم بھی اس مین سے گزرنا چاہے تو باوجود سوار دن کی مدد کے جو رستہ صاف کرتے ہوئے آگے آگے جاتے ہین وہ نہ گزر سکے گا۔ چیخ پکار اور شور وشغب ہر طرف سے ایک ہی وقت مین بلند ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مختلف الاقوام اور مختلف الحیثیت لوگ سب یہان مخلوط نظر آتے ہین۔ شاندار سفید عمامہ پوش ملا غریب و مفلوک درویش لحیم وشحیم اور پر تمکین سوداگر۔ پھٹے پرانے کپڑون والا تباہ حال زائر۔ کسی کو خاطر مین نہ لانیوالا سبز عمامہ پوش سید۔ دبکا ہوا سنی جو ہمت کر کے دشمن کے حصن حصین مین چلا آیا ہے۔ سیاہ ابرؤون والے افغان۔ خوش رو اور شکیل ازبک۔ خوشحال اور دولتمند عرب۔ تندخو اور وحشی بدو۔ ہندوستان کے تاجر۔ قاف کے زاہد۔ ترک

[۱] ایک مصنف کا بیان ہے کہ خیابان مین پہلے کھجورون کے درخت تھے لیکن اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ اوڈونون نے جب اس بازار کے عرض کا اندازہ ۲۰۰ فیٹ کیا ہے تو اوسے عجیب غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔

تاتاری۔ مغل۔ تاجیک۔ غرضکہ مشرق کے مختلف الالوان۔ مختلف الالسنہ اور مختلف الاشکال لوگون کے خلاصہ کا توام یہان دیکھنے مین آتا ہے۔ کو نولی۔ فیریر۔ ویمبری اور اوڈونوون نے اس زندہ رنگا رنگ مرقع کا ایسا پر اثر اور دل پر نقش ہوجانے والا بیان قلمبند کیا ہے کہ مین اس بارہ مین اون کی برابری کی کوشش نہین کرتا۔ جس زمانہ مین میرا اس شہر مین گزر ہوا تو شاید سب سے زیادہ عجیب تبدیلی اس کے رنگ روپ مین یہ ہوئی تھی کہ پچاس پچاس گز کے فاصلہ سے لالٹینون کے ستونون کی قطار خیابان مین کھڑی ہتی جسے حاکم مشہد نے ابھی ابھی نصب کرایا تھا۔

شہر کا باقی حصہ قبرستان

یہان کو چھوڑ کر ہم پیچ در پیچ گلیون کی بھول بھلیان مین داخل ہوتے ہین۔ اور کچی مٹی کی دیوارون مین پھرتے۔ عجیب و غریب موڑون پر جن کا بظاہر کوئی منتہا نہین معلوم ہوتا چکر کاٹتے۔ گاہ بگاہ کسی بازار مین جا نکلتے اور کہلے مقامات اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیرون پر سے گزرتے ہین۔ شہر کے زیادہ تر آسودہ حال باشندون کے مکانات بلند دیوارون کے اندر چھپے ہوئے ہین لیکن غریبون کے جھونپڑون کے دروازے بسا اوقات اسقدر پست ہوتے ہین کہ گلی کی سطح سے بھی نیچے ہوتے ہین۔ اس طرح سے پھرتے پھرتے ہم دفعتہً ایک وسیع کہلے رقبہ مین پہونچتے ہین جس کی سطح پر بے قاعدہ مٹی کے تودے اور پتھر کی ٹوٹی ہوئی سلین بکھری ہوئی نظر آتی ہین۔ یہ مقام قبرستان ہے جسکی متبرک زمین کے ایک چھوٹے سے حصے کے لیے معتقدین گرانبہا قیمتین ادا کرتے ہین اور جس مین دفن

کئے جانے کے لئے اکثر ہزارہا میل سے نعشین لائی جاتی ہین - اسکے قریب راج لوگ اپنے اساروں مین سنگ خارا کی سلون کو جو مشہد کے قرب وجوار سے نکلتی ہین اور جو قبرون پر بطور یادگار کے نصب کی جانے والی ہین تراشنے مین مصروف نظر آتے ہین - اور اونپر قران (شریف) کی کوئی آیت یا متوفے کے پیشہ یا حیثیت کی کوئی علامت کندہ کرتے ہین اس سے زیادہ مستقل یا ہٹائے جانے کے ناقابل تعویذ کے استعمال کی اجازت نہین دیجاتی کیونکہ قبرستان کے محدود رقبہ کی ضروریات کے لحاظ سے یہ امر لازمی ہے کہ یہ زمین دوبارہ کام مین لائی جاسکے اور اسلئے جب کوئی پرانی قبر بیٹھ جاتی ہے تو اس شہر خموشان کے کسی تازہ وارد کو اوس مین دفن کیا جاتا ہے - بہت سی قبرون پر چھوٹے چھوٹے سفید شامیانے تنے ہوئے تھے جن مین متوفے کے اقربا نے ملاؤن کا اجرت دیکر اس غرض سے بٹھا رکھا تھا کہ قرآن خوانی کرین تاکہ جنت کا رستہ اوس کے لئے صاف ہو جائے -

مشہد کی آب وہوا

باوجودیکہ یہان قبرستانون کی کثرت ہے اور قوانین حفظان صحت کی ان کے انتظام کے متعلق اس شدت سے خلاف ورزی کی جاتی ہے - اور باوجودیکہ اس شہر کی آبادی اس قدر گنجان ہے کہ سال کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا ہوگا جبکہ اس مین علاوہ مستقل باشندون کے نووارد لوگون کی تعداد کثیر نہ داخل ہوتی ہو اور اسکے علاوہ غلیظ چہ بچون اور چشمون کی یہان ایسی کثرت ہے کچھ بھی بہت سے اور ایرانی شہرون کے مقابلہ مین مشہد کی آب وہوا بدرجہا بہتر ہے - اگرچہ یہ عرض بلد کے تقریباً اوسی خط متوازی پر واقع ہے جسپر کہ طہران واقع ہے

اور اس کا ارتفاع کم تر ہے یعنی طہران کے ۳۸۰۰ فیٹ کے مقابلہ مین صرف ۳۱۰۰ فیٹ تاہم طہران کے مقابلہ مین یہان سردی زیادہ پڑتی ہے اور اموات کم واقع ہوتی ہین۔ خانیکاف نے اس کی وجہ اوس موقعہ کو قرار دیا ہے جو مشہد کو ایک سلسلہ کوہ کے شمالی پہلو پر واقع ہونے کے باعث حاصل ہے جو اسے صحرا کی دم گھوٹنے والی ہواؤن سے بچاتا ہے۔ مشہد کا پانی نہایت نفرت انگیز ہے اور پینے کے قابل نہین کیونکہ اسمین گوگرد آمیز ہائیڈروجن کے اجزا مقدار کثیر مین پائے جاتے ہین۔ مین نے پانی کے ایک پیالہ مین اپنا استرا رات بھر رکھا رہنے دیا اور صبح جو اُٹھ کر دیکھا تو اسے بندوق کی فولادی نالی کی طرح سیاہ پایا۔

بادگیر اور قراول خانے

ان کی سطح کے اوپر متعدد بادگیر یعنی ہوا کے برج اُٹھے ہوئے نظر آتے ہین جو خلیج فارس کے بحری شہرون کا نمایان منظر ہین۔ اون کی بناوٹ کا اصول حسب ذیل ہے ایک بلند مربع یعنی چار پہلوؤن کا مینار مکان کی چھت پر بنایا جاتا ہے لیکن چارون پہلوؤن مین عمودی نالیان یا درزین ہوتی ہین جنکے ذریعہ سے ہوا چھت مین سے جس مین نالیون کے موقعہ کے لحاظ سے شگاف دے دئے جاتے ہین۔ گزر کر نیچے کے کمرہ مین جہان صاحب مکان گرمیون مین رہتا ہے داخل ہوتی ہے اور اسطرح اس کمرہ مین ہوا کے مسلسل جھونکے آتے رہتے ہین۔ ایران کے جنوبی حصے کے زیادہ گرم مقامات مین ان ہوائی کمرون کی جگہ سرداب یعنی تہ خانے ہوتے ہین۔ مشہد کا ایک اور نمایان منظر

قراول خانوں یعنی پہرے کی چوکیوں کی ایک تعداد کثیر ہے جو شہر مین جابجا واقع ہین۔
اور جن مین باقاعدہ پیدل فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے متعین ہین۔ قراول خانہ
بالعموم ایک برآمدے پر مشتمل ہوتا ہے جسکے پیچھے سپاہیون کے رہنے کا حجرہ ہوتا ہے
سپاہی اپنی بندوقون کو جو پرانی وضع کی نالی سے بھری جانے والی قرابینین ہوتی ہین
بالعموم قراول خانے کے سامنے ملاکر کھڑا کر دیتے ہین۔ لیکن جب کوئی یورپین گھوڑے
سوار پاس سے گذرتا ہے تو ایک پھٹے حال سپاہی نیلی سرج کا کوٹ پہنے اور بھیڑ کی کھال
کی طرہ دار ٹوپی اوڑھے ہے جو غالباً مکان کے اندر اپنا وقت گزار رہا تھا معاً اوٹھ کھڑا ہوتا ہے
اور نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ ان ہتیارون مین سے ایک کو اُٹھا کر سلامی اُتارتا ہے
اس کے بعد وہ اوسے پھر جہان سے لیا تھا وہین رکھ دیتا ہے اور خود بیٹھ جاتا ہے۔

متبرک عمارات

میگگریگر نے ۱۸۷۵ء مین ٹھیک کہا تھا کہ "اس شہر مین کوئی ایسی بات نہین جو کسی کو اسکی
سیر کی ترغیب دلائے یا اگر قسمت اوسے یہان کھینچ لائے تو زیادہ دیر تک یہان قیام
رکھنے پر اوسے آمادہ کرے۔ صرف ایک عمارت یعنی مزار (حضرت) امام رضا (علیہ السلام)
ایسی ہے جو دیکھنے قابل ہے لیکن اوسکے دیکھنے کی بھی کسی یورپین کو اجازت نہین ملسکتی
البتہ جان جوکھون مین ڈال کر ممکن ہے کہ وہ اسکے اندر داخل ہوسکے لیکن جن خطرات کا
اوسے سامنا کرنا ہوگا اون کی تلافی ہرگز وہ منظر نہین کرسکتا جو اوس کے دیکھنے مین آئے گا"
حقیقت مین یہ نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے کہ خیابان مین سے گزرتے گزرتے دفعۃً

ایک محرابدار پھاٹک جو اوس پر اسرار چار دیواری مین لگا ہوا ہے جہان متبرک عمارات واقع ہین یورپین مسافر کا رستہ روک دیتا ہے اور عیسائی کی نظر سے اوسکو اوسی طرح چھپا دیتا ہے۔ جس طرح طناب ہارون زندون کو مردون سے جدا کرتی ہے۔ لیکن جو یورپین اس مین داخل ہوئے ہین اون کے اور نیز خود مسلمان زائرون کے بیانات سے اس کے اندرونی منظر کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) بست

اب دار پھاٹک جس پر ایک یورپین ساخت کا گھنٹہ نصب ہے اوس کے دوسری طرف چار دیواری کے اندر کوئی سو گز کے فاصلہ تک سڑک ایک پر ہجوم بازار مین سے گذرتی ہوئی اوس مقام تک جاتی ہے جہان مساجد مین داخل ہونے کی راہ ہے۔ یہان کثرت سے آدمیون کا ہجوم ہوتا ہے اور خرید و فروخت کی خوب گرم بازاری ہوتی ہے۔ جو زائرین چار دیواری کے اندر رہتے ہین یہان ہر ایک مایحتاج خرید سکتے ہین۔ اور اونکے یہان آنے کی یادگار مین مشہد کی مقامی ساخت کی اشیاء تعویذ۔ انگوٹھیان چھلے اور فیروزے جن پر آیات قرآنی کندہ ہوتی ہین اون کے سامنے خریدنے کے لئے بہ اصرار پیش جاتے ہین۔ لیکن چار دیواری کے اس حصہ کا سب سے زیادہ قابل ذکر وصف یہ ہے کہ امام صاحب سے متعلق ہونے کے باعث یہ زمین پاک و مقدس سمجھی جاتی ہے اور اس لحاظ سے جو مجرم اس کی

حدود کے اندر داخل ہو جائے اوس کے لئے ایک ایسے مامن یا بست کا حکم رکھتی ہے جس مین کسی کی مجال نہین کہ اوسکو ضرر پہونچا سکے[1]۔ بعض مصنفین نے بیان کیا ہے کہ عیسائی یہودی اور گبر بھی اس سے یہی فائدہ اٹھا سکتے ہین لیکن اور لوگون کی زبانی مین نے سنا کہ ایسا نہین ہے۔ بہرحال ایک مسلمان کے لئے یہ ایک محفوظ جائے پناہ ہی جہان اوسے امان مل سکتی ہے اور جہان سے وہ بہ اطمینان تمام اپنے دشمنون کے ساتھ چار دیواری سے باہر آنے کے لئے اپنی مخلصی کے متعلق زرتاوان وغیرہ کی شرائط طے کر سکتا ہے[2]۔ حرم یا مامن کے خیال سے اہل مشرق پورے طور پر آشنا ہین اور جن

---

[1] اس مضمون کو قاآنی نے ذیل کے شعر مین ادا کیا ہے۔

امام ثامن ضامن کہ حرمتش چون حرم آمن + زمین از حزم او ساکن سپہر از عزم او پویا مترجم

[2] ایران مین بست کا خیال ان جداگانہ مقامات سے منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ بتانا مشکل ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ (۱) متبرک عمارات یا مساجد۔ (اس کا منشا یہودیون کے معبد کی قربان گاہ کے دونون کنارون کے ساتھ کرنا ہوا جنکے پکڑ لینے سے چھونے والا انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر نکل آتا ہے)۔ (۲) شاہ یا شاہی خاندان کے اراکین کے اصطبل یا گھوڑون کی مورت ہے۔ (۳) توپخانہ کے نواح ہے۔ مثلاً میدان توپخانہ واقع طہران سے منسوب تھا اوس بڑی توپ کے چھونے سے جو محل کے باہر ہے۔ چارڈن اپنے دو سو سال پہلے کی کتاب (مطبوعہ لنڈن) جلد ہفتم صفحہ ۳۶۸ مین بیان کرتا ہے کہ اولیاء کبار کے مقبرون شاہی محل واقع اصفہان کے بیدملک اور شاہ کے مطبخ اور نیز اصطبل سے امان کا یہ خیال وابستہ تھا۔ شاہی اصطبلون اور گھوڑون کے خصوصیت کے ساتھ بطور مامن کے انتخاب کئے جانے کی وجہ وہ حد سے زیادہ توجہ قرار دی جا سکتی ہے جو ایسے ملک مین جہان گھوڑون کی قیمتی نسلین موجود ہون اور جہان ہر شخص فن شہسواری مین دخل رکھتا ہو والی ملک کی املاک کے اس حصہ پر مبذول کی جاتی ہے۔ ایران مین ایک ضرب المثل ہے کہ وہ گھوڑا جسکے سوار نے اوس کی حرمت کا لحاظ

امان بخش شہرون کا ذکر کتاب عہد عتیق کے پہلے پانچ پارون مین ہے وہ اس خیال کے ابتدائی مصادر تھے۔ لیکن انگریزی ناظرین کو بھی اسپر حقارت یا استعجاب سے نظر ڈالنی چاہیئے کیونکہ ہمارے اپنے ملک اور خاص دار السلطنت مین زیادہ عرصہ نہین گذرتا کہ اسی طرح کی ایک جائے پناہ قرضدارون کے لئے اوس مشہور و معروف مقام ایلسیشیا مین موجود تھی جو بلیکفرائرس برج اور ٹمپل بار کے درمیان واقع تھا اور جو ابتدائً رہبانی فرقہ ڈامنیکن یا بلیک فرائر کا مسکن تھا[۱]۔ مشہد مین بست امام صاحب کی خاص جائداد سمجھا جاتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲۔ نہین کیا کبھی اپنے سوا رکو فتح و نصرت کا منہہ نہین دکھایگا۔ اس کے علاوہ میلکم نے اپنی تاریخ کی دوسری جلد کے تیسوین باب مین ایک ایرانی قلمی تحریر کا اقتباس درج کیا ہے جس مین یہ لکھا ہے کہ نادر شاہ کے پوتے نادر مرزا پر جس قدر مصائب نازل ہوئے ان کی وجہ یہ تھی کہ اوس نے ایک مفرور کو جس نے شاہی اصطبل مین جا پناہ لی تھی مروا ڈالا۔ اس تحریر مین حسب ذیل دلچسپ تفصیل مندرج ہے "جس بادشاہ یا سردار کے طویلے مین کوئی مجرم پناہ لے اوس پر لازم ہے کہ جب تک وہ مجرم وہان رہے اوسکو کھانا کھلائے۔ یہ جائز ہوگا کہ وہان پہونچنے سے پہلے یا وہان سے روانہ ہونے کے بعد اوسکو قتل کر دیا جائے۔ لیکن جب تک وہ طویلے مین موجود ہے اوسوقت تک خواہ وہ ایسا غلام ہی کیون نہ ہو جس نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہو پھر بھی کسی کی مجال نہین کہ اوسے چھو بھی سکے۔ سلامتی کا مقام گھوڑے کا سر ہے اور اگر اسے کھلی ہوا مین باندھ دیا جائے تو پناہ لینے والے شخص کو چاہیئے کہ نکلنے کو چھوڑ دے" زمانہ مابعد مین سر کی طرح دم کے چھونے والے کو بھی امان مل جاتی تھی گو کہ دم کے چھونے مین خود گھوڑے کی دولتی کی طرف سے امان ملنے کی پوری امید نہ ہوتی تھی۔

[۱] ایلسیشیا کے مفصل حالات کے لئے سر والٹر اسکاٹ انگلستان کے مشہور تاریخی افسانہ نگار کے ناول "فارچونز آف نجل" کو پڑھنا چاہیئے۔ اس ناول مین مصنف نے ایلسیشیا کے تاریخی حالات نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کئے ہین۔ مترجم

اور اس کے متعلق یہان تک تقید عمل مین لایا جاتا ہے کہ اگر احیاناً کوئی جانور اس کی حدود سے کے اندر داخل ہو جائے تو زیارت گاہ کے عہدہ دار اس پر فوراً اپنا قبضہ کر لیتے ہین۔

صحن

سے کے بازار کے سرے پر ایک بلند محراب دار پھاٹک مین سے جو آس پاس کی دیوارون سے بہت اونچا ہے صحن یعنی متبرک عمارات کے خاص آنگن مین داخل ہوتی ہین۔ یہ ایک رفیع الشان احاطہ ہے جس کا طول ڈیڑھ سو اور عرض پچہتر گز ہوگا۔ اس مین ان دولتمند لوگون کے سنگین مزار واقع ہین جنہین اپنی دولت کی وجہ سے اس اعلی امتیاز کے خریدنے کا موقعہ ملا اور اس کے گرداگرد دومنزلہ حجرے بنے ہوئے ہین۔ اس صحن کے وسط مین ایک چھوٹی سی ہشت پہل سائبان نما عمارت کھڑی ہے جسکی چھت مطلا ہے اور جس کے نیچے ایک فوارہ دار حوض ہے۔ اس حوض مین نہر سے پانی آتا ہے اور اسکے چارون طرف پتھر کی ایک نالی بنی ہوئی ہے جسے شاہ عباس نے بنوایا تھا۔ اس حوض کے پانی سے زائرین یہان داخل ہو کر وضو کرتے ہین۔ احاطہ کے چارون پہلوؤن پر ان مقامات پر سے جو حجرون کے درمیان اور ان سے اوپر ہین دیوارون مین کاشی کا کام ہے اور ہر دیوار کے وسط مین وہ عظیم الشان ایوان (محرابدار پھاٹک جو رفیع الشان مستطیل چوکھٹون مین نصب ہین) خلا سے باتین کرتے ہوئے نظر آتے ہین جو وسط ایشیا مین عربون کے فن عمارات کا نمایان خاصہ ہین۔ یہ محرابی در بڑی بڑی رنگین اینٹون سے جن پر کوفی خط مین آیات قرآنی کندہ ہین مزین ہین۔ جنوبی ایوان پر ایک کتبہ ثبت ہے

جس مین لکھا ہے کہ اسے شاہ عباس ثانی نے ۱۰۵۹ھ مین تعمیر کرایا۔ ایک اور کتبہ سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ چارون ایوانون پر خط کوفی مین جو عبارت لکھی ہوئی ہے اوس کا حصہ زیرین ۱۲۶۲ھ مین ایزاد کیا گیا۔ مغربی ایوان کی چوٹی پر ایک قفس نما برجی بنی ہوئی ہے جسکے اندر کھڑے ہوکر موذن اذان دیتا ہے[۱]۔ ایسٹوک نے غلطی سے فرض کرلیا ہے کہ یہ برجی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ہے۔

مشرقی ایوان وہ ہے جس مین سے گزر کر امام صاحب کی خاص خانقاہ مین داخل ہوتے ہین اور اسکا اختصاص اوس سونے کے کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اسکے اوپر کے نصف حصہ پر کیا ہوا ہے۔ ایک کتبہ سے جو اس ایوان پر ثبت ہے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ سلطان حسین نے ۱۰۸۵ھ مین اس کی تعمیر ختم کی۔ کچھہ عبارت اس کے بعد کی ہے جسمین لکھا ہے کہ نادر شاہ نے ۱۱۴۵ھ مین اوس سونے سے جو وہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کے خزانون کو لوٹ کر لایا تھا اسپر ملمع کرایا۔ صحن مین دو مینارے ہین جو اون بیانات کی رو سے جو سیاحون نے ان کے متعلق قلمبند کئے ہین اور نیز اوس ذاتی مشاہدہ کی رو سے جسکا موقعہ مجھے بست کے ایک بازار کی چھت پر چڑہنے سے حاصل ہوا داخل ہونے کے خاص پہاٹک کے دونون طرف متناسب فصل سے قایم نہین ہین۔ قدیم

[۱] چارڈن کہتا ہے کہ موذنون کے لئے ایران مین ان قفسون کے بنائے جانے کی وجہ یہہ تہی کہ کہین آس پاس کے مکانات کے صحنون مین اون کی نامحرمانہ نظر عورتون پر نہ پڑے۔

تر مینارہ ہے جسے شاہ اسمعیل یا شاہ طہماسپ نے تعمیر کیا تہا خود مزار قایم ہے۔ جب فریزر دوسری مرتبہ سنہ ۱۸۳۴ء میں یہان آیا تو "یہ اس قدر متزلزل یا ضرر رسیدہ ہو رہا تھا کہ اس خوف سے کہ مبادا یہ گر نہ پڑے اسے خود گرا دیا گیا۔" بعد مین اسے از سر نو تعمیر کیا گیا۔ دوسرے مینارے کو جو ذرا بڑا ہے نادر شاہ نے تعمیر کیا تہا۔ یہ مینارہ مقابل کے پہاٹک کے عقب پر کھڑا ہے۔ ان دونون منارون کے اوپر کے حصّون پر سنہرے ملمع کی تانبے کی چادرین چڑہی ہوئی ہین اور اُن کی چوٹی پر وہ قفس نما غلام گردشن بنی ہوئی ہے جو ایرانی طرزِ عمارت کا عام خاصہ ہے۔ جب سورج کی کرنین ان کی جگمگاتی سطح پر پڑتی ہین تو دور سے دیکہنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ستون ہین کہ چمک رہے ہین۔

(۳) مسجد حضرت امام رضا علیہ السّلام

ب ہم اوس عمارت کے پاس پہونچتے ہین جو چار دیواری کے اندر بلحاظ رفعت وشان کے سب کی سرتاج ہے یعنی زندۂ جاوید امام کی مسجد اور مزار۔ زندۂ جاوید مین نے جان کر کہا کیونکہ جس عقیدہ کی بنا پر یہ زیارت گاہ معہ اپنے وسیع توابعات کے قایم ہے وہ یہ ہے کہ امام ممدوح ابہی تک زندہ ہین۔ اور جو لوگ اون کی درگاہ مین آتی ہین اونکی دعاؤن کو خارق عادت طور پر قبول فرماتے ہین۔ امام صاحب جو حضرت کہلاتی ہین اپنے مہمانون کے میزبان بہی ہین۔ جب تک یہ لوگ اونکے علاقہ کے اندر رہتے ہین وہ نہ صرف اون کی روحانی ضروریات کے کفیل ہوتے ہین بلکہ اون کے حوایج بدنی کو بہی بہم پہونچاتے ہین۔ جو زایر یہان آتے

وہ یہاں کے خادم ملاؤں مین سے ایک کو معقول شرح فیس ادا کرکے اون سے استخارہ کرسکتا ہے اور جواب شافی آسانی سے پاسکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً یہ افواہ مشہور ہوتی رہتی ہے کہ حضرت کی درگاہ پر حیرت انگیز کرامت ظہور مین آئی۔ یعنی لنگڑے لولے چلنے لگے۔ اندھون کو سوجھائی دینے لگا یا اسی طرح کا اور کوئی زبانی کرشمہ ظاہر ہوا۔[۱]

روضہ مین داخل ہونے سے پہلے ایک دہلیز آتی ہے جسکے سنگ مرمر کی فرش پر بیش قیمت قالینین بچھی ہوئی ہین۔ اس کے اوپر ۵۰ فٹ کی بلندی تک سب سے بڑا گنبد اٹھتا ہوا چلا گیا ہے جس کا بیرونی ملمع شدہ حصہ[۲] مشہد کے زایر کو دور سے اس مقام کا

---

[۱] یہ کوئی نئی بات نہین ہے کیونکہ دو سال کا عرصہ منقضی ہوتا ہے جبکہ فرانسیسی پادری سینسن نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس کے پوست کندہ حالات یون بیان کئے ہین۔ شاہ عباس نے بہت سے جھوٹے معجزون کے عمل مین لائے جانے سے اس مزار کو مشہور کر دیا ہے۔ اوسنے دیدہ و دانستہ ایسے آدمیون کو جو اندھے نہین تھے یہان اس غرض سے متعین کیا کہ اپنا اندھا ہونا ظاہر کرین اور پھر دفعتہً بینا ہو کر پکار اٹھین کہ حضرت کی کرامت سے ہم بینا ہوگئے۔ چنانچہ ان لوگون نے ایسا ہی کیا اور اس وجہ سے حضرت امام رضا کا مزار ایسا متبرک سمجھا جانے لگا کہ ایران کے امراے عظام مین سے اکثر نے اسی مسجد مین دفن کئے جانے کی خواہش ظاہر کی ہے اور اس کے اوقات مین بیش قیمت جائداد ایزاد کی ہے۔ برخلاف اسکے نادرشاہ کو ان مصنوعی کرامتون سے بیحد نفرت تھی۔ ملکم نے اپنی تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۵ پر اسکے متعلق ایک حکایت بیان کی ہے۔

[۲] چارڈن کے سفرنامے (مطبوعہ لینگلے) کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۲۸ پر ایک نہایت دلچسپ واقعہ مندرج ہے۔ چارڈن جو ۱۶۷۲ء مین بعہد شاہ سلیمان اصفہان مین تھا۔ پادشاہی زرگر کے مکان پر ان ملمع شدہ اینٹون کو جو دیکھنے گیا۔ جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے گنبد پر جو حال ہی مین زلزلہ سے ضایع ہو چکا تھا نصب کئے جانے کے لئے تیار کی جارہی تھین۔ لایڈ کے انگریزی ترجمہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۴۴ مین یہہ

سراغ بتاتا ہے اور اوس کی منتظر آنکھون مین سرور کا نور پیدا کرتا ہے ۔ اس منزل کی دیوارین کاشی کے کام سے مزین ہین اور عربی زبان مین بخط جلی کچھ عبارت ان کے اوپر کے حصہ پر منقوش ہے ۔ اس عمارت مین آوازون کی گونج ہر وقت بلند ہوتی رہتی ہے ۔ کیونکہ خانقاہ کے خادم اونچی آواز سے قران شریف پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہین ۔ سید اپنے روزانہ وظایف کا ورد کرتے ہین اور طماع ملا اپنی خدمات تازہ وارد زایرون کے آگے پیش کرتے ہین ۔ اس کے علاوہ جب مہینون تک ویران اور غیر دلخوش کن حوالی سفر کی صعوبتین اور زحمتین جھیلنے کے بعد زایر کی نگاہ اس مشہور و معروف درگاہ کے سنگ مرمر کے فرش ۔ کاشی کے آرایشی کام ۔ سنہرے رُپہلے سامان اور بیش قیمت چڑہاوون پر پڑتی ہے تو محویت کے عالم مین اوسکے منھ سے اعتقاد آمیز تعجب اور مسرت کی ندائین بے اختیار بلند ہوتی ہین ۔ ویمبری جس نے اسے خود دیکھا ہے کہتا ہے کہ "اندر اور باہر اس مزار پر سونا چڑہا ہوا ہے اور اس لحاظ سے اسلامی دنیا مین یہ خانقاہ بلا شبہ و شک سب سے زیادہ دولت رکھتی ہے ۔ اگرچہ اوس زمانہ سے جبکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۷ ۔ واقعہ اس طرح سے مندرج ہے ۔ یہ اینٹین پیتل کی (تانبے کی نہین) تہین اور طول مین ۱۰ انچ ۔ عرض مین ۱۶ انچ اور موٹائی مین دو پاؤنڈ کی موٹائی کے برابر تہین ۔ ان اینٹون کے نیچے کی طرف دو پٹیان تین تین انچ چوڑی ایک دوسری کو قطع کرتی ہوئین بنی ہوئی تہین تاکہ پلستر مین کھپ جائین اور اینٹون کو مضبوطی سے پکڑ سکین ۔ اوپر کے حصہ پر اس قدر سونا چڑہا ہوا تہا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ خود یہ اینٹ ہی خالص سونے کی ہے ۔ ہر ایک اینٹ پر ۱½ ۳ ڈکٹ (سونے کا ایک قدیم سکہ جسکی قیمت معہ روپیہ کے قریب ہوتی تہی) کے برابر سونا چڑہتا تہا اور قیمت ہر اینٹ کی تقریباً ۱۰ کراؤن (پاؤنڈ) ہوگی ۔ شاہی زرگر نے اینٹون کی تیاری کی نگرانی

اوّل اوّل یہ خانقاہ قایم ہوئی اب تک کئی دفعہ اسے لوٹا جا چکا ہے[1] پھر بھی اسکے گنبدون اور برجون اور اندرونی حصہ کی منبت کاری مین بے شمار دولت موجود ہے۔ اسکی اندرونی دیوارین نادر جواہرات وزیورات سے مزین ہین۔ کہین کوئی طرہ مکلل بہ الماس آویزان ہے کہین کوئی تلوار اور ڈہال لٹکی ہوئی ہے جس مین لعل اور زمرد جڑے ہین۔ کہین مرصع کنگن طوقہائے فاخرہ اور بیش قیمت جہاڑ نظر آتے ہین۔ غرضکہ غیر موزون نہ ہوگا۔ اگر زایر اس جگمگاتی ہوئی عمارت کے اندر داخل ہونے پر قبل اسکے کہ وہ اپنی پرستش کے مقصود اصلی یعنی مزار تک پہونچے فرط تحیر وتعظیم سے اپنا سر آستانہ جھکا دے کہ وہ زمین سے جا لگے۔

مزار امام

مختلف زمانون مین اس مزار کے گرد سونے اور چاندی اور فولاد کی منرچین نصب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۸- کے کام پر تعین تہا مجہے بتایا کہ اوّل اوّل ۔۔۔۳ اینٹون کی تیاری کا حکم بادشاہ نے دیا۔

[1] کسی نے اسکو اتنا نہین لوٹا جتنا اون لوگون نے جنہین اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہونا چاہیے تہا علی الخصوص نابینا شاہرخ کے دو بیٹون نے جو نادرشاہ کے پوتے تہے فرط حرص وطمع سے اس درگاہ کو جسے اون کے دادا نے مزین وآراستہ کیا تہا اور جس کی اوس کی نظرون مین اس قدر وقعت اور عظمت تہی اپنی غارت گری کی خاص طور سے آماجگاہ بنایا۔ نصراللہ مرزا نے حضرت امام صاحب کے مزار کے گرد کی طلائی منرچ کا ایک حصہ اکہڑوا لیا اور نادر مرزا نے گنبد کی چوٹی پر سے اوس بڑے طلائی قبے کو جسکا وزن ۲۰۴ پاونڈ (سوا پانچ من) تہا اتروا لیا اور دونون بہائیون نے اندر کے سامان مین سے جہاڑون قالینون وغیرہ کو خوب ہی لوٹا۔

کی جاتی رہی ہین پہلی ضریح ابتدا شاہ طہماسپ نے نصب کرائی تہی لیکن نادر شاہ کے پوتے نے اسکے ایک حصہ کو اکہڑوا کر غارت کیا۔ سب سے آخری ضریح خود نادر نے بنوائی تہی۔ مزار مین داخل ہونے کے تین دروازے ہین۔ ایک دروازہ چاندی کا ہے۔ ایک سونے کا جسپر بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے ہین۔ یہ دروازہ فتح علی شاہ کا ہدیہ ہے۔ تیسرے دروازے پر ایک قالین بچھا ہوا ہے جس مین موتی ٹکے ہوئے ہین مزار کے گرد جو ضریحین ہین اون پر چاندی اور لکڑی کی لوحین آویزان ہین جنپر ادعیہ ماثورہ ثبت ہین۔ ہر ایک لوح کے سامنے عبادت کرنے والون کی ایک جماعت کہڑی رہتی ہے اور یہ لوگ یا تو خود دعائین مانگتے ہین اور یا اون دعاؤن کو دہراتے جاتے ہین جو اون کا مزور پڑہتا ہے۔ دعائین مانگتے وقت وہ گریہ وزاری کرتے ہین گویا کہ اسطرح ابدی خوشی کے دروازے اون کے لئے کہل جائین گے۔ حقیقت مین ایشیا کے ان غیر تہذیب یافتہ باشندون کو فرط ارادت وعقیدت سے خانقاہ کی جالی اور فرش اور علی الخصوص اوس بڑے قفل کو جو دروازے سے لٹکا رہتا ہے بوسہ دیتے ہوئے دیکہنا ایک عجیب وغریب اور عظیم الشان منظر ہے۔ زہد واتقا کی ان کیفیات سے اگر کسی کا قلب غیر متاثر رہتا ہے تو وہ مجاور اور سید ہین۔ اون کی غرض صرف اسی قدر ہے کہ اپنی مٹہی روپیہ سے گرم کرین۔ وہ عبادت کرنے والون مین ہر طرف گہستے پھرتے ہین اور جب تک حسب دلخواہ کچھ وصول نہین لیتے اوسوقت تک پیچھے نہین ہٹتے۔ جب زایر فرط اتقا سے پچھلے پاؤن چلتا ہوا انجام کار اس عمارت سے رخصت ہوتا ہے تو اوسے

مشہدی کا اعزازی لقب حاصل ہو جاتا ہے جسے وہ اپنی مہر اور قبر کے لوح پر کندہ کراتا ہے اور ہمیشہ اپنے نام کے بعد بطور خطاب کے استعمال کرتا ہے ؟

دوسرے لوگون کے مقبرے

امام صاحب کے مزار کی زیارت کی محویت مین زایر کو غالبًا مشہور و معروف خلیفہ ہارون الرشید کی مشت خاک کی پرواہی نہ ہوتی ہوگی جو قریب ہی ایک تابوت مین محفوظ ہے اور نہ شاید فتح علی شاہ کے بیٹے اور موجودہ شاہ (ناصر الدین) کے دادا عباس مرزا کی مقبرے ہی سے اوسے زیادہ دلچسپی ہوگی جو اس عمارت کی مقدس چھت کے نیچے واقع ہے۔ اسکے علاوہ خاص خانقاہ کے باہر بہت سے لوگون کے مقبرے ہین لیکن امتیاز و اہمیت کے لحاظ سے وہ ایسے نہین کہ اون پر زیادہ وقت صرف کیا جاسکے

وہ یورپین جنہون نے مزار کو دیکھا ہے

اب مین ایک عام غلطی سے بحث کرتا ہون جسکا ظاہر کرنا اغراض حق کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس غلطی کی اشاعت کی ابتدا ۱۸۶۲ء مین مسٹر ایسٹوک نے یہ کہکر کی کہ مسجد (حضرت) امام رضا مین اگر کوئی یورپین کبھی داخل ہوا ہے تو وہ مین ہون اور یہ تو یقینی ہے کہ اگر کوئی یورپین بحیثیت یورپین کے اس عمارت مین داخل ہوا ہے تو وہ میرے سوا اور کوئی نہین[۵]" اس غلطی انسائکلوپیڈیا برٹانیکا" کی طبع جدید مین نہ صرف اعادہ کیا گیا ہے بلکہ اس بارہ مین اوسپر اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ مشہد کے متعلق

---

[۵] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ جلد دوم صفحہ ۲۲۹۔

جو مضمون اس مین درج ہے اوسمین لکھا ہے کہ "اوڈونوون سے پہلے اگر کوئی یورپین چار دیواری تک گیا تو وہ اسٹوک تہا" یہ دونون دعوے بالکل بے بنیاد ہین۔ اسٹوک سے پہلے فریزر ۱۸۲۲ء مین درگاہ مین داخل ہوا اور مزار تک چلا گیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ پڑہے اور ملاؤن سے یہ کہنے کے بعد کہ مین نے مذہب اسلام قبول کرلیا ہے (اوس کا یہ طرز عمل نہایت ہی قابل اعتراض تہا) اوسکو صحن کے ایک حجرے کے اندر رہنے کی اجازت دی گئی اور اس عرصہ مین اوسنے اندر کا نقشہ کہینچ لیا۔[۵۱] ۱۸۳۱ء مین کونولی نے مسجد کے تمام حجرونکو باستثنائے اوس حجرے کے جس مین مزار ہے دیکھا اور صحن مین اوس کی آمدورفت روزانہ رہتی تھی اور گو اوس کو پہچان لیا گیا لیکن اوس سے تعرض نہین کیا گیا۔[۵۲] ۱۸۳۲ء مین برنس بخارا سے واپس آتے وقت صحن کے اندر گیا لیکن اس سے آگے جانا اوس نے قرین احتیاط نہین سمجہا۔ چنانچہ اس واقعہ کے قلمبند کرتے وقت وہ لکھتا ہے کہ "میری احتیاط میرے شوق پر غالب آئی"۔[۵۳] اسکے بعد فیریر نے بھی ۱۸۴۵ء مین ایسا ہی کیا۔[۵۴] فریزر جب ۱۸۳۴ء مین مشہد کو واپس آیا اور یہ وہ زمانہ تھا جب عباس مرزا کی فوج جسکے ساتھ متعدد انگریزی

۵۱ دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ صفحات ۴۷۲ و ۵۱۱۔
۵۲ دیکھو "اوور لینڈ جرنی انٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ صفحہ ۲۸۸۔
۵۳۔ دیکھو "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحہ ۷۰۔
۵۴ دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) صفحہ ۱۲۶۔

افسر بھی تھے مشہد پر قبضہ کر چکی تھی تو اوستے تمام یورپینون کو بلا امتیاز و تفریق صحن مین آتے جاتے دیکھا جو اس وقت بہت ہی بوسیدہ ہو رہا تھا اور جس کی بعد مین جا کر مرمت ہوئی[۱] یہ تمام لوگ ایسٹوک کے سفر سے پہلے آئے۔ لیکن جب خود ایسٹوک کی باری آتی ہے تو ہمین نہ صرف اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ جانے کے صحیح معنون مین مسجد مین نہین گیا بلکہ یہ دریافت کر کے ہمین اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ اوسکی زیادہ تر محتاط متقدمین تو صحن کو طے کر کے آگے گئے تھے مگر اوس نے اتنا بھی نہین کیا۔ متولی باشی یعنی خانقاہ کے محافظ اعلیٰ نے اوسے عقب سے اون حجرون مین سے ایک مین اندر آنے کی اجازت دی جو صحن کے گرداگرد واقع ہین اور یہان بیٹھ کر اوسنے اپنے سامنے کے منظر کو دیکھا۔ اس سے آگے وہ نہین گیا اور یہان بھی وہ پہونچا تو بے خبری کے عالم مین[۲]۔

اس سلسلہ واقعات مین اوسکے زمانے سے لیکر آج تک کے اور اوڈونوون تک کے زمانہ کے حالات کو بیان کرتے کرتے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال بعد یعنی (۱۸۶۳ء) مین ویمبری جس نے جوانمردی کے ساتھ فقیرون کا بھیس بدلکر بخارا اور سمرقند کا خطرناک سفر اختیار کیا تھا اپنے سفر سے لوٹتے وقت مسجد مین داخل ہوا اور جس بھیس کو اوس نے اتنی مدت تک اس کامیابی کے ساتھ نباہا تھا اوسی مین مزار واسلے

---

[۱] دیکھو اے ونسٹرز جرنل (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۱۔

[۲] دیکھو " جرنل آف اے ڈپلومیٹ " (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۲۲۴۔ الی ۲۲۹۔

حجرہ کے اندر بھی گیا۔ اسی زمانہ مین ایک انگریزی افسر کرنیل ڈالمیج نے جو شاہ کا ملازم تہا۔[۵۱] اور مشہد کے قریب بارود کے ایک کارخانہ کا منتظم تہا حسام السلطنہ گورنر جنرل کی تائید سے صحن کے اندرونی حصہ مین داخل ہوا۔ بالآخر جب ہم ۱۸۸۰ء مین اوڈونوون کے زمانہ تک پہونچتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحن مین بھی داخل نہین ہوا بلکہ باہر کے ایک دروازے مین سے اوس نے چار دیواری کے اندرونی حصہ کو فقط جھانک کر دیکھا تہا۔[۵۲] یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے میرے خیال مین معرض خطر مین پڑنے کے بغیر آج کے دن بھی انجام دیا جا سکتا ہے۔ بست تک اگر کوئی یوروپین پہونچ جائے خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ وہ خاص پہاٹکون کے علاوہ کسی دوسرے پہاٹک کی راہ سے داخل ہو تو وہ بغیر زیادہ وقت کے صحن کے پہاٹک تک پہونچ سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ لوگون کی نظرون کی آماجگاہ بنے یا کچھ لوگ اوسکا پیچھا کرین یا ایک انبوہ کثیر اوسکے گرد و پیش جمع ہو جائے لیکن گمان غالب ہے کہ اوس پر حملہ نہین کیا جائے گا۔ ہان اگر وہ حدود محترمہ کے اندر داخل ہو تو دوسری بات ہے گو کہ مین اون لوگون مین سے ہون جن کا میلان اس رائے کی طرف ہے کہ اس بارہ مین اہل مشرق کے تعصب کو حد سے زیادہ بڑہا چڑہا کر

۵۱ کرنیل (ابتدائً ڈاکٹر) ڈالمیج ایک انگریز تہا جو جنگ کریمیا مین ویٹرنری سرجنی (بیطاری) کی خدمت انجام دیکر شاہ کی ملازمت مین داخل ہوا۔ طہران مین اوسنے انتقال کیا۔ مشہد کا جو نقشہ میکگریگر کی کتاب مین درج ہے وہ کرنیل ڈالمیج ہی کا تیار کیا ہوا تہا اور چند قران دیکر میکگریگر نے اوس سے خرید لیا تہا۔

۵۲ - دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) - جلد اول - باب بست و نہم۔

دکھایا جاتا ہے۔ بہرحال نہ صرف ذاتی سلامتی بلکہ اپنی قوم کے نام نیک کے برقرار رکھنے کی غرض سے کسی اجنبی کا ایسی کوشش کرنا داخل حماقت ہوگا کیونکہ معلوم ہوجانے پر ضرور اوس کی قومیت پر دھبا لگے گا۔ مین خود ایک راہنما کی مدد سے جس مقام تک بازار کی چھتون پر سے ہوتا ہوا گیا وہ میرے خیال مین بست کے اندر واقع تھا جہان سے مین عمارات متبرکہ کو بخوبی دیکھہ سکتا تھا۔ اس مقام سے گوہر شاد کی مسجد جو مسجد حضرت امام رضاؑ سے ملی ہوئی ہے اور جس کا مین اب ذکر کرنے والا ہون کوئی اسی یا سو گز ہو گی۔ اگر مجھے کوئی خاص امتیاز حاصل ہے تو وہ یہ کم مایہ امتیاز ہے کہ جہان تک میرا علم ہے مشہد کی چاردیواری کے اندر جو پہلا انگریز ممبر پارلیمنٹ داخل ہوا وہ مین ہون[۱]۔

(۴) مسجد گوہر شاد

دوسری مسجد مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام کے عقب مین واقع ہے مگر اس کا رخ امام صاحب کی مسجد کے مقابلہ مین ترچھا ہے۔ امام صاحب کی مسجد کی طرح اس کا بھی ایک بڑا صحن ہے اور اسکے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین اور کاشی کے کام کے رفیع الشان ایوان اور دو بڑے غیر ملمع شدہ مگر کاشی ہی کے کام کے منارے اسے زینت بخشتے ہین۔ اس کی روکار خاص پر ایک کتبہ ثبت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۸۲۱ھ مین بعہد شاہ رخ یہ مسجد تعمیر کیگئی۔ ایک اور کتبہ جنوبی ایوان پر درج ہے جس مین لکھا ہے

[۱] اوسوقت تو مصنف ممدوح ممبر پارلیمنٹ ہی تھے مگر اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشہد کی چاردیواری کے اندر اگر کشور ہندوستان کا کوئی وائسرائے کبھی داخل ہوا ہے تو وہ لارڈ کرزن ہین۔ مترجم

کہ شاہ سلطان حسین نے ۸۷۰ھ میں اسے ازسرنو بنوایا۔ فریزر کے خیال مین جس نے اس مسجد کو دیکھا "یہ مسجد بلحاظ خوشنائی اور عظمت وشان کے ایران کی تمام دوسری مساجد پر فوقیت رکھتی ہے" اور ویمبری اس کے خاص دروازے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"مین بڑی دیر کے بعد اس بات کا فیصلہ کرسکا کہ آیا مین اس دروازہ کو فضیلت دون یا اون دو اسی نمونہ کے دروازون کو جو مین نے سمرقند اور ہرات مین دیکھے تھے کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ اگر یہ ایک ہی کاریگر کے ہاتھ کے بنے ہوئے نہین ہین توکم ازکم یہ سب کے سب شاہ رخ کے زمانہ مین تو ضرور تعمیر کئے گئے۔ ممکن ہے کہ مدرسہ خانم واقع سمرقند اور نیز مصلائے ہرات رفعت وشوکت کے اعتبار سے مسجد گوہر شاد کے دروازہ پر فوقیت لے گئے ہون لیکن یہ تو مین کبھی یقین نہین کرسکتا کہ وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہین"

مسجد گوہر شاد کے بیرونی حصہ پر آج کے دن یہ تعریف پورے طور سے صادق نہین آتی گو کہ اس کا کاشی کا کام بلاشبہ نہایت خوشنما ہے۔ اس کے گنبد پر جو امام صاحب کی مسجد کے گنبد سے زیادہ بڑا اور زیادہ اونچا ہے نیلی۔ سبز اور نارنجی رنگ کی اینٹون کا کام ہے جو بعض بعض مقامات پر سے اکھڑ گئی ہین۔

بست کی دوسری عمارات

صحن خاص کے محرابی درون مین سے ایک کے ذریعہ سے مدرسہ مین داخل ہوتے ہین جسے مرزا جعفر ایک متمول ایرانی سوداگر نے جس نے ہندوستان مین بہت کچھ دولت پیدا کی بنوایا تھا۔ یہ عمارت مشہد کی تیسری نہایت ہی عمدہ عمارت ہے اور عالیشان اور

زینت و آرایش کے لحاظ سے دونون مسجدون کی ہمسر ہے۔ اسکے بانی نے بہت کچھ روپیہ بھی اسکے لئے وقف کردیا ہے جو پچاس سالانہ ملاؤن کے مصارف کا کفیل ہوتا ہے۔ چار دیواری کے اندر دو مدرسے، صحن، رہنے کے مکانات اور حمام اور نیز ایک بہت بڑا کھانے کا کمرہ ہے جہان زایرون کو حضرت کی طرف سے کھانا دیا جاتا ہے ہر نو وارد کو تین دن تک مفت کھانا ملتا ہے اور اس دعوت عام پر ۳۰ من یا ½۹، سیر چانول روز صرف ہوتے ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحب کے اسطرح کے پانچ سو یا چھ سو مہمان ہر روز یہان کھانا کھاتے ہین۔

کتب خانۂ امام صاحب

کتب خانہ امام صاحب کے متعلق ہم خانیکاف کے مرہون منت ہین کہ اوس نے اپنی عالمانہ تحقیق سے ہمکو حسب ذیل اطلاع بہم پہونچائی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ کتب خانہ کے قایم کئے جانیکی تاریخ شاہرخ کے زمانہ سے بیشتر نہین قرار دی جاسکتی۔ قدیم ترین نسخہ جو اس کتب خانہ مین رکھا گیا قران مجید کا ایک نسخہ تھا۔ اسکے بعد شاہ عباس اور شاہ سلطان حسین نے یہان کتابین بھیجی۔ ۱۸۵۸ء مین خانیکاف کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے کتب خانہ کی ایک فہرست مرتب کی گئی تھی جس سے اوسے معلوم ہوا کہ کتب خانہ مین ۲۹۹۷ تصانیف ۳۶۵۴ جلدون مین تھین جن مین ۱۰۴۱ قران تھے (۱۸۹ چھپے ہوئے اور ۸۵۲ قلمی۔ قلمی نسخون مین سے بعض بلحاظ تقطیع و حجم و خوبی لاجواب تھے)۔ ۲۹۹ زایرون کے لئے کتب ادعیہ و اعمال تھین، ۲۴۷ عام کتب فقہ تھین اور ۲۲۱ کتابین

صرف شیعہ عقاید کے متعلق ہین۔ اس بات کے معلوم ہونے سے تعجب ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ پر جس شخص نے سب سے بڑا احسان کیا وہ نادر شاہ تھا جس نے باوجود جاہل ہونیکے اس مین چار سو قلمی نسخے رکھوائے۔

خانقاہ کی آمدنی

خانقاہ کی آمدنی نقد وجنس کثیر المقدار ہے۔ فریزر کہتا ہے کہ خاندان صفویہ کے آخری فرمانروا شاہ سلطان حسین کے زمانہ مین اٹھارھوین صدی کے شروع مین یہان کی آمدنی حــہ تومان تھی لیکن ۱۸۲۱ء مین اوسکا بیان ہے کہ یہان کی آمدنی اـــــ سے لیکر اـــــ صما تومان تک ہے (ممکن ہے کہ اس مین چھاپے کی غلطی ہو اور اوس کا مقصود عـــــ سے لیکر حـــــ تک کا ہو)۔ بیسٹ نے ۱۸۷۴ء مین کل آمدنی کی تعداد للعـــــ تومان ہونا بیان کی جو اوس زمانہ مین عـــــ پاؤنڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ جو اطلاع مجھکو ملی اوسکی رو سے اسوقت اس خانقاہ کی آمدنی ـــــ تومان (جس کے موجودہ شرح تبادلہ کے حساب سے معـــــ پاؤنڈ ہوتے ہین) اور دس ہزار خروار غلہ ہے[1]۔ امام صاحب کی جائداد غیر منقولہ تمام ایران مین پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسکے علاوہ مکانات کاروانسراؤن۔ دکانون اور بازارون کی شکل مین بھی بہت سی جائداد اون کی ملک ہے مسجد کے چھ سو درماہہ یاب خادم ہین اور ہر ہفتہ کے لیے ایک سو کی ماموری عمل مین آتی ہے۔ عمارات متبرکہ کے کل عملہ کی تعداد مجتہدون۔ ملاؤن۔ متولیون۔ ملازمون۔

[1] ایک خروار = ۶۴۹ پاؤنڈ = (۳۲۴½ سیر = ۸ من ۴½ سیر)۔

نوکردن چاکردن اور دوسرے ماتحتونکو ملاکر دو ہزار ہوتی ہے ۔

مشہد کی آبادی

مشہد کی مجموعی معینہ آبادی آج کے دن بھی وہی ہے جو کونولی کے زمانہ مین تھی یعنی قریبًا ۴۵۰۰۰ ۔ لیکن مشہد کی زندگی مین مذہبی عنصر کو جس قدر دخل ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ سال تمام مین کوئی ایک لاکھ زایر اس شہر مین داخل ہوتے ہین حالانکہ اوسط تعداد زایرون کی اس شہر مین ہر وقت ۵۰۰۰ سے لیکر ۸۰۰۰ نفوس تک ہوتا بیان کی جاتی ہے ۔ ان اعداد سے اور نیز جو کچھ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اوس سے ایک حد تک واضح ہو سکتا ہے کہ مجتہدین اور پیشوایان مذہب کے ہاتھ مین کیسی وسیع اور زبردست طاقت موجود ہے اور اوسے مشہد کی سیاسی حالت سے لازمی طور پر کہان تک تعلق ہے ۔ اس مین ذرا شک نہین کہ مشہد مختلف قومون ۔ مختلف پیشون ۔ مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کا مجمع ہے جو خانقاہ کے محور کے گرد گھومتا ہے ۔ جس طرح مشہد کے حصہ وسطی مین متبرک چار دیواری قایم ہے اسی طرح اہل مشہد کی زندگی بھی اسی قلب سے قایم ہے جو اوہام ۔ کرامت پرستی اور ریاکاری کا تیرہ اثر چارون طرف پھیلاتا ہے ۔ کونولی کی اس رائے کے صائب ہونے مین کلام نہین ہو سکتا کہ مشہد کے ملاؤن مین سے اکثر گندم نما اور جو فروش ہوتے ہین ۔ جنکا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ جو لوگ امام صاحب کی درگاہ کی زیارت کو آئین اونکو جس طرح ہو سکے لوٹین مجتہد سے لیکر نابالغ تک کے ذہن مین یہی دہن سمائی ہوئی ہے اور خدام درگاہ زایرون کے روپیہ پر ہی اکتفا نہین کرتے

بلکہ امام صاحب کی درگاہ کو درست حالت مین رکھنے کے لیے جو روپیہ مخصوص ہونا چاہیے
اوس پر بھی دست تغلب دراز کرتے ہین۔"

خانقاہ کا انتظام

قدیم زمانہ سے خانقاہ کا انتظام ایک عہدہ دار کے ہاتھ مین رہا آیا ہے جو
متولی باشی کہلاتا ہے۔ متولی باشی کے لئے لازمی نہین ہے کہ وہ طبقہ علماء سے تعلق
رکھتا ہو بلکہ عموماً وہ ارباب دنیا مین سے ہوتا ہے۔ اپنے عہدہ کے امتیاز کی وجہ سے متولی
باشی مشہد مین اخص الخواص سمجھا جاتا ہے اور اقتدار و رسوخ کے لحاظ سے وہ گورنر جنرل
خراسان سے کچھ کم نہین بلکہ اکثر اوس پر بھی فوقیت لے جاتا ہے۔ موجودہ شاہ کی طاقت
کا یہ کچھ کم ثبوت نہین تھا کہ دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی اوس نے اپنے بھائی رکن الدولہ
کو جو میرے خراسان پہونچنے کے وقت وہان کا گورنر جنرل تھا متولی باشی کے عہدہ پر
مامور کرنے سے مذہبی عنصر کو سلطنت کے انتظامی عنصر کا مطیع و محکوم بنا لیا۔ تاریخ مین یہ پہلا
واقعہ تھا کہ دونون عہدون پر ایک ہی شخص کا تقرر عمل مین آیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس نسبت
سے مجتہدین کی مذہبی طاقت گھٹ گئی اوسی نسبت سے فرمانروائے وقت کی سیاسی طاقت
بڑھ گئی۔ اقتدار اور ناموری کے لحاظ سے متولی باشی کے بعد کمتر درجہ کے متولی ہین۔
جن مین سے بعض کی خدمت موروثی ہے اور بعض کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ ان کے بعد
مجتہد ہوتے ہین جنہین بہت کچھ امتیاز اور رسوخ حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتون مین
شاہ کی طرف سے ان کے کچھ وظائف بھی مقرر ہوتے ہین۔ ان سب کے بعد ملاؤن کا

درجہ ہے جن کا کام یہ ہے کہ وعظ اور امامت کرین اور جو کچھ زایرون سے وصول کرسکین
اوس سے قوت بسری کرین۔ ممتاز تر مجتہدین کو نہایت درجہ مقدس خیال کیا جاتا ہے
جب وہ مسجد مین نماز پڑہنے کے لئے داخل ہوتے ہین تو بہت سے لوگ اون کے
پیچھے نماز پڑہنے کے لیے جمع ہوجاتے ہین اور وہ اپنے خالی وقت کا بہت کچھ حصہ
بلا تفریق وامتیاز جوش وخروش اور گریہ وزاری کرنے مین گزارتے ہین۔ جب مین مشہد
مین پہونچا تو مذہبی ماتم کا زمانہ تہا۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا غم
کیا جارہا تھا۔ تعزیے نکالے جارہے تھے۔ متبرک مقامات مین لوگون کا ہجوم تھا اور
ڈہولون نقارون کے بجنے اور لوگون کے چلانے سے رات نمونہ رستخیز بن رہی تہی
انگریزی قونسل خانہ کے قریب جہان مین ٹھیرا ہوا تھا کوئی نہایت ہی خوش اعتقاد شخص
رہتا ہوگا۔ کیونکہ اوسکے شیون وبکا نے تمام مکان سر پر اٹھا لیا۔ بیچارے اوس کے رونے
اور چلانے کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آئی اور پڑا پڑا مین بہی دل مین اوسے کوستا رہا۔

چار دیواری کا رقبہ

بست کے ایک پھاٹک سے لیکر دوسرے پھاٹک تک جس زمین کا احاطہ چار دیواری
نے کر رکہا ہے۔ اوسکا رقبہ کم از کم ½ مربع میل ہوگا۔ مغربی دروازہ پر نقار خانہ قایم ہے اور
یہان سے دوسرے ایرانی دار الحکومتون کی طرح شام کے وقت ڈہول نفیری اور جہانجہ
کی غیر خوش آیند آواز بلند ہوا کرتی ہے۔

متعہ[۱]

بعد ازانکہ مین خانقاہ اور اوس کے زایرون کا ذکر ختم کرون اس امر کا بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ مشہد کی زندگی کا سب سے زیادہ عجیب وغریب پہلو وہ سامان عیش ہے جو زایرون کے لئے اونکے اثنائے قیام مشہد مین بہم پہونچایا جاتا ہے۔ زایرون کو جو دور دراز سفر اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جو مصیبتین اور صعوبتین اونہین سہنی پڑتی ہین۔ جو رنج و فراق اپنے گھر اور اپنی بیوی بچون سے جدا ہونے کے باعث اونہین برداشت کرنا پڑتا ہے اوسکے لحاظ سے بہ منظوری قانون مذہبی دربارہائے ارباب اجتہاد اُن کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ اثنائے قیام مشہد مین عارضی نکاح سے متمتع ہولین۔ مشہد مین ایسی عورتون کی ایک کثیر اور مستقل تعداد ہے جو ہنگامی زوجیت کے لئے تیار رہتی ہین[۲]۔ فریقین کسی ملا کے پاس جسکا ملنا دشوار نہین ہوتا ہے چلے جاتے ہین اور اوس کی اجازت سے

---

[۱] مصنف نے اس موقعہ پر لفظ "پراسیٹیوٹیشن" استعمال کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس مقام کا موضوع متعہ ہے جو اہل تشیع کے نزدیک مذہبی لحاظ سے جائز اور مستحسن ہے اس لئے مین نے لفظ مزبور سے قطع نظر کرکے متعہ لکھا ہے۔ صیغہ کے معنی کے سمجھنے مین بھی مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ صیغہ سے مراد نکاح ہے نہ کہ خود وہ عورت جس سے نکاح کیا جائے۔ اسکے علاوہ متعہ ایسی چیز نہین ہے جو مشہد ہی سے مخصوص ہو جیسا کہ مصنف کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ہر مقام اور ہر وقت مین ہو سکتا ہے۔ مترجم

[۲] صیغہ یعنی ہنگامی زوجہ سے ایک دن سے لیکر ۹۹ برس کی مدت تک کے لئے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ عورتین پورے زمانہ کے لئے صیغہ بنائے جانے کو عقدی یعنی حقیقی زوجہ ہونے پر ترجیح دیتی ہین۔ عقدی کو اوس کا شوہر جب چاہے طلاق دے سکتا ہے لیکن صیغہ کو مدت معینہ معاہدہ سے پہلے باستثنائے اوس صورت کے جبکہ اوس سے براعمالی سرزد ہو جدا نہین کیا جا سکتا۔ بڑے شہرون مین محدود عرصہ کے لئے جو عورتین صیغہ بنائی جاتی ہین اونہین نیم طوائف سمجھنا چاہیئے۔

معاہدہ نکاح مرتب کیا جاتا ہے جسپر فریقین کی مہرین ثبت کی جاتی ہین۔ اور مقررہ شرح فیس کے ادا کرنے کے بعد نکاح قانونی طور سے کامل ہو جاتا ہے۔ پندرہ بیس دن یا جو کچھ بھی میعاد مقرر ہو اوس کے گزر جانے کے بعد نکاح کی مدت ختم ہو جاتی ہے۔ عارضی شوہر کسی دور دراز سرزمین مین اپنی پہلی محبوبہ کے پاس واپس چلا جاتا ہے اور عارضی زوجہ چودہ دن کی عدت کے ختم کرنے کے بعد پھر کوئی نیا شوہر ڈھونڈ لیتی ہے۔ بالفاظ دیگر عیاشی کا ایک مہتم بالشان طریقہ مذہب کی اجازت سے مشہد مین رائج ہے۔ ایشیا کے اور کسی شہر مین غالباً اتنی بدکاری نہین ہوتی جتنی مشہد مین اور مجھے افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ جو زائر حضرت امام رضاؑ کے مزار کی دہلیز کو بوسہ دینے کے لئے بحر و بر کو طے کرتے اور مصیبتین جھیلتے ہوئے آتے ہین۔ اونکے دل مین اثنائے سفر مین اسی خیال سے بھی کچھ کم تشفی اور تسکین نہ ہوتی ہوگی کہ مشہد مین پہونچکر ان زحمتون کی تلافی ہو جائیگی۔ اور وہان ہم خوب کھیل کھیلین گے۔

نادر شاہ کا مقبرہ

وہ نامور فاتح نادر شاہ جس نے اس شہر کی سرپرستی کی اور اسکو مزین و آراستہ کیا ابتداءً یہین دفن کیا گیا تھا۔ اپنے حین حیات مین اوس نے اپنے اور اپنے بیٹے رضا قلی مرزا کے لئے یہان مقبرے بنوائے تھے جو مسجد امام صاحب اور دروازہ بالا خیابان کے مابین واقع تھے۔ اب اون کا نشان بھی باقی نہین۔ وحشی خواجہ سرا آغا محمد خان قاجار نے جو اپنی مصیبت کے باعث اصلی کو بھولا نہ تھا تخت پر بیٹھتے ہی اپنے دیرینہ انتقام کی خواہش کو ان

دونون مقابر کے مسمار اور منہدم کرنے سے پورا کیا۔ نادر کی ہڈیان اوس کے حکم سے طہران لائی گئین اور اپنے دوسرے رقیب کریم خان زند کی خاک کی طرح اوس نے انہین اپنے محل کی دہلیز کے تلے گڑوادیا تاکہ جب کبھی وہ باہر نکلے تو اوس شخص کی مٹی کو اپنے پاؤن تلے روندتا ہوا جائے جس نے اوس پر اور اوس کے خاندان پر مظالم عظیم برپا کئے تھے۔ فریزر کے زمانہ مین یہ منہدم عمارات مشہد مین ملبے کا ایک ڈہیر ہو رہی تہین دس سال بعد برنس نے شلغمون کا ایک کہیت اوس زمین پر اگا ہوا دیکھا جس مین فاتح ہندوستان کی لاش دفن تہی۔

مشہد مین یہودیون کی آبادی

مشہد مین ابھی تک یہودیون کے بہت سے خاندان آباد ہین گو کہ اونہین اپنے مذہبی طریقہ کے بموجب اداے عبادت کی سخت ممانعت ہے اور وہ صرف خفیہ طور پر اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہین۔ ۱۸۳۸ع مین اون کے جبراً مسلمان بنائے جانے کی روایت مشہور ہے اور ایک سے زیادہ سیاح نے اوس کا اعادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر والف جو اس واقعہ سے پہلے اور اوسکے بعد دو دفعہ مشہد مین آیا اسے حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتا ہے

"واقعہ یہ ہوا۔ ایک غریب عورت کے ہاتھ پر زخم تہا۔ کسی مسلمان طبیب نے اوسے یہ نسخہ بتایا کہ کتے کو مار کر اوس کے خون سے اپنا ہاتھ تر کرے۔ چنانچہ اوسنے ایسا ہی کیا۔ مگر دفعتہً تمام شہر کے لوگ اٹھ کہڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تم لوگون نے ایسا کرنے سے ہمارے پیغمبر کی تحقیر کی ہے۔ چند لمحون مین ۳۵ یہودی مارے گئے۔ جو باقی بچے

وہ خوفزدہ ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اب وہ خفیہ طور پر پہلے سے بھی زیادہ پکے یہودی ہین لیکن اپنے آپ کو انوسیم (مجبور کئے گئے) کہتے ہین[۱]۔

والف یہ نہین بیان کرتا (جس سے اس عام جوش اور بلوے کے پھیلنے کی توجیہ ہوتی) کہ یہودن اور کتے کے مارے جانے کا واقعہ بدقسمتی سے اوس دن پیش آیا جبکہ مسلمان عیدالضحے کا جشن منانے مین مصروف تھے[۲] اوہام پرستی اور بغض وعداوت نے بڑی آسانی سے ایک ایسے واقعہ کو جس سے کسی کے دل کا ستانا مقصود نہ تھا لوگون کی نظرون مین اس صورت مین پیش کیا کہ گویا اوس کی غرض وغایت اونکے قومی مذہب کی توہین تھی اور اسی سلئے فساد برپا ہو گیا۔ اوس زمانہ کے مقابلہ مین آج کل بہت کم تعصب یہان کے مسلمانون مین ہے لیکن یہودی کو اب بھی چاہیئے کہ مشہد مین اپنا طرز عمل موءدبانہ اور منکسرانہ رکھے۔

سرکاری عمارات

خانیکاف بیان کرتا ہے کہ مشہد مین چودہ مدرسے اور سولہ کاروان سرائین ہین۔ اور

۱۔ دیکھو "نیریٹو آف مشن ٹو بخارا ان ۱۸۴۳-۱۸۴۵" (حالات سفارت بخارا ماسورہ ۱۸۴۳ء الی ۱۸۴۵ء) جلد اول صفحہ ۲۴۹ و جلد دوم صفحہ ۲۔

۲۔ مسلمانون کی روایت کے بموجب عید قربان کا جشن حضرت ابراہیم کی اس نیت کی یادگار مین منایا جاتا ہے کہ اونہون نے حضرت اسمعیل (نہ کہ حضرت اسحق) کو قربان کرنا چاہا تھا۔ جو جانور اس موقعہ پر قربانی کئے جاتے ہین۔ وہ مسلمانون کے عقیدے کے مطابق بہت کچھ باعث ثواب ہین اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانون کو پل صراط پر جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے جنت کی طرف جاتے ہوئے گزرنا پڑے گا تو یہی قربانی کے جانور

ان کے نام اور نیز تاریخ ہائے قیام بھی اوس نے گن کر بتائی ہین - جو ناظرین ان امور کے متعلق اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہون وہ اوس کی کتاب پڑھ کر یہ باتین دریافت کر سکتے ہین[1]

صنعت و دستکاری

مین نے شہر کی مقامی صنعت اور دستکاری کے متعلق کتابون مین بہت کچھ حالات پڑھے تھے لیکن یہان کی بنی ہوئی جو چیزین میرے دیکھنے مین آئین اونہین دیکھکر مجھے بڑی مایوسی ہوئی - خریدار کے لئے یہان کے بازار سے زیادہ ناقص بازار اور کوئی ہو ہی نہین سکتا - دمشقی وضع کی تلوارون کے پہل یہان عرصہ قدیم سے بنتے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداءً اس کام کے بنانے کے لئے تیمور نے دمشق کے کچھہ کاریگر یہان لاکر آباد کئے تھے لیکن چونکہ تلوارون اور پیش قبضون کے بجاے اب بندوقون اور طپنچون کا رواج ہو گیا ہے اس لئے نئی تلوارون کو کوئی نہین پوچھتا - ریشمی اور سوتی کپڑے اور مخمل یہان تیار ہوتی ہے لیکن کیفیت کے لحاظ سے بخارا کے اسی قسم کے کام کے مقابلہ مین اونہین بہت ہی ادنی درجہ حاصل ہے - شہر مین ٦٥٠ ریشم بافی اور ٣٢٠ شالبافی کے کارخانے ہین البتہ عمدہ قالینین یہان دستیاب ہو سکتی ہین خصوصاً اصلی مشرقی وضع کی قالینین جن کی بناوٹ غفت اور جن کے رنگ دیرپا ہوتے ہین اور قاین اور برجند سے آتے ہین بہم پہونچ سکتی ہین - کردی وضع کے قالین بھی اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ٣٤٥ - اوس وقت اون کے کام آئین گے -

[1] دیکھو "تذکرہ اقوام جنوبی حصہ علاقہ وسط ایشیا" (بزبان فرانسیسی) صفحہ ١٠٧ -

ایک جداگانہ شان سی لئے ہوتی ہین لیکن اسقدر خوبصورت نہین ہوتے فقط مشہد مین قالین بانی کے چالیس کارخانے ہین - ترکمانی قالین اور زیورات اور ہتیار سابق مین مشہد کے بازارون مین عام طور پر بکا کرتے تہے لیکن اب ان چیزون کو روسی یا تو ماوراالنہر مین تمام وکمال خرید لیتے ہین اور یا وہ یورپ کو بہیج دی جاتی ہین - ایران مین طہران کے بعد جوہر شے کا مرکز ہے گو کلان ترکمانون کے ڈیرون کے قریب استرآباد غالباً دوسرے درجہ پر بہترین مقام ہے جہان ترکمانی ساخت کی چیزین دستیاب ہوسکتی ہین - قدیم تاتاری بلکہ باختری سکے بھی بسا اوقات مشہد مین مل سکتے ہین - مین نے یہ خیال کیا تہا اور میرا ایسا خیال کرنا حق بجانب بھی تہا کہ چونکہ نیشاپور کی مشہور ومعروف فیروزے کی کانین یہان سے اسقدر قریب ہین اس لئے یہان اس پتہر کے عمدہ عمدہ نمونے مشہد کے بازارون مین موجود ہونگے - لیکن جو فیروزے میرے دیکہنے مین آئے وہ نہایت خراب تہے - جتنے اچھے پتھر ہوتے ہین وہ کان سے نکلتے ہی خرید لئے اور ممالک غیر مین بہیج دے جاتے ہین - جو پتھر باقی بچتے ہین وہ مشہد مین آتے ہین لیکن اون کی کیفیت اور قیمت ایسی نہین ہوتی کہ زائرون کی توجہ اپنی طرف منعطف کرے - نہ مجہے وہ پتہر کے ترشے ہوئے پیالے - بادیے - بدہنے اور دوسری قسم کے ظروف ہی پسند آئے جو ایک قدیم وضع کی خراد اور اوزارون کے ذریعہ سے ایک نرم پتہر کو جو اس نواح مین نکلتا ہے ترش کر تیار کئے جاتے ہین - اس پتہر کی دو قسمین ہین - ایک تو بہورا مائل بہ سرخی اور دوسرا نیلاہٹ لئے ہوئے خاکی رنگ کا ہوتا ہے - لیکن اگرچہ سیاحان سابق نے ان صنعتی

اسشیا کی نہایت تعریف کی ہے مین نہ تو اس پتھر کی عمدگی کی قدر کرسکا جس سے یہ چیزین تیار کیجاتی ہین اور نہ خود ان چیزون کی شکل کے تناسب یا جو صنعت اون پر صرف کی گئی تھی اوس کی داد دے سکا۔

شرح اجرت اور قیمت اشیا

مین مشہد مین آیا تو کاریگرون کی اجرت کی شرح حسب ذیل تھی۔ بڑھئی ۲۰ قران یعنی ایک شلنگ ۹ پنس (عہ) یومیہ۔ راج ۲ قران۔ لوہار ½۱ قران۔ عام مزدور ایک قران۔ روٹی کی قیمت ۱ پنس (۱/) فی سیر اور بکری کے گوشت کی ¾۲ پنس (۵/) فی سیر تھی مرغیان جو کوہستان مین ½۴ پنس (۳۰/) کو ملتی تھین یہان ۷ پنس (۲۰/) مین دستیاب ہوتی ہین۔ گیہون کی قیمت ۷ سیر کے لئے ۶ پنس (۶/) تھی اور جو کی ۴ پنس (۴/) سے کسیقدر کم۔

بینک اور روپیہ قرض ملنے کی سبیل

اس شہر مین ۴۴ خانگی حیثیت کے ساہوکار یعنی سود خوار ہین اور ان سب کا مجموعی سرمایہ ۹۳۱۰۰۰ تومان یعنی ۲۶۶۰۰۰ پاؤنڈ ہوگا۔ ان مین سے صرف دو کا سرمایہ دس لاکھ تومان (۲۸۵۰۰۰ پاؤنڈ) تھا۔ تین ایسے تھے جنکا سرمایہ پچاس پچاس ہزار تومان (۱۴۲۸۵ پاؤنڈ) تھا اور دو کا سرمایہ تیس تیس ہزار (۸۵۰۰ پاؤنڈ) تھا باقی کم حیثیت کے ساہوکار تھے طہران کے "نیو اورینٹل بینک" کا ایک ایجنٹ مشہد مین رہتا تھا لیکن چونکہ اس بینک نے اپنا کام ایران کے نئے "امپیریل بینک" کے تفویض

کردیا اس لئے امپیریل بینک خراسان مین قایم ہوگیا ہے جہان اوسکے لئے ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔ مشہد مین روس کے بہت سے روبل (ایک روسی سکہ) کے نوٹ (ان کی تعداد ۲۰۰۰۰۰ بیان کی جاتی ہے) زیر رواج تھے۔ انگریزی ساورن کی قیمت ۳ تومان اور ۲ قران یعنی اوسط شرح تبادلہ کے حساب سے ۱۹ شلنگ تین پنس تھی۔ ہندوستان کا روپیہ یہان اپنی پوری قیمت پر یعنی ۱ شلنگ ۵ پنس مین چلتا تھا[۵۱]۔

گورنر جنرل مشہد کی ملاقات

ثنائے قیام مشہد مین مین خراسان کے گورنر جنرل سے ملا۔ جیساکہ مین اوپر بیان کرچکا ہون یہ اعلیٰ عہدہ دار شاہ کے دو بھائیون مین سے جو بقید حیات موجود ہین ایک ہے۔ اوس کا نام محمد تقی مرزا اور اوس کا خطاب رکن الدولہ ہے اور وہ اسوقت تیسری دفعہ گورنر جنرلی کی خدمت پر مامور ہوا تھا۔ گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ مین کچھ کچھ فصل سے وہ اس خدمت پر متعین رہ چکا تھا اور بیچ مین کبھی کبھی کسی دوسرے دعوے دار کے شاہ کی نظرون مین چڑھ جانے یا زیادہ رشوت دے سکنے کے باعث ہٹا بھی دیا گیا جاتا رہا تھا[۵۲]۔ اوس کی نسبت یہ بات مشہور تھی کہ وہ ایک نرم مزاج اور کمزور دل کا شخص ہی

۵۱۔ مال اور تجارت کی سیاسی رپورٹ نشان ۵۳، بابت ۱۸۹۱ء۔

۵۲ سال روان (۱۸۹۱ء) کے موسم بہار مین رکن الدولہ کو خدمت گورنری سے پھر ہٹا دیا گیا جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اوسے روسیون کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اوس کی جگہ فتح اللہ خان صاحب دیوان جو سابق مین ظل السلطان کے ماتحت فارس کا گورنر تھا مقرر ہوا ہے۔

اور شاہی خاندان کا شیوۂ کفایت شعاری روس کے حصّہ مین بھی آیا ہے لیکن سیاسی امور مین وہ دنیا سازی سے کام لیتا ہے۔ البتہ اوسکے مشیر خاص کی ہمدردی علی الاعلان روسیون کے ساتھ تھی۔

ارک

ارک یا قلعہ جس مین گورنر جنرل رہتا ہے شہر کے جنوبی و مغربی حصّہ مین واقع ہے اور ایک وسیع میدان شہر کے اور اسکے درمیان حائل ہے۔ ارک کے گرداگرد پست دیوارون اور برجون کا ایک حصار کھنچا ہوا ہے اور دو برجون کے درمیان ایک پھاٹک مین سے جسکے اوپر شیر و آفتاب کا ایک دھندلا سا مضحکہ انگیز نقش نظر آ رہا تھا ہم اندر داخل ہوئے اور ایک لمبی ڈاٹ کی چھت کی گلی مین سے گذرتے ہوئے ایک وسیع صحن مین پہونچے۔ یہان ہم گھوڑے سے اُترے اور ایک کثیف چار دیواری مین سے ہوتے ہوئے جس مین پھولون کی پریشان کیاریان تھین ہم ایک چھوٹے اندرونی صحن مین داخل ہوئے جہان بہت سے ملازمین اور خدام کھڑے ہوئے تھے جو ہمکو ایک دیوانخانے مین جو دوسرے سرے پر تھا لے گئے۔

رکن الدولہ کے ساتھ میری گفتگو

یہان گورنر ہم سے ملنے کے لئے بڑھا۔ وہ پست قد اور بہت ہی جسیم ہے لیکن اوسکے چہرہ سے ہردلعزیزی کے آثار پائے جاتے ہین اور گو شاہ سے اوس کی شکل نہین ملتی تاہم نسل قاجار کے متناز خال و خط سے آراستہ ہے۔ اوسکے سر کے بال تو

تہے لیکن اوس کی ڈاڑہی کی کہونٹیان سفید تہین سر پر دہ برے کی کہال کی کلاہ پہنے تہا اور اوس کا باقی کا لباس کشادہ دامن والے معمولی سیاہ کوٹ اور ایران کے امرا کی پتلون پر مشتمل تہا اوس کے ہاتہون مین سفید سوتی دستانے تہے اور خوش اخلاقی کے طور پر اوس نے اپنے ہاتہون کو اپنے سینے پر آڑا جوڑ ار رکہا تہا۔

ہماری گفتگو کچہ بہت زیادہ دلچسپ نہ تہی کیونکہ گورنر نے صرف اخلاق آمیز رسمی جوابات پر اکتفا کی۔ جب مین نے اوس سے دریافت کیا کہ آیا آپ کے خیال مین ریلونکا ایران مین قایم کیا جانا قرین احتمال ہے۔ تو اوس نے یہ مبہم سا جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالے جن ریل کے سلسلون کا ایران مین قایم ہونا ممکن ہے اون کے متعلق اوس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ظن غالب یہ ہے کہ طہران سے قم تک سب سے پہلے ریل کا سلسلہ قایم کیا جائیگا اوس نے یہ بہی بیان کیا کہ میرے صوبہ کی معدنی پیداوار بہت بڑی ہے (جو غالباً صحیح ہو) اور سونے۔ چاندی۔ سیسے۔ تانبے اور کوئلے پر مشتمل ہے۔ جب مین نے اوس سے یہ دریافت کیا کہ آیا خلائق عامہ کو یہ بات معلوم ہے کہ شاہ نے حال مین یوروپ کا جو سفر اختیار کیا ہے اوس کے اثنا مین یوروپ نے اور بالخصوص انگلستان نے اوسکا استقبال کس طور پر کیا تو اوس نے یہ جواب دیا:۔ "عوام الناس کو یہ حالات کیسے معلوم ہو سکتے ہین۔ صرف عہدہ دارون اور اعلی طبقہ کے لوگون کو اس کی کیفیت معلوم ہے۔ طہران مین تین اخبار شایع ہوتے ہین اور ان مین سے ایک کی سو کا پیان ہر ہفتہ مشہد مین آتی ہین۔ بعد مین جب شاہ کا سفرنامہ شایع ہوگا تو لوگ پڑہین گے اور اوسوقت اون کو سب حال معلوم

ہو جائیگا۔

رکن الدولہ کی ملاقات سے مجھہ پر جو اثر ہوا وہ اوس اثر سے مختلف نہ تھا جو متعدد ایرانی اعیان سلطنت کی گفتگو سے جن سے بعد مین مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میرے دل پر پڑا اور وہ یہ کہ اگرچہ اعیان موصوف مجرد طور پر اپنے ملک کی اندرونی ترقی اور فلاح کے متمنی ہین۔ لیکن عملی طور سے اس مقصد کی تکمیل کے لئے بالکل کوئی کوشش نہین کرتے اور جس حالت مین ہین اوسی مین خوش ہین۔

فوج متعینہ مشہد

اگلے باب مین مین صوبہ خراسان کی فوجی طاقت کے متعلق کسیقدر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرونگا۔ فی الحال مین صرف اوس فوج کا ذکر کرتا ہون جو مشہد مین ہے یہان تین پیدل پلٹنین آٹھہ آٹھہ سو جوانون کی متعین ہین جو بالعموم صوبہ آذربایجان کے ترکی صوبہ سے بھرتی کی جاتی ہین۔ اس احتیاط کا مقصود یہ سمجھا جاتا ہے کہ فوج والون اور شہر کے لوگون مین رابطہ اتحاد قایم ہونے نہ پائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ارک مین بیس ہلکی توپین موجود ہین۔ لیکن چونکہ وہ کبھی باہر نہین لائی جاتین اور توپچی اون کے چلانے کی کبھی مشق نہین کرتے اور توپخانہ کے گھوڑون سے بھی ان کے متعلق کبھی کام نہین لیا جاتا اسلئے حقیقی جنگ مین غالباً یہ توپخانہ زیادہ مہیب نہ ثابت ہوگا۔

مشہد دول خارجہ کے قونسل

صرف دو طاقتون کے وکیل مشہد مین متعین ہین اور وہ طاقتین برطانیہ کلان اور روس

زمین اور ظاہر ہے کہ انہین دونون طاقتون کو یہان وکیل رکھنے کی ضرورت بھی ہے - جو واقعات برطانوی اور روسی قونسلون کے یہان مقرر کئے جانے کا باعث ہوئے اور جو میرے مشہد پہونچنے سے کچھ ہی عرصہ پہلے ظہور مین آئے ایسے نہین کہ اون کا یہان ذکر نہ کیا جائے - اوّل اوّل روس نے ۱۸۸۸ء کے آخری حصّہ مین اس بارہ مین تحریک کی ۱۸۸۱ء کے عہدنامۂ اخال و خراسان کے ساتوین فقرے کی رو سے اوسکو ایران کی سرحدی چوکیون پر وکیل متعین کرنے کا استحقاق حاصل تھا [۱] - لیکن اس عہدنامہ مین کسی قونسل یا قونسل جنرل کے تقرر کا ذکر نہ تھا - مشہد کو کسی ممکن الوقوع صورت مین سرحدی مقام سے تعبیر نہین کیا جا سکتا تھا اور ترکمانون کے جھگڑے سے اوس کا بعید ترین تعلق بھی نہ تھا - اسکے علاوہ شاہ اس امر کا خاص طور سے مخالف تھا کہ خراسان کے مذہبی دار الحکومت مین کوئی ایسی دست اندازی کی جائے - روس اور برطانیہ کلان دونون ایک عرصہ دراز سے یہان دیسی مختار مقرر کر رکھے تھے مگر جو انگریزی عہدہ دار مثلاً جرنیل مکلین اور کرنیل اسٹوارٹ بطور خاص اس سرزمین مین سیاسی خدمت پر مامور کئے گئے وہ کسی دوسری جگہ سکونت رکھتے تھے یا اپنا مستقر ایک جگہ سے دوسری جگہہ بدلتے رہتے تھے اور کبھی مستقل طور پر

۱؎ یہ فقرہ حسب ذیل ہے:- اس عہدنامہ کی شرائط کی پابندی اور تعمیل کے لحاظ سے اور اس غرض سے کہ جو ترکمان سرحد ایران پر رہتے ہین اون کے چال چلن کی نگرانی کی جائے ہز امپیریل شہنشاہ روس کی گورنمنٹ کو ایران کی تمام سرحدی چوکیون کے لئے وکیلون کے نامزد کرنے کا حق حاصل ہوگا - اون تمام معاملات مین جو فریقین معاہدہ کے مقبوضات سے ملے ہوئے اضلاع مین امن و آسایش کے قیام کے متعلق ہون وکلائے متعینہ روسی اور ایرانی حکام کے باہمی تعلقات کا واسطہ ہون گے -

مشہد مین نذر ہے تھے کیونکہ اونہین ہمیشہ یہ یقین دلایا جاتا رہا کہ یہان رہنے مین اونہین جان کا خوف ہوگا۔

موسولساف کا تقرر

روس نے کچھ عرصہ سے فیصلہ کر لیا تھا کہ اوس کی اغراض متعلقہ خراسان اس امر کی مقتضی ہین کہ مشہد مین اوس کا ایک وکیل سرکاری طور سے رہے۔ چنانچہ زار نے موسولساف روسی قونسل متعینہ رشت کو جو ایران کے سیاسی مسائل کو اچھی طرح سمجھنے کی وجہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر خیال کیا جاتا ہے مشہد کا قونسل جنرل نامزد کیا اور شاہ کو اطلاع دیگئی کہ اوسے اس تقرر کی نسبت اپنی منظوری دینی ہوگی۔ یہ تحکمانہ طرز عمل شاہ کو نہایت ناگوار گذرا اور کچھ عرصہ تک منظوری نہین دی گئی۔ لیکن روس کی طاقت شمال کی طرف اس درجہ مستحکم ہے کہ جن تجاویز کو وہ معرض عمل مین لانا چاہے اون کی زیادہ عرصہ تک یا حقیقی طور پر مدافعت کرنا ایران کے لئے نہایت خطرے کا باعث ہے۔ چنانچہ کچھ توقف کے بعد منظوری دی گئی اور ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین موسولساف کی ماموری مشہد مین عمل مین آئی۔ جب ایک دفعہ روسیون کے ساتھ ایسی رعایت عمل مین لائی گئی تو انگریزون کو بھی اوس سے متمتع ہونے سے روکا نہین جا سکتا تھا۔ عرصہ جنرل مکلین جو کچھ مدت سے افغانی و ایرانی سرحد پر گورنمنٹ ہند کی سیاسی وکالت نہایت قابلیت سے انجام دے رہا تھا ساتھ ہی مشہد کا قونسل جنرل مقرر ہوا اور اپنی خدمت پر اپنے روسی ہم عہدہ معاون سے کچھ عرصہ پہلے پہونچکر اوس محدود سیاسی جماعت کا رکن رکین قرار پایا جو خراسان

کے دارالحکومت مین اسطور سے وجود پذیر ہوئی تہی۔

روسی قونسل خانہ

گورمنٹ روس کچہہ عرصہ سے اس موقعہ کے لئے تیاریان کرہی تہی جو ایجنٹ کی طرف سے یہان مامور تہا اوسکے رہنے کے لئے ایک وسیع مکان جسکے حوالی کشادہ تہے اور جو شہر کے ایک عمدہ حصہ مین واقع تہا دیا گیا تہا۔ چنانچہ اس عمارت مین جو ایک بڑے شہنشاہ کے وکیل کے سرکاری مکان ہونے کے لئے بالکل موزون تہی موسیو لساف فوراً چلا آیا۔ اور روسی پرچم اوسکے دروازے پر لہرانے لگا۔ چار روسی کاسک اور ایرانی فوج کے کچھہ سپاہی جو گورمنٹ ایران کی طرف سے دونون قونسلون کی حفاظت کے لئے مامور ہوئے تہے باہر جاتے وقت قونسل کے آگے آگے چلتے تہے اور مشہد کے لوگ جن کا مذہبی تعصب بالکل سلبی ثابت ہوا بہت جلد اس غیر عنصر کے جو اس فوجی شان کے ساتھ شہر مین نکلتا تہا عادی ہو گئے۔ اس مین ذرا شک نہین کہ ایک لایق روسی افسر کے عملہ کے ساتہہ موجود ہونے اور وسیع حوالی اور ایک شاندار عمارت کی وجہ سے جو اثر لوگون کے دلون پر پڑا ہوگا اوس سے ضرور ہے کہ مشہد مین روسیون کا رسوخ بہت کچھ بڑہ گیا ہو اور گو اس رسوخ کو بعض دفعہ شاہانہ اور فوری تحکم کے ساتھ عمل مین لایا جاتا ہے لیکن پھر بھی اس سے اس رسوخ مین باعتبار شدید الکیفیت ہونے کے کوئی فرق نہین آتا۔ مشہد مین ایک زبردست روسی وکیل کا موجود ہونا گویا اوس بڑی طاقت کی محسوس علامت ہے جسکے نقل وحرکت اور منصوبون کے متعلق مشرق کی

ہر بازار مین گفتگو ہوا کرتی ہے اور جس کا ہر وقت بڑھنے والا سایہ جسے دیسی لوگ بیخودی کے عالم مین سر تسلیم خم کئے ہوئے دیکھتے ہین ایک گرجنے والے باول کی طرح افق کی طرف سے بڑھتا ہوا ملک پر چھا رہا ہے۔

انگریزی قونسل خانہ

اخبار "تائمس" کو جو مراسلات ... نے بھیجے اون مین سے ایک مین حسب ذیل تحریر مندرج تھی: "افسوس ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اپنے مختار کے رہنے کے لئے ایسی طرح کا شاندار مکان تیار نہین کر سکی۔ اس ضرورت کے لئے روس کی طرح انگلستان نے پہلے سے تیاری نہ کر رکھی تھی اور جس عمارت پر اب برطانوی قونسل خانہ کی علامت ثبت ہے اور انگریزی پھریرا اڑتا ہے اوس کی ظاہری شان ایسی نہین کہ اپنے مکین کے رتبہ اور امتیاز کا کچھ بھی ثبوت دے سکے۔ یہ امر نہایت ہی باعث ذلت ہے کہ برطانوی قونسل جنرل ایسے پست اور تیرہ حال مکان مین بود و باش رکھے۔ گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنے سفیر کی شان اور حیثیت کے موافق فوراً کسی ایسے مکان کا انتظام کرے جس سے یہان کے لوگون کے دلون مین ایک عظیم الشان اور دولتمند طاقت کا رعب بیٹھ سکے"۔

مجھے یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ اس بارہ مین گورنمنٹ میری ہم خیال نکلی اور اوس نے ایک معتد بہ رقم کی منظوری اس غرض سے دی کہ ایک قطعۂ زمین خرید کر اوس پر ایسی عمارت قایم کی جائے جو برطانیہ کلان کی عظمت و شان کے شایان ہو۔ جنرل مکلین جس نے خراسان مین برطانیہ کلان کی وکالت کی خدمت نہایت قابلیت سے انجام دی ہے



مشہد کا ہنگامی انگریزی سفارتخانہ

اوس کا پہلے پہل یہ قصد تھا کہ شہر پناہ کے باہر ایک شاداب اور سیر حاصل باغ جس کا رقبہ تقریباً تیس ایکڑ تھا خرید اجائے لیکن جو اطلاع ہمیں سب سے بعد مین ملی وہ یہ ہے کہ یہ خیال ترک کر دیا گیا ہے اور غالباً شہر ہی مین کوئی قطعہ آراضی خرید لیا جائیگا۔

اراکین و تقررات

برطانوی سفارت کے اراکین نظام سفارت کے پوری طرح سے ترکیب پاجانے کے بعد (کیونکہ ابھی تک اس کی حالت ابتدائی ہے) قونصل جنرل مع اوس کا مددگار اور ایک نائب قونصل ہون گے ہندوستانی فوج کے رسالون مین سے دو سارجنٹ اور تین سپاہی پہرے کے لئے خانگی طور پر مامور کئے گئے ہین ان کی خوشنما وردی اور خوش آیند وضع سے دیکھنے والے پر خواہ مخواہ اچھا اثر پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ ایران کی طرف سے ایک سارجنٹ اور چھہ جوان سرکاری طور پر پہرے کیلئے متعین ہین۔ انگریزی قونصل خانہ سے ۲۲ ترکمان سوارون کا ایک دستہ بھی متعلق ہے۔ یہ ترکمان پنجدہ کے قبیلہ سارق سے تعلق رکھتے ہین اور اوسوقت سے جب کہ سرحد افغانستان کا شروع شروع مین جھگڑا ہوا یہ انگریزونکے ساتھ ہین اور اب مشہد اور ہرات کے درمیان خانگی ڈاک لے جانے پر مامور ہین۔ اس ڈاک کا سلسلہ ہرات مین امیر افغانستان کی ڈاک سے جاملتا ہے

حاشیہ صفحہ ۳۵۶۔ جنرل مکلین اب اپنی خدمت سے سبکدوش کیا جا چکا ہے (۱۸۹۱ء) اور اوس کی جگہ مشہد کا قونصل جنرل مسٹر ئے الیاس مقرر ہو کر آیا ہے جو ہندوستان کی سول سروس (طبقہ ملازمت ملکی) مین نہایت ممتاز اور سر برآوردہ ہے۔

اگر یہ افغانستان اپنے ماتحت خراسان کے شمالی حصون مین ہو تو بعض دفعہ ویسرا ے کشور ہند کا کوئی ضروری مراسلہ نہایت آسانی اور سرعت کے ساتھ اس دور کے راستے اوسکے پاس پہنچ دیا جاتا ہے۔ جب ایک شاندار اور موزون حوالی کی عمارت تیار ہو جائیگی تو برطانوی قونسل جنرل جو گورنر جنرل ہند کا ایجنٹ بھی ہے اس اعانت اور تائید کی وجہ سے اپنی شان اوہمیت ایسی رکھ سکے گا جو اوس طاقت ذوالریاستین کی رفعت وعظمت کے شایان ہوگی جس کا وہ مختار ہے اور جو ایسے ملک مین اور ایسے لوگون کے لئے لوازم سی ہے جن کی نظرون مین آداب ظاہری اور نمایش کو گویا حصول نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

قونسلون کی کارروائی

یہ تو مشہد مین دونون طاقتون کی ظاہری یا سیاسی حیثیت کا حال ہے۔ اب مین اُن کثیر التعداد انتظامی کارروائیون کا ذکر کرتا ہون جو دونون قونسلون کو انجام دینی پڑتی ہین کیونکہ روس اور برطانیہ دونون کی صدہا رعایا کو مشہد مین تجارتی اغراض سے آنا پڑتا ہے رعایاے برطانیہ جو یہان آتے ہین زیادہ تر ہندو اور چند کشمیری ہوتے ہین جو بمبئی سے براہ بندر عباس یہان تجارتی مال لاتے ہین یا بعض دفعہ وہ افغان یا ایرانی ہوتے ہین جو انگریزی رعایا ہو گئے ہین۔ جو افغان مشہد مین آتے ہین وہ اون حقوق سے جو انگریزی رعایا کو حاصل ہین مستفید ہونے کے لئے اپنی پوری رضامندی کا اظہار کرتے ہین حالانکہ امیر اپنے علاقہ مین بہ تقاضاے نخوت وغرور کسی ایسے حق کے تسلیم کئے جانے کا ہرگز روادار نہین۔ خراسان مین روس کی رعایا ارمنی۔ قاف کے مسلمان۔ ترکمان۔ ماوراءالنہر کے

باشندے۔ مرو اور بخارا ئی ہین۔ ان رعایا کے ناموں کے درج رجسٹر کرنے اور ان کے کاروبار مین اونہین عاجل مدد دینے مین روسیون کو اسپتے طریقہ پروانہ راہداری کی وجہ سے بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ اس طریقہ کے ذریعہ سے درخواست گذار کا تشخص۔ قومیت اور سکونت فوراً دریافت ہو سکتے ہین۔ انگریزون نے اس نہایت ہی مفید طریقہ کو کبھی اختیار نہین کیا اور اس لیے جن اشخاص کو انگریزی ظل حمایت مین ہونے کا دعویٰ ہو اون کے دعاوی کی حقیقت کی تحقیق مین بہت کچھ وقت اور محنت صرف کرنی پڑتی ہے اور کبھی کبھی بسا اوقات ایرانی حکام کو اوس پر اعتراض ہوتا ہے اور بڑی مشکل سے بہت دیر کے بعد اس کا تصفیہ اون کے حق مین ہوتا ہے۔ پس ان مشکلات اور دقتون کے لحاظ سے یہ مناسب ہوگا کہ کم از کم ایران مین پروانہ راہداری کے طریقہ کے رواج دیے جانے کے مسئلہ پر غور کیا جائے[۱۵]۔ مین یقین کرتا ہون کہ گورنمنٹ ایران اس کو نہایت ہی پسند کرے گی۔

طوس

مشہد کے نواح مین بہت کم مقامات دیکھے جانے کے قابل ہین۔ خواجہ ربیع کی مسجد کا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون مصلا جو ابتدا از ۱۶۹۹ء مین عید قربان کی تقریب کے لیے تعمیر کیا گیا تھا اور جس کی نسبت میگگریگر بیان کرتا ہے کہ شہر کے حوالی مین اگر کوئی کھنڈر دیکھنے

---

۱۵ مین نے سنا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے افغانون کو یہ اجازت دیدی ہے کہ ایرانی عہدہ دارون کی وساطت سے روسی پروانہ راہداری لے لیا کرین۔ مگر مین اس اجازت کو نہ تو حق بجانب ہی کہہ سکتا ہون اور نہ اس کی کوئی توجیہ ہی کر سکتا ہون۔

کے قابل ہے تو یہ ہے۔ اب بالکل برباد ہو جانے کے باعث ایسا نہین رہا کہ اوسکو دیکھا جائے۔ البتہ ممکن ہے کہ سیاحون کو یہ شوق دامنگیر ہو کہ گہوڑے پر سوار ہو کر طوس کے کہنڈرون کی جا کر سیر کر آئین جو مشہد سے پہلے شمالی و مغربی سمت مین پندرہ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ ایرانی روایات اس شہر کی قدامت۔ تاریخ اور انقلابات سے جو کسی زمانہ مین مشہور تھا معمور ہین۔ موجودہ کہنڈرون سے جو واضح اور نمایان ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربون کا بنایا ہوا فصیل دار شہر تھا جسکا دور قریبًا چار میل ہوگا۔ اسکے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ارک یا حصار وسطی کے آثار پائے جاتے ہین۔ وسط مین ایک وسیع گنبد دار ویران عمارت ہے۔ جو بلا شبہ کسی زمانہ مین مسجد ہوگی۔ مگر اب نقارہ خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اوڈونووَن نے جس نے اِن کہنڈرون کو بغور دیکھا ہے اور اونکا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے غلطی سے اس عمارت کو مشہور و معروف قومی شاعر فردوسی کا مقبرہ سمجھا ہے[۱] بلکہ اوسکی تابوت تک کا پتہ چلایا ہے[۲] فردوسی کا مرقد اصل مین ایک گمنام سی عمارت کے تلے تھا جو ستر سال پہلے نظر آتی تھی مگر اوڈونووَن کے سفر کے وقت اوس کا نشان بالکل معدوم

---

[۱] فردوسی کو جو سنہ ۹۴۲ء کے قریب پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۲۱ء مین انتقال کر گیا محمود غزنوی نے تاریخ ایران نظم مین لکھنے پر مامور کیا تھا چنانچہ اوس نے شاہنامہ لکھا جس مین ساٹھ ہزار بیت بزبان پہلوی درج ہین اور ان مین صرف دو عربی الفاظ پائے جاتے ہین حالانکہ اوس زمانہ مین زبان مروجہ کے ہر تین لفظون مین دو عربی یعنی غیر ایرانی الاصل لفظ ہوتے تھے۔

[۲] دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۱۴۔ الی۔ ۱۶۔ اور اوس کا مقابلہ خانیکاف کی تصنیف کے صفحات ۱۰۳۔و ۱۰۹۔ الی۔ ۱۱۰۔ سے بھی کرو۔

ہو گیا تھا اور گیہون کے ایک کھیت سے کوئی زیادہ ممتاز یادگار روس پر پھر قایم نہین کی گئی ۔

تار برقی

کہ مین سابق مین ذکر کر چکا ہون مشہد شمال کی طرف قلات نادری سے اور شمال و مغرب کی طرف کوچان و بجنورد سے بذریعہ تار برقی ملا ہوا ہے ۔ قلات سے تار برقی کا ایک سلسلہ درگز تک گیا ہے ۔ اسکے علاوہ مشہد سے سرخس کی سرحدی چوکی تک جو روسی سرحد پر واقع ہے اکہرے تار کی ایک شاخ قایم ہے مگر یہ تار اکثر ٹوٹا رہتا ہے اور اسلئے دارالسلطنت اور سرخس کے تعلقات پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع ہوتا رہتا ہے ۔ یہ سلسلہ سال رواں (سنہ ۱۸۹۱ء) مین دریائے تجند کے دوسرے کنارے پر روسی سرخس سے لیجا کر ملا دیا گیا ہے ۔ جہان روس کی فوجی چھاونی قایم ہے اور دونون تارون کا مقام اتصال دریائے تجند کی تہ ہے اس سے مشہد کا تعلق تار برقی عاشق آباد اور مرو کے ساتھ قایم ہو جاتا ہے جو روسی تفوق کا مزید ثبوت ہے ۔ فی الحال مشہد اور جنوبی علاقہ کے درمیان تار قایم نہین ہے مگر اس تجویز پر بحث کی جا رہی ہے کہ دارالسلطنت کو برجند سے بذریعہ ایک سلسلہ تار برقی ملا دیا جائے ۔ طہران اور مشہد کے درمیان ۵۰۰ میل لمبا جو خاص سلسلہ تار برقی قایم ہے اوسکی راہ مین نیشاپور ۔ سبزوار اور شاہرود پڑتے ہین ۔ اگرچہ اسکا تعلق گورنمنٹ ایران سے ہے لیکن اس کے مصارف اور نیز اس کا انتظام انڈو یورپین ٹیلیگراف ڈپارٹمنٹ سے متعلق ہین جسکی طرف سے ایک مہتمم شاہرود مین اور دو تار منشی طہران مین متعین ہین ۔ اس سلسلہ تار برقی کی ضروریات کے لحاظ سے یہ عملہ بالکل ناکافی ہے اور

تار مہینے مین کئی کئی دن تک ٹوٹا رہتا ہے۔ اوّل اوّل اہل ایران نے تار کے دفترون کو بست کی طرح مقدس خیال کیا اور کئی واقعات مشہد اور دوسرے مقامات مین ایسے پیش آئے ہین کہ ستم رسیدون اور مفرورون نے ان دفاتر مین آپناہ لی۔ اس خیال کی علت غائی یہ تھی کہ تار کا سلسلہ شاہ کے محل واقع طہران سے سیدھا آتا ہے اور اسلیئے اون مکانات مین جو بذریعہ تار شاہ کے محل سے ملے ہوئے ہین۔ امان طلب کی جاسکتی ہے۔

اجنبیون کے ساتھہ برتاؤ کا طرز

مگر مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اہل یوروپ اور عیسائیون کو جس متعصبانہ عداوت کی نظر سے دیکھنے کے لیئے مشہد ہمیشہ سے مشہور چلا آیا تھا اب وہ بالکل رفع ہوگئی ہی یہ سچ ہے کہ حکام کے مشورے سے ابھی تک احتیاط عمل مین لائی جاتی ہے اور مشہد کے یورپین رہنے والون کے لیئے یہ امر نہایت ہی تکلیف دہ تھا کہ شہر مین گھوڑے پر سوار جاتے وقت آگے اور پیچھے سوارون کا ایک دستہ حفاظت کے لیئے ہوتا تھا۔ اس سے شتر بے مہار کی طرح ہر کوچہ و برزن کی دیکھہ بھال کرنے کی اوس خواہش کا امتناع ہوتا ہے جو یورپین سیاحون کی طبیعت کا خاصہ ہے لیکن جو اہل مشرق کے خودداری اور متانت کے خیالات سے اس درجہ مختلف ہے۔ مین آٹھہ دن تک مشہد مین رہا اور ہمیشہ گھوڑے پر آتا جاتا رہا لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر مین چاہتا تو جہان میری مرضی ہوتی بلا روک ٹوک کے پیدل بھی آجاسکتا اور چند سال کے عرصہ مین یورپینون سے لوگون کی نگاہین یہان بھی ایسی ہی آشنا ہوجائینگی جیسی کہ بخارا کی گلیون یا اصفہان

کے بازاروں میں۔

مشہد سے دوسرے راستے

مشہد سے سرخس (براہ عک ور بند ویل خاتون - ٩٦ میل)۔ سر اے۔ برنس (سنہ ١٨٣٢ع) "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم۔ صفحات ٥٦ - الی - ٦٥ + کپتان آنریبل۔ جی۔ نیپیر (سنہ ١٨٧٤ع)۔ "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد چہل و ششم۔ صفحہ ١٤٦ (سنہ ١٨٧٦ع) + سر - سی - میکگریگر (سنہ ١٨٧٥ع) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان)۔ جلد دوم۔ صفحات ١ - الی - ٣٠ +

مشہد سے ہرات (دو رستے۔ سب سے زیادہ معروف رستہ براہ تربت شیخ جام و غوریان سے ہے۔ فاصلہ ٢٢٠ میل)۔ جے۔ بی فریزر (سنہ ١٨٢٢ع)۔ "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ صفحات ١١٨ و ١١٩ + لفٹنٹ - اے - کونولی (سنہ ١٨٣٠ع)۔ "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ باب دوازدہم + جے۔ پی - فیریر (سنہ ١٨٤٥ع)۔ "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ باب دہم وسی ویکم + کپتان کلاڈ - کلارک (سنہ ١٨٥٧ع)۔ "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد سی ویکم۔ صفحات ٥٤ - الی - ٧٤ + ایچ - سی - مارش (سنہ ١٨٧٢ع)۔ "رائڈ تھرو اسلام" (سفر دنیائے اسلام بسواری اسپ)۔ صفحات ١١٣ - الی - ١٣١ + سر - سی - میگریگر (سنہ ١٨٧٥ع)۔ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول باب ہشتم و نہم +

مشہد سے سیستان - (براہ تربت حیدری - باجستان - برجند و لاش جوین)۔

ڈاکٹر۔ ایف۔ فاربس (سنہ ۱۸۴۱ء) "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہاردہم (سنہ ۱۸۴۴ء) + کرنل۔ ایون۔ اسمتھ (سنہ ۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۲۴-۱ الی۔ ۳۵۶۔ وضمیمہ۔ ڈی + ڈاکٹر۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو۔ (سنہ ۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) باب نہم و دہم + سر ایف۔ گولڈاسمڈ (سنہ ۱۸۷۲ء) "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل و سوم صفحہ ۶۵ (سنہ ۱۸۷۳ء)۔

مشہد سے کاہکا۔ (ماوراء النہری ریلوے۔ براہ۔ سنگیان۔ چکساری۔ چارکوئی وکارده) میکس وان۔ پراسکووٹز (سنہ ۱۸۸۸ء)۔ "وام نیوا سترند نیچ سمرقند" (بزبان جرمنی) باب سوم۔ صفحہ ۵ +

مشہد سے دوشک (ماوراء النہری ریلوے براہ۔ کانِ گوشہ۔ خالی بست۔ نیسار حنظل آباد۔ درہ تموری۔ چاچا وقراتیغان)۔ (ذاتی اطلاع)

دوسرے رستون کے لئے جو نقشہ مین تو درج ہین لیکن اون کی تفصیل نہین دی گئی دیکھو تصنیف میگگریگر۔ جلد دوم ضمیمہ دوم۔

آٹھواں باب

خراسان† کے سیاسی و تجارتی حالات

دیکھو آتا ہے یہہ دریا کیسا لہراتا ہوا | میرے کھیتوں اور بیتوں پر تمم ڈہاتا ہوا
بن گیا اس کے عمل سے اک عظیم الشان ہلال | پھیلتا۔ اٹھتا۔ ابھرتا اور خم کھاتا ہوا

شیکسپیئر۔ ہنری رابع۔ حصہ اول۔ تیسرا ایکٹ۔ چوتھا سین۔

† خراسان کے حالات میں تصانیف مندرجہ باب پنجم و ششم و ہفتم کے علاوہ جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔ ”جاگرفیکل میمائر آف دی پرشین امپائر“ (سلطنت ایران کا جغرافی تذکرہ) معنفہ سر جے میکڈانلڈ کنیر (سنہ ۱۸۱۳ء) ”جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی“ (روزنامچہ رائل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد ہشتم صفحہ ۳۰۸ (بابت سنہ ۱۸۳۸ء) مرقومہ جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ۱۸۲۲ء) ”جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ (بابت سنہ ۱۸۴۱ء) جلد یازدہم صفحہ ۱۳۶ مرقومہ سار جنٹ گبنس (سنہ ۱۸۳۲-۳۴ء) ”جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ (بابت سنہ ۱۸۶۱ء) جلد سی و یکم صفحہ ۳۰ مرقومہ کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۵۷ء) ”ایسٹرن پرشیا اینڈ دی ہرات ٹریٹری“ (مشرقی ایران علاقہ ہرات) بزبان روسی بمقام سینٹ پیٹرسبرگ مصنفہ آر لنٹز (سنہ ۱۸۶۸ء) ”جاگرفیکل میگزین“ (رسالہ جغرافیہ) بابت یکم اکتوبر سنہ ۱۸۷۳ء مرتبہ ڈبلیو جے گل (سنہ ۱۸۷۳ء) ”جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ جلد چہل و ششم صفحہ ۶۲ و ۱۴۵ (سنہ ۱۸۷۶ء) مرقومہ آنریبل جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ء) ”پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ (روئداد رائل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد بستم صفحہ ۱۶۶ (بابت سنہ ۱۸۷۶ء) ”پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ (سلسلہ جدید جلد سوم (سنہ ۱۸۸۱ء) و جلد ہشتم صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۰ (سنہ ۱۸۸۶ء) مرتبہ لفٹننٹ کرنل سی۔ ای۔ اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۹۰ء) ”دی ٹرکمانس بیٹوین دی اولڈ بیڈ آف دی آکسس اینڈ دی نارتھ پرشین فرانٹیر“ (دریائے جیحون کی قدیم تہ اور ایران کی شمالی سرحد کے درمیان کے ترکمان) مصنفہ جرنیل پیٹروسیوچ۔ مقام طفلس (سنہ ۱۸۸۰ء) ”اسماء الاماکن والرجال در روایات خراسان“ پر ایک مضمون مرقومہ ای۔ ایچ شنڈلر (مندرجہ رسالہ ”ایکیڈیمی“ جلد اول (بابت سنہ ۱۸۸۵ء)

اس باب کا مقصد

اس باب مین خراسان کی سیاسی اور تجارتی حالت پر بحث کرنا چاہتا ہون کیونکہ فن تجارت حقیقت مین تدابیر ملکی ہی کی ایک شاخ ہے اور کم از کم ایسے ملک پر تو یہ قول ضرور راست آتا ہے جہان تجارت اور سیاست کے مقاصد کی تکمیل پہلو بہ پہلو عمل مین آتی ہو۔ جہان تجارتی ایجنٹ اکثر صورتون مین تبدیل لباس کے ساتھ سفیر سلطنت ہوتے ہون۔ اور جہان تجارت کے رستون اور منڈیون کا قبضہ کشور کشائی کا پیش خیمہ ہو۔ مین اپنے ناظرین کے سامنے اُن سیاسی و تجارتی اسباب کو پیش کرنا چاہتا ہون جو خراسان کے علاقہ کو یورپ کے فن تدبیر مملکت کا مبحث بنا کر مسئلہ خراسان کے وجود مجازی کو حقیقت کے لباس سے آراستہ کرتے ہین۔ میرا منشا اس فصل مین اوس حصہ کا بیان کرنا ہے جو برطانیہ کلان اور روس مسئلہ مزبور کے نشو و نما مین لے رہے ہین یا لے سکتے ہین اور نیز اس امر کا ظاہر کرنا ہے کہ اس کے تصفیہ آیندہ سے اون کی کیا کیا اغراض وابستہ ہین۔ مین اُن صغریٰ و کبریٰ کی مدد سے جن کے بہم پہونچانے مین مجھے کچھ کم دقت پیش نہین آئی اور جو کسی دوسری کتاب مین باقاعدہ اور مرتب طور پر دیکھنے مین نہ آئین گے یہ بتانے کی کوشش کرونگا کہ وہ تصفیۂ آیندہ ازروے احتمال کس نہج پر ہوگا۔ اولاً مین اون اجزا کی تصریح کرتا ہون جن سے مجھے بحث ہے۔

صوبہ خراسان

خراسان یعنی سرزمین خورشید ایران کا وہ صوبہ ہے جو اس مملکت کے منتہاے شمال و مشرق

مین واقع ہے۔ مغرب کی جانب ۵۶ درجہ کے طول بلد اور مشرق کی طرف ۶۱ درجہ کے طول بلد مین یایون کہئیے کہ دریاے قال تمور[+] سے ہری رود تک اِس کا علاقہ پھیلا ہوا ہے اور اوسط عرض اِس کا تین سو میل سے کچھ اوپر ہوگا۔ اِس کا زیادہ سے زیادہ طول شمالی اور مغربی گوشہ سے لیکر جنوبی و مشرقی سرحد تک ۶۰۰ میل ہے لیکن اوسط طول پانچ سو میل قرار دیا جاسکتا ہے اِس کی شمالی سرحد سلسلہ کوہ البرز کی وہ مشرقی شاخ ہے جسکا مین بیشتر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرچکا ہون اور جو اِس کو اوس علاقہ سے جدا کرتی ہے جو کسی زمانہ مین ترکمانون کے زیرنگین تھا لیکن اب دولت روس کے ماورا النہری علاقہ پر مشتمل ہے۔ اِس کے جنوب کی طرف وہ مہیب صحرا واقع ہے جو سمندر کی طرح کرمان کے دامن تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے اور اِس کے پیوند کو گویا دوسرے ملکون سے جدا کرتا ہے۔

طبعی کوائف

اِس وسیع علاقہ مین جسکے رقبہ کا تخمینہ ڈیڑہ لاکھہ سے لیکر دو لاکھہ مربع میل تک کیا گیا ہے حالات طبعی مناظر اور آب و ہوا کے لحاظ سے قدرت نہایت ہی غیر متماثل پیرایون اور مختلف الالوان لباسون مین ظاہر ہوئی ہے۔ شمال مین تو ایسے پہاڑ ہین جنکی بلند ترین چوٹیان برف سے ہمیشہ ڈھکی رہتی ہین اور

[+] سلسلہ کوہ اعلیٰ داغ کے جنوبی پہلوؤن سے نکل کر دریاے قال مور مشرق کی سمت مین چغتائی یا جوین کے میدان مین سے بہتا ہوا دریاے قراسو (آب سیاہ) سے جا ملتا ہے۔ یہان سے اِسکا رخ جنوب کی طرف بدل جاتا ہے اور مشہد و طہران کی درمیانی شاہراہ کو بمقام پل ابریشم قطع کرتا ہوا پچاس میل تک اور بہکر دشت کویر مین جذب ہو جاتا ہے۔

بارہ ہزار سے لیکر تیرہ ہزار فٹ تک بلند ہین اِس مقعد اور پر پیچ کوہستان مین پہاڑ سلسلہ در سلسلہ
واقع ہین اور ان کی درمیانی وادیان جنکا اوسط ارتفاع تین ہزار سے لیکر چار ہزار فیٹ تک ہوگا
اِن کے پہلوؤن کے رشحات سے اپنا کام وزبان ترکرکے زراعت اور آبادی کا مرکز بنگئی
ہین - اِن مین سبز کھیت لہلہاتے ہین اور دیہات وقصبات اِن کو رونق بخشتے ہین
برخلاف اِس منظر کے جو قریب قریب کوہستان الپس کے مناظر کے مشابہ اور مماثل
دشت کویر جس سے زیادہ بھیانک اور وحشت انگیز منظر انسان کے دیکھنے مین کبھی نہ آیا
خراسان کے وسطی حصہ مین اپنا فالج زدہ ہاتھ پھیلائے نظر آتا ہے - اسکے بعد جنوب
ومشرق کی طرف ایک جدید کوہستان پھیلتا ہوا چلا گیا ہے جسمین پہاڑون کی چوٹیاں
۶۰۰۰ فیٹ کی بلندی تک اٹھی ہین اور اونکے دامن مین سبز اور مزروعہ وادیان واقع ہین - با
اِس کی تلافی کے لئے دشت لوط آ نمودار ہوتا ہے جو باوجود اختلاف کے وحشت افزائی
ویرانی کے اعتبار سے دشت کویر کا مد مقابل قرار دیا جا سکتا ہے[†] -

دریا اور زراعت

ایران کے دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی زراعت کا دار و مدار پانی کی اوس مقدار پر
جو دریاؤن اور ندیون کے ذریعہ سے بہم پہونچے - سیل یا ندیان جو مٹی اپنے ساتھ بہالا

+ ان دونون صحراؤن کی مزید اور تفصیلی کیفیت اس کتاب کی ایک اگلی فصل مین درج کی جائے گی جسمین
موضوع مشرقی صوبجات ہین -

اوسکی ایک تہ ریت پر جم جاتی ہے اور جو قابل زراعت زمین اس طرح پیدا ہوتی ہے اوس کو جن ندیان یا سیلاب بعد مین سیراب کرتے ہین۔ ایک چھوٹی سی سیل جسکا نام کسف ہے جنوب کی سمت مین برجند کے قریب ایک محدود رقبۂ زمین کو آباد کرتی ہے۔ اسکے علاوہ بہت سی اور چھوٹی چھوٹی ندیان ہین جو دریاے ہری رود سے شروع شروع مین آکر ملتی ہین۔ ان کے سوا خراسان کے دریا اس صوبہ کے شمالی حصہ تک محدود ہین جسکا اس وجہ سے اون علاقون مین شمار ہونے لگا ہے جو ایران کے خرمن کہلاتے ہین۔ یہان کشف رود جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون وادیٔ مشہد مین سے بہتا ہوا ہری رود مین جا ملتا ہے۔ مغرب کی طرف کے علاقہ کو اتریک اور گرگان سیراب کرتے ہوئے بحیرۂ اخضر مین جا گرتے ہین۔ ان دونون کے درمیان اوس مقام کے قریب جہان یہ اپنا نصف فاصلہ طے کر چکتے ہین قراسو اور قال سور کی ندیان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے دشت کویر مین گم ہو جاتی ہین۔ غرضکہ یہ مجموعی تعداد ہے اوس صوبہ کے دریاؤن کی جو کل اطالیہ سے بقدر اوس کے نصف کے زیادہ بڑا ہے اور جو ہسپانیہ کے کل رقبہ سے کچھ ہی کم ہوگا۔

آبادی

خراسان کی آبادی مین بھی اوسی قدر تنوع ہے جس قدر کہ اُس کی طبعی خصوصیات مین فتوحات کی متواتر موجین اپنے ساتھ ایشیا کی مختلف بڑی بڑی اقوام کے نمونے لائین اور خود پیچھے ہٹ کر اون کو اس سرزمین مین مستقل طور پر چھوڑتی گئین۔ یہان علاوہ ایرانی قوم

کے اور خاندان آریہ کے دوسرے لوگون کے جنکا ابتدا سے یہ علاقہ مولد ومنشا ہے اون مغلون کی نسلیں بھی پائی جاتی ہین جو تیمور اور چنگیز خان کے ساتھ آئے۔ اور وہ عرب دیکھنے مین آتے ہین جنہین فتوحات اسلام کے اڈے ہوئے دریا کی لہرین یہان بہا لائین۔ انکے علاوہ یہان تاتاری۔ ترکمان اور ترک بھی آباد ہین جو حقیقت مین ایک خاندان واحد کی مختلف شاخون کے آپس مین برے جا سکنے والے نام ہین اور جنہون نے مغلون کے بعد اول تو سلجوقی اور پھر عثمانی حملہ سے مغرب مین تہلکہ ڈالدیا "انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا" کی سب سے آخری طبع مین خراسان کی آبادی حسب ذیل مندرج ہے۔

(۱) ایرانی	تاجیک	۴۰۰۰۰۰
	کرد	۲۵۰۰۰۰
	بلوچی	۱۰۰۰۰
(۲) مغل	تیموری	۲۵۰۰۰۰
	ہزارائی	۵۰۰۰۰
(۳) تاتاری	افشار قاجار	۱۰۰۰۰۰
(۴) عرب		۱۰۰۰۰۰
میزان کل		۱۱۶۰۰۰۰

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی تعداد سے تعداد متذکرہ بالا دگنی ہے۔ اصل مین خراسان کی کل

ن ۵۰۰۰۰ اور ۶۰۰۰۰ کے درمیان ہے۔ ۱۸۷۲ء کے خوفناک قحط کی وجہ سے یہان
دی بہت گھٹ گئی اور اوس نے اب تک اِس صوبہ کو پنپنے نہین دیا۔

تاریخ

اسان کی تاریخ نہایت مہتم بالشان اور انقلاب انگیز واقعات سے معمور ہے۔ سرحد
پر واقعہ ہونے کے باعث یہ مختلف اقسام کی مسلح کشاکشون کا دنگل اور اونکے لئے
مرغوب الطبع میدان کارزار بنا رہا۔ اس کے بلاد و امصار کی وسعت و فراخی کی مدح مین
ضین عرب رطب اللسان ہوئے اور تاجپوشون اور کشورستانون کے جذبات کی
ھیان اتنی آئین کہ ان کے چمن اُڑ گئے۔ بڑے بڑے شہنشاہون نے اِس کو
دارالحکومت قرار دیا اور عظیم الشان سلطنتون کا یہ مدار بنا رہا ایک زمانہ وہ تھا کہ اِس کا نام
ن کر ذہن اوس مملکت کے تصور کی طرف منتقل ہوتا تھا جسکی شمالی سرحد خوارزم (خیوا)
مرونک اور دریاے جیحون تک پھیلی ہوئی تھی۔ جسمین بلخ جوام البلاد تھا واقع تھا جس کا
ز ہرات تھا اور جو قندہار† سے بہت دور پرے تک چلی گئی تھی۔ زمانۂ مابعد مین جب اِس کے
ز ایکے بعد دیگرے پراگندہ ہوتے گئے اور خود مختار حکومتین اِس کے منتشر حصون مین
یم کی گئین تو اِس کی حدود بتدریج سمٹتی چلین حتےٰ کہ سلاطین ایران کے لئے یہ کہنا بھی بعض

ملک شاہ واپ ارسلان کے بیٹے کی نسبت یہاں تک بیان کیا ہے کہ یروشلیم۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ بغداد۔ اصفہان
ے۔ بخارا۔ سمرقند۔ اور گنج اور کاشغر مین اوس کی صحت کے لئے ہر روز دعائین مانگی جاتی تھین۔" دیکھو تاریخ
ران مصنفہ میلکم جلد اول صفحہ ۲۱۷۔

اوقات مشکل ہوگیا کہ اونکے قبضۂ تصرف مین درحقیقت خراسان کا کس قدر حصہ تھا۔ اِس صدی (اُنیسوین صدی) کے آغاز مین شمال کی طرف سرحدی لڑائیون کی وجہ سے ویران ہو جانے اور سرکش سرداران قبائل اور مصروف پیکار جرگون کے موجود ہونے اور عام طور سے ہرات کی سیاسی قسمت کے تغیر پذیر ہونے کے باعث خراسان شاہان قاچار کے علاقہ کا کمزور ترین اور زد مین آنے والا حصہ ہوگیا۔ گویا کہ باقی ہر ایک اعتبار سے ایک متحد اور مرتبط دولت کے لئے یہ ایک طرح کا آئرلینڈ بن گیا جس کی وجہ سے آئے دن ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ مین شور و شر برپا ہونے لگا۔ بہ زور شمشیر مطیع و منقاد اور مسخر کئے جانے پر بھی ایک عرصہ تک اِس کی ظاہری سطح امن و سکون کے نیچے فساد و شورش کی چنگاری دبی رہی اور ہر وقت یہی خوف دامنگیر رہا کہ کہین واقعات اِس شرارہ کو ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل نہ کر دین۔ مسٹر ایسٹوک نے ۱۸۶۲ء مین حسب ذیل رائے سپرد قلم کی:

"خراسان مین جنگ و جدل ہر وقت برپا رہتا ہے۔ لوٹ مار قتل و غارت۔ فساد و بغاوت پانچ۔ دس۔ بیس ڈاکوؤن کی گردن زنی ایسے واقعات ہین جو ہر ہفتہ پیش آتے رہتے ہین اور قلعون یا قصبون کا محاصرہ سال مین ایک دفعہ ضرور کرنا پڑتا ہے اور ہر پانچ یا دس سال کے بعد ایک بہت بڑی جنگ پیش آیا کرتی ہے۔[۱]"

خراسان کا پورا الحاق اور انضمام ممالک محروسۂ شاہ کجکلاہ کے دوسرے علاقون کے ساتھ گزشتہ دس یا پندرہ سال سے عمل مین آنا بیان کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ شاہ مین گو اور کچھ

---

[۱] "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم صفحہ ۲۱۶۔

عیوب سہی لیکن اِس امر کے لئے تو وہ ضرور سزاوار تحسین ہے کہ اوس نے بلاشبہہ و شک اپنے کاہیدہ مگر ابھی تک متمدہ ممالک کو خوب سمیٹا ہے۔ خاندان قاجار کے سابق کے ہر بادشاہ کے مقابلہ مین اوسکی گرفت صوبۂ خراسان پر زیادہ مستحکم ہے اور مشہد مین بھی اوسکی حکومت ویسی ہی ہے جیسی طہران مین۔

مالگزاری

اِس سال گذشتہ مین کہ فتح علی شاہ کے زمانہ مین خراسان کی مالگزاری دو لاکھ تومان اور پچاس ہزار خروار غلہ[1] تھی ۱۸۷۵ء مین یہ مقدار تین لاکھ چالیس ہزار تومان اور ۵۰۰۰ ۴ خروار غلہ ہوگئی۔ ۱۸۸۹ء مین اِن اعداد مین اور اضافہ ہوگیا اور مالگزاری کی مقدار پانچ لاکھ اونتالیس ہزار تومان (۱۵۴۰۰۰ پاونڈ) اور ۳۰۰۰ ۴ خروار غلہ (جسمین سے دوتہائی گیہون اور ایک تہائی جو تھے) اور ۱۳۶۰۰ خروار کاہ قرار پائی[2]۔ اِن اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ باوجودیکہ تومان کی قیمت گھٹ گئی ہے پھر بھی اِس صوبہ کی پیداوار کی استعداد روزافزون ترقی پر ہے اور نیز یہ کہ گورنمنٹ کا انتظام اب زیادہ اچھا ہے۔

[1] ایک خروار = ۲۴۴ ½ سیر = آٹھ من ساڑھے چار سیر۔

[2] یہ اعداد اوس نقشہ کے اعداد کے قریب قریب مطابق ہین جو مجھے بطور خود ملا اور جو آگے چل کر درج کیا جائیگا۔ اوس مین خراسان کی مالگزاری حسب ذیل بتائی گئی ہے:۔ نقد پانچ لاکھ آٹھ ہزار دو سو اٹھ تومان۔ گیہون اور جو ساٹھ ہزار ایک سو تئیس خروار اور پیال اور دہان بارہ ہزار چار سو چوبیس خروار۔

تقسیم

اس کل محاصل کی تقسیم نہایت ہی دلچسپ طریقہ پر عمل مین آتی ہے جسکی توضیح آگے چل کر کی جائے گی۔ اس مین سے شاہ کو [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) جو غلہ کی اوس مقدار کی قیمت ہوتی ہے جو اوسکے حصہ مین آتا ہے یعنی جملہ [illegible] پاؤنڈ ملتے ہین باقی کی رقم افواج اور عہدہ داران دیوانی کی تنخواہون اور وظائف وغیرہ مین صرف ہوتے ہین

نظم و نسق

دوسرے عہدون اور خدمتون کی طرح ایران مین گورنری کا عہدہ بھی بالعموم سب سے زیادہ بولی بولنے والے کے ہاتھہ نیلام کیا جاتا ہے اور خریدار جو دام دیتا ہے اوسکو صوبہ متعلقہ کی پیداوار کی زیادتی یا کمی کا معیار قرار دیا جاتا ہے اور اوسی کے لحاظ سے اوسکی قیمت مشخص کی جاتی ہے۔ خراسان کا گورنر جنرل جو مشہد مین رہتا ہے بالعموم یا تو شاہی خاندان کا کوئی رکن ہوتا ہے اور یا کوئی اعلیٰ درجہ اور رتبہ کا سرکاری عہدہ دار۔ اوس کے ماتحت متعدد ضلع کے حاکم یا سردار متفاوت اقتدار و رسوخ کے ساتھہ ایسے علاقون پر حکومت کرتے ہین جو وسعت و پہنائی کے اعتبار سے قریون سے لیکر قسمتون اور قسمتون سے لیکر صوبون کے ہمسر ہوتے ہین۔ ان حاکمون کا تقرر بالعموم شاہ کرتا ہے خواہ خدمت موروثی

کیون نہو لیکن اونہین اولاً شاہ کے نائب متعینۂ مشہد کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ ان حاکمون کے ماتحت پھر چھوٹے چھوٹے افسر۔ سرکردہ اور چودہری ہوتے ہین جنکو اونکے بالادست نامزد کرتے ہین اور اونہین بھی اپنے بالادستون کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔

خراسان کے سیاسی مسئلہ کی ابتدا

ان سردارون اور حاکمون کے اغراض و مقاصد کی رقابت۔ جن قومون پر وہ حکومت کرتے ہین اون کے اختلاف و تنوع۔ اور سب سے زیادہ اون کی سرحد کا دو غیر طاقتون یعنی روس و افغانستان کے ساتھ جو مخالف ہی ہو سکتی ہین ملا ہوا ہونا خراسان کے سیاسی مسئلہ کو معرض شہود مین لاتا ہے اور انہین کثیر التعداد اسباب کو مدنظر رکھ کر یہ مسئلہ ذہن نشین ہو سکتا یا حل کیا جا سکتا ہے۔

صوبہ استرآباد

خراسان کی جنوبی اور مغربی حدود کا اکثر حصہ چونکہ سرحدی علاقہ نہین ہے بلکہ ایران کے دوسرے صوبجات سے ملا ہوا ہے اور اوس مین یا تو ایرانی رہتے ہین اور زیادہ بالکل ہی غیر آباد ہے لہذا اوسے سرحد کی تدبیر ملکی کے مسئلہ مین کچھ دخل نہین۔ اِس مسئلہ کا تعلق صوبہ استرآباد سے شروع ہوتا ہے جو اوس خطہ پر مشتمل ہے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی و مشرقی گوشہ یعنی خلیج استرآباد اور ضلع شاہ رود کے درمیان واقع ہے اور جس مین ایک زرخیز قطعہ زمین جو

گرگان اور اتریک کی ندیون کے مابین مشرق کی طرف طول بلد کے چھپنوین خط متوازی تک چلا گیا ہے شریک + ہے۔ صوبہ استرآباد مین اسی نام کا صرف ایک شہر ہے جو اس کا دارالحکومت ہے۔ اِس شہر کی آبادی آٹھ ہزار ہے اور حاکم استرآباد یہین رہتا ہے ... بندرگاہ بندر گز ہے جو تیس میل کے فاصلہ پر خلیج متذکرہ بالا کے کنارے واقع ہے۔ یہان کا حاکم اب تک سردار امیر خان سیف الملک شاہ کی ایک حرم کا بھائی تھا لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ یا تو کسی دوسرے کے مامور اور یا خود مستعفی ہو جانے کے باعث وہ علیحدہ ہو گیا بیان کیا جاتا ہے کہ اوس مین ہر ایک صفت ایسی موجود تھی جو اوس کو ایسے اہم عہدہ کے فرائض کی انجام دہی کے ناقابل بناتی اور یہ کہ وہ استرآباد مین محض اِس غرض سے بھیج دیا گیا تھا کہ طہران مین رہنے نہ پائے۔ صوبہ استرآباد کی فوجی جمعیت برائے نام ۳۸۰۰ ہے جس مین سے تین سو جوان تک قلعہ مین جو گرگان کے کنارے دارالحکومت سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مستحکم مقام ہے مامور ہین۔ ۲۹۰۰ کی جمعیت کچھ عرصہ ہوا کہ اِسی مقام پر میدان مین خیمہ زن تھی۔ باقی کے جوان یا تو مختلف مقامات پر متعین ہین اور یا سرے سے ہتھیار بند ہی نہین۔ اِس کل جمعیت مین ایک چوتھائی جوان ایسے ہین جو غیر حاضر رہتے ہین اور

+ آگے چل کر ایک باب مین جو ایران کے شمالی صوبجات کے عنوان سے لکھا گیا ہے استرآباد کے صوبے۔ اسکی نوعیت۔ اسکے ذرائع آمدنی۔ اسکی آب و ہوا اور اسکے صدر مقام کے متعلق مزید کیفیت درج کی جائے گی۔۔ یہان اسی حیثیت اوس تعلق کے بحث کی گئی ہے جو اسے مملکت ایران کے سرحدی یا سیاسی مسئلہ سے ہے۔

اس لئے اس تعداد کو کل مین سے منہا کر دینا چاہیے ۔صوبہ استرآباد اگرچہ خراسان سے جدا ہے اور گورنر جنرل خراسان کے ماتحت نہین ۔لیکن اسکو خراسان کے سیاسی معاملات پر رائے زنی کرتے وقت اس وجہ سے نظر انداز نہین کیا جاسکتا کہ ایران کے دوسرے حصون اور طہران سے خراسان مین مغرب کی طرف سے داخل ہونے کی تمام راہین اس مین سے گذرتی ہین اور اس کو تین جداگانہ مسائل کے تصفیہ مین جن مین سے ہر ایک کو خراسان کے ساتھہ نہایت قریب کا تعلق ہے براہ راست دخل ہے گو کہ یہ خراسان کے باہر واقع ہے۔ یہ مسائل عاشوراداین روسیون کے بحری چوکی قایم کرنے ۔سمندر سے شاہ رود تک کی سڑک کو اپنے حیطۂ اقتدار مین رکھنے اور گرگان اور اتریک کے درمیان یوست ترکمانون کی اطاعت گزینی پر مشتمل ہین۔

روسی عاشوراداین

نقشہ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ خلیج استرآباد کی طبعی بناوٹ خاص طرح کی ہے۔ یہ خلیج ایک دوسری مثال اون قدرتی مظاہر مین سے ایک کی پیش کرتی ہے جس کا انزلی کے متعلق پیشتر ذکر کیا جاچکا ہے جہان بحیرۂ اخضر کی مغربی ہوائین یا یاب مروابون یا کھاڑیون کی سمندر والی طرف پر ریت کے لمبے لمبے ڈھیر لگا دیتی ہین۔ خلیج استرآباد پانی کا ایک بہت بڑا قطعہ ہے جسکا طول ۴۰ اور عرض ۱۰ میل ہوگا۔ جانب شمال کھلے سمندر کی دستبرد سے اس کی حفاظت خشکی کی ایک لمبی دیواری کرتی ہے جو مغربی ساحل سے شروع ہو کر تیس میل تک

سمندر کے اندر چلی گئی ہے اور تین چھوٹے چھوٹے جزیرون پر جا کر ختم ہوئی ہے جن مین سے بعید ترین جزیرہ کو محض ایک تنگ آبنائے بحیرہ اخضر کے مشرقی یا ترکمانی ساحل سے جدا کرتی ہے جہان تک ایران کے دوسرے بحری موقعون کی حالت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے شاید ایران کبھی بھی اس کو تجارتی یا دوسرے اغراض کے لئے کام مین نہ لاتا۔ لیکن روس نے اس امر کا بھی پختہ انتظام کر لیا کہ اگر اوس کا ڈرپوک ہمسایہ ایسا خیال کبھی دل مین بھی لائے تو اوس کو دوسرے سے یہ موقعہ ہی نہ ملے۔ عہدنامہ گلستان کی رو سے جو سنہ ۱۸۱۳ء مین مرتب ہوا اور جسکی شرائط کو بعد مین عہدنامہ ترکمان چائے بابتہ سنہ ۱۸۲۸ء نے مستحکم کر دیا روس نے ایران سے یہ شرط منوالی تھی کہ کوئی مسلح جہاز جس پر ایرانی پھریرا اڑتا ہو بحیرہ اخضر پر آنے نہ پائے۔ لیکن بہ نظر مزید اطمینان و استحکام روس نے سنہ ۱۸۴۰ء کے قریب خود موقعہ پا کر جزیرہ عاشوراداکو اپنے قبضہ مین لے لیا جو جزیرہ نمائے میان قلعہ کے ایک کنارہ پر واقع ہے [۱۵]

---

[۱۵] سر ایچ۔ رالنسن نے اپنی کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) کے صفحہ ۱۴۱ پر حسب ذیل واقعات بلقید سن درج کئے ہین۔

سنہ ۳۸-۱۸۳۷ء روسیون نے اول اول عاشورادا مین قدم رکھا۔

سنہ ۱۸۴۲ء۔ سر جے میکنیل نے اون کے موجود ہونے کی اطلاع اول اول فارن آفس کو کی۔

سنہ ۱۸۴۶ء۔ روس نے جزیرہ پر مکانات تعمیر کئے اور ترکمانون کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے شروع کئے ایران نے روسیون کو یہان سے ہٹا دینے کے لئے انگلستان سے استعانت کی۔

سنہ ۱۸۴۹ء۔ انگلستان نے کوشش کی مگر اس مین کامیابی نہین ہوئی۔ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۷۹)

اس جزیرہ نما کا ذکر آگے چل کر کیا گیا ہے۔ روس نے اپنی مداخلت کو جس عذر سے حق بجانب ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸) سنہ ۱۸۵۴ء ایران نے سرکاری طور پر روس کو تخلیہ عاشوراوا کے لئے لکھا لیکن جواب یہ ملا کہ اگرچہ روس کو اس امر کا اعتراف ہے کہ عاشوراوا ایرانی علاقہ ہے لیکن تخلیہ ناممکن ہے۔

سنہ ۱۸۵۹ء۔ روسی قبضہ اس جزیرہ پر اور زیادہ مستحکم ہو گیا اور بحری قوت میں روس نے اضافہ کر دیا۔

سنہ ۱۸۶۶ء میں شاہ خود عاشوراوا گیا اور وہاں پہونچکر روس نے ترکمانون کے برخلاف روس کے اقتدارات کو توالی کو تسلیم کر لیا۔

سنہ ۱۸۱۹ء میں روس نے گز میں کچھ فوجی جمعیت متعین کرنے کی تیاریاں کیں مگر ایران کو معلوم ہو گیا اور روس نے پیشدستی کر کے اپنی طرف سے وہان فوج مامور کر دی۔

سنہ ۱۸۶۹ء۔ روسیون نے کراسنو واڈسک پر قبضہ کر لیا۔

سنہ ۱۹۰۰ء۔ روس نے اتریک تک ساحل کی زمین کا دعویٰ پیش کیا۔

سنہ ۱۸۸۱ء۔ روس نے چکشلیار پر قبضہ کر لیا۔

سنہ ۱۸۵۱ء میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا الفنسن ز اجمالاً ذکر کیا ہے مگر جو لیڈی شیل کی کتاب "گلمپسز آف لائف اِن پرشیا" (زندگی کی جھلک ایران میں) کے صفحات ۲۱۵ الی ۲۴۲ میں مفصل مندرج ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک بقصہ رات کے وقت ترکمان جزیرہ میں آئے اور روسیون کو بدمست یا غافل پاکر اون میں سے بعض کو قتل کر ڈالا۔ اس پر گورنمنٹ روس مصر ہوئی کہ گورنر مازندران کو جو شاہ کا حقیقی بھائی تھا اس خدمت سے ہٹا دیا جائے۔ حالانکہ اس بارہ میں اوس پر کسی طرح کی ذمہ داری عائد نہ ہوتی تھی۔ زار روس نے یہ دہمکی بھی دی کہ اگر اوس کی اس خواہش کی تعمیل نہ کی گئی تو روسی سفیر واپس بلا لیا جائے گا۔

کرنا چاہا وہ یہ تھا کہ ترکمان بحری قزاق بحیرہ اخضر کے جنوبی اور مشرقی ساحلون پر منڈلاتے پھرتے تھے اور موقعہ پاکر لوٹ مار کرتے تھے اور قیدیون کو غلام بناکر لے جاتے تھے اور اِس لئے یہ ضرور تھا کہ اون کا استیصال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روسیون نے نہ تو اوسوقت اور نہ اوس کے بعد اِس جزیرہ کی نسبت ایرانیون کے حق ملکیت پر جس مین کوئی کلام نہین ہوسکتا کوئی اعتراض کیا بلکہ اپنی مداخلت و قیام کے جواز کو اقتدارات پولیس کے استعمال پر مبنی قرار دیا ہے جنہین ایرانی خود استعمال مین لانے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور جنہین کچھ عرصہ بعد ایرانیون نے بحق روس خاموشی کے ساتھ تسلیم کرلیا۔ اِس غرض سے روس نے ایک بیڑا تیار کیا جس کا ایک حصہ جو چار یا پانچ غیر مسلح اور ایک مسلح جہاز پر مشتمل ہے ایک روسی امیر البحر کی سرکردگی مین ابھی تک روسی بحری صدر مقام کے قریب پڑا رہتا ہے[۱]۔ اِس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہین کہ ترکمانون کی بحری غارتگری کا ایک مدت دراز سے قلع قمع ہوچکا ہے۔ لیکن بااین ہمہ روسیون کو اپنی امانت کے واپس کرنے کا کبھی خیال بھی نہین گزرا اور اگر اون پر یہ ظاہر کیا جائے کہ عاشوراداروں کی ملک نہین ہے تو وہ یہ سمجھین گے کہ اون کی توہین کی گئی ہے۔

جزیرے کی نوعیت

لیکن جزیرہ عاشوراداخود ایک دلدل والی نشیبی اور نہایت ہی مضر صحت جگہ ہے۔ بیان کیا جاتا

---

[۱] ایک سیاح نے جون ۱۸۹۰ء مین یہان آیا بیان کیا کہ یہ بیڑا اب کم ہوکر دو پیام رسانی کی کشتیون اور دو یا تین ناکارہ جہازون کی شکل مین بدل گیا ہے۔

ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے اس کو سمندر بتدریج کہا رہا ہے - اور در حقیقت اِس کے حوالی مین اس قدر تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کہ پچیس سال پیشتر کی بھی جو کیفیت اِس کے متعلق تھی اوس کی تصدیق ہونی مشکل ہے - ایسٹوک نے اس مقام کو جیسا ۱۸۶۲ء مین پایا اوس کی ایک نہایت ہی باریک اور تفصیلی کیفیت سپرد قلم کی ہے[۱] - اوس زمانہ مین یہان دو جزیرے تھے - عاشوراداے کبیر اور عاشوراداے صغیر - اول الذکر میان قلعہ (جسے روسی پاشکن کہتے ہین) کی لمبی راس کے کنارے سے بذریعہ ایک آبنائے کے جس کا عرض قریب نصف میل کے ہوگا جدا تھا اور اِس کا طول ۱½ میل اور عرض ¼ میل تھا - یہی روسیون کا بحری اور فوجی صدر مقام تھا - اِس کے بعد نصف میل تک پایاب پانی اور پھر وہ ریتیلی گردن زمین دو میل لمبی آتی تھی جسے عاشوراداے صغیر کہتے ہین - اسکے بعد پایاب پانی مین چھپے ہوئے پھر کچھ ریت کے تودے آتے تھے جنکے درمیان ایک تنگ سا راستہ تھا جو ترکمانی ساحل تک پھیلا ہوا چلا گیا تھا -

نیا جزیرہ

اس اثنا مین ایک اور جزیرہ جسے روسی عاشوراداے وسطی کہتے ہین عاشوراداے کبیر و صغیر کے درمیان پیدا ہو گیا ہے - اور ادہر اوس زیادتی کی تلافی کے لئے جو اس نئے جزیرے کے قیام کی وجہ سے عمل مین آئی ہے عاشوراداے کبیر کے ساحلون پر سمندر کی کاوش اِس درجہ

[۱] ایک سفیر کا روز نامچہ جلد دوم صفحہ ۲۶ ال ۴۳ -

ہو رہی ہے کہ اب یہ جزیرہ طول مین ایک میل سے کم اور عرض مین صرف ایک تہائی میل رہ گیا ہے۔ اِسی قطعہ زمین پر امیر البحر کا مکان۔ سپاہیون کی بارکین۔ ایک گرجا۔ ایک کلب اور فوجی صدر مقام کے معمولی عمارتی لوازم قائم ہین۔

تبدیلی مستقر کی خواہش

واقعات یہان بیان کئے گئے ہین اون کے لحاظ سے مقام تعجب نہین کہ روسی جنہین ترکمانون کو کامل طور پر مطیع و منقاد بنانے کے بعد سے عاشوراوا مین کچھہ نہین کرنا پڑتا اور جو اِس مقام مین اپنے موجود رہنے کی کوئی قوی حجت نہین پیش کر سکتے اپنی حرص بھری نگاہین ایک عرصہ سے خلیج کے اندرونی سواد کے کسی محفوظ تر اور زیادہ صحت بخش مقام پر ڈالتے رہے ہون۔ بیس سال سے زیادہ کی مدت گزرتی ہے کہ اونہون نے گز کی بندرگاہ پر ایک فوجی جمعیت متعین کر کے قبضہ کر لینا چاہا تھا لیکن گورنمنٹ ایران نے پیشدستی کر کے وہان اپنی طرف سے کچھہ فوج مامور کر دی۔ غرضکہ گز[1] پر تو روس قبضہ کر نہین سکے جو اگرچہ بجاے خود ایک بہت ہی ذلیل مقام ہے

---

[1] بندر گز جو بعض دفعہ کنارہ بھی کہلاتا ہے ساحل پر چند ذلیل جھونپڑیون اور اسارون کا مجموعہ ہے۔ یہان ایک ایرانی چنگی خانہ۔ روسی ارمنیون کی چند دکانین اور ایک روسی قونصل اور "کاکیس اینڈ مرکری اسٹیمشپ کمپنی" کے نائب کے مکانات واقع ہین۔ موضع گز سے جو ایک ہزار کی آبادی کا ایک معمولی ایرانی گاؤن ہے اس کا فاصلہ تین میل ہے۔

لیکن شاہ کو اوس کے دے دینے مین نہایت درجہ تامل ہوگا کیونکہ اس پر قابو پانا گویا آغاز انجام ہوگا۔ اس لئے اب یہ افواہ ہے کہ روسی قراسو کی ندی کے کنارے پر جو استرآباد کے مشرق کی طرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور گرگان کے دہانہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب بحیرۂ اخضر مین جاگیرتی ہے کسی مستحکم مقام کے حاصل کرنے کے آرزومند ہین۔ لیکن ایسے مقام کا قبضہ بھی بمنزلہ گز ہی کے قبضہ کے ہوگا اور استرآباد اس کی وجہ سے پورے طور پر اون کی زد مین آجائے گا۔

واقعات گزشتہ کی تجدید

قبل اس کے کہ مین اُن وجوہ پر غور کرون جو اس غیر خوش آیند مقام مین روسیون کے اس استحکام کے ساتھہ قدم جمانے کی محرک ہین مین اپنے ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہون کہ اون کا یہان موجود ہونا گویا تاریخ کا محض اپنے تئین دہرانا ہے۔ یہ ایک عجیب اور دلچسپ اتفاق ہے گو کہ مین نے کسی کو اس پر التفات کرتے نہین دیکھا کہ دو سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ کاسکون کی ایک جماعت نے اسی طرح بغیر اجازت کے عاشوراد پر قبضہ کر لیا تھا اور کچھہ عرصہ تک یہ قبضہ اونھون نے بہ جبر قایم رکھا تھا۔ ہمہ دان چارڈن[1] کی زبانی ہمین معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی روس کے کاسکون نے گرینڈ ڈیوک آف مسکووی کے ایما سے جس نے اونکو

[1] کارونیشن آف کنگ سلیمان دی تھرڈ" (تاجپوشی شاہ سلیمان ثالث) صفحات ۱۵۲ الی ۱۵۴ جو اوسکے سفرنامہ کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئی۔

اوس توہین آمیز سلوک کے انتقام لینے کے لئے ایران پر حملہ کرنے کی اشتعالک دی جو شاہ عباس اعظم نے اوس کی سفارت سے کیا تہا یا مازندران پر حملہ کر کے اوسکے دارالحکومت فرح آباد کو تاخت و تاراج کیا۔ اس پر موسم سرما ایران مین بسر کرنے کے قصد سے اونہون نے "جزیرہ نما سے میان قلعہ مین اپنے مورچے جمائے۔ میان قلعہ وہ گردن زمین ہے جو تیس میل تک بحیرہ اخضر مین نکلی ہوئی چلی گئی ہے اور ہر نوع جنگلی سورون اور جنگلی بکریون اور انواع واقسام کے ہرن کی قسم کے شکار کا رمنا ہے" ایرانیون نے بلا درنگ اون پر حملہ کیا اور اپنے اونیسوین صدی کے جانشینون کے مقابلہ مین زیادہ جری یا قسمت کے زیادہ یاور ہونے کے باعث اونہون نے حملہ آورون کے پسپا کرنے مین کامیابی حاصل کی لیکن کاسکون نے عاشوراد مین جا پناہ لی اور کچھ دیر تک وہان رہے۔

پیٹر اعظم

روسی پیشروون کے موقعہ پر ظاہر ہونے اور استرآباد پر قبضہ کرنے کے قریب ہونے کی یہ ایک ہی مثال نہین ہے۔ پچاس سال بعد ۱۷۲۲ء مین پیٹر اعظم نے جو فن حرب کے اصول کے لحاظ سے اُن مقامات کی قدر و قیمت کو خوب جانتا تھا جن پر قبضہ ہونا چاہئیے تھا اور جو وسط ایشیا کے علاقون پر قابض ہونے کی وقعت و اہمیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ گو کہ یہ خیال اوسکے جانشینون سے منسوب کر دیا گیا ہو ۱۷۲۲ء کے افغانون کے حملہ کی وجہ سے ایران کی حالت ابتر اور غیر منتظم پا کر ایران پر شمال کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاریان شروع کین

اور وجہ مخاصمت یہ قرار دی کہ ایرانی بلاد واقع سرحد مین روس کی رعایا کو لوٹا اور مارا گیا۔ یہ تجویز کامل طور سے کبھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ سنہ ۱۷۲۲ء مین روسی فوج جس کا وہ خود سپہ سالار تھا دربند تک پہونچ گئی۔ سال آیندہ مین گیلان اور باکو نے روسیون کے آگے ہتھیار ڈالدئے۔ اور اِس کا یہ اثر ہوا کہ نوعمر شاہ طہماسپ ثانی نے جو افغان غاصبون کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا مجبور ہو کر ایک عہدنامہ پر اپنے دستخط ثبت کئے جسکی رو سے دربند اور باکو معہ اپنے تمام مضافات کے اور نیز گیلان۔ مازندران اور استرآباد کے تمامی صوبہ جات روس کے قبضہ مین چلے گئے۔ اور اس بے بہا عطیہ کے معاوضہ مین (جسکا عطا کرنا نوجوان شاہ کی مرضی پر منحصر تہا) روس نے اپنی فوج کی مدد سے افغانون کو ملک سے نکال دینے کا ذمہ لیا۔[۱] کچھ عرصہ تک روسیون کا گیلان پر قبضہ رہا لیکن دوسرے مقامات پر زیادہ مصروف ہونے کے باعث وہ استرآباد کا انتظام نہ کر سکے اور اس طرح دوسری مرتبہ یہ صوبہ اون کے ہاتھ سے نکل گیا۔

آغا محمد خان

ساٹھ سال بعد روس نے استرآباد کو اپنے قبضہ مین لانے کی کوشش پہر شروع کی۔

---

[۱] اِس عہدنامہ کی تاریخ ۲۳ ستمبر سنہ ۱۷۲۳ء تھی۔ اس کی شرائط ہنوے نے اپنی کتاب "ہسٹاریکل اکیونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کیسپئین" (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کا تاریخی حال) کی جلد سوم صفحہ ۱۰۱ مین درج کی ہین۔ روسی قبضہ کے زیادہ تفصیلی حالات اِس کتاب کے بارہوین باب مین دیکھنے چاہئین۔

فارسٹر نے جو پہلا انگریزی سیاح ہے جس نے ۱۷۸۳ء مین خشکی کی راہ سے ہندوستان سے یورپ تک کا سفر کیا اور جو اس سفر کی اثنا مین یہان سے گزرا حسب ذیل دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ روسی فوج کے ایک رسالہ کے کمان افسر نے ۱۷۸۱ء مین گز سے ۲۵ میل جانب مغرب اشرف مین جہان شاہ عباس کا مشہور محل لب ساحل واقع ہے ایک مستحکم عمارت بنانی شروع کی۔ لیکن اونہون نے اپنے مدمقابل کی قوت کا پورا اندازہ نہ کیا تھا۔ آغا محمد خان قاچار نے جو بعد مین ایران کے تخت پر بیٹھا اس عمارت کو بنتے ہوئے دیکھکر بہت کچھ اظہار مسرت کرنے کے بعد روسی افسرون کو دعوت طعام دی اور اونہین قید کر لیا اور صرف اس شرط پر اون کو رہا کیا کہ وہ اپنی توپین ہٹالین اور قلعہ کو زمین کے برابر کر دین۔ اوس نے محض اسی قدر کارروائی پر اکتفا نہین کی بلکہ باقاعدہ تلافی کے لئے گورنمنٹ روس سے بھی درخواست کی۔[1] غرضکہ بحیرۂ خضر کے جنوبی وسطی زاویہ مین ایران کے خشکی کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے متعلق روس کی تیسری کوشش کا خاتمہ اس طرح پر ہوا۔ چوتھی کوشش جس کا مین اوپر ذکر کر چکا ہون کسی قدر تعجیل اور زیادہ تر صبر و استقلال کے ساتھ کی جا رہی ہے اور اس کا نتیجہ شاید اون لوگون کے دیکھنے مین آجائے جو

---

[1] اس واقعہ کی مفصل اور مکمل کیفیت مسٹر جے۔ ایم۔ نیل کی کتاب ”پروگرس اینڈ پریزنٹ پوزیشن آف رشیا ان دی ایسٹ“ (روس کی ترقی اور موجودہ حالت مشرق مین) کے صفحات ۴۳ الی ۴۴ مین درج ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روسی افسرون کو بیڑیان پہنائی گئین اور بالآخر اونہین کوڑے مار مار کر اون کے جہازون تک پہونچا دیا گیا۔ مقابلہ کے لئے بی۔ ڈارن کی کتاب ”کیسپیا“ (بحیرۂ خضر) (بزبان روسی) کو بھی دیکھنا چاہئے۔

اب زندہ ہین۔

روسی مستعدی کی وجوہ

اب مین اُن وجوہ پر نظر ڈالتا ہون جو روس کی اِس کبھی نہ کم ہونے والی خواہش کی محرک ہوئی ہین کہ اوسے سرزمین ایران کے اس گوشہ مین قدم رکھنے کے لئے جگہ ملے۔ اِس خواہش کی یہ وجہ نہین کہ استرآباد بجائے خود ایسا مقام ہے جہان سے بہ آسانی ایران پر حملہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی حربی حیثیت کے متعلق انیسوین صدی کے نصف اول مین جو خیالات رایج تھے وہ بعد کے زمانہ کی راے سے مختلف اوراوس کے مقابلہ مین زیادہ مبالغہ آمیز تھے۔ اگر باکو سے ہندوستان تک ایک خط کھینچا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ خط استرآباد کے بیچ مین سے ہو کر گزرتا ہے۔ جب شہنشاہان پال و نپولین نے مل کر سنہ ۱۸۰۱ء مین ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے منصوبہ پر بحث کی تو پیش قدمی کے لئے یہی راستہ اون کے مدنظر تھا۔ اِس کے بعد جرنیل خرولف نے بھی جنگ کریمیا کے اثنا مین زار نکولس کی خدمت مین ہند پر حملہ اور ہونے کی تجویز پیش کرتے وقت اِسی راستہ کا حوالہ دیا۔ دونون صورتون مین حملہ آور افواج کے فوری منتہا مشہد اور ہرات تھے اور اوس زمانہ مین اگر یورپ کی کسی سلطنت کی خروج مشہد یا ہرات کی طرف بڑھتی تو وہ بلاشبہہ استرآباد کی راہ سے جاتی۔ لیکن اِس اثنا مین ماوراءالنہر کی حالت یکسر بدل گئی ہے۔ جہان پہلے و ترکمانی صولت، معرکہ آرا تھی اب وہان روسی حکومت استحکام کے ساتھ قایم ہے۔ بحیرہ اخضر کی طرف سے خشکی کا دور دراز سفر کئے بغیر مشہد براہ عشق آباد اور ہرات پر مرو اور پنجدہ سے حملہ کیا جاسکتا

ہے۔ پس لنگر اندازی کے مقام ہونے کی حیثیت سے روس کے نزدیک استرآباد کی وہ قدر وقیمت باقی نہین رہی جو سابق مین تھی۔ اس کے علاوہ جہانتک معلوم ہوا ہے اس کے ذرائع پیداوار بھی ایسے نہین کہ ایک بہت بڑی فوج کو جو میدان جنگ پر ہو یہان سے رسد بہم پہونچ سکے۔ گو کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۶۳ء مین تیس ہزار ایرانی فوج اسکے نواح مین خیمہ زن رہی۔ اب یہ مقام حملہ آور ہونے کے لئے اتنا مفید نہین جتنا کہ بچاو کے لئے۔ مجازاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکی آنکھ مشرق کی طرف دیکھ رہی ہے نہ کہ مغرب کی طرف۔ اور جنگی اعتبار سے اسکی اہمیت اوس مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسکا مین اوپر ذکر کر چکا ہون یعنی شاہ رود کی سڑک کا قبضہ اور اس لئے وہ قوت جو اس کا قابض ایران کے باقی حصے اور خود دارالسلطنت کے برخلاف عمل مین لا سکتا ہے۔

استرآباد اور شاہ رود کا موقعہ

استرآباد کو شاہ رود سے شاہ کوہ یعنی کوہستان البرز کا وہ وسطی سلسلہ جدا کرتا ہے جو شمالی خراسان کی کثیر التعداد پٹانون مین تقسیم ہو جانے سے پیشتر یہان اپنی ایک خاص طبعی شان قایم رکھتا ہے۔ استرآباد سے پندرہ میل جانب جنوب اس سلسلہ کی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع تیرہ ہزار فٹ ہے۔ اسے شاہ رود کی سمت مین جس کا فاصلہ خچر کی راہ سے ۵۹ میل ہوگا دو درے قطع کرتے ہین جن مین سے کم از کم ایک تو ضرور اس قابل ہے کہ باوجود ارتفاع اور نوعیت علاقہ کے ایک بہت عمدہ فوجی سڑک کی صورت مین منتقل کیا

جا سکے[۱]۔ جو فوج ان دونون درون مین سے ایک کی راہ سے دہاوا کرکے شاہ رود پر جو بالکل غیر محفوظ ہے قبضہ کرلے گی اوسکو حسب ذیل فواید حاصل ہون گے۔

اوّل تو وہ اپنے آپ کو ایک ایسے علاقہ مین پائے گی جو نہایت ہی شاداب ہے اور جہان پانی کثرت سے موجود ہے اور گرمیون مین بھی بہت بڑی فوج

[۱] شاہ رود اور استرآباد کے درمیان جو دو سڑکین (ایک براہ درہ توپلک اور دوسری براہ زیارت) ہین اونہین حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ لفٹنٹ اے کونولی (سنہ ۱۸۳۰ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان تک کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول صفحات ۱۸۲ الی ۱۸۴ + کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۶۲ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد ہفتدہم صفحات ۱۹۳ الی ۱۹۴ + کرنل بی۔ لوویٹ (سنہ ۱۸۸۱ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد پنجم صفحات ۵۰ الی ۵۴ (سنہ ۱۸۸۳ء) جو سڑک استرآباد کو گز سے گئی ہے اور طول مین ۲۷ میل ہے اوسے حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۵۴ الی ۹۴ + کپتان آرمین جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل وششم صفحات ۱۱۴ و ۱۱۵ + مسٹر سی میگگریگر (سنہ ۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۱۶۳ الی ۱۶۶۔

رہ سکتی[1] ہے ثانیاً جو سڑک مازندران۔ سمندر کے ساحل اور دارالسلطنت طہران سے آتی ہین اون کے مقام اتصال پر اوسے قبضہ حاصل ہو جائے گا۔ ثالثاً خراسان مین مغرب کی سمت سے داخل ہونے کا جو ایک ہی راستہ ہے اوس کی زد مین آجائے گا اور یہان سے خراسان کے وسط کی طرف دو آسانی کے ساتھہ طے کی جا سکنے والی سڑکین ایک تو براہ جاجرم۔ بجنرد و کوچان شمال کی سمت مین اور دوسری براہ سبزوار و نیشاپور مشرق کی جانب مشہد کو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ استرآباد اور شاہ رود کا قبضہ گویا شمالی ایران کی کلید ہے۔ جو فوج اِس مقام پر متعین ہو گی وہ خراسان کا تعلق دنیا کے باقی حصون سے منقطع کر سکتی ہے اور دارالسلطنت سے کمک بہم پہونچنے کی کامیابی کے ساتھہ مزاحم ہو سکتی ہے۔ شمالی ایران کو بلحاظ شکل ایک تتیئے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جسکا سر طہران مین ہے اور ڈنک مشہد مین گز اور شاہ رود کے درمیان جو تنگ طبقہ زمین واقع ہے وہ گویا اس تتیئے کی کمر ہے۔ اگر کمر کو کاٹ ڈالو تو سر بیکار ہو جاتا ہے اور ڈنک اگر کچھہ کر سکتا ہے (اور وہ بھی اوس صورت مین جبکہ وہ ایرانی ڈنک نہ ہو) تو وہ یہ ہے کہ مرتے مرتے خار دیتا جائے۔ روسیون کے عاشوراد مین موجود ہونے کے واقعہ کو جو ہمیشہ اس درجہ وقیع اور اہم سمجھا گیا ہے تو اوس کا اصلی باعث ممالک محروسہ شاہ کے اسی حصہ کی طبعی نوعیت

---

[1] کرنیل ویلنٹائن بیکر اپنی کتاب ''کلاوڈس اِن دی ایسٹ'' (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے کہ بسطام کے میدان مین (جو شاہ رود کے نواح اور مضافات پر مشتمل ہے۔ بسطام تین میل کے فاصلہ پر گورنر کے رہنے کی جگہ ہے) ساٹھہ ہزار فوج رہ سکتی ہے۔

ہے۔اس نواح مین اون کے مفاد اور اغراض و مقاصد کی نگرانی ایک قونسل متعینہ استرآباد اور وکلا رماموره بندرگز و شاه رود سے متعلق ہے۔

ایرانی اور روسی ترکمان

اب مین تیسرے مسئلہ یعنی یومت قبیلہ کے ترکمانون کے مالہ و ماعلیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اس مسئلہ مین بھی ایک اہم اور معنی خیز حصہ لیتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۱ع کے عہدنامہ قرارداد سرحد کی رو سے روس اور ایران کی سرحد دریاے اترک اپنے دہانہ سے لیکر چات کے مقام تک جہان سمبر کی ندی اوس سے ملتی ہے قرار پایا تھا گو کہ کسی خاص وجہ سے جسکی توضیح نہین کی گئی روسی سرحد کا ایک نشان ابھی تک دریاے اترک کے جنوب کی طرف قایم ہے۔اسکے علاوہ بعض روسی افسرون کی نسبت یہہ بھی سُنا گیا ہے کہ عہدنامہ کے مرتب ہونے کے بعد بھی اونہون نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھہ دریاے اترک کو عبور کرکے اون ایرانی یومتون سے جو گرگان پر آباد تھے خراج وصول کیا۔لیکن اس فعل کو قانون مابین الاقوام حق بجانب تسلیم نہین کرسکتا اور نیز سیاسی لحاظ سے دریاے اترک ہی کو حد فاصل سمجھنا چاہیے۔اس دریا کے شمال کی طرف یومت قبیلہ کے وہ ترکمان آباد ہین جو روس کے زیر حکومت ہین اور دریا کے جنوب کی طرف اسی قبیلہ کے ترکمان ایرانی حکومت مین رہتے ہین۔لیکن ثانی الذکر ترکمانون کی خانہ بدوش جماعتین سال کے بعض حصون مین دریا کو عبور کرکے روسی علاقہ مین چلی جاتی ہین اور اون کو عہدنامہ کی رو سے اس بات کی اجازت بھی ہے

تاکہ وہ اپنی چراگاہون کو بدل سکین۔ روسی یومت اب پوری طرح سے اطاعت گزین ہو چکے ہین اور خواہ اون کو روسی حکومت سے اطمینان ہو یا نہ ہو پھر بھی اون مین اتنی سکت باقی نہین کہ سرکشی کر سکین البتہ ایرانی یومت جرو و علیحدہ علیحدہ قبیلون عطا بائی اور جعفر بائی مین منقسم ہین ایرانی حکومت کے دعوے کو آسانی کے ساتھ تسلیم نہین کرتے اور ۱۸۸۹ء مین اونہون نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ مشرق کی طرف گوکلان ترکمان آباد ہین جو ایک زیادہ اطاعت کیش قوم ہے۔ ان لوگون نے یومت ترکمانون کی پشتینی عداوت سے بچنے کے لئے اپنی رضا و رغبت سے ایران کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی۔ اب وہ شاہ کے خزانہ مین محصول ادا کرتے ہین اور تین سو بے قاعدہ سواروں کی جمعیت اوسکے لئے بہم پہنچاتے ہین[1]۔

ایرانی یومتون کی بغاوت

یومتون کا مفسدہ ماہ فروری ۱۸۸۸ء مین شروع ہوا اور کہین مارچ ۱۸۸۹ء مین جاکر فرو ہوا۔ اِس بغاوت کے برپا ہونے کی وجہ گو کامل طور پر نہین لیکن ایک بہت بڑی حد تک ایرانی حکام کی بے عنوانیان اور بدنظمیان تھین۔ اِس نے ایسی خطرناک شکل اختیار کر لی کہ ایک وقت مین تیرہ ہزار ایرانی فوج گورنر جنرل خراسان اور بجنورد اور کوچان کے خانون کی ماتحتی مین یومتون کے

---

[1] حکومت استرآباد کی کمزوری اِس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ گوکلان ترکمان صوبہ استرآباد کی سرحد پر رہتے ہین پھر بھی المحاقی بجنورد اون سے خراج وصول کرتا ہے اور وہی اُن سوارون کی جمعیت کو جو وہ بہم پہونچاتے ہین اپنی کمان مین رکھتا ہے۔

برخلاف معرکہ آرا تھی۔ اس موقعہ پر ایرانی فوج کی بزدلی کی ایسی ایسی حکایتین سننے مین آئی
ہین کہ اونہین باور کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔ مثلاً ہزار ہزار اور دو دو ہزار کے دستون
کو گنتی کے ترکمان جنکی تعداد بیسیون یا کبھی سو سے متجاوز نہ ہوگی روز روشن مین روک
کر پسپا کر دیتے تھے۔ مگر قرین انصاف ہوگا اگر اسکے ساتھ یہ بھی درج کر دیا جائے
کہ اس رسوائی کے معرکہ مین ایرانی سپاہیون کی جس قدر محرک بزدلی ہوئی اوسی قدر اون
کی تبہ حالی اور بے قناعتی بھی ہوئی۔ اون کی تنخواہ جب طہران سے آتی تھی تو اوسمین سے
کم از کم نصف سیف الملک کی جیب مین چلی جاتی تھی اور ان بھوکے ننگے۔ اور مفلس
سپاہیون سے اس امر کی توقع رکھنا کہ وہ میدان کارزار مین نبرد آزمائی کرین گے شاید رحم و
انصاف کا خون کرنا تھا۔ دونون طرف جبر و تشدد کے وحشیانہ واقعات پیش آتے رہے
اور ایرانیون کی طرف سے بہت زیادہ سختی ہوئی۔ جو مرد اون کے ہاتھہ آیا اوسے اونہون
نے زندہ نہ چھوڑا اور جو عورت اونہین ملی اوسکی اونہون نے عصمت بگاڑی۔ انجام کار دغا
اور سازش کے معمولی ایرانی طریقون سے بغاوت کا استیصال کیا گیا۔ ایک قبیلہ کو دوسرے
قبیلہ کی مخالفت پر آمادہ کیا گیا اور بالآخر حاجی نذر خان عطا بائیون کے سرگروہ کو جو اس مفسدہ
کی روح رروان تھا ایرانی علاقہ مین دھوکے سے لاکر مار ڈالا گیا۔ اسکے ساتھہ ہی مفسدہ فرو ہوگیا[ل۱]

ل۱ یموت ترکمانون کے متعلق اگر اطلاع مطلوب ہو تو دیکھو تیر الائی (۱۸۳۶ء) کی کتاب بلیک سی ٹو دی ریور بحر حالات سفر
صفحات ۳۳۱ الی ۳۳۳ اور یادداشت قاضی سید احمد مندرجہ جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی جلد بیست و ششم
صفحہ ۱۴۲ (۱۸۵۶ء)۔

حکومت عالیہ کی کمزوری

اس قسم کے واقعات نہ صرف حکومت عالیہ کی قابل تاسف ناقابلیت پر دلالت کرتے ہین
بلکہ خارجی طور پر ان کا صرف ایک ہی نتیجہ ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ شمال مین روس کی ہمت اپنے
دعاوی کے متعلق اور زیادہ بڑھ جائے - یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ دولت روس اس دعوے
کو استحقاقاً پیش کرتی ہے اور اوسے اس امر کی توقع بھی ہے کہ تمام ترکمان قومین اوس کے زیرنگین
آجائین - اور یہ بھی تیقن کے ساتھہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ایرانی یوستون کے ساتھہ منصفانہ برتاؤ
کیا جائے تو وہ اوس گرانستر خراج سے بچنے کے لئے جو اُن کے ہم قبیلہ لوگون کو دریاے
اتریک کے روسی کنارے پر دینا پڑتا ہے شاہ کے مطیع و منقاد رہین گے[۱] - لیکن ہر نئے فساد
کا برپا ہونا اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ایران کا اس فساد کے رفع کرنے پر قادر نہ ہونے کا خفیف سا
بھی ثبوت دینا ایک ایسی طاقت کے لئے جسکی نیت دستبرد کی ہو پیشقدمی کا بہانہ ہوجاتا ہے -
اور ایران کو چاہیئے کہ احتیاط کے ساتھہ اس امر کو مدنظر رکھے کہ کہین وہ خود جان بوجھہ کر اپنا سر اپنے
دشمن کی کمند کے حلقے مین نہ پہنسا دے - اگر روس انتظار و صبر کو اپنا مسلک قرار دینے کے
بجائے بڑے بڑھے چلے آنے کا طرز عمل اختیار کرتا تو ان فسادون کی بنا پر اوسے آسانی کے ساتھہ
اپنے مفید مطلب موقعہ مل جاتا - در پردہ اوسکی ہمدردی کا ایرانیون کے ساتھہ نہ ہونا اس قابل غور

---

[۱] اس کی تصدیق حال (۱۹۰۶ع) کی اس خبر سے ہوتی ہے کہ کئی سو روسی یوت ایرانی علاقہ مین چلے
آئے ہین اور برضا و رغبت خود شاہ کی رعایا بن گئے ہین -

واقعہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ مفسد یوموتوں کے پاس روسی ساخت کی کارتوس والی بندوقین اور کارتوس پائے گئے۔

بجنورد

یہ استرآباد سے گزر کر جو اپنے اہم اور پیچیدہ سیاسی مسائل کے تار و پود مین الجھا ہوا ہے ہم اب خراسان خاص مین پہونچتے ہین اور اپنا منہ مشرق کی طرف موڑ کر ہم اسکی سرحد کے معائنہ مین مصروف ہوتے ہین۔ ترکمانون کو چھوڑ کر ہم کردون مین پہونچتے ہین اور بجنورد کے ضلع مین ہمین کردون کے وہ پہلے قبائل ملتے ہین جن کے آبا و اجداد کو سرحد خراسان کے قایم رکھنے کی غرض سے ۱۶۰۰ء کے قریب شاہ عباس نے لا بسایا تھا۔ کوچان کا حال جس باب مین مندرج ہے اوس مین پہلے ہی تفصیل و وضاحت کے ساتھ مین اون واقعات کو بیان کر چکا ہون جو ان فوجی نوآبادیون کے قیام کا باعث ہوئے اور ان لوگون کے قبض و دخل کی شرایط اور اُن تعلقات کو جو انہین حکومت عالیہ سے ہین درج کر چکا ہون اور جو کچھ مین نے لکھا ہے وہی بجنورد پر بھی صادق آتا ہے۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کوچان مین تو زیادہ تر زعفرانلو کرد آباد ہین۔ اور بجنورد مین ابھی تک زیادہ تر شادلو قبیلہ کے کردون کی بستی ہے۔ کوچان کے کردون کی طرح اون پر بھی ایک خان حکومت کرتا ہے جسے ایلخانی کا خطاب حاصل ہے اور جسکا تقرر اگرچہ شاہ کے حکم سے عمل مین آتا ہے لیکن بالعموم اوسے بہ سلسلہ وراثت حکمران خاندان مین سے منتخب کیا جاتا ہے یہ ایلخانی اپنی ریاست کی مالگزاری کی تحصیل خود کرتا ہے اور اسکے معاوضہ مین سلطنت کے لئے فوجی

تک بہم پہونچتا ہے اور اوس کا درجہ عام طور پر ایک معمولی صوبہ کے گورنر سے زیادہ ہوتا ہے - سوارون کی جو جمعیت ایلخانی بجنورد بہم پہونچاتا ہے اوسکی تعداد اس وقت پانچ سو ہے - اوس کا علاقہ بجنورد کی مرتفع وادی پر مشتمل ہے جو وادی ہائے کوچان و شیروان اور دریائے اترک کے حصہ بالا سے ملحق اور جاجرم واقع میدان اصفرائین کے جنوب کی طرف واقع ہے[۵۱] -

کوچان

یہان کا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون اسکی فوج کنٹنجنٹ کی تعداد اس وقت چھ سو ہے -

درگز

کوچان کے شمال و مشرق کی جانب اور وسطی سلسلہ کوہ البرز کے شمالی پہلوون پر درگز (یعنی جہاؤ کی وادی) کا قلیل الرقبہ سرحدی ضلع واقع ہے اور کوہ البرز کے شمالی فاصل آب پر اگر مقبوضات ایران مین سے کوئی قابل ذکر علاقہ رہ گیا ہے تو وہ فقط یہی ایک ہے - اس دلکش مقام مین جو ایک چالیس میل لمبے اور تیس میل چوڑے طاس یا وادی پر مشتمل ہے کچھ تو

۵۱ بجنورد اور اوس کے علاقہ کے حالات کے لئے دیکھو کتاب "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۸۴ الخ مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان جلد دوم صفحات ۹۳ الی ۱۰۷ مصنفہ سی - سی - میگریگر (۱۸۷۹ء) + "دی واران ترکمانیہ" (ترکمانیہ کی جنگ) - جلد چہارم فصل ہفتم مصنفہ جرنیل گراڈیکاف (۱۸۸۳ء) +

کردرہتے ہین اور زیادہ تر ترک یا تاتاری آباد ہین جو تورانی حملہ کی قدیم موجون کی نشانیان ہین -
درگز کا صدر مقام محمد آباد ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۲۰۰ فیٹ ہوگی - ۱۸۸۰ء
مین اسی مقام پر اوڈانو ون کرنیل اسٹوارٹ سے جو ایک ارمنی گھوڑے کے سوداگر
کے بھیس مین تھا ملا اور تین ہفتہ تک بغیر اس بات کے شناخت کرنے کے
کہ وہ انگریز ہے اوس کے ساتھ رہا - درگز کو آتریک سے پہاڑیون کے ایک
پست سلسلہ نے جدا کر رکھا ہے اور انہین کی وجہ سے اِس کا الحاق ابھی تک
روسی علاقہ کے ساتھ نہین ہوا - گو کہ متعدد دیہات جو اس کے مضافات سے
نیچے کے میدان پر واقع تھے اور اس سے متعلق تھے اب اس کے قبضہ سے
نکل گئے ہین - ۱۸۳۲ء سے پہلے یہ گویا ایک خود مختار علاقہ تھا لیکن خراسان
کے دوسرے سرحدی علاقون کی طرح اسے بھی اوس زمانہ مین عباس مرزا نے
مسخر کیا اور اوس وقت سے اونہین شرائط اور قیود کے ساتھ جو کوچان اور بجنورد
سے متعلق ہین یہ بھی سلطنت ایران کے ماتحت ہے اگرچہ انتہائی سرحد پر ہونے
اور اس لئے اون تعلقات کے باعث جو اس کے سردار کو ترکمانون کے ساتھ
ہین حکومت عالیہ کے فرامین کا نفاذ گورنمنٹ ہند کی طرف سے ایسے باقاعدہ اور
مناسب طور پر نہین ہوتا جیساکہ ہونا چاہئے - خان درگز کا تعلق ایک حکمران خاندان سے
ہے جسے نادر شاہ کے وقت سے موروثی طور پر حکومت ملتی چلی آئی ہے - لیکن اب نہ تو خود
اوسے زیادہ امتیاز حاصل ہے اور نہ درگز کو اور یہان کی فوجی کمک کی تعداد کم ہو کہ

ایک سورہ گئی ہے۔[1]

روسیون کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہی

ان سرحدی اضلاع مین سے ایک بھی ایسا نہین جسمین اوس دستبرد کی مدافعت کے لئے مواد موجود ہو جو شمال کی طرف سے ظہور مین آئے۔ دونون ایلخانی (جن مین سے ایک کے حالات مین ایک ابتدائی باب مین بیان کرچکا ہون) اپنے اپنے علاقہ کے ذی امتیاز سردار ہین - روس کے مقابل معرکہ آرا ہونے کی نسبت اونکا دعوے مشیخت لفاظی کے لحاظ سے گو کیسا ہی زبردست ہو اور اگر سچ پوچھا جاے تو تہ دل سے وہ ا

[1] سب سے پہلا انگریز جس نے درگز مین آکر یہان کے حالات بیان کئے جے۔ بی۔ فریزر تھا سنہ ۱۸۲۲ء مین یہان آیا۔ دیکھو اوس کی کتاب "اے ونٹرس جرنی" (سفر سرما) جلد ۱ مراسلات نہم - دہم - یازدہم + حالات مابعد کے لئے دیکھو کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) - صفحات ۲۲۹ الی ۲۷۴ مصنفہ کرنیل ویلنٹائن (سنہ ۱۸۷۳ء) + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم - صفحات ۱ الی ۷۶ - مصنفہ سر - سی - میگریگر (سنہ ۱۸۷۵ء) + "دی مرو اوسس" (مرو) جلد دوم - صفحات ۳۰ الی ۶۵ مصنفہ ای - اوڈونوا (سنہ ۱۸۸۰ء)

طاقت کے دشمن ہین جسکی نزدیکی کی وجہ سے اُن کا قدیم رسوخ واقتدار اس درجہ کم ہوگیا ہے ۔ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر روس حقیقت مین حملآور ہوا تو آیا وہ اوس کے مقابلہ مین ایک اونگلی بہی اوٹھائین گے یا نہین اور اس کے ساتھہ ہی اس امر کو بھی نظرانداز نہین کیا جاسکتا کہ روسی ہدایا و تحائف کا مسلسل کئی سال سے اون کے پاس پہونچتے رہنا جراحت تسخیر کے اندمال پذیر ہونے کا بہت بڑی حد تک باعث ہوا ہوگا - ابھی سے روس کو ان دونون علاقون مین سے ہرایک مین قدم جمانے کی جگہ مل گئی ہے ۔ مین اوس فوجی سڑک کا ذکر کر چکا ہون جو عاشق آباد اور کوچان کے درمیان واقع ہے اور اصول فن حرب کے لحاظ سے جو وقعت و اہمیت اسے حاصل ہے اوس کی طرف بہی مین اشارہ کر چکا ہون - ایک اور سڑک جسے روس نے بنایا ہے گیاک تپی سے شروع ہوئی ہے اور جو پہاڑ کچھہ دور پر مغرب کی طرف واقع ہین اون کے ایک درہ مین سے گزر کر گرماب اور فیروزہ ہوتی ہوئی شروان اور وہان سے کوچان پہونچتی ہے نیز ایک تیسری سڑک روس کے فوجی مقام چکشلیار واقع بحیرہ اخضر سے شروع ہوکر دریائے اتریک کے کنارے کے ساتہہ ساتہہ اوس کے منبع کی سمت مین براہ چات بجنرد کو جاتی ہے ۔ روس نے اپنے وکیل (جو روسی مسلمان ہین) بجنرد - کوچان اور محمد آباد مین متعین کئی ہین - بظاہر وہ وہان تجارت کی غرض سے رہتے ہین لیکن تجارتی کاروبار کی مشغولیتون سے جو فرصت اونہین حاصل ہوتی ہے اوسے وہ اون احتیاط آمیز خبرون کی بنا پر جو اونہین ملین اپنے ملک کے اغراض و مقاصد کی تکمیل مین صرف کرتے ہین ۔

قلات نادری

ق کی طرف سفر کرتے کرتے ہم اوس حیرت انگیز قدرتی منظر کے پاس پہونچتے ہین جو نادرشاہ کے زمانہ سے جس نے اسے اپنا قلعہ بنایا قلات نادری کے نام سے مشہور ہے اس تعجب خیز مقام کی طبعی اور نیز اون خصوصیات پر جو بہ لحاظ فن حرب اسے حاصل ہین پیشتر بحث کی جا چکی ہے۔ مین یہ بھی بیان کر چکا ہون کہ دولت نا ... کی طرف سے یہان (برائے نام) پانچ سو پیدلون کی جمعیت دو توپون کے ساتھ متعین ہے۔ یہ جمعیت مختلف زد مین آسکنے والے مقامات پر مامور ہے۔ یہان کے باشندے زیادہ تر ترک ہین اور یہان کا حاکم حاجی ابوالفتح خان جو مشہد سے بھیجا گیا ہے ایک گانون مین جو اس علاقہ کے اندرونی حصہ مین واقع ہے رہتا ہے اور ایران کے سرحدی رسالہ کے لئے ۱۵۰ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے۔

روس کی آرزوئین

گزشتہ کچھ عرصہ سے روس نے قلات کو عجب محبت بھری نگاہون سے دیکھنا شروع کیا ہے اور یہ افواہ کہ دولت ایران نے اس قلعہ کو روس کے حوالہ کر دیا ہے قصداً شائع کی گئی ہے تاکہ انتقال ملکیت کے اِس خیال سے لوگ آشنا ہو جائین۔ جن لوگون کو اِس بات سے انکار ہے کہ روس کی ایسی نیت ہے اون کے لئے یہ جواب کافی ہوگا کہ چند

سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ روس نے باقاعدہ طور پر ایران کو قلات کے معاوضہ مین مشہور اور زرخیز موغان کے میدان مین سے جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر واقع ہے اپنے حصہ کا قطعہ دینے کی تجویز پیش کی تہی لیکن ایران نے اسے نامنظور کیا۔ جیسا کہ مین پیشتر بتا چکا ہون روس کو قلات کے قبضہ کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل ہے کہ اول تو وہ تمام ندیان اوس کے قبضہ مین آجائینگی جو اٹک کی سمت مین بہتی ہین اور خاص طور سے اوسے یہ فائدہ ہوگا کہ ایک وسطی مقام اوسے ہاتھ آجائیگا جہان سے وہ تمام سرحدی اقوام کو مطیع رکھ سکیگا۔ اس کے علاوہ قلات کے قبضہ سے روس کے اقتدار اور اثر مین نمایان اضافہ ہوجائیگا۔ ایران اس حیرت زا مقام کو روس کے حوالے کردینے مین ہرگز رضامند نہین اور اسکی حفاظت اور نگہداشت مین ایسی رقیبانہ احتیاط سے کام لے رہا ہے جسے اوس کے عام تساہل اور ضعف سے ایک عجیب وغریب تناقض ہے۔ کسی اجنبی کو شاہ کجکلاہ کی خاص اجازت کے بغیر اس کے اندر جانے کی اجازت نہین دی جاتی اور بہت سے روسیون کو اور خود مجھے اس مین داخل ہونے کی کوشش مین ناکام ہونا پڑا۔ روس کا طرز عمل اس نواح مین فی الحال ادن ندیون کی نسبت اپنا حق قایم کرنے پر جو اوس کے مقبوضات واقع میدان کی آبپاشی کرتی ہین اور نیز سرحدی قومون کو اپنے دائرۂ اثر مین لانے پر مشتمل ہے۔ اٹک کے میدان سے بتدریج بڑھ کر وہ دامن کوہ کے اکثر حصون کو اپنے قبضہ مین لاچکا ہے اور حق آبپاشی کے جھگڑے جو ان ندیون سے متعلق ہین جو اگرچہ روسی دیہات کو سیراب کرتی ہین لیکن جنکا منبع اصل مین ایرانی علاقہ ہے اور جو بہتی بہی ایرانی علاقہ ہی مین ہین اونہین بڑہا بڑہا کر ہمیشہ

دست اندازی کا بہانہ بنایا جا سکتا ہے - غرضکہ ان دونون مقاصد کی تکمیل کے لئے قلات کا قبضہ روس کے حق مین بدرجہ غایت مفید ہوگا اور جب تک یہ مقام اوسکے ہاتھ مین نہ آجائیگا اوس وقت تک اوسے صبر نہ آئے گا -

سرحد روس و فارس

روس و فارس کے مابین جو عہدنامہ دسمبر ۱۸۸۱ء مین قطعی طور پر مرتب ہوا اور جس مین اون ضرورتون کے لحاظ سے جو اس سال کی جدید روسی فتوحات کے باعث پیش آئین ماوراءالنہر اور خراسان کی سرحد کا تعین کیا گیا تھا - اوس کی رو سے وہ سرحد جو دریائے اترک کے دہانہ سے شروع ہوتی ہے موضع لطف آباد پہونچنے سے پہلے دفعتہً رک جاتی ہے - موضع لطف آباد ایرانی ضلع درگز سے نیچے اٹک مین واقع ہے - عہدنامہ کی رو سے یہ گاون ایرانیون کے پاس رہنے دیا گیا لیکن کسی مشتبہ تحریر سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اس مقام سے سرخس تک جو دریائے تجند کے کنارے پر واقع ہے ٹھیک سرحد کیا ہے - یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اِس سرحد کا تصفیہ ایک خفیہ عہدنامہ کی رو سے ہوا جو ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۳ء مین مرتب ہوا اور کمشنرون نے خود اِس مقام پر جاکر حدبندی کی - اِس عہدنامہ کا حال مین آگے چلکر بیان کرون گا - لیکن چونکہ عام طور سے اس امر کے متعلق کوئی یقینی بات معلوم نہین بلکہ یون کہئے کہ چونکہ لوگون کو اِس کا حال بالکل معلوم نہین اس لئے روس اِس عدم تیقن یا لاعلمی کو اوس مداخلت اور دست اندازی کا بہانہ بنا لیتا ہے

جس کا ذکر مین نے مندرجہ بالا فقرہ مین کیا ہے۔

آب تجند

سرخس کے قریب پہونچکر ایک مرتبہ پھر ہم کو دریاے تجند کی شکل مین ایک معین سرحد نظر آتی ہے۔ شروع شروع مین یہ دریا ہری رود کہلاتا ہے لیکن پل خاتون پر کشف رود کے ملنے کی وجہ سے تجند ہوجاتا ہے اور سرخس کے مقام پر ایرانی اور روسی فوجی چوکیون کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے بعد اوس حالت مین جبکہ اوس مین پانی ہوتا ہے شمال کی طرف صحرا مین سے بہتا ہوا گزرتا ہے اور تجند یا کاری بنت کے مقام پر ماوراء النہری ریلوے کا ایک پل اس پر بندھا ہوا ہے۔

سرخس جدید و قدیم

سرخس دو ہین۔ قدیم اور جدید۔ اور سیاحون اور مدبرون کو ان کے مواقع اور حالات طبعی کے اختلافات کی ناتمام معلومات کی وجہ سے بہت کچھ خلط مبحث کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سرخس قدیم دریا کے دہنے یا مشرقی کنارے پر واقع ہے اور ایک زمانہ دراز سے ترکمانون کے قبیلہ سلور کا صدر مقام چلا آیا ہے۔ یہ قبیلہ ترکمانی نسل کی اولین شاخون مین سے ہے جنکا ذکر مورخین عرب نے ساتوین صدی عیسوی مین کیا۔[1] اس صدی مین جس یورپین سیاح کا سب سے اول سرخس مین

---

[1] عرب سیاح الاصطخری (جسے آؤسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے) دسوین صدی (دیکھو صفحہ ۲۰۴)

آنا تاریخ مین مذکور ہے وہ ایک پادری والف نامی تھا جو پہلی مرتبہ بخارا کو وہان سے کے پھو دیو
ترکمانون مین دین عیسوی کی اشاعت کرنے کی غرض سے جاتے ہوئے کئی ہفتہ تک سرخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۳) عیسوی مین سرخس مین وارد ہوا - اوس نے نیشاپور سے اِس
فاصلہ چھ منزل ہونا بیان کیا ہے اور اوسکے بعد کہتا ہے "سرخس ایک شہر ہے جو مرداو
کے درمیان ایک مسطح میدان پر واقع ہے - سوائے آب پشنگ کے اور کوئی ندی اسے سیراب نہیں
پشنگ کی ندی ہری رود سے نکلکر سرخس کی طرف آتی ہے لیکن شدت کی گرمیون مین یہان
پہونچنے نہین پاتی - سرخس اندازاً مروالرود جتنا بڑا ہوگا - یہ ایک آباد اور خوشحال شہر ہے - ہ
کی پاکیزہ اور صحت بخش ہے - باشندے کنوؤن کا پانی پیتے ہین اور آسیاؤن مین گھوڑ
گدہے لگاتے ہین " دیکھو " دی اورنٹیل جاگرفی آف ابن حوقل[۵۱] " (مشرقی جغرافیہ ابن حوقل) مت
آؤسلے - صفحات ۲۱۹ الی ۲۲۱ تجند کی یہ کیفیت زمانہ حال کے سیاحون کے بیان سے
مطابق ہے - جب موسو لیسار اول اول ۱۸۶۲ء مین وارد سرخس ہوا تو اوس نے بیان کیا
کی نہ عام طور سے خشک رہتی ہے اور اوس کا پاٹ تین سو گز سے لیکر نصف میل تک ہے
سیاح ابن بطوطا بھی سنہ ۱۳۳۳ء مین مشہد سے سرخس کو آیا - دیکھو سفرنامہ ابن بطوطا مترجمہ پادری
لی صفحہ ۹۶ - سرخس کے جو حالات ابتدائی زمانہ کے مصنفین نے لکھے ہین اون کے
سفرنامہ ناصر خسرو صفحہ ۲ " ڈسکرپشیو امپیریائی مسلیمیائی " (حالات دول اسلامیہ) ا
مقدسی صفحہ ۳۱۲ الی ۳۱۳ - و فرہنگ فارس صفحات ۳۰۷ و ۳۰۸ مصنفہ یاقوت -

[۵۱] مصنف کا یہ فرمانا کہ عرب سیاح الاصطخری کو آؤسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے کئی وجوہ

مقیم رہا۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۴۳ء مین وہ اس امر کی تحقیق کی غرض سے پھر ادہر سے گزرا کہ بخارا مین اسٹاڈرٹ اور کونولی کا کیا حشر ہوا۔ اِس اثنا مین برنس دس دن تک سنہ ۱۸۳۲ء مین بمقام سرخس۔ بہ تبدیل لباس چھپا رہا اور شناخت کئے جانے سے بال بال بچا۔ اوس کا بیان ہے کہ "یہ مقام ایک چھوٹا سا برباد شدہ کمزور قلعہ ہے جو ایک پہاڑی پر واقع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴) سے مغالطہ انگیز ہے۔ اول تو اصطخری جس کا پورا نام ابو اسحق ابراہیم بن محمد النحوی الفارسی الاصطخری ہے عرب نہین۔ بلکہ جیسا کہ اوس کے نام سے ظاہر ہے ایرانی ہے۔ چنانچہ اوس کی کتاب مسالک الممالک مین جو یوروپ (لیدن) سنہ ۱۸۷۰ء مین چھپی ہے اوس کا فارسی خطبہ بھی درج ہے۔ ثانیاً اصطخری اور ابن حوقل جیسا کہ مصنف کے الفاظ مندرجہ قوسین سے مترشح ہوتا ہے ایک ہی شخص کے دو نام نہین ہین بلکہ محقق اور سیاح ہونے کے اعتبار سے۔ یہ دو جداجدا ذی امتیاز شخص ہین۔ ابن حوقل کو تو ایک زمانہ جانتا ہے کہ وہ بغداد کا رہنے والا تھا۔ شمالی و مشرقی حصہ افریقہ۔ مغربی و جنوبی حصہ ایشیا۔ روس۔ ہندوستان اور چین اور دیگر مختلف سرزمینون مین اس نے سفر کیا اور سنہ ۹۷۶ء مین وفات پائی (دیکھو "سائیکلوپیڈیا آف نیمز" (اسماء الرجال)۔ اسکی جغرافی تصنیف المسالک والممالک کا جو اُسکے مشاہدہ اور تجربہ ذاتی پر مبنی تھی متعدد یوروپین زبانون مین ترجمہ ہوچکا ہے۔ اصطخری بھی ایک فاضل سیاح اور ابن حوقل کا معاصر ہے اور اس نے بھی فن جغرافیہ مین ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مسالک الممالک ہے۔ یوروپین مصنفین نے ان دونون کو جو مخلوط کردیا ہے تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونون کی کتابین لفظی اور معنوی لحاظ سے اس درجہ باہمی مشابہت رکھتی ہین کہ ایک دوسری سے بمشکل تمیز ہوسکتی ہے۔ چنانچہ مینے ابن حوقل اور الاصطخری کے مختلف مقامات

ہے اور جس مین چند کچے جھونپڑے ہین جو شہر کے یہودیون نے بنائے ہین" برنس نے سرخس کی نسبت یہ بہی بیان کیا ہے کہ اوس وقت یہان کے ترکمان باشندون نے بظاہر خان خیوا کی اطاعت اختیار کر لی تہی۔[۱]

عباس مرزا کا سرخس قدیم کو مسخر کرنا

سرخس کے سفر کے تہوڑے ہی عرصہ بعد عباس مرزا ولیعہد نے جو خراسان کو مجدداً فتح کرنے اور اوسے پورے طور سے دولت فارس کا مطیع و منقاد بنانے کی مہم کو انجام دے رہا تہا اپنی فوج کے ساتہہ یہان آکر اِس مقام کو برباد کر ڈالا۔ اس کے اکثر باشندون کو بلا امتیاز تہ تیغ کیا اور جو باقی بچے اونہین قید کر کے مشہد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۵) کا جب مقابلہ کیا تو سوائے ایک آدہ لفظ کے صفحے کے صفحے متحد اللفظ پائے۔ اِس سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ کہ اِن دونون مین سے ایک نے اپنی تصنیف کی قلم بند کرنے وقت دوسرے کی کتاب کے اجزا کا بالالتزام اقتباس کر لیا۔ چونکہ یہ دونون ہم عصر ہین اسلیئے یہ نہین بتایا جا سکتا کہ کس کی کتاب اصلاً و مجدداً لکہی گئی۔ البتہ بادی النظری شہادت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصطخری کا ماخذ ابن حوقل ہے جسکی نسبت بلحاظ علم و فضل۔ امعان نظر۔ اور وسعت تجربہ اور قریباً تمام دنیا کے سیاح ہونیکے یہ گمان نہین ہو سکتا کہ اوس نے ایک دوسرے مصنف کی کتاب کے صفحے کے صفحے بعینہ اپنی کتاب مین درج کر لئے ہون گے۔ مترجم

[۱] دیکہو "برنس کا بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحات ۴۲ الی ۵۹۔

لے گیا[1]۔ جہان سے بعد مین اون کے رشتہ دارون نے جو قبیلہ سلور سے تعلق رکھتے تھے اور یونان مین رہتے تھے اون کو چار پاؤنڈ فی کس کے حساب سے فدیہ دے کر رہا کر الیا۔ ان

[1] "تسخیر کوچان کے بعد عباس مرزا عازم سرخس ہوا جہان کے باشندون کو اوس نے بے خبر پا کر فوراً شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ شہر والون نے اول ڈیڑہ لاکہہ اور اوس کے بعد دو لاکہہ تومان تاوان کے طور پر دینے کی آمادگی ظاہر کر کے امان چاہی لیکن عباس مرزا نے اِس رقم کے لینے سے فرط حقارت سے انکار کر دیا اور مصمم قصد کر لیا کہ خواہ کچہہ ہی کیون نہو اس قتل و غارت کی کمین گاہ کو خاک مین ملا دونگا۔ غرضکہ اوس نے شہر کا محاصرہ کر کے اوس پر ایک بارگی حملہ کیا اور ایک دن سے کچہہ ہی زیادہ مدت مین اوسکو سر کر لیا۔ اِس کے بعد اوس نے فوج کو حکم دیا کہ شہر کو لوٹ کر آگ لگا دے چنانچہ غارتگری کے بعد اسکو پیوند زمین کر دیا گیا۔ بہت سے باشندے تو مارے گئے اور جو باقی بچے اُن مین سے تین ہزار قیدی بنائے گئے۔ مال غنیمت کی کچہہ انتہا نہ تہی۔ زمانہ حال مین شاید کہیں اتنی لوٹ کسی فاتح کے ہاتہہ نہ آئی ہوگی۔ سونے کی یہ کثرت تہی کہ بورے کے بورے اوس سے بہرے ہوئے تہے اور انواع و اقسام کے بیش قیمت مال کے ڈہیر کے ڈہیر لگے ہوئے تہے۔ حقیقت مین یہ قزاقون کی ایک بہت بڑی کمین گاہ تہی۔ جو مال غنیمت یہان سے دستیاب ہوا اور جس مین سے اکثر سپاہیون کے ہاتہہ آیا اوس کی یہ کیفیت تہی کہ صرف سونے ہی کی قیمت تین اور چار لاکہہ پاؤنڈ کے درمیان ہوگی۔" جے۔ بی۔ فریزر "اے ونٹر جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۲۹۔ یہ بیان اگرچہ بلاغبہ ایک حد تک مبالغہ آمیز ہے لیکن اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ یہ قریب قریب اوسی زمانہ یعنی ۱۸۳۲ء مین ضبط تحریر مین لایا گیا۔

مین سے بعض ابھی تک سرخس قدیم مین پائے جاتے ہین اور ایک نو آبادی زہرہ آباد مین دریا کے ایران کی طرف کے کنارہ پر اوس کے منبع کی سمت مین واقع ہے۔ مگر یہ قبیلہ انحطاط پذیر ہو کر فی زمانہ کسی شمار قطار مین نہین رہا۔

سرخس جدید

کچھ مدت بعد (سنہ ۱۸۵۰ء) کے قریب ایرانیون نے اس سرحدی مقام کو مرو کے تکی ترکمانون کی سفاکانہ دستبرد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک بہت بڑا کثیر الاضلاع قلعہ جسکے جوانب چوبیس برجون سے مستحکم تھے اور جسپر متعدد پرانی توپین چڑھائی گئین دریائے تجند کے بائین یا مغربی کنارے پر دریا سے بقدر نصف میل کے فاصلہ کے تعمیر کیا۔ موسیو ڈی بلاکول (یہ وہ ناشاد فرانسیسی عکاس ہے جو سنہ ۱۸۶۰ء مین اوس مشہور ایرانی مہم کے ساتھ مرو گیا تھا جو بمقام کوشید خان کالہ تہ تیغ کی گئی اور جو خود ترکمانون کے ہاتھ مین پڑکر قریباً ڈیڑھ سال تک اون کے خیمون مین قید رہا) رستہ مین سرخس سے ہو کر گزرا اور اوس نے اس نو تعمیر شدہ قلعہ کا حال بیان کیا ہے[۵۴]۔ اس کے بعد جس سیاح کا یہان گزر ہوا وہ میکگریگر تھا جو سنہ ۱۸۷۵ء مین آیا اوس نے اس قلعہ اور اوسکی پیدل اور سوارون کی سات سو کی جمعیت اور گیارہ کم و بیش بیکار آمد توپون کا ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب مین قلعہ کا ایک نقشہ اور تصویر بھی دی ہے[۵۵]۔ اس کے بعد

---

[۵۴] "تور دو ماندے" (سفر دنیا) (بزبان فرانسوی)۔ اپریل سنہ ۱۸۸۶ء)

[۵۵] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۳۰ الی ۳۳۔

سنہ ۱۸۸۳ء مین موسو لیسار مشہور و معروف روسی انجنیر جو اوس وقت روسی پیشقدمی کے پیش خیمہ کا مہتمم تھا اور اوس کے بعد جماعت ماموره تصفیہ سرحد افغانستان کا رکن ہوا اور اب دربار بخارا مین سفیر ہے ۔ پیمایش و مساحت کے اوس دورہ پر وارد سرخس ہوا جس کی وجہ سے اول اول یوروپ والون کو اوس علاقہ کا حال معلوم ہوا جو سرخس اور ہرات کے درمیان ہے ۔ وہ بیان کرتا ہے کہ قلعہ سرخس کی جمعیت کی تبہ حالی کی یہ کیفیت تھی کہ بجائے اِس کے کہ غنیم پر اوس کی ہیبت طاری ہو وہ خود خوف زدہ ہوکر گویا قلعہ بند ہو رہی تھی ۔ کیونکہ کبھی اوس کو یہ جرات نہین ہوئی کہ قلعہ سے باہر نکل کر غنیم پر حملہ آور ہو بلکہ برجون پر رات کے وقت آگ روشن کرتی رہتی تھی تاکہ اِس نواح مین دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ہو جائے ۔

سرخس قدیم پر روسیون کا مکرر قبضہ

دو سال بعد ماہ اپریل سنہ ۱۸۸۴ء مین زیادہ تر اوس اطلاع کی بنا پر جو موسو لیسار نے فراہم کی تھی اور اوس اثر خیز مگر غیر مصئون پیش قدمی کے سلسلہ مین جو سنہ ۱۸۸۵ء مین جنگ کشک اور قبضہ پنجدہ پر منتہی ہوئی ایک روسی فوج نے آکر سرخس قدیم پر جو دریا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور جس کی حفاظت کے لئے اوس نے وہان کسی کو موجود نہ پایا قبضہ کر لیا ۔ یہان روسیون نے بہت جلد ایک مستحکم قلعہ اور فوجی بارکین تعمیر کر لین اور قدیم سرخس کا جس مین اِس طرح سے از سرِ نو جان پڑ گئی اور جسے اِس لحاظ سے میری دانست مین اب سرخس جدید تر کہنا چاہئے

اوس وقت سے لیکر اب تک روس کی سرحدی فوجی چہاونیون مین شمار ہے۔ روسیون کے قبضہ مین چلے جانے کے بعد اِس کی اگر کوئی کیفیت میرے دیکھنے مین آئی ہے تو وہ کانٹ دے شوولے ایک نوجوان فرانسیسی افسر فوج کی قلمبند کی ہوئی ہے جو ۱۸۸۶ء مین بہ تبدیل لباس کرنل علی خانانف کے ہمراہ مرو سے روانہ ہوکر اس راستہ سے ہوتا ہوا گیا۔ اوس کا بیان (ترجمہ شدہ) حسب ذیل ہے۔

سرخس کی نسبت شہر کے لفظ کا اپنے حقیقی معنون مین استعمال کرنا داخل مبالغہ ہوگا۔ یہ محض ایک فوجی چوکی ہے جس کے گرد افسرون اور بعض تجارت پیشہ لوگون کے مکانات بنے ہوئے ہین۔ اس نواح مین جو ترکمان قوم آباد ہین اون کو جب روس نے اپنے ظل حمایت مین لے لیا اور ایرانیون نے اِس کی نسبت اظہار ناراضی کیا تو روسیون نے اوس کا یہ جواب دیا کہ یہ فوجی چہاؤنی قایم کردی جس مین اونہون نے دو فوجی دستے جن کی مجموعی تعداد پندرہ سو سے لیکر ۱۶۰۰ جوان تک ہوگی متعین کردئے۔ روسیون نے ایرانیون کو یہ ایک ایسا سبق سکہایا کہ اونہین پوری طرح سے معلوم ہوگیا کہ ہم اِس علاقہ کو اب کبہی نہین لے سکتے۔ اسکے ساتھہ ہی ایک نہایت بودے اور سطحی عذر کی بنا پر روس نے وادی تجند مین ایک زبردست سرحدی چہاؤنی قایم کردی جسکی وجہ سے اون دو سڑکون مین سے ایک اوس کے قبضہ مین آگئی جو ہرات کو جاتی ہین۔ سرخس مین ایک بہت بڑی فوجی بارک کے علاوہ جو نہایت عمدہ ہے صرف ایک سو مکانات ہون گے جن مین عہدہ داران فوجی یا دیوانی اور تاجر لوگ بود و باش رکہتے ہین۔ یہان دو بازار اور دو چوک

ہین جن مین سے ایک مین خرید و فروخت کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ قصبہ کی شکل ایک طویل شکل متوازی الاضلاع کی سی ہے جس کا طول نصف میل اور عرض دو سو گز ہو گا۔ یہان حاکم ضلع رہتا ہے[۱]۔

حربی حیثیت

[ایک مصنف] نے اپنی سابق کی تصنیف مین اصول فن حرب کے لحاظ سے سرخس کے موقعہ کے اِس اعتبار سے معنی خیز ہونے کے متعلق میکگریگر کی راے کا اقتباس درج کیا ہے کہ اِس کے قبضہ کی وجہ سے وہ سڑک زد مین آجاتی ہے جو وادی ہری رود سے ہرات کو جاتی ہے[۲]۔ یہ موقعہ اب ایرانیون کے ہاتھ سے نکل کر بالکل روسیون کے ہاتھ مین چلا گیا ہے۔ سرخس مین جو ایرانی جمعیت متعین ہے اور جو تین سو پیدلون اور ایک مختصر سے توپخانہ پر مشتمل ہے وہ گویا عملی لحاظ سے اوس بڑے قلعہ مین محصور ہے جسکی وہ کسی حالت مین حفاظت نہین کر سکتی۔ مشہد اور سرخس کے درمیان جو سلسلۂ تار برقی قایم ہے وہ بالعموم بگڑا یا ٹوٹا رہتا ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر روسی دریا کے دوسرے کنارے پر آکر خالی کارتوسون کی

---

[۱] "اکسکرشن این ترکستان" (سیر ترکستان) (بزبان فرانسوی) صفحات ۸۰ الی ۸۲۔

[۲] "رشیان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۲۱۔

ایک باڑ مارین تو ایرانیون کو بھاگتے ہی بن پڑے۔

مشرقی سرحد

جس ایرانی سرحد کے شمالی و مشرقی گوشہ کا ملتا ہے اور دراصل ایک زاویہ حادہ مین واقع ہے جو صحرا مین نکلا ہوا چلا گیا ہے۔ یہان پر پہونچکر جنوب کی طرف اپنا رخ کرتے ہین اور اوس وادی مین سے گزرتے ہین جس مین دریاے ہری رود بہتا ہے اول تو درۂ ذوالفقار تک ایران اور روس کے درمیان اور اوس کے بعد ایران اور افغانستان کے مابین سرحد قایم کرتا ہے۔ یہان ہمارا اوس علاقہ کے شمالی حصہ مین بھی گزر ہوتا ہے جو سرحد پر یا اوس کے قریب واقع ہے اور جس مین مختلف مخلوط النسل اور غیر مذہب کی قومین آباد ہین۔ یہ قومین اگرچہ ایران کی رعایا ہین لیکن حکومت ایران کے آگے سر اطاعت پوری طرح سے نہین جھکاتین اور سرحد کے سیاسی مسائل کا تصفیہ اون کی وجہ سے بہت کچھ الجھن مین پڑ گیا ہے

ضلع مشہد

جس علاقہ مین اول اول اون عناصر خارجہ سے ہمارا مقابلہ ہوتا ہے وہ ضلع مشہد ہے جو ہری رود تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ دار الحکومت کے حوالی و جوانب مین تو ایرانی عنصر کو تفوق حاصل ہے لیکن جب ہم سرحد کے قریب پہونچتے ہین تو ہمارا گزر ایسی نو آبادیون یا

جماعتون مین ہوتا ہے جو قوم و مذہب کے لحاظ سے چہار ایماق (چار آبادیان) یعنی سرحد افغانستان کے خانہ بدوش قبیلون سے تعلق رکھتی ہین[1] - یہ قبیلے جمشیدی اور ہزارائی ہین - اول الذکر ایرانی الاصل ہین لیکن اس قبیلہ کے اکثر لوگ مدت ہوئی کہ ایران کو چھوڑ کر افغانستان مین جا آباد ہوئے - جو باقی بچے اونہین سنہ ۱۸۵۷ء مین محاصرۂ ہرات کے بعد واپس لا کر کان گوشہ مین جو مشہد کے قریب آباد کیا گیا اور اون پر یہ خدمت عاید کی گئی کہ ایک تنخواہ یاب فوجی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے بہم پہونچایا کرین - فوج طلایہ مامورہ سرحد کا ایک دستہ ابھی تک اونہین مین سے بہرتی کیا جاتا ہے لیکن اگرچہ وہ ایرانی الاصل ہین اور زبان بھی ایرانی بولتے ہین پھر بھی اون کی اطاعت گزاری اور وفا پروری کی حالت نہایت ناقابل اعتبار ہے - برخلاف اس کے ہزارائی ایرانی النسل نہین ہین - اون کا تعلق تورانی قوم سے ہے جیسا کہ اون کے مغلی خال

---

[1] چہار ایماق جیسا کہ اون کے نام سے واضح ہوتا ہے ابتدا مین چار قومین تہین یعنی جمشیدی - فیروزکوہی - تیموری اور تیمونی - کچھ مدت گزر جانے کے بعد دو اور قومین ہزارائی اور قبچاقی ان مین شامل ہوگئین - فیروزکوہی - تیمونی اور قبچاقی جن مین سے اول الذکر دو قومین ایرانی النسل کہلاتی ہین ایران مین نہین پائی جاتین - البتہ باقی کی چار قومون کے لوگ ایران مین موجود ہین - ڈاکٹر بیلیو نے جو تقسیم کی ہے وہ اِس سے مختلف ہے - اوس کے بیان کے مطابق اصلی چہار ایماق تیموری - تیمونی - داہی اور سوری ہین اور جمشیدی اور فیروزکوہی تیموری کی شاخین ہین اور ہزارائی اور داہی دراصل ایک ہین -

وخط۔ ترچھی آنکھون اور تقلیل ریش و بروت سے واضح ہوتا ہے۔ اون مین سے کچھ لوگ مشہد مین جا بسے لیکن زیادہ تر جنوب کی طرف بمقام محسن آباد ضلع باخرز مین پائے جاتے ہین۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگرچہ اون کی رگون مین ایرانی خون نہین دوڑتا اور مذہب یا تعلقات کے لحاظ سے بہی وہ ایرانی نہین ہین پہر بہی وہ فارسی بولتے ہین۔ مذہب اون کا سنت وجماعت ہے اور گو وہ ساڑہے چارسو سوارون کی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے بہم پہونچاتے ہین تاہم اون کی اطاعت کیشی راسخ قسم کی نہین۔

اضلاع جام باخرز و خاف

مشہد کے بعد جنوب کی طرف یکے بعد دیگرے سرحدی اضلاع جام یا تربت شیخ جام اور باخرز اور خاف آتے ہین۔ یہ تینون اضلاع ایک ولایت واحد پر مشتمل ہین جو ایک عربی الاصل ایرانی حاکم کے ماتحت ہے جسے نصرۃ الملک کا خطاب حاصل ہے اور جو ان تینون ضلعون سے ۱۰۲۵ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے۔ جو آبادی اوس کے زیر حکومت ہے اوس کا اکثر حصہ اقوام چہار ایماق مین سے ایک سے تعلق رکھتا ہے لیکن جن قومون کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے اون سے اس نام کی وجہ تسمیہ خود تیمور اعظم ہے جس نے اون کو اس جرم کی پاداش مین کہ اونہون نے اوس کی مان کو جو حج کرنے گئی تہی لوٹ لیا تہا فرط غیظ وغضب سے جلاوطن کر کے یہان لاکر بطور رعایا ایک سید کے حوالے کر دیا جسکے ساتہہ اوس نے اپنی بیٹی کا عقد بہی کیا تہا۔ تیموریون کی بستیان خراسان کے دوسرے حصون علی الخصوص نواح نیشاپور اور سبزوار مین بہی پائی جاتی ہین لیکن اون کا اکثر حصہ ان تین سرحدی اضلاع مین جن کا

ذکر کیا جا رہا ہے آباد ہین۔ دولت ایران نے اپنی کوتاہ اندیشی اور سختی وزیادتی کی وجہ سے دوسری خانہ بدوش قومون کی طرح اس قوم کو بہی اپنی طرف سے بددل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران کو اس نواح مین خود اپنے زرخرید سپاہیون کی طرف سے ویسا ہی کھٹکا لگا ہوا ہے جیسا کہ رومتہ الکبری کو اپنی گاتھ اور گال قوم کی فوجون کی طرف سے تہا۔ اس موقعہ پر یہ ایزاد کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ہزارائیون اور جمشیدیون کی طرح تیموری بھی سنی مسلمان ہین۔

قائن

آگے بڑہ کر جانب جنوب قائن کا وسیع اور ممتاز ضلع واقع ہے جس مین دس بلوچ یعنی تعلقداریان ہون گی اور جو اوس صحرا تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے جو خراسان کو کرمان سے جدا کرتا ہے۔ قائن کا حاکم ایک عرب امیر ہے جس کے خاندان مین یہان کی حکومت متوارث چلی آئی ہے۔ جنوبی سرحد ایران پر جس قدر سردار ہین اون مین حاکم قائن کو وہی درجہ وااعزاز اور طاقت حاصل ہے جو شمال مین بجنورد اور کوچان کے ایلخانیون کو حاصل ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حاکم قائن کو ان دونون پر تفوق ہے۔ موجودہ حاکم میر عالم خان دولت ایران کے وابستگان مین غالباً سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اِس وقت اوس کی عمر ساٹھہ سال سے متجاوز ہوگی۔ ارادہ کی تصمیم اور سخت گیر ہونے کے باعث اوس کی دہاک بندہ گئی ہے اور اوس نے اپنے علاقہ کے غارتگرون اور لٹیرون کے جتھون اور علی الخصوص افغانون اور بلوچیون کے گروہون کا جو بلا خوف وتعرض اِس نواح کو آکر برباد کر جایا کرتے تھے پوری طرح سے قلع وقمع کر دیا ہے

وہ اس درجہ طاقتور ہے کہ حکومت عالیہ بھی اوس کے معاملات مین نہایت احتیاط کے ساتھہ
دست اندازی کرتی ہے ۔ سنہ۱۸۷۲ء مین جب مسئلہ سرحد سیستان کے تصفیہ کے لئے
کمیشن بیٹھا تو میر عالم خان ہی گورنر تھا اور سر الیف ۔ گولڈ اسمڈ سے وہ کچھہ زیادہ
اخلاق کے ساتھہ نہین پیش آیا ۔ لیکن چونکہ خود اوس کے علاقہ کا رقبہ اوس وقت
معرض خطر مین تھا کیونکہ سیستان اوس صوبہ کا ایک حصہ ہے اِس لئے اوس کی
کج رخی کو ایک حد تک حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے ۔ اِس کے علاوہ اِس واقعہ کے
بعد سے وہ اُن تمام انگریزون کے ساتھہ جو ادہر سے گزرے ہین ملاطفت اور مدارا
سے پیش آتا رہا ہے ۔ اوسی ایک پر شکوہ خطاب حاصل ہے جو شاہ نے اوسے عطا
کیا ہے اور سپاہ ایران مین اوسے امیر تومان یعنی میجر جنرل کا درجہ حاصل ہے ۔
دولت عالیہ کے ترفع اور تفوق کی علامت ایرانی توپخانہ کا ایک حصہ ہے جو بیرجند
کے قلعہ مین مامور ہے (سنہ۱۸۹۱ء مین میر عالم خان کا انتقال ہوگیا) ۔

آبادی اور دار الحکومت

اِس علاقہ کے باشندون کی تعداد جو ایرانی اور عربی الاصل ہین آتھی ہزار سے
کم نہ ہوگی سابق مین دار الحکومت قائن تھا مگر اب برجند مین منتقل کردیا گیا ہے ۔
برجند کا شہر قائن سے بڑا ہے ۔ اس کے گرد شہر پناہ نہین ۔ آبادی
چودہ ہزار ہے ۔ کرنیل اسٹوارٹ کا بیان ہے کہ افیون یہان بافراط پیدا ہوتی
ہے اور خرچ مین بھی کثرت ہی کے ساتھہ لائی جاتی ہے چنانچہ صدہا لوگ یہان ہر سال

کثرت استعمال سے مراکرتے مین[۵]۔ قاین اور سیستان سے ملاکر امیر سات سو سوار اور دو پیدلون کی پلٹنین دولت عالیہ کے لئے بہم پہونچاتا ہے - یہ دونون پلٹنین یکے بعد دیگرے بہرتی کیجاتی ہین - جب ایک سیستان مین خدمت پر مامور کی جاتی ہے تو دوسری برجند مین رخصت کردیجاتی ہے۔

سیستان

جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون سیستان صوبہ قاین کا ایک بلوق یعنی ضلع یا تعلقہ ہے - یہان کا حاکم امیر قاین کا ایک نائب ہے جس کا مستقر نصرت آباد ہے - سنہ ۱۸۸۹ء مین

[۵] دیکھو ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون جو کرنیل سی - ای - اسٹوارٹ نے "دی ہرات ویلی اینڈ دی پرشین بارڈر فرام دی ہری رود ٹو سیستان" (وادی ہرات و سرحد ایران از ہری رود تا بہ سیستان) کے عنوان سے لکہا ہے اور جو "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدیدہ) بابت سنہ ۱۸۸۶ء کی جلد ہشتم مین صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۱ مین مندرج ہے + قاین کا حال کمیشن ماموره تصفیہ سرحد سیستان (سنہ ۱۸۷۲ء) نے لکہا ہے - (اکرنیل ایون اسمتہ "دی ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول صفحات ۳۳۶ الی ۳۴۳ + ۲ - ایچ ڈبلیو - بیلیو - "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۳۲۰ الی ۳۲۲ +) سر - سی - میگریگر نے بہی اپنی کتاب "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) مین صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ پر قاین کا حال لکہا ہے - برجند کے حالات کے لئے انہین مصنفین کی کتابون کے صفحات ملحقہ کا مطالعہ کرنا چاہئے -

خراسان کی کل مالگزاری مین سیستان نے بہ قدر [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور ۲۴۰۰۰ (۶۹۵۷ ٹن) غلہ کے حصہ لیا - لیکن سیستان کی بحث مین بجاے خود جداگانہ طور پر اسقدر سیاسی تجارتی - اور حربی مسائل شامل ہین کہ مین اون کے لئے ایک علیحدہ باب وقف کرون گا جس مین اس کی گزشتہ تاریخ اور آیندہ حالت سے بحث کی جائے گی - سیستان کے جنوبی و شرقی گوشہ پر پہونچ کر خراسان کی حد ختم ہوجاتی ہے - یہان سے وحشت زا دشت لوط شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد ہم صوبہ ایرانی بلوچستان مین پہونچتے ہین - اس صوبہ کے حالات اس کتاب کی تیسری جلد مین بیان کئے جائین گے -

روس کے سیاسی دائرۂ اثر کی توسیع

جس سرحدی علاقہ کے حالات مین درۂ ذوالفقار سے سیستان تک بیان کرتا ہوا چلا آرہا ہون (جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون یہ وہ سرزمین ہے جس مین ایسی قومین آباد ہین جن کی نہ اصل ایرانی ہے نہ زبان ایرانی اور جنہین ایران کے ساتھہ کوئی ہمدردی نہین) اوس مین روس نے اپنے سیاسی رسوخ کی توسیع کا ارادہ مصمم کر لیا ہے - چونکہ وہ ایرانیون کے شیعی عقائد کے خلاف سنی مسلمانون کی حمایت کا دم بھرتا ہے اس لیے وہ گویا اون کے متعصبانہ جذبات کا ہمداستان بن کر اون کو اپنے ساتھہ مانوس

کرتا[1] ہے اون کی بے قاعدہ فوجی جمعیت سے اوسے کسی زمانہ مین چل کر پیش قیمت کمک پہونچنے کی توقع ہے ۔چونکہ اون کی آبادی کا موقعہ ایسا ہے کہ ہرات کا ایک پہلو اور دریائے ہلمند تک کا علاقہ اوس کی زد مین ہے اِس لئے روس اون کی تسخیر قلوب کو اِس بات کا ذریعہ سمجھتا ہے کہ اوہ افغانستان کو گزند پہونچانے کی دہمکی دے سکے اور ہندوستان وبلوچستان کی سرحد کے زیادہ قریب پہونچ جائے ۔سیستان کو جو مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے روس زیادہ تر رشک کی نگاہ سے دیکہتا ہے کیونکہ اوسے یہ معلوم ہے کہ اس علاقہ کا کسی رقیب طاقت کے قبضہ مین آجانا خراسان مین اُس کے کامل تفوق کے امتناع کا آغاز ہوگا ۔روسی دیسی اقوام کے پرچہ نویس تربت شیخ جام ۔خاف اور قائن مین متعین ہین ۔روسی کارپردازون کی نسبت اس علاقہ مین اپنے طور پر مصروف تحقیقات ہونا سننے مین آیا ہے اور یہ ایک کہلی ہوئی بات ہے کہ انگریزی سرحد کی سمت مین جو غیر معروف اضلاع واقع ہین اُن کے متعلق ذرا ذراسی خبرون کے بارے مین بہی روسی حکام اضطراب آمیز دلچسپی ظاہر کرتے ہین۔

[1] سنہ ۱۸۰۲ء مین ماوراء النہر کے نوترکیب دادہ صوبہ کے گورنر نے عاشق آباد مین اس مضمون کا اعلان تک جاری کردیا کہ اٹک کے علاقہ مین سنی مسلمانون کے دیہات کا تعلق روس سے ہے اور وہ آیندہ ایران کو کسی قسم کا خراج ادا نہ کرین ۔چونکہ اس سے اِن دیہات کے باشندون کا بار محصول بہت کچہ ہلکا ہونا متصور تہا اسلئے بہت سے گاؤن ایسے تہے جنہون نے اشتیاق کے ساتہہ اِس موقعہ سے فائدہ اوٹہایا ۔اب جنوب کی طرف بہی روس عارضی طور پر اِسی حکمت عملی سے کام رہا ہے ۔

دوسرے الفاظ مین گویا خراسان کے پورے دور پر شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین مسلسل طور پر ایسے مقامات واقع ہین جہان روس دست اندازی۔ اثر یا سازش مستعدی کے ساتھہ اپنا کام کر رہی ہے۔ غرضکہ جو جال روسیون نے اس نواح مین پھیلایا ہے اوسمین اون کے شکار کا پھنسنا یقینی ہے۔ استرآباد۔ کوچان۔ قلات۔ سرخس۔ خاف اور سیستان وہ متعدد مقامات ہین جہان روس اپنی پیشقدمی کے پیش خیمے قایم کر رہا ہے اور بعید از قیاس نہین کہ انجام کار یہی مقامات اوس کے لئے داخل ہونے کے دروازے بن جائین۔ نقشہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اور روس کے ماورارالنہر کے موقعہ کو مدنظر رکھنے سے جو تین سو میل تک خراسان۔ کی شمالی سرحد کے ساتھہ ساتھہ ملا ہوا چلا گیا ہے واضح ہوگا کہ جو موقعہ ایک زبردست طاقت کے قریب ہونے کے باعث جس کے قبضہ مین پہاڑ ہوتے بہت ہی نازک ہوجاتا اوسے ایران جیسے کمزور اور دب جانے والے ہمسایہ کی نزدیکی کی وجہ سے اوس نے اپنے لئے بیحد مفید مطلب بنالیا ہے۔

ماورارالنہری ریلوے کا اثر

روس کی فتح ماورارالنہر اور اوسکے بعد اوس کا سرحد ایران کے بیرونی حصے کے ساتھہ ساتھہ صحرا مین ریلوے کا قایم کرنا ایسے واقعات ہین جنہون نے مسائل تدبیر ملکی پر قوی اثر ڈالا ہے اور جو آگے چل کر اوسکے ہمسایون کی سیاسی قسمت کے فیصلہ مین بہت بڑا حصہ لینگے۔ لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو وسعت کے اعتبار سے ایک

ایسے باب کے موضوع سے چندان تعلق نہین جسے مملکت ایران کے فقط ایک ہی صوبہ سے بحث ہے۔ اور اِس لئے مین اِس بحث کو ایک آیندہ باب پر ملتوی کرتا ہون جسمین ایران کے متعلق روس کے طرزِ عمل اور روز افزون اثر کے مسئلہ سے جسکا جرنیل انینکاف کی ریلوے ہمیشہ ایک مہتم بالشان جزو قرار دی جا سکتی ہے کامل طور سے بحث کی جائے گی[1]۔

اندرونی اضلاع

قبل ازآنکہ مین خراسان کے سیاسی مباحث سے قطع نظر کرون مین ایک دفعہ اور اوس کی انتظامی تقسیم ناظرین کے سامنے پیش اور جو اطلاع مین سرحدی صوبہ جات کے متعلق درج کر چکا ہون اوسمین خراسان کے اندرونی اضلاع کی مختصر کیفیت ایزاد کرنا چاہتا ہون۔ یہ اضلاع دو قسمون مین منقسم ہو سکتے ہین۔ ایک تو سرحدی اضلاع کی اندرونی قطار اور ایک وہ اضلاع جنہین سرحد سے کوئی تعلق نہین ہے۔

طبس

جنوب سے شروع ہو کر جہان ہم نے سیستان کا ذکر چھوڑا تھا اور قائن کے خط متوازی کے قریب سے اندرونی سمت مین روانہ ہو کر ہم صوبہ طبس مین پہونچتے ہین۔ اس کی سرحد جانب جنوب صوبہ یزد سے ملتی ہے جہان سے یہ دو سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ طبس کے باشندے کچھ تو عرب ہین اور کچھ ایرانی ہین اور اون پر ایک سردار حکومت کرتا ہے جسکے خاندان مین یہان کی سرداری موروثی چلی آئی ہے۔ اوسے بھی

[1] دیکھو اس کتاب کی جلد چہارم باب سی ام۔

وہی اقتدارات حاصل ہین (گو وہ ایسا طاقتور نہین) جو کہ ان خانون - ایل خانیون اور امیرون کو حاصل ہین جنکا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے - خان طبس کا نام مرزا محمد باقر خان ہے اور اوسے عماد الملک کا خطاب حاصل ہے - اگرچہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ فوجی کمک بہم پہونچانے یا ذاتی طور پر وقیع اور ممتاز ہونے کے اعتبار سے اوسپر عماد الملک کا لقب موزون طور سے صادق آتا ہے - یہ علاقہ وسیع مگر افلاس زدہ ہے اور باشندے بے شر اور صلح پسند ہین اور اب یہان اوس صورت حالات کا کوئی سراغ نہین ملتا جسے ملکم نے اٹھارہوین صدی کے اختتام پر یہ کہکر بیان کیا تہا کہ یہان کے سردار عملی لحاظ سے خود مختارانہ طور پر حکومت کرتے ہین اور اون کی رعایا بہادری اور جرات کے لئے مشہور ہے[۵۱] -

ترشیز[۵۲]

طبس کے شمال مین ترشیز کا قلیل الرقبہ ضلع واقع ہے - یہان بہی زیادہ تر عرب لوگ آباد ہین - اور یہ ایک حاکم کے ماتحت ہے جو گورنر جنرل مشہد کے تابع ہے - ترشیز میوے کے لئے مشہور ہے جو بے نظیر ہوتا ہے - اسکے علاوہ ریشم یہان بہت اچہا ہوتا ہے -

---

۵۱ دیکھو تاریخ ایران مصنفہ ملکم - جلد ثانی صفحات ۱۴۳ و ۱۴۴ - اوسوقت میر حسین خان و ہان کے زیر دست حکمران عرب خاندان کا سردار تہا - اور اگرچہ آبادی اس علاقہ کی صرف تیس ہزار تہی تا ہم دو ہزار سوار اور چہہ ہزار پیدل کی فوج اوسکے پاس تہی -

۵۲ ملا نور الدین ظہوری جو بیجا پور کے سلطان عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعرا تہا اور جسکی سہ نثر فارسی کتب درسیہ کے منتہیات مین شامل ہے ترشیز ہی کا رہنے والا تہا - مترجم

جب گیلان مین ریشم کے کیڑون مین بیماری پھیلنے کی وجہ سے وہان کے ریشم کا بیوپار برباد ہوگیا تھا تو ایک فقط ترشیز ہی ایسا مقام تہا جہان یہ بیماری پھیلنے نہین پائی تہی۔ یہان فیروزے کی کانین بھی ہین مگر فیروزہ نیشاپور کے فیروزے جیسا خوش رنگ و خوش آب نہین ہوتا۔

تربت حیدری

شہر حقیقت مین اضلاع اندرونی کی تیسری صف مین واقع ہے نہ کہ دوسری مین۔ کیونکہ اسکے اور تربت شیخ جام کے درمیان ضلع تربت حیدری واقع ہے جو اصول فن حرب کے رو سے باین اعتبار اہم و ممتاز ہے کہ یہ پیشقدمی کے اوس خط پر واقع ہے جو ایک حملہ آور فوج ہرات سے براہ خاف مشہد کی طرف سیستان اور دارالحکومت کے باہمی سلسلہ تعلقات کے منقطع کرنے کی غرض سے اختیار کرے۔ اسمین زیادہ تر قرائی قبیلہ کے ترک آباد ہین اور کسیقدر بلوچی بہی ہین۔ سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ یہ صوبہ ایک حیرت انگیز حکمران اسحٰق خان نامی کی مساعدت سے دولت وطاقت کی معراج پر پہونچ گیا تہا۔ اسحٰق خان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ فن تجارت مین بہی اوسے ایسی ہی دستگاہ حاصل تہی جیسی کہ فن سپہگری مین اور علم و فن مین بہی وہ ایسا ہی باکمال تہا جیسا نظم گستری مین وہ اپنے نیم خود مختار صوبہ سے ایک لاکہ پاونڈ کی مالگزاری تحصیل کرتا تہا[1]

[1] ملکم اپنے تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۸۴ مین لکہتا ہے کہ تربت حیدری کی آمدنی اس زمانہ مین ایک لاکہ تومان تہی جسکے دو لاکہ پاونڈ ہوتے ہین۔ مگر چونکہ اوسنے بسا اوقات دوسرے مقامات پر تومان کو ایک پاونڈ کے مساوی قرار دیا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ میزان ثانی الذکر کی تنصیف کردینی چاہئے۔ لیکن غالباً یہ اندازہ بہی مبالغہ آمیز ہے

اپنے اکثر ہمسایون کی طرح تربت حیدری کے باشندے بھی اپنی جنگجوئی اور آزادی کے زمانے کو خیرباد کہہ چکے ہین اور اب اونکو ایرانیون نے پوری طرح سے مطیع و منقاد بنالیا ہے۔ ترشیز کی طرح اس علاقہ مین بہی شہتوتون اور دوسرے میوہ دار درختون کے جہرمٹون کی افراط ہے لیکن ترکمانون کی غارتگری اور اوس بڑے قحط نے جو ایران کی تاریخ مین مشہور ہے اِسے برباد کر ڈالا۔ ترشیز اور تربت حیدری دونون ملکر دو پلٹنین خراسان کی فوجی طاقت مین اضافہ کرتی ہین۔ اِس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

نیشاپور اور سبزوار

ایران کے دو اندرونی بلوق (اضلاع) جنہین دوسرے درجے مین بہی سرحدی مسائل سے کوئی تعلق نہین نیشاپور اور سبزوار ہین۔ اِن دونون اضلاع کی گورنری کی خدمت بڑے آرام کی ہے اور علی العموم شاہی خاندان کے کسی رکن کو عطا کی جاتی ہے۔ نیشاپور کا گورنر اسوقت رکن الدولہ کا چچازاد بہائی ہے اور سبزوار اوس کے سب سے بڑے بیٹے کے زیر حکومت ہے۔ مین جب مشہد سے سفر کرتا ہوا طہران کو جاؤن گا تو اونکے دارالحکومتون مین داخل ہوتے وقت اونکے ذاتی حالات بہی کسیقدر بیان کرون گا۔ ان دونون اضلاع مین سے ایک بہی ایرانی فوج کے لئے کمک کے طور پر کوئی جمعیت بہم نہین پہونچاتا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۸ء مین شاہ کج کلاہ کے یہان آنیکے بعد سے ان دونون مقامات کو خاص طور سے مستثنےٰ کر دیا گیا ہے۔

شاہ رود بسطام

بالآخر ہم شاہ رود بسطام کے وسیع اور متمول ضلع مین واپس آتے ہین جس کا ذکر استرآباد

کے حالات بیان کرتے وقت مین ایک حاشیہ مین پیشتر درج کرچکا ہون - یہان کا حاکم فتح علیشاہ کا بیٹا ہے جو اپنے بہائیون مین ایک ہی باقی رہ گیا ہے - شاہ رود بسطام کو استرآباد سے صرف البرز جدا کرتا ہے - اب میرا کام ختم ہوگیا ہے کیونکہ مین خراسان کا دورہ تمام کرچکا ہون اور اِس نہائت ہی اہم صوبے کی انتظامی شاخون مین سے ہر ایک کا حال بیان کرچکا ہون -

خراسان کی کل فوجی طاقت

قبل اسکے کہ مین اپنی بحث کی اِس شاخ کو ترک کرون مین خراسان کی مجموعی فوجی طاقت کی میزان درج ذیل کرنا چاہتا ہون - گو کہ ضمنی طور پر جا بجا مین نے اسکی اکثر مدات کا پیشتر حوالہ دیا ہے - اس اندازہ مین مقامی جمعیتین یعنی شام قلچیون (توڑے دار بندوقون والے سپاہی وغیرہ) کی تعداد شامل نہین جو بوقت جنگ ضرورت کے پورا کرنیکے لئے بہرتی کی جاسکتی ہین بلکہ مستقل فوج شامل ہے جو چند روز کے عرصے مین بہم پہونچا کر میدان جنگ مین بہیجی جاسکتی ہے -

پیدل فوج (سرباز یعنی فوج باقاعدہ)

۱ - معمولی شاہی رجمنٹین

دو رجمنٹین قرائی ترکون کی جو ترشیز اور تربت حیدری مین بہرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھ آٹھ سو جوان ہین - - - - - ۱۶۰۰

دو رجمنٹین جو بیرجند مین بہرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھ آٹھ سو جوان ہین ۱۶۰۰

(ان چارون رجمنٹون مین سے صرف دو کو وقت واحد مین کام مین لایا جاتا ہے - باقی کی دو رخصت کردی جاتی ہین)

۲- غیر منظم شاہی رجمنٹین

چار رجمنٹین جو بالعموم آذربائیجان مین بھرتی کی جاتی ہین اور جنمین سے تین مشہد مین متعین رہتی ہین۔ فی رجمنٹ آٹھ سو جوان ۳۲۰۰

میزان ۶۴۰۰

رسالہ (زیادہ تر اجورہ دار)

بیقاعدہ (یعنی جو قابل خدمت ہین مگر معرض نقل و حرکت مین نہین لائے گئے)

تیموری اور تربت شیخ جام	۱۰۲۵
جمشیدی	۳۰۰
ہزاری	۴۵۰
زعفران لو کرد (ماتحت ایلخانی کوچان)	۶۰۰
شاد لو کرد } ماتحت ایلخانی بجنورد	۵۰۰
گوکلان ترکمان }	۳۰۰
درگز (ترک)	۱۰۰
قلات نادری	۱۵۰
قاین اور سیستان	۷۰۰
طبس	۱۵۰
مختلف شہر و دیار (سبزوار وغیرہ)	۴۰۰

میزان ۴۶۷۵

توپ خانہ ۔ ۲۰۰

(جس آسانی سے حرکت مین لائی جانے والی جنگی توپین مشہد کے ارگ مین ہین دو قلات مین اور چھہ توپین سرخس کے برجون پر پڑی ہوئی ہین)

پیدل	۶۴۰۰
سوار	۴۶۰۵
توپ خانہ	۲۰۰
میزان کل	۱۱۲۰۵

الغرض یہ ہے خراسان کی مجموعی فوجی طاقت جو میرے مشاہدے مین آئی ۔ اگر ٹھیک طرح سے اسے قواعد سکہائی جائے اور اسکے افسر معقول ہون تو ایک عمدہ فوج ہو سکتی ہے لیکن اسکی موجودہ حالت ایسی ہے کہ ممکن نہین کہ اس کا ذکر کیا جائے اور لب تک تبسم نہ آنے پائے

خراسان کی تجارت

مین اب اوس طرز عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو برطانیہ کلان اور روس نے تاجرانہ حیثیت سے خراسان مین اختیار کیا ہے ۔ گذشتہ کئی سال سے روس نے باوجودیکہ تجارتی شوق اوس کی قومی خصوصیات کا جزو نہین ہے وسط ایشیا کی منڈیون کو اپنے حیطۂ تصرف مین لانے کی آرزو کو دل مین جگہہ دی ہے ۔ یہ شوق جس کا ابتدائی محرک پٹیر اعظم تہا روسیون کو اوس شہنشاہ سے ترکہ مین ملا ہے اور اب جس تن دہی سے اس خیال کی تکمیل عملی صورت مین اس خطہ مین کی جا رہی ہے اوسے اوس کاہلی اور سہل انگاری سے نمایان تضاد ہے جو روسی دوسرے

مقامات مین ظاہر کر رہے ہین۔ مشرق مین روس کے فن تدبیر مملکت کے اصول موضو
یہ ایک جزو اعظم ہے کہ تجارتی قبضہ مقدم ہونا چاہیئے اور سیاسی قبضہ موخر۔ اور تجار
گماشتون اور نائبون کا تقرر۔ وسائل آمد و رفت و رسل و رسائل کا افتتاح اور مشرق
مین آنے یا وہان سے باہر جانے والے مال کی نسبت محصول کے خاص خا
استثناؤن کا اجرار۔ اوس کے ایشیائی طرز عمل کی مستقل صورتین ہین۔ چونکہ
بحیرہ اخضر سے اس قدر قریب واقع ہے جس کی جہازرانی بلامشارکت احدے رو
کے ید قدرت مین ہے اور اسکے علاوہ ماورار النہر سے بھی ملا ہوا ہے جسے اونہو
۱۸۸۱ء مین فتح کیا لہذا تجارتی اغراض کی تکمیل کے لئے یہ ایک نہایت ہی موزون
ہے اور اسکی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ گویا روسیون کی تجارتی کامیابی کا منتہا ہے۔

انگریزون کی سابق تجارت مشہد کے ساتھ

لیکن قبل ازان کہ مین موجودہ صورت حالات پر امعان کے ساتھ نظر ڈالون مین اِس
کی طرف جو اِس ضمن مین مین نے کسی کتاب مین مندرج نہین پایا ناظرین کو متوجہ کیا چاہتا ہو
یورپ اور خراسان کے درمیان جس قوم نے سلسلہ تجارت قایم کیا وہ انگریز تھے نہ کہ رو
ڈیڑہ سو سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اول اول انگریزی تاجرون نے بحیرہ اخضر سے مشہد تک
اوس شاہراہ کے افتتاح کی کوشش کی جس سے ہمارے رقیب اب اس قدر فائدہ ا
رہے ہین۔ ایران کے ساتھ برطانیہ کے تجارتی تعلقات کی داستان پر مین اِس سرزمی
غیر معروف یا فراموش شدہ تاریخ کے ابواب مین سے ایک نہایت ہی حیرت انگیز باب کی حیثی

نظر ڈالتا ہوا ن اور آگے چلکر مین اوس شجاعت او استقلال کا بھی کچھہ ذکر کرون گا جس سے کام لیکر اوس زمانہ مین جبکہ سوداگرون کو صاحب سیف بھی اوسیطرح ہونا پڑتا تھا جیسے کہ صاحب قلم انگریزی تجارتی کمپنیون کے کارپردازون نے تجارت کے ساتھہ ساتھہ برطانیہ کلان کا علم اور اوس کا پرشکوہ نام ان سرزمینون مین لیجا کر قایم کیا جہان سب کو اپنی جانین معرض خطر مین ڈالنی پڑتی تھین اور اکثر لوگون کی زندگیان جو کہون مین تلف ہوتی تہین - اور جہان سے صحیح وسلامت پلٹ کر آنے والون کے لئے نہ تو اپنا سے ملک کی طرف سے نعرہ ہاے تحسین بلند ہوتے تہے اور نہ شاہی انجمنون کی طرف سے تمغے ملتے تہے - منجملہ اون خیالات کے جو جان بلٹن (یہ وہ طباع مگر متلون مزاج انگریز ہے جس نے اٹھاروین صدی کے وسط مین بحیرہ اسفر کی انگریزی تجارت کی اوس تجدید مین جان ڈالکر خود ہی اوسے ضائع کر دیا جس کی تاریخ جوناس ہینوے نے جو خود اس کارنامہ مین امتیاز کے ساتھہ شریک تہا نہایت شرح وبسط سے قلمبند کی ہے) کے تصور نے پیدا کئے ایک یہ تہا کہ مشہد مین ایک انگریزی کارخانہ قایم کیا جاوے اور استر آباد کی راہ سے لندن کا اونی کپڑا منگا کر خراسان کے دارالخلافہ مین مشرق کی لاتعداد دولت کے معاوضہ مین فروخت کیا جائے - جن امید بہرے لفظون مین اوس نے یہ تجویز برطانوی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرس برگ کے سامنے پیش کی تہی اونہیں اب ہم کیا ہی بوالعجبی سے پڑہتے ہین:-

مشہد سے بخارا تک کی تجارت مین انگریزی تاجرون کو کسی زبردست حریف کی رقابت کا خوف نہین ہو سکتا - جب تک کہ اون کو سلطنت روس مین سے اپنے مال کے لے جانے اور بحیرہ

اخضر مین جہاز چلانے کی اجازت رہے گی اور یہ دونون باتین ایسی ہین کہ شہنشاہ روس اپنے فائدے کے خیال سے رعایاے برطانیہ کلان کے حق مین تسلیم کرے گا اوسوقت تک اِس تجارت مین اونکے سامنے کسی اور کی پیش نہ جاسکے گی"[1]

جو واقعات کہ فیاض اور بھولے بھالے روس اور روپیہ پیدا کرنے والے انگلستان کی اس خیالی تصویر کے قالب مین جان پڑنے کو مانع آئے اون کا ذکر مین آگے چلکر کرونگا۔ یہان مین صرف مختصر سی تاریخ اس واقعہ کی بیان کرتا ہون کہ مشہد پر اس کا اطلاق کس صورت سے ہوتا ہے۔ ماہ دسمبر ۱۷۴۳ع مین ہو سے خود کچھ تجارت کا مال لیکر استرآباد تک آیا اور اوس کا قصد تہا کہ اپنے مال کو بذریعہ کاروان مشہد لیجائے لیکن وہ آگے نہ جا سکا کیونکہ اوس کے زمانہ قیام استرآباد مین نادرشاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کیا گیا اور اوس کا مال لوٹ لیا گیا اور قریب تہا کہ وہ خود بھی غلام بناکر ترکمانون کے ہاتھ بیچ ڈالا جائے۔ لیکن روسی کمپنی کے (جو لندن سے تجارت کرتی تہی) دو کارپرداز مشہد پہونچنے مین کامیاب ہوئے۔ ان مین سے ایک جسکا نام منگو گرہیم یا گریم تھا واپس آتے وقت ۱۷۴۳ع مین بمقام سمنان مارا گیا[2]۔ دوسرا اون میں ایلٹ نامی دو سال ۳ مہینے تک یعنے ۱۷۴۳ع سے ۱۷۴۵ع تک مشہد مین مقیم رہا مگر اوسے کچھ زیادہ کامیابی نہین ہوئی کیونکہ اوسنے صرف ۵۵۰۰ پاونڈ کی مالیت کا مال بیچا۔ وہ سلامتی کے ساتھ

[1] دیکھو "ہسٹاریکل اکاونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کسپین" (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے۔ جلد اول صفحات ۲۷ لغایت ۳۹۔

[2] دیکھو (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے جلد اول صفحات ۲۷ لغایت ۳۹

اپنے ملک مین واپس پہنچا لیکن اسکے بعد کسی کو ایسے خطرناک تجربہ کے دہرانے کی ہمت نہ پڑی - اور تین سال کے عرصہ کے اندر اندر ہر ایک انگریزی سوداگر نے اِس خیال سے اس سرزمین کو خیرباد کہی کہ جان بچی لاکھون پائے۔

حالات مابعد

مین انگریزی تجارت کے قیام کے متعلق جو پہلی کوشش کی گئی اوسکی تاریخ یہ ہے جو بیان ہوئی - موجودہ صدی (انیسوین صدی) مین دارالخلافہ کے طہران مین منتقل ہوجانے - وسائل آمد ورفت اور رسل ورسائل کے متعلق زیادہ طمانیت اور سمت جنوب مین خلیج فارس سے بندر عباس کی راہ کے افتتاح مکرر کی وجہ سے مشہد ایک دفعہ پھر برطانوی یا انگریزی وہندی تجارت کے دائرۂ اثر مین آگیا ہے - حالانکہ روس کو بھی شمال کی طرف متواتر دست اندازیون کی وجہ سے اس نواح مین کچھہ کم فائدہ نہین پہنچا تا قدیم سیاحون نے وقتاً فوقتاً روسی تجارت کا اس علاقہ مین[1] روز افزون ترقی کرنا بیان کیا ہے

[1] اِس کا مقابلہ کرنیل ویلنٹائن بیکر کی کتاب "کلاوڈز اِن دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۳۰۵ سے کرو جسمین وہ کہتا ہے کہ "وسط الشیا کی کل تجارت بتدریج روس کے ہاتھون مین چلی جارہی ہے" اور اوڈونون کی کتاب "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) بھی اِس بارہ مین دیکھنی چاہیے - اس کتاب کی جلد اول مین صفحہ ۴۰۰ پر وہ کہتا ہے - "روس کامل طور سے یورپ کے مال مین مشہد کی تجارت کا مالک ہے - البتہ کسی قدر شکر مارسیلس سے آتی ہے - اونی اور سوتی کپڑے - چینی کے ظروف - کانچ کی کشتیان - لیمپ اور دوسری یورپ کی بنی ہوئی چیزین سب روسی ساخت کی ہین"

اور یہ خیال بادی النظر مین حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سوداگرون کے ہاتھہ سے خراسان کی تجارت چند سال سے ایسی نکل گئی ہے کہ اوس کا پھر حاصل ہونا محال ہے۔

بادی النظرین روس کا تفوق

بادی النظر مین چونکا دینے والی خبر صحیح معلوم ہوگی۔ استرآباد سے مشہد تک خراسان مین جتنے ذی امتیاز شہر واقع ہین (مثلاً شاہ رود۔ سبزوار۔ نیشاپور۔ بجنورد۔ شیروان اور کوچان) اونمین سے کسی ایک کے بازارون مین اگر کوئی شخص جاکر دیکھے تو اوسے روسی اثر کی علامات بدیہی نظر آمین گی۔ دوکانین روسی ساخت کی انواع واقسام کے سوتی کپڑون مثلاً لٹھے خاصے اور چھینٹ وغیرہ روسی ساخت کی شکر۔ روسی چینی کانچ اور دیات کے برتنون اور مہذب اور متمدن زندگی کی بلہ ارزان ضروریات سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ خراسان مین یا تو براہ بندر گز واسترآباد وشاہ رود اور یا براہ عاشق آباد د کوچان داخل ہوکر ان اشیاء کی ایک موج ذخار صوبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہتی ہوئی جاتی ہے اور ویسی بازارون مین کسی غیر ملک کی ساخت کی اگر کوئی چیز مقابلہ کے لئے سر اوٹھاتی ہے تو اوسکو غرقاب کردیتی ہے۔ فرانسیسی شکر مارسیلز سے براہ بمبئی منگوائی جایا کرتی تہی۔ اب یہ تجارت بہی مسدود ہوگئی اور قند یا بورے کی قسم سے کوئی شکر سواے روسی شکر کے یہان دیکھنے مین نہین آتی۔ روسی مٹی کا تیل جو باکو سے آتا ہے تمام بازارون مین بکتا ہے سنہ ۱۸۹۸-۹ء مین ۳۶۰۰۰ پاوڈ کی مشہد مین درامد ہوئی۔ لیمپ۔ جہاڑ۔ ہانڈیان۔ باورین آویزون کے شمعدان۔ کشتیان۔ شیشے کے آبخورے۔ گلاس۔ سماوار۔ چادانیان طشتریان

تالے۔ ارزان قسم کی چہریان۔ کانٹے اور چاقو سب روسی ساخت کے ہین اور سرسری نگاہ سے دیکھنے والے کو انہین دیکہکر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کل ضروریات زندگی کے بہم پہونچانے کا ٹھیکہ روسیون نے لے لیا ہے۔

ایرانی شمار اعدادی

جب مین مشہد مین تہا تو مین نے روسی اور انگریزی و ہندی تجارت کی جدا جدا مقدار قیمت کی حتی الامکان صحیح کیفیت دریافت کرنیکی خاص طور پر کوشش کی۔ اور جن لوگون کو ان معاملات مین رائے زنی کا بہترین استحقاق تہا اور جن مین زیگلر کمپنی (یہ ایک ہی یورپین تجارتی کوٹھی ہے جو یہان قایم ہے) کا ایجنٹ بھی شریک تہا اون سے اس بارہ مین استفسار کیا۔ یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایران مین حصول شمار اعدادی قریب قریب ناممکن ہے اور جو اعداد کہ بعد از وقت بسیار ملتے بہی ہین وہ بسا اوقات ناقص یا غلط ہوتے ہین۔ تجارت کی مجموعی مقدار کے متعلق جو اندازہ ایران مین کیا جاتا ہے وہ اکثر صورتون مین چنگی خانہ کے نقشہ جات پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ استقرار کی یہ بنا لازمی طور پر قابل اعتبار نہین ہوتی۔ یورپین سوداگرون یا اونکے گماشتون سے اگر اعداد کے متعلق کوئی استفسار کیا جاے تو وہ اطلاع مطلوبہ کے بہم پہونچانے مین دریغ نہین کرتے لیکن دیسی سوداگر یا تو ہنا حساب بتانا چاہتے ہی نہین اور یا حساب سرے سے رکھتے ہی نہین۔ اس لئے جو اعداد کہ اب مین درج کیا چاہتا ہون نہ تو وہ اور ایسے حسابات جو سرکار انگریزی کے عہدہ دارون نے شایع کیا ہے خراسان کے متعلق ایران کے دوسرے حصون کی طرح صحیح متصور ہو سکتے ہین۔ البتہ

اِن اعداد کو تخمیناً صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

جو کیفیت مجھے مشہد مین معلوم ہوئی

مشہد مین جن لوگون کی زبانی مجھے وہان کے حالات معلوم ہوے اونہو
مجھے یقین دلایا کہ اگرچہ خراسان مین باعتبار کمیت روسی مال تجارت بڑھا ہوا ہے
وقیمت کے لحاظ سے ابھی تک انگریزی مال کو اوسپر تفوق حاصل ہے۔ سد
نظر آتا ہے اور تمام خوردہ فروش سوداگرون کی دوکانون مین بھرا پڑا ہے
روس سے آتا ہے اور اوس کے ساتھہ مقابلہ نہین ہوسکتا۔ لیکن زیادہ قیمتی ما
خراسان مین کچھہ تو مغرب کی طرف سے براہ تبریز وطہران وشاہ رود۔ مگر زیاد
جنوب کی طرف سے براہ بندر عباس وکرمان آتا ہے وہ برطانوی یا انگر
الاصل ہوتا ہے اور پاونڈون مین حساب لگانے سے یہ بات ثابت کی جا
کہ اوس وقت مشہد کی تجارت جس قدر کہ بمبئی کے ساتھہ تھی اوسکی مالیت
کی تجارت سے زیادہ تھی۔ مثلاً مشہد کا محصول چنگی سنہ ۱۸۸۸ء مین (یعنے
جو مال تجارت درآمد شدہ پر لیا گیا) گورنمنٹ سے پچاس ہزار تومان (۱/۲ ۳ توما
کے معاوضہ مین خرید لیا گیا تھا اور یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ اس مین سے تیس ہزار
مال پر لگایا جائے گا جو بندر عباس سے آتا ہے اور بیس ہزار تومان باقی۔

۱؎ کوتولی بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۳۱ء مین مشہد کے محصول چنگی کا ٹھیکہ پندرہ ہزار توما
"اوور لینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان تک کا سفر) جلد اول صفحہ ۲۹۱۔

پر جو ایران اور روس سے آتا ہے حالانکہ روس کے مال پر جو محصول لگایا گیا اوسکی مقدار دس ہزار تومان بھی نہ تھی۔

انگریزی قونسل کی رپورٹ

اوس وقت یہ وثوق آمیز دعوے مجھے محتاج توضیح معلوم ہوا لیکن جو تفصیلی کیفیت مجھے قونسل جنرل میکلین کی قابل تحسین تجارتی رپورٹ بابت سنہ ۱۸۹۰ع کے ذریعہ سے معلوم ہوئی اوس سے مین دعوائے مسطور کی تشریح اور کئی ایک اعتبار سے اوسکی تصحیح کرسکا ہون۔ یہ پہلی رپورٹ ہے جو مشہد یا خراسان کے متعلق مرتب کی گئی ہے اور مشہد جیسے اہم تجارتی مرکز مین ایک انگریزی قونسل کے موجود ہونے کو بجائے خود حق بجانب ثابت کرتی ہے۔ یہ رپورٹ اُن سفارتی اور تجارتی ومالی رپورٹون کے ایک سلسلہ مین درج ہے جو انگریزی فارن آفس نے جاری کیا ہے۔ اور بلاشبہہ یہ ایک سالانہ سلسلہ کا پہلا نمبر ہوگا۔[۱]

انگریزی اور روسی مال درآمد کی قیمت

اِس رپورٹ سے مجھے معلوم ہوا کہ کل قیمت اوس انگریزی وہندوستانی مال کی جو سنہ ۹۰-۱۸۸۹ع (ایرانی سال کا شمار اوس زمانہ سے ہوتا ہے جب کہ آفتاب نقطہ اعتدال ربیعی پر پہونچتا ہے۔ یعنی ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۸۹ع سے ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۹۰ع تک) مین خراسان مین لایا گیا ۸۴۳۰۰ پاونڈ اور روسی مال کی مجموعی مالیت ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ تھی۔ لیکن اعداد اول الذکر

[۱] دیکھو "اینول سیریز" (سلسلہ سالانہ) بابت سنہ ۱۸۹۰ع نمبر ۷۵۲۔

مین یقینی طور پر اوس کالی اور سبز چینی چار کی قیمت کا ایک بڑا حصہ شریک کرنا چاہیئے جو بمبئی سے جہاز پر بار ہو کر آئی اور جسے بلا شبہہ انگریزی تاجرون نے چین سے منگوایا۔ اِس چینی چار کی مجموعی قیمت ۴۳۳۰۰۰ تومان یا ۱۲۳۷۱۴ پاؤنڈ تھی - لیکن یہ تقریباً کل کی کل بخارا اور خیوا وغیرہ کو جاتے وقت مشہد مین سے ہو کر گذرتی ہے۔ خراسانی مذاق ہندوستان کی کالی چار کو زیادہ پسند کرتا ہے جسکی درآمد مالیتی ۱۲۰۰۰ پاؤنڈ اوس انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی مجموعی مقدار مین شامل کیجا چکی ہے۔ چینی چار کی قیمت کے ایک بڑے حصے کے اِس مین شریک کر دینے سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے جو بصورت دیگر میرے اطلاع دینے والون کے بیانات مین پایا جاتا ہے۔

انگریزی و ہندوستانی تجارت کے راستے

یہان مین کچھ دیر ٹھہر کر اون آسانیون پر غور کرونگا جو یورپ کی رقیب طاقتون کو ایک دوسری کے مقابلہ مین خراسان مین حاصل ہین۔ برطانوی یا انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی راہین نام کو تو تین ہین لیکن عملی لحاظ سے صرف دو ہین۔ پہلی راہ وہ دور و دراز خشکی کی راہ ہے جو ترکی بندرگاہ ترنبزان سے جو بحیرہ اسود کے ایک گوشہ مین واقع ہے شروع ہو کر طہران اور تبریز کو طے کرتی ہوئی آتی ہے۔ اِس کی مسافت پندرہ سو میل ہے اور سفر کاروان اونٹ پر چار مہینے مین طے ہوتا ہے[1]۔ دوسرا راستہ بندرعباس واقع ساحل خلیج فارس سے مشہد کو آتا

[1] ترنبزان سے مشہد تک پر لدے ہوے اونٹ کا کرایہ ۲۷ تومان یعنی ۷ پاؤنڈ ۱۰ شلنگ اور بندرعباس سے (براہ کرمان) مشہد تک ۹ تومان یعنی ۲ پاؤنڈ ۱۱ شلنگ ۶ پنس ہوتا ہے۔

ہے۔اس کی دو شاخیں ہیں۔نزدیک کی راہ کرمان۔راہوار منہبند اور تون سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے اور ۴۰۹ میل لمبی ہے اور خچر پر ۴۰ اور اونٹ پر ۷۵ دن میں طے کی جا سکتی ہے۔ دور کی راہ یزد میں سے گزرتی ہے کبھی کبھی سوداگر اسے اختیار کرتے ہیں اور وہ زیادہ تر اس وجہ سے کہ باربرداری کے حاصل کرنے میں ادہر آسانی ہے اور یزد کے پر رونق بازار میں اونہیں مال بیچنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔تیسرا راستہ جو ہندوستانی تجارت کے لئے قریب ترین اور راست ترین ہے ریل کے ذریعہ سے براہ درہ بولان انگریزی سرحد چمن واقع بلوچستان میں اور وہان سے براہ قندہار و ہرات مشہد کو آتا ہے ۔

ہندوستانی سرحد سے یہ راستہ صرف تیس منزل یا ۶۷۰ میل ہے۔کسی زمانہ میں یہ راستہ تجارت کی جان ہوتا تھا لیکن امیر افغانستان[۱] کے تنقید اور سختی کی وجہ سے جس نے اپنے ذرایع آمدنی کی توسیع کو حق راہ روی کے بیش قرار اور گرانبار محصول کے مطالبہ پر مبنی قرار دیا ہے اور جو اپنے ہمسایوں کی آسانی اور تجارتی ترقی کی طرف سے بالکل بے پروا ہے یہ راستہ عملی طور سے بالکل مسدود ہو گیا ہے۔ اول الذکر دو ممکن الاختیار راستوں میں سے تربزان کی طرف کے راستہ سے ۱۸۹۹ء میں ۲۳۴۰۰ پاؤنڈ کی مالیت کا برطانوی مال تجارت اور بندر عباس کی راہ سے انگریزی و ہندوستانی مال (بہ استثنائے چار چین) ۶۰۸۷۰ پاؤنڈ کی مالیت کا آیا۔

[۱] امیر ہر ہنڈرڈ ویٹ (ایک من سولہ سیر) پر ۲ پاؤنڈ ۲ شلنگ اور مزید بران ہر دسے ہوئے اونٹ پر ۲ پاؤنڈ ۷ شلنگ کا محصول لیتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کابل کی سڑک پر امیر ہندوستانی مال کے ہر اونٹ کے بوجھ پر جو بخارا کو جاتا ہو ۸۰ روپیہ محصول لیتا ہے۔یہ حفاظت نہیں بلکہ امتناع ہے۔

محصول مال درآمد

برطانیہ کلان اور ایران کے مابین جو عہد نامہ ہے اوس کی روسے داخل ہونے کی بندرگاہ یا شہر مین برطانوی مال تجارت پر اصل قیمت کے لحاظ سے صرف پانچ فیصدی محصول لیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے برطانوی مال پر ترنران سے بلا محصول گذر کر تبریز مین اور انگریزی و ہندوستانی مال پر بندرعباس مین یہ محصول لیا جاے گا۔ لیکن چونکہ خراسان مین منزل مقصود یا رستے کے بڑے بڑے شہرون مین انگریزی تاجر نہین ہین اسلئے ایرانی عمال چنگی مقدار واجب الوصول سے کسی قدر زیادہ حاصل کر لیتے ہین اور غیر علاقہ کے مال تجارت کو بھی اوسی طریقہ کے ذیل مین لاتے ہین جو دیسی مال کے متعلق زیر رواج ہے اور جسکی روسے ہر بڑے شہر مین چیزون پر محصول چنگی لیا جاتا ہے اسی طرح سے برطانوی مال آمدۂ ترنران پر تبریز مین ۵ فیصدی کا محصول ادا کرنے کے بعد اوس کو ایرانی تاجرون کے حوالہ کر دینا پڑے گا جو ڈہائی فیصدی کا مزید محصول اس پر خراسان مین داخل ہوتے وقت ادا کرینگے۔ گویا کہ محصول کی مجموعی مقدار ساڑھے سات فیصدی ہوئی۔ اسی طرح سے مجموعی مقدار اوس محصول کی جو بندرعباس سے براہ کرمان آنے والے مال پر لگایا جائے گا تقریباً ساڑھے سات فیصدی اور یزد کے زیادہ پھیر کے راستے سے نو فیصدی ہوگی۔ اگر منزل مقصود پر یابندگان مال انگریز ہون تو پانچ فیصدی کی شرح مقررہ سے جس قدر زیادہ محصول ہوگا وہ نہ لیا جاے گا۔ ایرانی عمال چنگی متعینہ بنادر کی ایک اور تجویز یہ ہے کہ پانچ فیصدی کی مقررہ شرح سے بندر پر

کم محصول لین لیکن رقم وصول شدہ کی رسید نہ دین تاکہ وہ دوسرے شہرون مین اپنے ہم شغل بہائیون کو نہ صرف اوس کمی کے پورا کرنے کا موقع دین جو پورا محصول نہ لینے کی وجہ سے واقع ہوئی ہو بلکہ بعض دفعہ دوگنا وصول کرادین -

روسی تجارت کی راہین

یہ ہین وہ مشکلات جو برطانوی یا انگریزی و ہندوستانی تجارت کو اس سرزمین مین پیش آتی ہین- روس کے لئے چار تجارتی راستے کہلے پڑے ہین- (۱) وہ راستہ جو طفلس سے شروع ہوکر تبریز ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے - (۲) راہ رشت وطہران - (۳) ازگز تا بہ شاہ رود براہ استرآباد - اور (۴) عاشق آباد سے لیکر کوچان تک کی سڑک جو ماورار النہری ریلوے سے متعلق ہے - اول الذکر تین راستون کو آخری راستے نے عملی طور سے مسدود کر دیا ہے جو طول مین صرف ڈیڑہ سو میل ہے- اِس راستہ کو شروع سے لیکر آخر تک ایک ایسی سڑک کی شکل مین منتقل کیا جا رہا ہے جس پر گاڑی چل سکتی ہے اور مین اپنے سفر کے حالات بیان کرتے وقت پیشتر اِس کا ذکر بہی کر چکا ہون[1]- جو عظیم الشان فواید روس کو حاصل ہین اون کی توضیح کی اِس مقام پر حاجت نہین- ہم اگر ان فواید کا مقابلہ کر رہے ہین تو اوسکی وجہ محض یہ ہے کہ بعض بڑی بڑی اشیاء درآمد مثلاً چا اور نیل روس بہم نہین پہونچا سکتا -اِس حالت پر انگریزی قونسل نے راے زنی کرتے وقت حسب ذیل

[1] ماہ مئی سنہ ۱۹۰۱ء مین مجہے معلوم ہوا کہ اس سڑک کے اوس حصہ پر جو کوچان اور مشہد کے درمیان واقع ہے اونٹون خچرون اور گہوڑون کے بجاے اب بہاری بے کمانی کی گاڑیان جن مین دو تین بلکہ چار گہوڑے جتے ہوتے ہین آنے جانے لگ گئی ہین-

تحریر قابند کی ہے جسے پڑھکر ہمین ذرا بھی تعجب نہین ہوتا۔

یہ ظاہر ہے کہ ماوراءالنہری ریلوے کا عاشق آباد مین مشہد سے صرف ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر موجود ہونا اور ان شہرون کا عنقریب ایک نہایت عمدہ مکادمی[1] (کنکر کی کُٹی ہوئی) سڑک سے ملا دیا جانا ایسے واقعات ہین کہ انگریزی مال تجارت جسے سمندرون کو عبور کرنا اور دور دراز خشکی کے ناہموار راستے طے کرنا پڑتے ہین روسی مال کے ساتھ ایران کے ان علاقون مین بھی مقابلہ کا دعوےٰ اوس وقت تک نہین کر سکتا جب تک کہ ہماری اپنی ریلوے کی اس علاقہ مین توسیع نہو جاے۔

محصول چنگی

روس کو اپنی فوقیت کا حال اچھی طرح سے معلوم ہے اور وہ مالی ساز و باز سے اس تفوق کو اور زیادہ رفیع کرنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ ایسی چالون کو وہ حضرات جنہین انگلستان مین فن سیاست مدن کے ماہر ہونے کا دعوےٰ ہے جایز نہین رکھتے۔ برخلاف اس کے اس قسم کی منصوبہ بازی ممالک غیر اور بالخصوص دولت روسیہ

---

[1] میرے خیال مین اس لفظ کا استعمال یہان غیر موزون ہے کیونکہ مجھے یقین واثق ہے کہ بیچارے مکادم کو اگر قبر مین سے اوٹھا کر عاشق آباد و مشہد کی سڑک پر ڈال دیا جاے تو وہ اپنے ذی وقعت نام کے اس بُرے طور پر تشہیر کئے جانے کے مشاہدہ سے مبہوت رہجاے گا۔

+ جان لاؤڈن مکادم نے جس کا سن ولادت ۱۷۵۶ء اور سن وفات ۱۸۳۶ء ہے اول اول انگلستان مین سنگریزون کی کُٹی ہوئی سڑک کے تیار کرنے کے طریقہ کو رواج دیا۔ چنانچہ اس قسم کی پختہ سڑک کو اوسکے نام کے لحاظ سے "مکاڈمائزڈ" کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ مینے مکادمی کیا ہے۔ مترجم

کی تجارتی حکمت عملی کا نمایان عنصر ہے۔ روسی مال پر سرحد ایران سے گذرتے وقت پانچ فیصدی کا محصول مقررہ دولت روس کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن ایرانی روئی کی برآمد کو ترقی دینے کے لئے اس کے حق مین بمقابلہ اوس روئی کے جو بحیرہ بالٹک یا بحر اسود کی راہ سے لائی جاتی ہے، روس دس فیصدی کی رعایت مرعی رکہتا ہے۔ چنگی کے متعلق ایک فرمان کی رو سے جو ماہ فروری سنہ ۱۸۹۹ء مین شایع ہوا ایرانی مال تجارت پر جو ماوراءالنہر جاتا ہے مالیت کے لحاظ سے ڈہائی فیصدی محصول لگایا جاتا ہے۔ لیکن بعد کے ایک فرمان مصدرہ فروری سنہ ۱۸۹۹ء کی رو سے اگر اس قسم کا مال یوروپ کو جانے کی غرض سے فقط ماوراءالنہر مین سے گذرے تو عاشق آباد یا ماوراءالنہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن سے روانہ کئے جانے کی حالت مین اوس پر کوئی محصول نہین لیا جاتا۔

مال درآمد کی کثیر ترین مقدار باعتبار نوعیت

(۱) انگریزی وہندوستانی مال

انگریزی وہندوستانی مال تجارت جو بندر عباس کی راہ سے لایا جاتا ہے اوس کا سب سے بڑا حصہ چین کی چاء کو نکال کر اہہی تک چاء ہے۔ یعنی ہندوستان کی سبز چاء مالیتی ۱۴۰۱۷ پاونڈ (جو زیادہ تر بخارا کو جاتی ہے) اور ہندوستان کی کالی چاء جو خراسان مین پسند کی جاتی ہے۔ اس کے بعد نیل کی باری آتی ہے جس کی مجموعی قیمت ۷۰۱۰۱ پاونڈ ہوتی ہے اور جس مین سے نصف سے زیادہ نیل روسی وسط ایشیا کو

جاتا ہے[۵۱]۔ اس نیل پر جو محصول درآمد لیا جاتا ہے اوس سے وصول محصول کے اوس اقتضای طریقہ کی توضیح ہوتی ہے جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ تین فی صدی محصول بندر عباس مین لیا جاتا ہے۔ ایک فی صدی کرمان مین اور ۲½ فی صدی مشہد مین پہونچنے پر۔ اگر اس کے ساتھ ڈہائی فیصدی کا وہ محصول جو روس اسپر ماوراء النہر مین سے گذرتے وقت لگاتا ہے اور ڈہائی فیصدی کا مزید محصول جو خان بخارا اپنی سرحد پر وصول کرتا ہے ملا دیا جاوے تو تاتاری دارالحکومت مین پہونچنے تک اسکی قیمت ایسی گرانبار ہو جاتی ہے کہ معمولی چیزون کا شمار بھی بیش بہا لوازم تنعم مین ہونے لگتا ہے۔ خاکی رنگ اور نیز سفید لٹھے۔ چادرین اور قمیصون کے کپڑے۔ روسی مال کے مقابلہ مین انگریزی ساخت کے زیادہ پسند کئے جاتے ہین اور یہ مال تقریباً بارہ ہزار پاؤنڈ کی مالیت کا براہ بندر عباس آتا ہے۔ کشمیری شالین تانبے کی چادرین۔ ٹین اور ادویات اور گرم مصالحہ وہ چیزین ہین جو اس تفصیل کے نمایان حصہ کو تکمیل کو پہونچاتی ہین۔

(۲) برطانوی مال

تبریز اور طہران کی راہ سے سوتی کپڑے اور چینٹین جو اسی قسم کے روسی ساخت کے مال درآمد کے مقابلہ کی تاب لا سکتی ہین آتی ہین۔ انگریزی چاقو اور قینچیان اور چینی اور

[۵۱] وسط ایشیا مین نیل ہر جگہ ریشمی اور سوتی کپڑے رنگنے۔ شیشے پر رنگ چڑہانے اور اون لاجوردی اور سفید کاشی کے کام کی اینٹون پر میناکاری کرنے کے کام آتا ہے جو عمارات مذہبی اور اماکن متعلقہ اغراض دنیاوی کی تزئین کا نہایت نمایان جزو ہین۔

کانچ کے ظروف جو بازارون مین بہت کم دکھائی دیتے تہے لیکن جو اسی راستے سے آتے ہین فوراً ہی بک جاتے ہین باوجودیکہ اسی قسم کی روسی ساخت کی چیزون کے مقابلہ مین اون کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے ساتہہ ہی مجہے معلوم ہوا کہ کثرت راے اِس خیال کی موید ہے کہ جن سستے روسی ساخت کے سوتی کپڑون کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے اون کی درآمد حد اعتدال سے متجاوز ہوگئی ہے اور اس مال سے دوکانین اس قدر بہری پڑی ہین کہ جو قیمت اِن چیزون کی دستیاب ہوتی ہے اوسکا نتیجہ سواے مالکون کے نقصان کے اور کچہہ نہین ہوسکتا۔ روس اور انگلستان کی اشیاء تجارت کے باہمی مقابلہ کی خاص نوعیت بلاشبہہ یہ ہے کہ پایداری اور عمدگی کے لحاظ سے تمام انگریزی اشیاء روسی اشیاء سے بدرجہا بہتر ہین لیکن جو دور دراز فاصلہ کہ اِن چیزون کو طے کرنا پڑتا ہے اور اِس لئے جو بیش قرار قیمت لازمی طور پر اون کی لگانی پڑتی ہے اوس کے لحاظ سے یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ وہ روسی چیزون سے مقابلہ کرسکین۔ جب ہم انگلستان وروس کی تجارتی حالتون کا مقابلہ کرتے ہین تو میرے خیال مین تو (قطع نظر اون اشیاء کے جن مین روس کو مقابلہ کا دعوے نہین ہوسکتا مثلاً نیل۔ معدنیات اور چاے) یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ باوجود اِن تمام مزاحمتون کے برطانیہ کلان کے ہاتہہ مین پہر بہی اِس قدر تجارت موجود ہے۔ یہ دوسرا سوال ہے کہ آیا یہ تجارت قایم رکہی جاسکتی ہے یا نہین۔ اور اِس سوال کے اثبات مین جواب دینے مین مجہے تامل ہے۔

(۳) روسی مال

روسی مال کی کل مقدار قیمتی ۱۱۰۴۰۰ پاؤنڈ ہین جو ماوراالنہری ریلوے کے
لائی جاتی ہے تیسرا حصہ سادہ اور رنگین سوتی کپڑون کا ہے جس مال کی کھپت
کثیر مین ہوتی ہے اوس مین دوسرا نمبر شکر کا ہے جس نے ہر ایک دوسرے
علاقے یعنے فرانس یا ہندوستان کی شکر کی قدر بازار مین کم کر دی ہے۔
یہان ساڑھے چار پنس فی پاؤنڈ (یعنی ۹ ر فی سیر) کے حساب سے بکتی ہے
کمی قیمت کی وجہ زیادہ تر وہ رعایت ہے جو دولت روس نے روسی شکر کے برآ
کے لئے مرعی رکھی ہے[۱] ۔اور اس لحاظ سے یہ ممکن نہین کہ ہندوستانی شکر
گنے ہی کی بنی ہوئی کیون نہو اس کا مقابلہ کر سکے ۔ روسی چینی اور کانچ کے
مالیت جو تقریباً ہر جگہ پائے جاتے ہین ۱۱۵۰۰ پاؤنڈ ہے اور روسی دہات سے
کی قیمت اس سے صرف بقدر ایک ہزار پاؤنڈ کے کم ہے۔

مال برآمد

(۱) جو روس کو جاتا ہے

اگر ہم خراسان کے مال برآمد کی طرف متوجہ ہون تو طبعی اعتبارات سے

[۱] ایک روبل (۲ شلنگ) فی پاؤنڈ (۱۸ سیر) کے حساب سے باہر بھیجے جانے والی
محصول واپس دیدیا جاتا ہے ۔لیکن وسط ایشیا اور ایران مین چونکہ اس کٹوتی سے یہ فائدہ
ہے کہ بازار تمام دوسرے مقابلہ کرنے والون سے خالی ہو گیا اسلئے ماہ مئی ۱۹۰۸ء سے موقو

تصریح ہوگی کہ ہندوستان کے مقابلہ مین روس کے ساتھہ اوس کے تجارتی تعلقات بہت بڑہے ہوئے ہین۔ جو ہندوستانی مال خراسان مین سے گذر کر روسی علاقہ کو جاتا ہے اوس کو نکال کر اوس مال کی مجموعی قیمت جو روس مین جانے والا ہے لیکن جس مین سے کچھہ دوسرے یوروپین ممالک کو بھی جاتا ہے ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ ہے۔ روئی کی مالیت اوس رعایت کی تائید سے جس کا اوپر حوالہ دیا جاچکا ہے تقریباً ۴۳۰۰۰ پاونڈ کی معتدبہ رقم تک پہونچی ہے۔ اون کی قیمت اس سے آدہی ہے۔ ترکمانی اور ایرانی قالین مالیتی ۵۷۰۰۰ پاونڈ یورپ کو بہیجے جاتے ہین لیکن سب کے سب روسی شہرون کو نہین جاتے سب مین آخر فیروزون کی مجموعی پیداوار جو نیشاپور کے نواح کی مشہور کانون سے نکلتے ہین اور جنکی سالانہ قیمت تقریباً ۲۳۰۰۰ پاونڈ ہوتی ہے اون مین سے ۱۸۸۹ء مین ۱۷۰۰۰ پاونڈ کے فیروزے ماوراءالنہری ریلوے کے ذریعہ سے یورپ کو بہیجے گئے۔

روس وایران کی باہمی تجارت کا نشوونما

روسی وایرانی تجارت مین ماوراءالنہری ریلوے کی عمدہ کارگذاری کی وجہ سے جو عظیم الشان اضافہ ہوا ہے اوس کا تصور ناظرین کے ذہن مین پیدا کرنے کے لئے مین اون اعداد کا جو مینے اوپر کے فقرہ مین درج کئے ہین ۱۸۸۶ء کے پہلے ۹ مہینون کے اعداد کے ساتہہ مقابلہ کرنا چاہتا ہون کیونکہ عاشق آباد مین ریل صرف ماہ دسمبر ۱۸۸۵ء مین پہونچی تہی۔ جنوری سے اکتوبر ۱۸۸۶ء تک اوس مال کی قیمت جو ایران سے عاشق آباد کو بہیجا گیا ۶۱۰۰۰ پاونڈ اور اوس مال کی قیمت جو عاشق آباد سے ایران مین لایا گیا ۳۷۰۰۰ پاونڈ تہی۔ ۱۸۸۹ء

کی مقدار جیساکہ مین ظاہر کرچکا ہون علی الترتیب ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ اور ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ تھی۔ بالفاظ دیگر مال برآمد کی مقدار ۳ سال کے عرصہ مین تقریباً دوگنی اور مال درآمد کی تگنی ہوگئی ہے

(۲) جو ہندوستان کو جاتا ہے

ان مہتم بالشان اعداد کی مقابلہ مین اوس مال برآمد کی قیمت جو انگریزی عملداری ہند مین بھیجا جاتا ہے صرف ۳۹۰۰۰ پاونڈ ہے جسمین سے تقریباً کل کی کل افیون خراسان کی مالیت پر مشتمل ہوتی ہے جس کا زیادہ تر چینی بازارون مین بھیجنا مقصود ہوتا ہے۔ دس سال گذرے ہین کہ خراسان کی مجموعی پیداوار افیون صرف ۱۹۰ ہنڈریڈ ویٹ (۲۲۴ من) ہوتی تھی۔ جو مال کہ خود اس صوبہ کے خرچ مین آنے کے بعد بچتا ہے اوسمین سے جس قدر مال ہندوستان کو جاتا ہے اوسکی قیمت ۲۷۰۰۰ پاونڈ اور جو قسطنطنیہ کو جاتا ہے اوس کی قیمت ۱۴۳۰۰ پاونڈ یا دونون ملاکر ۴۱۴۰۰ پاونڈ ہوتی ہے۔

ایران و افغانستان کی باہمی تجارت

خراسان کی تجارت کے تفصیلی حالات کو مکمل کرنے کی غرض سے ایرانی و افغانستانی تجارت کے اعداد بھی اوسمین شریک کرنے چاہئین۔ مال درآمد و برآمد کی قیمت مین بہت کم فرق ہے کیونکہ یہ دونون ملک ایک دوسرے کی ضروریات کے مساوی طور پر کفیل ہوتے ہین۔ لیکن افغانستان تو زیادہ تر اپنے یہان سے پستہ نمین۔ اور پستہ وغیرہ جو وہان کی خاص پیداوار ہے بھیجتا ہے اور ایران سے جو چیزین افغانستان کو جاتی ہین وہ زیادہ تر دستکاری سے بنی ہوئی اور سوتی اونی اور ریشمی پارچات پر مشتمل ہین۔ خراسان

سے جو مال تجارت افغانستان کو جاتا ہے اوسکی مالیت ۱۸۳۰۰ پاونڈ اور جو خراسان کو افغانستان سے آتا ہے اوسکی قیمت ۱۷۳۰۰ پاونڈ ہے۔

میزان کل

میزانون کو جمع کرنے کے بعد ہمین تجارت خراسان کا حسب ذیل مفروضہ اندازہ سہم پہنچتا ہے

درآمد		برآمد	
درآمد از روس	۱۱۰۴۰۰ پاونڈ	برآمد بروس و یورپ	۱۱۱۴۰۰ پاونڈ
" از ہند	۶۰۸۰۰ "	" بہ ہند	۳۹۰۰۰ "
" از برطانیہ کلان	۲۳۴۰۰ "	" بہ افغانستان	۱۸۳۰۰ "
" از یورپ	۱۵۷۰۰ "		
" از افغانستان	۱۷۳۰۰ "		
میزان درآمد	۲۲۷۶۰۰ پاونڈ	میزان برآمد	۱۶۸۷۰۰ پاونڈ

میزان کل ۳۹۶۳۰۰ پاونڈ

اِس میزان مین سے ہمین اون اشیا کی بابت جن کا اول توصوبہ مین داخل ہونے اور بعد ازان اوسکی حدود سے باہر جانے کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ اندراج عمل مین آتا ہے بہت کچھ منہا کر دینا چاہیئے۔ بخلاف اسکے اعداد متعلقہ مال برآمد براہ طہران و تبریز و تربزان کا اندراج سرکس سے عمل مین آتا ہی نہین۔ ایران و بخارا کی باہمی تجارت کے متعلق اعداد کا بالکل نہ پایا جانا جیسی کہ توقع کی جاسکتی تہی چندان فرق کا باعث نہین کیونکہ بخارا مین جو ایرانی مال جاتا ہے وہ تقریباً کل کا کل انگریزی اور ہندوستانی اشیا ہے۔ چاے نیل۔ کپڑے

وغیرہ پرشتمل ہے جس کا حساب پہلے ہی اوس مال کے ذیل مین لگایا جاچکا ہے جو بندرعباس سے آتا ہے۔

برطانیہ کلان کو کیا کارروائی کرنی چاہئیے

جو حالت پرنظر غایر ڈالنے اور خراسان کے ساتھہ دول خارجہ کی تجارت آئندہ کے متعلق کسی حد تک راے زنی کرنے کے بعد بیجا نہ ہوگا اگر اِس مقام پر مین یہ بتاؤن کہ دولت برطانیہ کو اوس حصہ تجارت کے قایم رکھنے اور فروغ دینے مین جو قدرتی طور سے اوس کے ہاتہہ مین ہے اور باقی کے حصہ کو انجام کار اپنے ہاتھہ سے نکل جانے سے روکنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئین۔ پانچ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جانی ممکن ہین گو کہ اون مین سے ہر ایک بدرجہ مساوی قرین احتمال نہین کہی جاسکتی۔ اول تو جنوب کی طرف کے خاص تجارتی راستے کی حفاظت اور اہتمام کے لئے انگریزی قونسل مقرر ہونے چاہئین۔ جب مین بندرعباس مین تہا تو وہان ایک بھی یورپین موجود نہ تہا حالانکہ برطانوی اغراض تجارت کی حمایت کے لئے صرف ایک غیر سرکاری شخص تہا۔ کرمان مین ایک انگریزی نائب قونسل اور یزد مین بہی ایک قونسل کی طرح کا ایجنٹ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ ثانیاً جو سڑک کرمان سے شمال کی طرف براہ راہوار۔ ناحی بند اور تون جاتی ہے اور جو خلیج فارس سے مشہد تک کی سب سے بڑی کاروان کی راہ ہے وہ بآسانی تہوڑے سے خرچ مین اون کنوؤن اور نہرون کو جو کسی زمانہ مین اسے سیراب کرتی تہین لیکن جو اب اٹ گئی ہین صاف کرنے اور نئی زندگی بخشنے سے بہت اچھی حالت مین لائی جاسکتی ہے۔ ثالثاً میری راے مین کوئی وجہ نہین ہے کہ نہ صرف موجودہ راستہ کو

درست کیا جائے بلکہ ایک نیا راستہ انگریزی مقبوضات بلوچستان سے ایرانی سرحد تک کھولا جائے اور یہ راستہ افغانستان مین ہوکر نہ گزرے بلکہ کوئٹہ سے شروع ہوکر سیستان ہوتا ہوا بر جند جا پہونچے - ان تمام تدابیر کا اختیار کیا جانا ممکن ہے اور انگریزی و ہندوستانی دائرۂ اثر کو اس طرح سے توسیع دینے مین جس مین کسیطرح کی دست برد مر کوز نہین کاہلی یا سہل انکاری سے کام لینا قابل معافی نہین متصور ہو سکتا - چوتھی تدبیر یہ ہے اور اس پر بلاشبہہ گورنمنٹ ہند نے اپنی توجہ بھی مبذول کی ہے کہ امیر افغانستان کو اطلاع دیجائے (نہ سیاست مدن کے اصولوں کی بنا پر جنہین میری دانست مین عبدالرحمن خان جایز حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا بلکہ دولت عالیہ محافظہ کی خواہش کی بنا پر) کہ مناسب ہوگا کہ امیر افغانستان اپنے مالی انتظام مین جو نہ صرف روس کی رعایا کے لئے مضر ہے بلکہ اوس طاقت کو جو اوس کی رفیق خاص ہے ناگوار گزر رہا ہے ترمیم کرے - پانچوین اور آخری تدبیر جس پر مین زیادہ شرح وبسط کے ساتھہ معاملات سیستان پر راے زنی کرتے وقت بحث کرونگا یہ ہے کہ جس طرح روس نے شمال کی طرف ماوراءالنہر مین ریلوے قایم کی ہے اسی طرح جنوب مین بھی انگریزی ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کیا جائے تاکہ ہم روس کے ساتھہ برابر کے موقعہ اور اوسی کے ہتھیاروں کے ساتھہ نبرد آزما ہو سکین -

روس کا خراسان پر حرص و آز کے دانت تیز کرنا

اب مین اون وجوہ کی تصریح کرتا ہون جنکے لحاظ سے قطع نظر کسی تجارتی نفع کے دونون دولتین یعنی روس و برطانیہ کلان خراسان کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور

ہین اور یہ بیان کرتا ہون کہ جو وسیع سیاسی نقشہ مین نے اِس باب کی تفصیل کی ضمن مین کہینچا ہے اوس مین روسی طرز عمل کے پیش نظر کون سا موقعہ ہے اور برطانیہ کلان کی اغراض متخالف اور ذمہ داریان اوس سے کہان اور کس حد تک متعلق ہین۔ تسخیر ممالک اور توسیع حدود سلطنت کی خواہش جس سے روسی مصنفین کو اس ادعا کے ساتھہ انکار ہے ایک ایسی خواہش ہے کہ جس شخص کی آنکھین کہلی ہون وہ اس بات پر یقین لائے بغیر نہین رہ سکتا کہ روسیون کے دل مین یہ خواہش سب سے زیادہ زبردست جذبہ ہے۔ ہر بڑی دولت کے اثنائے نشو ونما مین ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ جدید ممالک کا مسخر کرنا اوس کی آرزوئون کا سب سے زیادہ زبردست جز ہوتا ہے۔ روس اس وقت نشو ونمائے سلطنت کے اسی استحصالی درجہ مین ہے۔ برطانیہ کلان اس منزل کو طے کر چکا ہے اور اپنے زمانہ مین "مے مردافگن" کشورکشائی کے نشہ مین چور رہ چکا ہے اور اب ایک ایسے متانت اور وقار کے درجہ پر پہونچا ہے جبکہ اوسے فتح و تسخیر کی چندان ہوس نہین رہی۔ بالفاظ دیگر خراسان کے ساتہ روس کی جو اغراض وابستہ ہین اونہین اوس حرص و آز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو اوس شخص کے دل مین موجزن ہو جو قبضہ کر لینے پر تلا ہوا ہو۔ برخلاف اس کے انگلستان کی نہ تو یہ آرزو ہے کہ وہ خراسان کو اپنے مقبوضات کے ذیل مین لائے اور نہ اس ملک کی گز بہر زمین کو بہی وہ کبہی اپنے تصرف مین لائے گا۔

ماوراءالنہر اور خراسان کا مقابلہ

جو وجوہ کہ بظاہر روس کے خراسان پر قابض ہونے کی خواہش کی محرک ہین اون کے

ڈہونڈنے کے لئے دور نہین جانا پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ماوراءالنہر کی فتح سے روس کے قبضہ مین ایک ایسا علاقہ آگیا ہے جس کا زیادہ تر حصہ بنجر و ویرانے ہین۔ اور جس مین اگر کوئی زرخیز مقام ہے تو صرف وہ سیر حاصل قطعات زمین ہین جو کوہستان کے دامن مین واقع ہین۔ اس کوہستان کی دوسری طرف تین سو میل کے فاصلہ تک ایک ایسا علاقہ پہیلا ہوا چلا گیا ہے جس کے میدانون اور وادیون مین جو کثیر التعداد چٹانون اور پہاڑیون کے سلسلون کے مابین واقع ہین میوے۔ معدنیات۔ انواع و اقسام کی پیداوار علی الخصوص اناج کی شکل مین دولت فراوان چہپی ہوئی ہے۔ غرضکہ روس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو ایک ویران اور پتہریلے قطعہ زمین مین خیمہ زن ہو جسے صرف ایک گہنی باڑنے ایک وسیع زردکشا مرغزار سے جدا رکہا ہو جہین اوسے اپنے لئے کہانا۔ اپنے جانورون کے چارہ اور دونون کے لئے آرام و آسایش کی صورت نظر آرہی ہو۔ بہلا ایسے شخص کا جی کیا نہ للچائیگا کہ اس باڑ مین سے گزر کر اس زرخیز و شاداب اور سہانے مرغزار کی گوناگون نعمتون پر دست درازی کرے۔ اسی قسم کے خیالات ہین جو روسیون کے دل مین خراسان کے متعلق جوش زن ہین۔ اون کی یہ عین آرزو ہے کہ اخال تقی سے کوچان مین اور عاشق آباد سے مشہد مین چلے آئین۔ یہان سامان رسد و نہین اس قدر ملے گا کہ عظیم الشان فوجون کے لئے کفایت کرے گا۔ کوہستانی قلعے یہان وہ ایسے ایسے پائین گے جنہین کوئی حملہ آور سخر نہین کرسکتا۔ اسکے علاوہ اونہین ایک غریب و مطیع رعایا ملے گی۔ ایک ایسے میدان پر وہ خیمہ زن ہونگے جہان پیشقدمی کی نئی نئی تجاویز قایم کیجا سکتی ہین اور ایک ایسی حد پر وہ پہونچ

جائین گے جہان سے وہ آیندہ پیش قدمی کرسکتے ہین۔

ہندوستان پر حملہ آور ہونیکے لئے ایک عارضی مستقر

آیندہ کی سیاسی ضروریات واتفاقات کے لحاظ سے خراسان کی قدر وقیمت روس کی نظرون مین اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت افغانستانی علاقہ واقع وسط ایشیا کو روسی علاقہ سے تہ ویسٹ رجو ے کی سرحد یعنی وہ فرضی خط جدا کرتا ہے جو ۳۵۰ میل کے فاصلہ تک ہری رود سے جیحون تک کھنچا ہوا چلا گیا ہے۔ اس مین شک نہین کہ روسی جب چاہین اس خط کو عبور کرسکتے ہین مگر ایسا کرنے سے کوئی ایسا علاقہ تو اون کے ہاتھہ مین آئے گا نہین جس سے اونہین کوئی فوری فائدہ حاصل ہو۔ البتہ یہ نتیجہ اسکا ہوسکتا ہے بلکہ ہونا یقینی ہے کہ برطانیہ کلان کے ساتھہ روس کی جنگ چھڑ جائے۔ اسمین زیادہ تر آسانی ہے کہ دبے پاؤن چکر کاٹ کر وہ غنیم پر ایک جانب سے بے خبر آپڑین۔ درہ ذوالفقار سے سیستان کی جنوبی سرحد افغانستان سے ملی ہوئی چلی گئی ہے۔ اور جس طاقت کا عمل اس سرحد کے ایرانی حصہ پر ہوا اوس کی زد مین ہرات آجاتا ہے (مشہد سے ہرات تک گاڑی کی ۲۳۰ لمبی سڑک موجود ہے) اس کے علاوہ وہ سڑک بھی جو فرہ اور گرشک ہوتی ہوئی قندہار جاتی ہے اوس کے قابو مین آسکتی ہے اور رود ہلمند کے ساحل تک وہ بڑھ کر قبضہ کرسکتی ہے۔ روس کا عمل دخل اگر خراسان مین اور بالخصوص سرحدی علاقہ کے اوس گوشہ مین ہوجائے جس کو مین نے اس تفصیل سے بیان کیا ہے تو اوس کو انگریزی وافغانی سرحد کے متعلق عہد وپیمان کی کسی خلاف ورزی کی ضرورت ہی داعی نہ ہوگی۔ افغانستان

کی پوری مغربی سرحد اوس کے اثر یا حملہ آوری کی زد مین ہے۔ مزید بران سیستان مین اوسکا خط مماس بلوچستان کے ایک ایسے حصہ کے قریب سے ہوکر گزرتا ہے جسکی ملکیت متنازع فیہ اور قبضہ غیر مستقل وغیر آئینی ہے اور جسے انگریزی سرحد نشین سے صرف ایک قلیل فاصلہ جدا کرتا ہے۔ بالآخر یہان تک پہونچ کر روس سمندر کے قریب آجاتا ہے اور جب ایک دفعہ اوس کی ریلون کے سلسلے نصرت آباد تک قایم ہوجائین گے تو بحر ہند کی کوئی بندرگاہ جنوبی سمندرون کی موج پیمائی کا وہ موقعہ دیگر جسکا روس ایک عرصہ دراز سے آرزومند ہے اوس کے اطمینان قلبی و مسرت دلی کا باعث ہوگی۔[1]

برطانیہ کلان کی اغراض خراسان مین

جن طبعی حالات کی مین نے توضیح کی ہے۔ روس کے دل مین پیش قدمی کے جو ارادے جنکا ناممکن التردید ثبوت پیش کیا جاتا ہے جاگزین ہین۔ اور اون کارروائیون کی اہمیت جن سے افغانستان کی اغراض کو ایسا قریب کا تعلق ہے۔ یہ سب امور ایسے ہین کہ ان سے اوس دلچسپی کی پوری تصریح ہوتی ہے جو انگلستان کو شاد کے ممالک محروسہ مین مجبوراً لینی پڑتی ہے۔ جو لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ چونکہ خراسان ہندوستان سے دور ہے اس لئے اوسے بلا غل وغش بحال خود چھوڑ دیا جاسکتا ہے وہ اوس مجنونانہ سفسطہ کا اعادہ کرتے ہین جس نے نہ صرف ایران بلکہ افغانستان

[1] یہ منصوبے خیالی ڈھکوسلے ہی نہین ہین بلکہ روس حقیقت مین ان کو عملی لباس پہنانے کی تمنا رکھتا ہے۔ اس کا ثبوت آگے چل کر ایک باب مین ہم پہونچے گا جس مین ایران مین روس کے طرز عمل سے بحیثیت مجموعی بحث کی گئی ہے۔

کے ساتھ ہمارے تعلقات کو اُس پیچیدگی اور الجھن مین ڈال دیا ہے جسے ہم کچھ عرصہ سے دیکھ رہے ہین۔ افغانستان کی نسبت بسا اوقات یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ہمارے ہندوستانی قلعہ کا شمالی و مغربی پُشتہ ہے۔ اور کسی دشمن کو اُس پُشتہ کی اطراف پر بھی متصرف ہو جانے کا موقعہ دینا گویا فن حرب کے اصول کے اعتبار سے ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہوگا۔ خراسان مین برطانیہ کلان کے اغراض و مقاصد یہ ہین کہ اس نواح مین برطانوی یعنی افغانی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ سیاسی مساوات قوت یعنی مملکت ایران کی قوت کو برقرار رکھا جائے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ جنوب کی طرف کی اُن راہون کی نگہبانی کی جائے جنکا کھلا ہونا انگریزی تجارت کے لوازم مین سے ہے اور جن پر بجائے ایک موافق طاقت کے ایک مخالف طاقت کا قبضہ ہو جانا ہندوستان کے خطرے کا باعث ہوگا۔ یہ امر تشفی و تسکین کا موجب ہے کہ جرنیل مکلین جو حال مین مشہد کے قونسل جنرل مقرر ہوئے ہین وہ سیستان کے بھی قونسل ہین۔ لیکن سیستان مین ایک خود مختار انگریزی افسر کا مقرر کیا جانا واجبات سے ہے کیونکہ انگریزی و بلوچی سرحد کے قریب ہونے کے باعث انگریزی اغراض و مقاصد کے اعتبار سے سیستان کا موقعہ نہایت اہم ہے۔ اور اگر ریلوے کے قیام اور علمی طریقہ سے آبپاشی کے انتظام سے یہان کی پیداوار کے ذرائع کو ترقی دی جائے تو یہ دائرہ تجارت کا ایک ایسا مرکز بن سکتا ہے جس کے اثر کے قطر وسطی و جنوبی ایران تک پہونچینگے اور جو شمالی خراسان مین روسی تفوق کا ردعمل بھی کرے گا۔

ایرانی اطاعت کیشی

آخر مین اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہون کہ میری دانست مین اہل خراسان روس اور برطانیہ کلان کو کس نظر سے دیکھتے ہین اور ان دونون طاقتون مین سے ہر ایک کو اپنی اپنی تجاویز کے معرض نفاذ مین لانے مین ان لوگون سے کس اعانت یا مخالفت کی توقع ہوسکتی ہے۔ ابتدائی سیاحون مثلاً فریزر[1] اور سیگار[2] اور تیلیر کا بیان ہے کہ شمالی خراسان مین شاہان خاندان قاچار کو عام طور پر تنفر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور حکومت عالیہ طہران کی طرف سے لوگ سخت بددل ہورہے تھے۔ لیکن زمانہ کے مرور اور موجودہ شاہ کے زبردست عہد حکومت نے اس تنفر کو زائل کردیا ہے اور خراسان بھی سلبی طور سے

---

[1] "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب بست و دوم۔ "مشہد سے جب ہم نے سفر شروع کیا تو راستہ مین مجھے یہ دیکھکر نہایت تعجب ہوا کہ ایران کے موجودہ حکمران خاندان کو سب لوگ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ اظہار تنفر کے بغیر خاندان قاچار کے بادشاہون کا نام نہین لیا جاتا اور اون کے نام کو بےرحمی۔ ظلم اور نا انصافی کا مرادف تصور کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۸۲۲ء کا ہے۔

[2] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول۔ صفحہ ۲۹۔
"خراسان مین ایک اور خیال پھیلا ہوا ہے اور عمومیت کے لحاظ سے اوسی پایہ کا ہے جس پایہ کا یہ خیال کہ روسی قوم بھی موجود ہے۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ خاندان قاچار کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مین نے بکرات و مرات لوگون کو یہ خیال ظاہر کرتے ہوئے سنا اور اس کے ساتھ جو الفاظ شاہان قاچار کی شان مین استعمال کئے جاتے تھے وہ مدحیہ نہ تھے بلکہ قدحیہ" یہ واقعہ ۱۸۷۵ء کا ہے۔

ایساہی اطاعت گزار ہے جیساکہ ایران کے دوسرے علاقے۔ سلبی اطاعت کیشی سے میری مراد یہ ہے کہ فرمانروائے اصلی کی حکومت کو آبادی کا زیادہ حصہ مجہولانہ طور پر تسلیم کرتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی مخالف کارروائی جس سے شاہی خاندان کی تبدیلی متصور ہو یہ لوگ نہ کرین گے لیکن یہ ہرگز نہین کہا جاسکتا کہ لوگون کے دلون مین سچا جوش وفاداری موجزن ہے یا قومی مودت واتفاق کی ایک چنگاری بہی وہان سلگتی ہوئی دکہائی دیتی ہے۔ پس اگرچہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ اہل خراسان شاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کرین گے لیکن ساتہہ ہی یہ امر قرین احتمال نہین کہ وہ لڑائی کے وقت شاہ کا ساتہہ دین گے اور اس لئے اون کی اطاعت کی کچہہ قدر وقیمت باقی نہین رہتی۔ افغانون کے برخلاف جو سنی ہین اور جن کے ساتہہ اون کی پشتینی عداوت چلی آتی ہے بلاشبہہ اتحاد قومی کا جذبہ خراسانیون مین پیدا ہوسکتا ہے لیکن مین ایک ایشیائی غنیم کے ساتہہ جنگ چہڑ جانے کے امکان پر اس وقت بحث نہین کررہا ہون بلکہ روس کی منصوبہ بازی اور دست اندازی پر۔ پس اگر روس کل خراسان کی طرف بڑہے تو سوال یہ ہے کہ اس صوبہ کے باشندے ایسی حالت مین کیا کرین گے؟

روسیونکی وقعت

میرا جواب یہ ہے کہ اگر اس پیشقدمی کے ساتہہ خفیف سے خفیف فوجی طاقت کی بہی نمایش کی جائے گی تو اہل خراسان کچہہ بہی نہین کرین گے بلکہ خاموش بیٹہے ہوئے قسمت پر صابر وشاکر ہوکر آقاؤن کی تبدیلی پر راضی ہوجائین گے اور یہ خیال کرین گے کہ

اس تبدیلی سے اگر اون کی حالت بدستور قایم نرہی تو کسی قدر بہتر تو ضرور ہو جاے گی اور بدتر تو کسی حالت مین ہو ہی نہین سکتی۔ حکومت ایران کی بوسیدگی اور بدنظمی نے ان غریب لوگون کو جو ایک عرصہ دراز سے اسکے مظالم سہتے آئے ہین ایسا بددل کر رکہا ہے کہ وہ شوق کے ساتہہ محکومیت کے ہر دوسرے پہلو کے تسلیم کرنے پر رضامند ہین جس سے اگر اور کچہہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اون کی حالت مین تبدیلی پیدا ہونے کی صورت نکل آئے۔ مین یہ نہین کہہ سکتا کہ آیا روسی ایران مین ہر دل عزیز ہین یا نہین کیونکہ مین وسیع معیار پر ذاتی طور سے اس مسئلہ کی تحقیق نہین کر سکا اور جو اطلاع کہ اس بارہ مین متعدد لوگون سے مجہے ملی وہ آپس مین نہایت درجہ متناقض تہی لیکن جو شہرت کہ روسیون نے بخارا اور خیوا مین غلامونکے آزاد کرنے سے جن مین سے اکثر صوبہ خراسان کے ایرانی تہے[1]

---

[1] مین نے اس واقعہ کی نسبت کسی کو شبہہ کرتے نہین پایا تہا لیکن اتفاق سے ایک روسی کتاب میری نظر سے گزری جو "اسکچز آف پرشیا" (مرقع ایران) کے نام سے موسوم ہے اور سینٹ پیٹرسبرگ مین طبع ہوئی۔ اسکا مصنف پی۔ آگوراڈنیکاف نامی ایک روسی ہے جس کو "امپیریل جاگرفیکل سوسائٹی" نے سنہ ۱۸۷۸ء مین تاجرون کے ایک کاروان کے ہمراہ جسکا قافلہ سالار جنرل گلوخاف کی تہا اور جو مشہد کو جا رہا تہا مامور کرکے بہیجا۔ آگوراڈنیکاف کے اقوال کا اکثر حصہ ایک روسی سوداگر بامگارٹن نامی کی آرا کا گویا خلاصہ ہوتا تہا۔ یہ بامگارٹن کئی سال تک شاہ رود مین سکونت پذیر رہا اور وہان بیکر نیپیر میکگریگر اور دوسرے انگریزی سیاحون نے اوسے دیکہا۔ بامگارٹن نے جو غالبًا ایک صائب الرائے شخص تہا اور جسے مخالف روس ہرگز نہین تصور کیا جا سکتا اس امر سے انکار کیا کہ خیوا مین قیدیونکی رہائی سے روس نے ہر دلعزیزی حاصل کی۔ اس کے ساتہہ ہی اوس نے یہ بہی بیان کیا کہ باوجودیکہ ایرانی روسیون کی خوشامد کرتے ہین پہر بہی وہ اونہین نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکہتے ہین اور اوراون کی دلجوئی اور خوشنودی بہی اس خیال سے حاصل کرنا چاہتے ہین کہ کہین ایسا نہو کہ وہ اونکی غلط کارروائیون اور ستم انگیزیونکی اطلاع شاہ کو کر دین

اور سرحدی علاقہ کو ترکمانون کی [illegible] رہا... [illegible] سے بچانے سے حاصل کی ہے اور

اس کے علاوہ طاقت اور [illegible] کی وجہ سے جو رعب روسیون کا قایم ہے اور نیز یہ خیال

کہ وہ برابر آگے بڑھتے ہوئے چلے آرہے ہین - یہ سب کی سب باتین ایسی نہین کہ جو قوم قدرتی

طور پر بودی تہی وہ اس پیشقدمی کو تسلیم اور تعظیم کی نظر سے دیکہنے لگی - بعض شخص ایسے ملین گے

جن کا یہ خیال ہوگا کہ تبدیل سے یقیناً مفید نتایج مترتب ہون گے - [illegible] راے یہ ہوگی کہ یہ

تبدیل اٹل ہے - غرضکہ چند لوگون کی ہمدردی اکثر کی بے توجہی کے ساتہہ ملکر مخالفت کا زور

توڑدیگی اور تسخیر کے لئے راستہ صاف کردے گی - اگر یہ سوال کیا جاے کہ آیا مذہبی مخالفت

کی آگ کو تو مشتعل نہین کیا جائے گا اور کافرون کے برخلاف جہاد کرنے کے لئے عوام کو برانگیختہ

تو نہین کیا جائے گا تو اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ روس

اوس وقت تک پیش قدمی کا عزم کرے گا جب تک کہ وہ اس امر کی طرف سے اطمینان نہ کرلے

مشہد مین مذہبی عنصر زوردن پر ہے اور بلا شبہہ لوگون کے جذبات و احساسات اسکے

رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین - اگر لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہان کی زیارت گاہ کو یا اون اوقاف

کو جو لون کی آمدنی کا ذریعہ ہین یا اُن حقوق اور رعایات کو جو اِس سے وابستہ ہین کسی قسم کا صدمہ

پہونچایا جانے والا ہے یا اون مین کسی قسم کی دست اندازی کی جانے والی ہے تو اسمین ذرا

شک نہین کہ عداوت و مخالفت کی آگ اُن کے دلون مین بہڑک اوٹہے گی - لیکن روس نے اپنی

مسلمان رعایا کے مذہبی خیالات اور اونکے اوہام کو ہمیشہ تعظیم و تحمل کی نظر سے دیکہا ہے - اسلئے

ان شکوک و شبہات کا آسانی سے دفعیہ ہوسکتا ہے اور طرہ یہ ہے کہ مشہد کے ملاؤن اور

مجتہدین کو بھی اپنے اکثر دوسرے ہموطنون کی طرح رشوت لینے مین کسی طرح کا پس و پیش نہین۔
اس سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوچان کے سن رسیدہ خان نے جو مجھ سے یہ
بات کہی تھی کہ خراسان کے تمام لوگ جتھا باندھ کر مشہد کی خاطر لڑین گے تو اوس نے
ایک بالکل لغو بات کہی تھی - میرا یہ گمان ہے کہ اگر مشہد کے حصہ مین مسخر ہونا لکھا
ہے تو وہ بلا کسی قسم کی کشمکش کے مسخر ہوگا اور خراسان کی ملکیت کا انتقال خون کے ایک
قطرہ کے ضائع ہوئے بغیر ہو سکتا ہے۔

انگلستان کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے

جب مین ایسے حیرت انگیز اثر اور رسوخ کو روسیون سے منسوب کرتا ہون تو اوس سے میری
ہرگز یہ مراد نہین کہ اس بارہ مین اونہون نے کوئی استثنا حاصل کر لیا ہے - اگر انگریز بھی
ویسا ہی دباؤ ڈال سکین یا انجام کار ویسی ہی تدابیر اختیار کر سکین تو مجھے یقین ہے کہ جس
گرمجوشی کے ساتھ ان کے مخالفین کو خیر مقدم کہا جاتا ہے اوس سے بدرجہا زیادہ گرمجوشی
کے ساتھ اون کا خیر مقدم کہا جائے گا - روسیون کا طرز عمل ایران مین زیادہ تر جابرانہ اور
تحکمانہ ہے اور گو اس قسم کا طرز عمل باعث ترہیب بلکہ محرک تعظیم ہو لیکن اس سے فریق ثانی
کو مانوس نہین کیا جا سکتا - برخلاف اس کے انگریزون کی راستبازی اور دیانت داری
کی وجہ سے دولت انگلستان کا باوجود عدم نمائش طاقت یعنی کثرت افواج و اتصال
حدود و ممالک کے اس قدر و قعت کی نگاہ سے دیکھا جانا نہایت ہی قابل تحسین ہے۔
مشرقی سرحد خراسان کی تیموری اقوام جنکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون انگریزون کو نہایت

دوستانہ نظر سے دیکھتے ہین اور جون جون ہم بلوچستان و سرحد ہندوستان کے قریب پہونچتے جاتے ہین انگریزون کی بے تعصبانہ اور منصفانہ حکومت کی وجہ سے اون کا ہر دلعزیز ہونا زیادہ ثابت ہوتا جاتا ہے۔ ایرانی اب اس بات کا بخوبی اندازہ کرنے لگے ہین کہ انگریزون کی یہ خواہش نہین کہ اون کی مملکت کے کسی چہوٹے سے چہوٹے حصہ پر بھی اپنا قبضہ کرین حالانکہ روسی تصرف غاصبانہ پر تلے ہوئے ہین۔ لیکن بات اصل مین یون ہے کہ روسی اون سے قریب تر ہین اور زبردست بہی ہین اور انگریز دور ہین اور اپنی طاقت کی مرئی نمائش نہین کرتے۔ پس اگرچہ انگریزی دائرہ اثر کی توسیع کو رضامندی کے پہلو سے دیکھا جاتا ہے اور توسیع کا موقع دینے سے پہلوتہی نہین کی جاتی لیکن لوگون کے دلون مین ایسا عزم نہین پایا جاتا اور نہ یہان کوئی ایسی جماعت ہی موجود ہے جو روسی منصوبہ بازی کی کامیابی کے ساتھ مدافعت کرنے کا بیڑا اوٹھائے۔ خراسانی اپنے دوسرے ابنائے جنس کی طرح اس وجہ تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتے کہ جس کے پاس لاٹھی ہو بہینس اوسی کے حوالے کر دین۔

مشرقی خراسان مین دوسری راہین

(۱) مشہد سے تربت حیدری تک۔ دیکھو کتاب "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) مصنفہ ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) اور کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) مصنفہ کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۲ء) صفحات ۳۵۳ الی ۳۵۶۔

(۲) تربت حیدری سے باجستان تک۔ دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۴۳ الی ۳۴۹

اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۴۹ الی ۳۵۲۔

(۳) باجستان سے قائن تک۔ دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۲۵ الی ۳۳۹
اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۴۳ الی ۳۴۹۔

(۴) قائن سے برجند تک۔ دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۰۹ الی ۳۲۵
اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۲۷ الی ۳۴۲۔

(۵) فرہ (افغانستان) سے نیشاپور تک (براہ برجند۔ تون و باجستان)۔ دیکھو کتاب "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) مصنفہ جے۔ پی۔ فیریئر (۱۸۴۵ء) صفحات ۴۲۷ و ۴۲۸۔

(۶) فرہ (افغانستان) سے سمنان تک (براہ خور و طبس) دیکھو کتاب "سفر بذریعہ کاروان" صفحات ۴۳۹ و ۴۴۰۔

(۷) طبس سے برجند تک (براہ تون و قائن)۔ دیکھو کتاب "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول صفحات ۱۳۷ الی ۱۶۶۔ مصنفہ سر سی۔ میگگریگر۔ (۱۸۷۵ء)

(۸) برجند سے پاہری (ہرات) تک (براہ فارگ و یزدون)۔ دیکھو کتاب "سفر خراسان" متذکرہ فقرہ بالا۔ جلد اول صفحات ۱۷۸ و ۲۰۲۔

(۹) شاہ رود سے ہرات تک (براہ ترشیز و خاف) دیکھو کتاب "جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ" (بنگال سے انگلستان تک کا سفر) جلد دوم صفحات ۲۲۱ الی ۲۲۳۔ مصنفہ جی۔ فارسٹر (۱۷۸۸ء) اور نیز دیکھو تحریرات کپتان کلاڈ کلارک (۱۸۵۷ء) مندرجہ جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی۔ جلد سی و یکم صفحات ۴۳ الی ۴۵۔ مطبوعہ ۱۸۶۱ء

نواں باب

معاملات سیستان

طے کئے ہیں اے رخش تو نے سیستان کے ہامون و دشت یکسر
پیا ہے تو نے زرہ کا پانی گیا ہے ہلمند پر تو اکثر

"سہراب و رستم" میتھو آرنلڈ

ایران کی مشرقی سرحد

ذوالفقار واقع دریائے ہری رود سے جو جدید سرحد روس و افغانستان معینۂ سنہ ۱۸۸۵ء کا نقطۂ آغاز اور اس لحاظ سے علاقہ ہائے روس و افغانستان و ایران کی حدود کا مقام اتصال ہے سرحد ایران جو ٹھیک جنوب کی طرف قریباً ۶۱ درجہ خط متوازیہ طول بلد پر کئی سو میل تک چلی گئی ہے کہیں تو ناکافی طور پر معین کی گئی ہے اور کہیں مشتبہ طور پر۔ کہیں اوس پر بہت کم عملدرآمد کیا جاتا ہے اور کہیں مطلقاً اوس کی تعیین ہی نہیں کی گئی ہے۔ درۂ ذوالفقار سے گوئٹر واقع ساحل بحر ہند تک اس سرحد کا کل فاصلہ بخط راست سات سو میل ہے۔ یہ سرحد سلطنت

ایران کو مشرق کی طرف دو ہمسایون یعنی افغانستان اور بلوچستان سے ملاتی ہے جنمین سے کسی کے ساتھہ بھی اوسکے تعلقات اچھے نہین ہین۔ ایران مین اوران دونون حکومتون مین ہمیشہ سرحدی نزاعات برپا ہوتے رہتے ہین اور ایک دوسرے کے علاقہ پر یہ دولتین عارضی یا مستقل دست اندازی وتصرف کرتی رہتی ہین۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تینون اقوام کے اس قسم کے جھگڑون مین استحصالی اعتبار سے ایران سب سے زیادہ فایدہ مین رہتا ہے۔ شاید اوسکو خیال ہے کہ شمالی ومشرقی اور شمالی ومغربی حدود پر جو نقصان اوسکو روس کے فشار جابرانہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے اوس کی تلافی ان نواح مین کسی قدر توسیع غاصبانہ سے کر کے اپنے آنسو پوچھے۔

(۱) ذوالفقار سے سیستان تک

یہ سرحد جسکا مین ذکر کر رہا ہون قدرتی طور پر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک کے مدارج ثبات اور سیاسی حالات مختلف ہین۔ ان مین سے پہلا حصہ ذوالفقار سے سیستان کی شمالی حد تک پھیلا ہوا ہے اور اس کا فاصلہ تخمیناً تین سو میل ہے۔ ہرات اور روس کے توابعات کے خراسان سے علیحدہ کیے جانیکے بعد کے زمانہ سے دولت افغانستان وایران کے درمیان اس نواح مین کم وبیش ایک مسلمہ حد قایم رہی ہے لیکن اس حد کی تعیین کبھی نہین ہوئی اور یہی عدم تعین اون نزاعات متوالیہ کا محرک ہے جو علی العموم آبپاشی کی اون نہرون کے قبضۂ متنازعہ سے پیدا ہوتے ہین جنھین اس سرزمین کی سب سے زیادہ قیمتی اور اکثر صورتون مین مبداء فیاض کی عطا کی ہوئی نعمتون مین سب سے بڑی نعمت سے

تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کا ایک جھگڑا افغانستان و ایران مین ایک سرحدی ضلع کی بابت جو کوہستان اور غوریان کے درمیان کے خطوط متنازعہ پر واقع ہے میرے آنے سے کچھ عرصہ پیشتر سے جاری تھا۔ انگریزون کو جن سے عموماً ان موقعون پر ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور جو کئی مرتبہ اس کام کو جس کے لئے ان کا شکریہ کبھی نہین ادا کیا گیا انجام دے بھی چکے ہین اس دفعہ پھر اس نزاع کے انفصال کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اونہون نے اس قضیۂ نامرضیہ کا فیصلہ کر بھی دیا لیکن میری رائے مین بقول میکگریگر کے اس فیصلہ مین سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ فریقین مین سے ایک کی بھی اس سے تشفی نہین ہوئی۔ مین نے اس نزاع کا صرف اس غرض سے ذکر کیا کہ اس سے اون سوانح کی نمایان ترین مثال ہم پہونچتی ہے جنکا ایسی غیر معین اور طبعی اعتبار سے اس قدر غیر مشخص سرحد پر جہان حدبندی کے نشانون کی پرکس برابر وقعت بھی نہ سمجھنے والی خانہ بدوش قومین آباد ہون آئے دن پیش آتے رہنا لازمات سے ہے۔

(۲) سیستان

دوسرا حصہ سرحد سیستان سے ہے جسے سرحدی کمیشن برطانیہ و ایران و افغانستان نے بہ سرکردگی سر ایف۔ گولڈاسمڈ ۱۸۷۲ء مین معین کیا اور یہی اس باب کا موضوع غالب ہے۔ اس حصہ سرحد کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۱۲۰ میل ہے لیکن چونکہ اوس نئی سرحد کا خط جسکو کمیشن نے ثالثانہ حیثیت سے معین کیا ہے منحرف ہوکر جنوب و مشرق کی سمت اختیار کرتا ہوا دریاے ہلمند سے جا ملتا ہے اور پھر جنوب و مغرب کی طرف پلٹتا ہے لہذا جو مثلث اس طرح سے بنتا ہے اوس کے دونون اضلاع

کے طول کا مجموعہ وتر سے بہت زیادہ ہے۔

(۳) سرحد ایران و بلوچستان

تیسرا حصہ وہ ہے جو سیستان کی جنوبی سرحد معینہ ۱۹۰۲ء کے منتہا سے شروع ہو کر ایران کی حد معینہ سال ماسبق کے شمالی سرے پر ختم ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ حصہ کوہ ملک سیاہ سے جالک تک چلا گیا ہے جس کا طول ۲۰۰ میل ہے۔ سرحد کا یہ حصہ کبھی معین نہیں ہوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ یہ کہاں ہے اور کیا ہے۔ کوئی دو نقشے بھی ایسے نہ ملیں گے جن میں یہ سرحد ایک ہی طرح پر دکھائی گئی ہو۔ اور اکثر نقشوں میں تو اس لاعلمی کی تلافی ایک صریحی قیاس کے ذریعہ سے کی جاتی ہے یعنی کوہ ملک سیاہ سے ایک خط مستقیم جنوب و مشرق کی طرف سے جوار جالک تک کھینچ دیا جاتا ہے۔ اس حصہ میں مشرق کی طرف ایران کا ہمسایہ بلوچستان ہے لیکن خانہ بدوش بلوچ قومیں جو سرحد پر رہتی ہیں اپنے آپ کو خان قلات کا ماتحت نہیں سمجھتیں اور عملی لحاظ سے خود مختار ہیں۔

(۴) سرحد مکران

آخری حصہ جالک اور گوئٹر کی بندرگاہ کے مابین واقع ہے اور اس کا طول ۳۰۰ میل ہے میں اس کو سرحد مکران کہتا ہوں کیونکہ وہ حصہ ملک جس میں ہو کر یہ سرحد جو فاصل ایران و بلوچستان ہے گزرتی ہے۔ اسی نام سے موسوم ہے۔ اس سرحد کی تعیین کے وقت یعنی ۱۸۷۱ء میں سر فریڈرک گولڈ اسمتھ کو بہت بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس پر پورا پورا عملدرآمد جاری نہیں۔ سرحد کے ان آخری دونوں حصوں یعنی سرحد ایران و بلوچستان بالا و پایین

سے ایک اگلے باب مین جو صوبجات شرقی سے متعلق ہے بحث کی جائے گی۔ یہان اونکا ذکر صرف اِس واسطے کیا گیا کہ گرد و پیش کے مواقع کے لحاظ سے ناظرین کے ذہن مین سیستان کا موقع پوری طرح سے متمکن ہو جائے۔

ضلع سیستان

فصل باب گذشتہ مین بیان کرچکا ہون کہ سیستان ایرانی صوبہ قائن کا ایک بلوک یعنی ضلع ہے جو میر عالم خان والی برجند کے زیر حکومت ہے اور خان موصوف اِس ضلع کے انتظام اور فوج متعینہ نصرت آباد کی کمان کے واسطے اپنا ایک نائب مقرر کر کے بھیجتا ہے۔ یہان مین اون حالات کا ذکر کرون گا جو اس ضلع کے مقبوضات ایران مین شامل ہونے کے محرک اور ایک جماعت ماموره تصفیہ سرحد کے ۱۸۷۲ء مین یہان بھیجے جانے کے باعث ہوئے۔ نیز ان واقعات کی توضیح کے لئے ضرور ہے کہ اِس علاقہ کا اور اس کی ابتدائی تاریخ کا کسی قدر ذکر کیا جائے۔

سیستان کی وجہ تسمیہ

سر ہنری رالنسن کہتا ہے کہ معتبر مورخین عرب یا ایران[۱] مین سے کسی نے بھی کبھی اس امر مین شبہ نہین کیا ہے کہ سیستان یا سجستان۔ سگستان یعنی ملک سگان یا سکیا سے ماخوذ ہے۔ گو کہ مقام تعجب ہے کہ سیتھین قوم جیسی خانہ بدوش بادیہ پیماؤن کی ایک

[۱] بعض مورخین انگلستان نے اسکو "ساغس" کا مشتق قرار دیا ہے۔ "ساغس" ایک قسم کی لکڑی ہے جو اس نواح مین پیدا ہوتی ہے اور جسے ایرانی جلانے کے کام مین لاتے ہین۔

جماعت جو تیسری صدی عیسوی مین شمال کی جانب سے یہان آئی اس ملک کو جس مین وہ صرف ستّر برس تک آباد رہی اپنے نام سے مستقل طور پر منسوب کر گئی گئی۔ اگرچہ ساسانی تاجدار بہرام ثانی نے جسکا زمانۂ حکومت سنہ ۲۷۵ء سے سنہ ۲۹۲ء تک ہے اس قوم کو اپنی مملکت سے ایسا خارج کیا کہ مدتین ہوئین کہ زمانہ نے اون کو صفحۂ تاریخ سے مثل حرف غلط میٹ دیا ہے تاہم اس علاقہ کا نام اُن کی مستقل اور دائمی یادگار ہے۔

لفظ سیستان کا اطلاق

تاریخ کے مختلف زمانون مین اس ملک کے حکمرانون کے مقبوضات جیسے جیسے بڑھتے گھٹتے رہے ہین ویسے ہی سیستان کا اطلاق مختلف الرقبہ ممالک پر کیا جاتا رہا ہے لیکن اس نام کا صحیح اطلاق ہمیشہ اوس بڑے دریاچہ نما طاس پر ہوا ہے جس مین رود ہلمند اور دوسری اُن ندیون کا پانی اکٹھا ہوتا ہے جو یہان ایک نشیبی قطعۂ زمین مین ہر طرف سے سمٹ کر آملتے ہین۔ اس نشیب کی حدود نمایان ہین اور اس کا طول شمالاً جنوباً ڈہائی سو میل ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ زمانۂ سابق مین یہ نشیب ایک بڑی جہیل کے پانی سے بھرا ہوتا تھا اور اگر تمام نہرین اور آبپاشی کے نالے جو دریاؤن کا بہت سا پانی خرچ کر ڈالتے ہین بند کر دئے جائین تو مین خیال کرتا ہون کہ بہت جلد یہ نشیب پھر اپنی قدیم حالت پر آجائیگا۔[لہ]

سیستان کی موجودہ حالت

وہ علاقہ جو آج کل سیستان کے نام سے موسوم ہے تین بڑے نشیبون پر مشتمل ہے جو

لہ دریاے ہلمند کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو مضمون درباب طاس ہلمند مرقومہ سی آر۔ مارکہم شمولہ روئداد رایل جاگریفیکل سوسائٹی (سلسلہ جدید) جلد اول صفحہ ۱۹۱۔

سال کے موسم اور بہار کی طغیانی کی مدت کے اعتبار سے جھیلوں اور دلدلوں اور خشک زمین کی شکل میں بدلتے رہتے ہیں۔ سب سے پہلے نشیب میں دو چھوٹی چھوٹی جھیلیں ہیں جو شمال کی طرف سے ہاروت رود اور فرہ رود جنوب کی طرف سے دریائے ہلمند اور مشرق کی طرف سے خوش یا خشک رود کے بہہ کر یہاں آنے سے پیدا ہو گئی ہیں۔ ان دونوں جھیلوں کے درمیان ایک گھنا نیستان حائل ہے جسے نے زار کہتے ہیں اور پانی کی جو مقدار ان جھیلوں میں ہوتی ہے اوس کی کثرت یا قلت کے اعتبار سے اس نے زار میں کبھی تو دلدل ہو جاتی ہے اور کبھی خشک ہو کر پڑ رہ جاتی ہے۔ طغیانی کے موسم میں یہ دونوں جھیلیں جو معمولی طور پر علیحدہ علیحدہ ہیں مل کر ایک ہو جاتی ہیں اور دونوں کے متفقہ سیلاب نیزار کے سر سے گزر کر دوسرے نشیب میں جس کو ہامون کہتے ہیں اور جو ایک بہت بڑے اتھلے ظرف کی شکل میں جنوب کی طرف میلوں چلا گیا ہے گرتا ہے۔ ۱۸۷۲ء میں جب انگریزی کمیشن کے اراکین یہاں آئے تو ہامون بالکل خشک تھا اور وہ جاتے اور واپس آتے وقت اس کی تہ پر سے ہو کر گزرے لیکن ۱۸۹۶ء میں جب روسی و افغانی سرحدی کمیشن کے بعض اراکین کوئٹہ سے ہرات کو جاتے وقت اس راہ سے گذرے تو ہامون ایک بڑی جھیل ہو گیا تھا جس کا پانی میلوں تک پھیلا ہوا تھا اور مشہور و معروف پہاڑ کوہ خواجہ جو ہامون کی مغربی حد کا ایک ممتاز نشان ہے پانی کی وسط میں ایک جزیرہ کی طرح معلوم ہوتا تھا[1]۔ جب کثرت

[1] کوہ خواجہ جسے کوہ رستم بھی کہتے ہیں سیاہ آتشین سنگ خارا کی ایک تن تنہا چٹان ہے جو ہامون کی سطح سے چار سو فیٹ بلند ہے اور کئی میل تک اسمیں بطور ایک نمایان حدبندی کے پیلپائے کے نظر آتی ہے۔ قدیم کیانی فرمانروایان سیستان نے اس پر ایک مستحکم قلعہ بنا رکھا تھا اور ان میں سے ایک فرمانروا نے سات سال تک اس قلعہ میں محصور رہ کر نادر شاہ کی افواج قاہرہ کے پیہم حملوں کی مدافعت کی تفریح و تفریح کی غرض سے بھی سیستانی یہاں آیا کرتے ہیں۔ نوروز کے دن یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں میلا لگتا ہے اور اس چٹان کی سطح جو کل پر گھوڑ دوڑ ہوتی ہے مزید اطلاع کے لئے دیکھو مضمون درباب "سیر کوہ خواجہ" مرقومہ میجر بی۔ لو وٹ و منضمنہ جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۴ء

سے طغیانی آتی ہے تو خود ہاموں کا پانی بہہ نکلتا ہے اور جنوب کی سمت اختیار کر کے شیلا کی گھاٹی کو اپنی گزرگاہ بناتا ہوا نشیب ہائے متذکرہ بالا مین سے تیسرے نشیب مین جس کا نام "زرہ" ہے جا گرتا ہے۔ کمیشن کے قیام کے زمانہ مین یہ بات بیان کی گئی تھی کہ باشندون مین سے کسی کو یاد نہین پڑتا کہ کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ زرہ مین ہامون سے پانی آیا ہو۔ کیونکہ اب بجاے اس کے کہ جھیلین پانی سے چھلکتی ہوئی نظر آئین زیادہ تر یہی اتفاق ہوتا ہے کہ پانی کے خرچ ہو جانے سے خود دریا خالی ہو جاتے ہین اور زرہ کی جھیل عام طور سے ہمیشہ بیابان شورہ زار ہی رہتی ہے[1]۔ لیکن ۱۸۹۵ء مین ایک انگریزی افسر نے جو غربی بلوچستان مین سیاحت اور تحقیق کی غرض سے سفر کر رہا تھا سر شیلا یا شیلا

[1] سہی۔ میگگریگر جب ۱۸۷۷ء مین بلوچستان کی سیاحت اور تحقیق حالات کر رہا تھا تو وہ ڈھائی دن تک برابر بیابان زرہ کے کنارے کنارے جنوب کی طرف گیا لیکن کھاری پانی کا ایک جوہڑ بھی اوس کو کہین نہین ملا۔ اوس کا بیان حسب ذیل ہے۔ " پانی تو درکنار نمی کا بھی کہین نشان نہ تھا اور ہر طرف سواے ریت کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نباتات استخوان بوسیدہ کی طرح خشک تھی اور ہاتھ لگاتے ہی آٹا آٹا ہو جاتی تھی۔" آخر کار بہ ہزار وقت ایک جگہ تھوڑا سا پانی زمین سے نکالنے مین میگگریگر کو کامیابی ہوئی۔ اس پانی کی کیفیت وہ اپنے انوکھے اور سادہ طرز مین یون ظاہر کرتا ہے۔ "اگر کوئی شخص زرہ جانے اور وہان سے پانی لانے کی تکلیف سے بچنا چاہے تو مین اس کو ایک ایسا نسخہ بتا سکتا ہون جس سے وہ بلا دقت گھر بیٹھے ایسا پانی بنا سکتا ہے جو زرہ کے پانی کا بھی مزہ دے گا۔ سب سے پہلے تھوڑا سا سڑے سے سڑا پانی لیکر اوس مین اس قدر نمک ملاؤ کہ ذائقہ کے اعتبار سے وہ ویسا ہی خراب ہو جائے جیسا کہ رنگت کے اعتبار سے۔ اس کے بعد اوسے لندن کی گلیون کی لالٹینون کے ابخرون کی دھونی دو۔ پھر اس مین کسی پرانے پیپے کا مدتون کا سڑتا ہوا پانی ملا کر خوب ہلاؤ۔ بس زرہ کا پانی تیار ہو گیا۔" "وانڈرنگز ان بلوچستان" (سیاحت بلوچستان) صفحہ ۱۸۲۔

کی گھاٹی مین سے دو فیٹ گہرا پانی بہتا ہوا دیکھا جسکے زرہ کے شمالی حصہ مین جمع ہونے سے
وسیع جھیل (ہامون) بن گئی تھی اور یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس کا دور سو میل سے زیادہ

گوناگون تبدیلیان

گردہ بالا بیان سے بآسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ سیستان کی ہیئت کذائی کس
تغیر پذیر ہے اور مورخین کو اوس کا مختلف وقتون کا جغرافیہ کس قدر پریشانی اور دقت مین
ہے۔ کیونکہ نہ صرف جھیلین بڑہتی گھٹتی اور خشک ہوتی رہتی ہین (وہ رقبہ جو ان جھیلون کے
مزاحم کے سرحد سے ہوتا ہے رالنسن ... کے بیان کے مطابق ایک سو میل طو
پچاس میل عریض ہے) بلکہ دریا بھی ہمیشہ اپنا راستہ بدلتے رہتے ہین اور جب جی چا
کسی مصنوعی نہر کو اپنی گزرگاہ بنا کر اوسے اصلی دریا کی شکل مین تبدیل کر دیتے ہین ا
طرح آئندہ جغرافیہ نگارون کو الجھن مین ڈالنے کے اسباب پیدا کر دیتے ہین۔ لہذا
نہین کہ اگرچہ اس ملک مین دریا نئی نئی مٹی لا کر بلا تفریق داسیا زار اضیات پر زرخیزی اور
کے خزانے نثار کرتے ہین تاہم جس قدر ویران شہر اور مکانات اس ملک مین ہین شاید
مین کسی اس طول و عرض کے قطعہ زمین مین ہون گے۔

روایتی تاریخ

یہ تو سیستان کی ہیئت کذائی کا مختصر نا کہ تھا۔ اب مین اوس کی تاریخ کا کچھ ذکر
از منہ قدیم ہی سے کوئی بات سیستان مین ایسی چلی آتی ہے جو ہمیشہ ایرانی قوت متجاو
ڈالتی رہی ہے۔ کبھی یہ ملک نمرود "شکار افگن" کے خیالی تعلق کے لحاظ سے مہرنیم

کبھی جمشید نے اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ کبھی زال کے عظیم الشان بیٹے رستم نے جو گرشاسپ سے پانچوین پشت مین تھا یہان نشو ونما پایا۔ برطانیہ کے روایتی افسانون مین شاہ آرتھر کو وہ درجہ حاصل نہین ہے جو رستم کو ایران کی روایات قدیم مین حاصل ہے۔ کیونکہ شاہ آرتھر پھر بھی انسان ضعیف البنیان ہی تھا۔ برعکس اس کے رستم (ایک الف لیلہ کے انگلستان) کے ہم داستان بہادر آرتھر یا بیووولف جیسی ہستی کا ایک تخیل رہ جاتا ہے لیکن رستم نے نہ صرف توران کے بت پرست وحشیون اور افراسیاب کو پسپا کیا بلکہ سفید دیون اور جنون کو بھی نیچا دکھایا۔ غالباً انگلستان کے قومی محافظ سینٹ جارج اژدہا افگن سے رستم کو زیادہ موزون طور پر تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے سکون پر سینٹ جارج کے عدیم المثال کارنامون کی علامتین منقش کرتے ہین اسی طرح ایرانی رستم کی شجاعت و تہور کی داستان کی تصویرون سے اپنے دروازون محرابون اور ستونون کو مزین کرتے ہین۔

ابتدائی تاریخ

اسکندر اعظم کے زمانہ مین سیستان روایت کی ظلمت سے نکلکر تاریخ محققہ کی روشنی مین آتا ہے اوس وقت اسکا نام درنگیانا تھا جو اوس سرزمین کا مرادف ہے جسے ہیروڈوٹس نے سرنگیان سے تعبیر کیا ہے۔ سکندر غالباً اپنے مشرق کے سفر مین یعنی ہندوستان جاتے ہوئے اس طرف سے گذرا اور مراجعت کے وقت اگرچہ وہ خود جنوب کی راہ اختیار کرکے گیدروسیا (مکران) ہوتا ہوا کرمانیہ (کرمان) کو چلا گیا لیکن اوس نے فوج کا ایک سریع السیر

دستہ کریٹیرس کے زیر حکم اراکوٹیا اور درنگیانا کی جانب روانہ کیا[۵۱]۔ ساسانی بادشاہونکی سلطنت کے زمانہ مین سیستان مذہب زردشت کا پررونق مرکز تہا اور یہین اوس نسل کا آخری تاجدار یزدگرد عرب فاتحون سے بہاگ کر مرد جاتے ہوئے جہان اوس کی قسمت کا فیصلہ ہوا آیا تہا۔ زمانہ مابعد یعنی عربون کی ہی سلطنت مین یہ صوبہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچا اور اسی زمانہ سے وہ وہ وسیع کھنڈر بہی منسوب کئے جاتے ہین جنکا ذکر مین پہلے کرچکا ہون[۵۲]۔ نوین صدی مین یعقوب بن لیث[۵۳] ایک کوزہ گر نے جو رہزن بہی تہا لیکن اپنی طبیعت مین سپہگری اور

---

[۵۱] سیستان کی ابتدائی تاریخ اور وہان کے باشندونکے حالات مین سب سے بڑی سند سر ہنیری رالنسن کا وہ مضمون ہے جو "نوٹس آن سیستان" (حالات سیستان) کے عنوان سے "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" کی جلد پچاسوم کے صفحات ۲۷۲ الی ۲۹۴ مین چہپا ہے (۱۸۷۳ء)۔ اس بارہ مین ڈاکٹر بیلیو کا وہ نادر اور صحیح خلاصہ جس کا عنوان "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) ہے ۲۴۸ سے لیکر ۲۶۲ صفحے تک اور نیز وہ انکا "انکوائری انٹو دی اتھناگریفی آف افغانستان" (تحقیقات نسل ہاے افغانستان) مرتبہ ۱۸۹۱ء بہی دیکہنی چاہیے۔ ایرانی سیستان کے زمانہ حال کے خاص باشندے یہ ہین سیستانی جو دوسری نائق و ممتاز قومون کے مقابلہ مین بہت ہی ذلیل حیثیت رکہتے ہین۔ کیانی جنہین کیخسروالی نسل کے سے ہونیکا دعوی ہے۔ کرد غالی یعنی کردستان کے کردون کی وہ شاخ جس نے یہان آکر غوری خاندان ملک کردیہ قایم کیا (اس خاندان کی حکومت ۱۲۴۵ء سے ۱۳۸۳ء تک قایم رہی)۔ ایرانی جو تاجیک کہلاتے ہین اور بلوچی جنکی خاص نسلین سیستان مین سربندی (جن کو تیمور یہان مین لے گیا تہا لیکن نادر شاہ پہر یہان لے آیا) اور شاد رخی ہین۔

[۵۲] ان کے مفصل حالات خصوصاً پشاوران کے حالات کے لئے دیکہو کتاب ڈاکٹر بیلیو کے صفحات ۲۴۱ و ۲۴۶ و ۲۴۷۔

[۵۳] عمرو لیث جسکا ذکر گلستان سعدی مین ہے وہ اسی کا چہوٹا بہائی تہا جو اسکے بعد تخت نشین ہوا۔ مترجم

ہوائین سروری ہے کے خداداد جوہر رکہتا تہا خاندان صفاریہ[۱] کی بنیا ڈالی اور اپنے زور بازو سے[۲]
وہ قلیل العمر سلطنت قایم کی جو شیراز سے لیکر کابل تک پہیلی ہوئی تہی لیکن صدہی مابعد مین محمود
غزنوی کے آہنین حملے سے ٹکراکر پاش پاش ہوگئی۔ الاصطخری جو اوس زمانہ مین سیستان گیا
تہا بیان کرتا ہے کہ اس ملک مین آباد شہر ہین بڑی بڑی نہرین ہین اور کثرت سے دولت
ہے[۳]۔ چنانچہ اوس کے قدرتی ذرائع دولت مین ایک سونے کی کان بہی شریک تہی جو بعد مین
ایک زلزلے کے آنے سے ضائع ہوگئی۔ تیرہوین اور چودہوین صدیون مین سیستان کو بہی
اطراف وجوانب کے دوسرے بلاد وامصار کی طرح اون دو ناگہانی بلاؤن کا سامنا کرنا پڑا
جو چنگیز خان اور تیمور بیگ کی انسانی صورتون مین بنی نوع انسان پر نازل ہوئین اور ان کے ہاتہون
یہ لہلہاتا ہوا گلشن تباہ ہوکر ویرانہ زاغ وزغن بن گیا اور

ایسا اجڑا کہ پہر نہ آباد ہوا

سیستان کے کیانی حاکمون نے جو سلسلہ اکمینیہ کے اول تاجدار کیقباد کی نسل سے ہونے
کا دعوی کرتے تہے سلاطین صفویہ کے عہد مین پہر اس ملک کو آباد کیا لیکن گردش ایام نے
اس ملک کو پہر روز بد دکہایا اور ۱۷۲۲ء مین افغان حملہ آور ہون اور اوس کے بعد نادر شاہ کے

---

[۱] دیکہو وہ مضمون جس کا عنوان ہے "دی کنگز آف دی صفارین ڈائنیسٹی آف نیمروز آر سجستان" (نیمروز یا سجستان کے سلاطین صفاریہ) مرقومہ میجر ایچ۔ جی۔ ریورٹی۔ مشمولہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد پنجاہ وچہارم (۱۸۸۵ء) صفحہ ۱۳۹۔

[۲] دیکہو تاریخ سیکلم۔ جلد اول۔ صفحات ۱۴۸ الی ۱۵۲۔

[۳] دیکہو "اورینٹل جاگریفی" (جغرافیہ شرق) صفحات ۲۰۳ الی ۲۰۹۔

ہاتھوں (جس نے ارن کا استیصال کیا) اس بدقسمت ملک کے مصائب وآلام درجہ انتہائی کو پہنچ گئے۔ نادر شاہ کی وفات کے واقعہ تک جو ۱۷۴۷ء مین پیش آیا سیستان دولت افشاریہ کی عظیم الشان مگر مختصر سی حدود مین شامل رہا۔ اسکے بعد جب اولوالعزم سپہ سالار احمد شاہ ابدالی نے اپنے آقا کے نقش قدم پر چل کر افغانستان مین سلطنت درانیہ کی بنا ڈالی تو سیستان کا الحاق اوسکی مملکت کے ساتھ ہوگیا۔ اس زمانہ سے سیستان اون اول آج کل کی سیاسی تماشگاہ مین نظر آنا شروع ہوتا ہے اور گزشتہ تیس سال سے برطانوی و ہندوستانی تدابیر مملکت کی بساط کا ایک اہم مہرہ ہوگیا ہے۔[1]

تاریخ مابعد

احمد شاہ کی وفات کے بعد تیمور شاہ کو اوس کی وفات تک جو ۱۷۹۳ء مین ہوئی سیستان برابر خراج دیتا رہا۔ اس کے بعد جب درانی سلطنت کے اجزا پراگندہ ہونے شروع ہوئے تو سیستان کبھی تو ہرات کے توابعات مین رہا اور کبھی قندہار کے۔ سلطنت ایران کو دوسرے معاملات مین مصروف ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ اسکے واپس لینے کی کوشش کرتی لیکن ۱۸۵۱ء سے یار محمد والی ہرات کی وفات کے بعد ایران نے اوس بدنظمی اور نا اتفاقی سے منتفع ہوکر جو افغانستان مین پھیلی ہوئی تھی اپنے حقوق اور دعاوی پیش کرنا شروع کئے۔ اوسے اب یاد آیا کہ نادر شاہ اگرچہ حقیقت مین ایک ترکمانی غاصب تھا لیکن پھر بھی ایران کا بادشاہ

---

[1] رضا قلی خان نے جو زمانہ حال کے ایرانی مصنفین مین غالباً افضل الکمال اور باعتبار ضخامت تصانیف اعلیٰ درجہ رکھتا ہے گزشتہ نصف صدی کے اثنا مین گمنام طور پر فارسی زبان مین تاریخ سیستان لکھی ہے۔

تھا اور سیستان نے ایران کے سلاطین سابق کی طرح اوس کو بھی خراج دیا تھا۔ علی خان حاکم سیستان کو راضی کر کے ایرانی جھنڈا سیستان مین نصب کیا گیا اور اسکے صلہ مین ایک ایرانی شاہزادی حاکم مذکور کے حبالۂ نکاح مین دی گئی۔ اسی زمانہ مین ایران نے سنہ ۱۸۵۶ء مین ہرات پر حملہ کیا جس کی وجہ سے برطانیہ کلان کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کا نتیجہ صلحنامۂ پیرس ہوا جسکی رو سے ایران کو ہرات کے حقوق فرمانروائی اور افغانستان کے معاملات مین دست اندازی کے دعاوی سے دستبردار ہونا پڑا۔ باین ہمہ علی خان فوج ایران کا ایک دستہ ساتھ لیکر سیستان کو واپس آ گیا گو کہ اس بات پر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے متواتر اعتراضات بھی ہوتے رہتے اور ہمیشہ علی خان اور اوس کے بعد اوس کا جانشین تاج محمد (جس نے دوست محمد خان کی مہم ہرات کے وقت ایران سے مدد مانگی تھی) شاہ ایران ہی کی فرمانروائی کو تسلیم کرتے رہے۔ اس عرصہ مین وزیر اعظم سلطنت برطانیہ صلحنامۂ پیرس کی ایک شرط کی خلاف ورزی پر برابر اعتراض کرتا رہا اور سلطنت ایران ہمیشہ صلحنامۂ مذکور کی دوسری شرط سے انتفاع اٹھانے کے متعلق وزیر موصوف کو توجہ دلاتی رہی جسمین یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ در صورت سلطنت ایران اور افغانستان مین نااتفاقی ہو جانے کے انگریزی سلطنت بیچ بچاؤ کرے[۱]۔

---

[۱] دونون شرائط عہدنامہ کے فقرہ ۶ مین مندرج ہین۔ پہلی شرط حسب ذیل تھی۔ شاہ کجکلاہ ایران اقرار کرتے ہین کہ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات مین آئندہ دست اندازی کرنے سے احتراز کرین گے۔ شاہ کجکلاہ یہ بھی وعدہ کرتے ہین کہ وہ ہرات اور تمام افغانستان کی خودمختاری کو تسلیم کرینگے اور ان ریاستون کی خودمختاری مین مداخلت کرنے کی کبھی کوشش نہ کرینگے۔ دوسری شرط کے الفاظ یہ تھے۔ ممالک ہرات و افغانستان اور دولت علیہ ایران مین اختلافات پیدا ہونیکی صورت مین دولت ایران اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ وہ تصفیہ نزاع کے لئے دولت برطانیہ کی دوستانہ مصالحت سے استمداد کرے گی اور اس وقت تک فوج کشی نہ کرے گی جب تک کہ یہ مصالحت بے سود ثابت نہ ہو۔

شیر علی بھی جو اپنے باپ دوست محمد خان کی جگہ سنہ ۱۸۶۳ء مین امیر افغانستان ہوا دل سے
چاہتا تھا کہ کچھ نہ کچھ فیصلہ ہو جائے۔ لیکن اس زمانہ مین میدان اُس عدم مداخلت کے
واجب النظر طرز عمل کے ہاتھہ تھا جس کا لارڈ لارنس مانا ہوا حامی اور موید تھا۔ اور اسی اصول
کو مد نظر رکھ کر گورنمنٹ شیر علی کو امیر تسلیم کرنا نہین چاہتی تھی حالانکہ گورنمنٹ کو بعد مین اوسے مجبوراً
وظیفہ دینا پڑا۔ غرضکہ ایک مدت تک جانبین مین باہمی عذر۔ اعتراض اور حیلے حوالے ہوتے
رہے تا آنکہ نومبر سنہ ۱۸۶۹ء مین لارڈ رسل نے جسکا اس روز روز کی تو تو مین مین اور خرخشہ سے ناک مین
دم آگیا تھا ایک تحریر بھیجی جسکا مضمون یہ تھا کہ "ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ اس معاملہ مین دخل دینا نہین
چاہتی اور فریقین کو اختیار دیتی ہے کہ اپنے اپنے دعاوی کا بزور شمشیر تصفیہ و انفصال کر لین"
لارڈ رسل کی یہ کارروائی اس عالمگیر اصول کی تلقین پر مشتمل تھی کہ جس کی لاٹھی اوس کی بھینس۔ گو کہ
ایسا کرنے مین اوسنے جرات کا اس قدر ثبوت نہین دیا جس قدر راستبازی اور تدین کا۔ قصہ مختصر
یہ کہ اس اجازت سے فائدہ اوٹھا کر ایران سنہ ۱۸۶۵-۶۶ء مین اس ملک پر فوج لیکر چڑھ آیا اور اوس پر
قبضہ کر کے اس علاقہ کے تمام ایرانی باشندون کو دائرہ انقیاد مین لے آیا۔ بلکہ اس سے
بھی زیادہ یہ کیا کہ بلوچی رعایا سے افغانستان سے سازباز کر لیا۔ افغانستان کچھ عرصہ تک
خاموش رہا لیکن شیر علی نے جو افغانستان پر پورا تسلط جما چکا تھا اور اپنا وقار قایم رکھنا چاہتا
تھا اپنے دعوے پر زور دینا چاہا۔ اس نازک موقعہ پر بدین خیال کہ کہین اوس اشارہ کی بنا پر جو لارڈ
رسل نے اپنی مراسلت مین کیا ہے جدال و قتال تک نوبت نہ پہونچ جائے لارڈ کلیرنڈن نے یہ
تجویز پیش کی کہ معاملہ کا تصفیہ بمصالحت و تراضی طرفین ہونا چاہیے۔ فریقین نے یہ تجویز زیادہ جوش

یاسرگرمی کے ظاہر کئے بغیر منظور کی اور ۱۸۷۰ء میں سر الیف۔ گولڈاسمڈ جو برطانیہ کلان کی طرف سے چیف برٹش کمشنر (سرپنچ) مقرر ہوا تھا اس معاملہ کے انفصال کے واسطے انگلستان سے روانہ ہوا۔ لیکن اشکال اور تعویق کے واقع ہونیکے باعث سائل آئندہ مین صرف اسی قدر کام ہو سکا کہ سمندر سے جالک تک ایران و بلوچستان کے درمیان پیمائش اور حدبندی ہوئی اور کپتان ۱۸۷۲ء مین جا کر کمیشن سیستان کو دعاوی فریقین پر غور کرنے کی غرض سے معاینہ موقع کے لئے روانہ ہو سکا۔

سر الیف۔ گولڈاسمڈ کا کمیشن (۱۸۷۲ء)

اوراوس کی ساعی کیفیت کچھ تو خود جرنیل گولڈاسمڈ اوراوس کے پرسنل اسسٹنٹ میجر (حال کرنل) ایون اسمتھ[1] نے قلمبند کی ہے اور کچھ ڈاکٹر بیلیو[2] نے جسے لسنہ مشرقیہ مین دستگاہ کامل ہونے کے باعث شہرت حاصل ہے اور جو جرنیل (بعدمین سر۔ آر) پالک کے ہمراہ گیا تھا۔ جرنیل موصوف ہندوستان سے بطور وکیل والیسرائے (لارڈ میو) بھیجا گیا تھا لیکن اوسکے بھیجے جانے کی غرض و غایت متحقق نہوئی۔ حدبندی کا مسئلہ[3] بوجہ غیر معمولی طور پر آسان ہونے کے نہایت ہی مشکل تھا۔ سیستان کے متعلق افغانستان کا دعوی بالکل

[1] دیکھو کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کا دیباچہ اور صفحات ۲۲۵ الی ۲۹۵۔
[2] دیکھو "ریکارڈ آف دی سیستان مشن" (حالات سفارت سیستان) جو سرکاری طور پر شائع ہوئے اور نیز "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔
[3] مسئلہ حدبندی سیستان پر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ جس کے لئے مرزائے مرحوم کی روح سے مین معافی مانگتا ہون غالب کا یہ مشہور شعر صادق آتا ہے۔
یہ مسئلہ اگر نہین آسان تو سہل ہے + دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین مترجم

صاف اور معقول تہا اور اِس بنیاد پر مبنی تہا کہ سیستان زمانہ قدیم یعنی احمد شاہ بانی سلطنت افغانستان کے زمانہ سے جزو سلطنت افغانستان چلا آتا ہے۔ اِسی طرح ایران کا دعوے بہی صاف اور معقول تھا اور اِس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان اِس سے بہی زیادہ قدیم زمانہ سے جزو سلطنت ایران چلا آتا ہے اور اِس دعوے کی ایک قوی تر دلیل یہ تہی کہ ایران نے اِس علاقہ کہ حال مین مکرر فتح کرکے اپنا عمل دخل بہی اوس مین کرلیا تہا۔ یہ تمام مواد نہ صرف عقل دقیقہ سنج کی موشگافیون بلکہ منطق ظاہر بین کی کج بحثیون کے لئے کچہہ کم نہ تہا۔ جو مشکل اِس معاملہ کے تصفیہ مین آکر پڑی تہی اوسے دو مشرقی کمشنرون کے طرز عمل نے جو اِس کمیشن کے اراکین تہے پیچیدہ تر کردیا تھا۔ ایرانی کمشنر مرزا معصوم خان آغاز ہی سے علانیہ طور پر اسکے برخلاف تہا اور اوس سے جس قدر ہوسکا اوس نے اس معاملہ کی چلتی گاڑی مین روڑا اٹکایا۔ افغان کمشنر بہی کچہہ بہت زیادہ قابل عملدرآمد باتین نہین کرتا تہا۔ آخر کار جو کچہہ مقامی پیمایش اور تحقیقات ممکن تہی وہ پوری کرکے سر الیف گولڈ اسٹمڈ یہ دیکہکر کہ قضیہ زمین بر سر زمین فیصل ہونا محال ہے مجبوراً طہران چلا گیا جہان اوس کے فیصلہ کو بہت کچہہ ردوکد کے بعد شاہ نے منظور کیا۔

سیستان کے حصے بخرے

جرنیل گولڈ اسٹمڈ نے مناسب سمجہا کہ دونون ملکون کے مقبوضہ حصص سیستان کی تصریح و تفریق کردے۔ اِن حصون کا نام اوس نے سیستان خاص اور سیستان بیرونی[۱۵] رکہا۔ سیستان

---

[۱۵] جرنیل گولڈ اسٹمڈ نے اسکے متعلق خود ایک مضمون لکہا ہے جس کا عنوان ہے "بندر عباس سے مشہد تک کا سفر براہ سیستان" یہ مضمون جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی کی جلد چہل و سوم مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے صفحات ۶۵ الی ۸۲ پر مندرج ہے۔

خاص کی تعیین اوس نے اِس طرح کی ہے۔ وہ حصہ جسکے شمال مین نے زار اور جنوب مین وہ بغلی نہر ہے جو دریاے ہلمند سے سہ کوہہ اور دوسرے قرب وجوار کے دیہات کی آبرسانی کے واسطے نکالی گئی ہے۔ جس کے مشرق کی طرف دریاے ہلمند کی قدیم اور اصلی تہ اور مغرب کی جانب ہامون اور کوہ سیاہ کے دامن ہین۔ اِس کے رقبہ کا اوس نے ساڑہے نوسو میل مربع اور آبادی کا ۴۵۰۰۰ تخمینہ کیا ہے جس مین سے ۲۰۰۰۰ سیستانی[۱]۔ ۱۵۰۰۰ فارسی بولنے والے نوآباد اور ۱۰۰۰۰ بلوچی خانہ بدوش تہے۔ سیستان بیرونی وہ حصہ ملک ہے جو شمال کی طرف دریاے ہلمند کے جہیل والے دہانہ سے لیکر کنارہ راست پر رودبار[۲] تک جو ہلمند کے کنارے پر جنوب کی طرف واقع ہے ختم ہوتا ہے۔ سر الیف گولڈ اسمڈ کا فیصلہ مختصر الفاظ مین یہ ہے۔ اوس نے سیستان خاص ایران کو اور سیستان بیرونی افغانستان کو دیا۔ دونون حصے کے درمیان حسب ذیل حدفاصل مقرر کی گئی۔ سیاہ کوہ سے لیکر جو ایرانی ضلع نہبندان کی شرقی حد ہے نے زار کے جنوبی دامن پر سے گزرتی ہوئی ہلمند کے بائین کنارے تک۔ وہان سے ہلمند کے منبع کی طرف اوس نقطہ تک جو بند کلان[۳] واقع کوہک سے ایک میل اوپر

[۱] سر ایچ رالنسن حسب ذیل رقمطراز ہے۔ اصلی سیستانی آریہ قوم کے خط وخال والے ایرانی ہین۔ اور حقیقت مین اگر قدیم نسل آریہ کے نجیب الطرفین لوگ ایران کے کسی حصہ مین پاے جاتے ہین تو وہ یہی سیستانی اور ہرات کے جمشیدی ہین۔ دور اکیمنیڈ کے ایرانیون کی زبان بشکل صورت اور عام خصوصیات سلطنت ایران کے کسی اور حصہ کے نسبت اس بیرونی گوشہ مین زیادہ حفاظت کے ساتھہ قائم رہی ہین۔

[۲] یہ وہی رودبار ہے جس کی طرف سعدی نے ذیل کے شعر مین اشارہ کیا ہے۔

یکے دیدم از عرصۂ رودبار — کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار — مترجم

[۳] یہ بند جسے بعض دفعہ بند اسپ یا بند سیستان یا کوہک بند بہی کہا جاتا ہے ایک بہت بڑا پشتہ ہے جو دریا کے پاٹ مین جہاؤ کی شاخون۔ لکڑی کے بڑے بڑے شہتیرون اور کوئی ہوئی مٹی چکنی کی آمیزش باہمی سے بدین غرض تیار کیا گیا ہے کہ دریا کے پانی کا زیادہ تر حصہ نہر سہ کوہہ مین جا شامل ہو۔

کی جانب ہے۔ اور وہان سے جنوبی و مغربی سمت مین بخط راست کوہ ملک سیاہ تک جو اوس کوہستان کا جو صحراے زرہ کی مغربی حد ہے شمالی سلسلہ ہے۔ یہان سیستان کی حد ختم ہوجاتی ہے اور اس لئے فیصلہ بھی ختم ہوتا ہے۔ اِس نقطہ کے جنوب کی طرف وہ غیر معینہ اور غیر معمولہ حد ہے جو جالک تک چلی گئی ہے اور جسکا مین پیشتر ذکر بھی کرچکا ہون۔

آزادانہ راے

باوجودیکہ جرنیل گولڈ اسمڈ ایسی ہدایات کی زنجیرون مین جکڑا ہوا تھا جو ناممکن التعمیل نہین اور باوجودیکہ پیہم رکاوٹین اوس کی راہ مین حایل نہین تاہم اگر وہ اس بارہ مین کوئی ناطق فیصلہ دے سکا تو اس کی وجہ محض وہ پیش بینی تھی جو اس امر کی محرک ہوئی کہ کمیشن کے ہندوستانی اراکین کے یہان پہونچنے سے پہلے وہ مقامی پیمایش ختم کرلے اور ان تمام باتون کو مدنظر رکھکر جرنیل موصوف اپنی معاملہ فہمی کے لئے سزاوار تحسین ہے۔ اسمین شک نہین کہ ایک بے لاگ آدمی کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کی رو سے سلطنت ایران نفع مین رہی کیونکہ جو خطہ باعتبار سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے حقیقت مین اس ملک کی جان ہے اور جسکی نسبت دولت ایران قبضۂ قدیم اور حق دخیلکاری کے دوہرے دعادی پیش کرتی تھی وہی اوسکو ملا۔ دولت ایران دس سال قبل بھی اس علاقہ کی نسبت اپنے حقوق پیش کرے تھے اور اگر اوس وقت اس معاملہ کا تصفیہ ہوتا تو ذرا شک نہین کہ اس دوسرے دعوے (حق دخیلکاری) کی عدم موجودگی مین جو فیصلہ ہوتا وہ اوسکے حق مین اس قدر مفید نہوتا جیسا کہ اب ہوا ہے لیکن باوجودیکہ اسکے دولت ایران اس فیصلہ سے ناراض ہی رہی اور

اس تقسیم کو اوسنے ہمیشہ اس نظر سے دیکھا کہ انگریزون نے اوسکا نقصان کرکے اپنی ماتحت ریاست (افغانستان) کو نفع پہونچانے کی کوشش کی۔ افغانستان اپنی طرف ناراض رہا کہ ملک کا سب سے زیادہ سیر حاصل اور شاداب خطہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اور سنا جاتا ہے کہ اسی بات پر انگریزون کی طرف سے شیر علی کا دل کبھی صاف نہ ہوا۔ سرحد پر اس فیصلہ کے مطابق پوری پابندی کے ساتھ عملدرآمد نہین ہوتا لیکن اگر ہم یہ بات مان بھی لین کہ اس فیصلہ سے رفع نزاع مین کامیابی ہوئی تب بھی یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا حکومت انگریزی کا اس قسم کے نزاعات کا انفصال اپنے ذمہ لینا مصالح عقلی پر مبنی ہے جسکی فریقین ہمیشہ غیر صحیح تاویلین کرتے ہین اور جس سے سواے بدنامی کے اور کچھ حاصل نہین ہوتا۔ دولت برطانیہ کی طرف سے ایسے کمیشنون کا بیٹھنا گو دولت موصوفہ کی عالی ہمتی کے شیوہ پر دال ہو لیکن فصل خصومات کے اس طریقہ کے لحاظ سے فریقین مین سے کوئی بھی اوسکا ممنون نہین ہو سکتا۔

سیستان کی موجودہ حکومت

ایرانی سیستان کا خاص شہر سہ کوہہ ہی جو مٹی کے تین بڑے بڑے تودون پر آباد ہونکی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے ۱۸۷۲ء مین جب کمیشن کا وہان گذر ہوا تو اس شہر مین تقریباً ۱۴۰ کچے جھونپڑے تھے جن مین سے نصف سے زیادہ نہ اوس وقت آباد تھے اور نہ اب ہین۔ یہ قصبہ صوبہ کے سب سے زیادہ شاداب خطہ مین واقع ہے اور باشندے سب کے سب کاشتکاری کرتے ہین لیکن جیسا کہ مین پیشتر ذکر کرچکا ہون انتظامی اور فوجی صدر مقام نصرت آباد ہے (جسے گولڈاسمڈ نصیر آباد لکھتا ہے) جہان امیر قائن کا ڈپٹی گورنر (نائب صوبہ) رہتا ہے اور دو پیدل پلٹنون مین سے

ایک پلٹن جسکی تعداد برائے نام ۱۰۰۰ لیکن حقیقت مین ۵۰۰ سے بھی کم ہے اور جو کل علاقہ سے بھرتی کیجاتی ہے اور کچھ رسالہ اور چند توپین متعین ہین۔ فوجی خدمت بالعموم کسانون ہی پر پڑتی ہے اور اون خاندانون مین جن مین سے سپاہی بھرتی کئے جاتے ہین یہ خدمت متوارث ہے۔ سپاہیونکے پاس ایرانی ساخت کی منہ کی طرف سے بھری جانیوالی بندوقین ہین اور انکو ہر دوسرے سال سرکار سے وردی ملتی ہے۔ اون کی سالانہ تنخواہ بیس[۲۰] قران (نو روپیہ) اور ساڑھے ساتھ من گیہون بیان کیجاتی ہے اور جب سیستان مین فوجی خدمت پر مامور ہون تو خوراک بھی ملتی ہے[۱]۔ افغانی سیستان کا صدر مقام چکھن سور یا چخن سور ہے (جسکو کوئی چکن ناسور اور فیریر شیخ ناصر کہتا ہے) جو ہلمند کی جھیل کے مشرقی معاون خوش یا خشک رود پر واقع ہے۔

یورپی سیاح

انگریزی کمیشن کے بھیجے جانے سے پہلے اون یورپی سیاحون کی تعداد جو سیستان مین آئے اور جنہون نے اپنی سیاحت اور مشاہدات کی روداد چھوڑی بہت ہی کم ہے۔ سر جان ملکم نے جو تیسری مرتبہ دربار ایران مین سفارت کی غرض سے جانیکا ارادہ کر رہا تھا ۱۸۰۹ء مین کپتان گرانٹ (جو بعد کو بغداد اور کرمان شاہ کے درمیان والی سڑک پر قزاقون کے ہاتھ سے مارا گیا) اور کپتان کرسٹی (جو ۱۸۱۲ء مین بمقام اسلان در نہایت بہادری کے ساتھ ایرانی فوج کی طرف سے روسیون سے مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا) اور لفٹنٹ (بعد مین سر ہنری) پاٹنجر کو مکران۔ بلوچستان اور سیستان

---

۱ یہ اعداد جو ۱۸۵۶ء مین اخذ کئے گئے ایران کی پیدل فوج کی عام تنخواہ سے مطابقت نہین رکھتے۔ اسپر آگے چلکر ایک باب مین جسکا موضوع فوج ایران ہے بحث کیجائیگی۔ لیکن بلاشبہ تقسیم تنخواہ بھی ویسی ہی بے قاعدہ ہے جیسا کہ طریقہ تقرر تنخواہ۔

کے حالات دریافت کرنے کے واسطے بھیجا۔ کپتان گرانٹ کا سفرنامہ بیس سال بعد شایع کیا گیا۔
کرسٹی اور پاٹنجر کی سیاحت بلوچستان کے حالات پر جو نادر کتاب پاٹنجر نے لکھی ہی[۵۱] اوس سے شائقین کتب اسفار بہت کچھ متمتع ہوئے۔ پاٹنجر کو نوشکی مین چھوڑکر کرسٹی شمال کی جانب ہرات کو براہ سیستان روانہ ہوا اور اوسکے سفرنامہ کا (جو کبہی علیحدہ نہین شایع ہوا) خلاصہ پاٹنجر کی کتاب کی آخر مین بطور ضمیمہ[۵۲] شامل ہی
سنہ ۱۸۳۹ء مین ایک نوجوان انگریزی فوجی افسر کپتان ایڈورڈ کونولی نے جو پیمایش کی غرض سے سارجنٹ ایکبران کو اپنے ہمراہ لے گیا تہا سیستان مین سفر کرکے موجودہ معلومات کے خزانہ مین بیش بہا اضافہ کیا۔[۵۳] چند سال بعد لفٹنٹ آر۔ لیچ نے کونولی کا اقتدا کیا اور جو اطلاع اوس نے بہم پہونچائی اگرچہ وہ زیادہ ضخیم نتھی لیکن اوس سے اطلاعات سابقہ کا تکملہ ہوگیا۔ یہ اطلاع بہی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی روداد مین شایع ہوئی۔[۵۴] سنہ ۱۸۴۱ء مین سیستان نے پہلا یورپین سیاح ڈاکٹر ایف۔ فاربس بھینٹ لیا۔ ڈاکٹر موصوف جو کامیابی کے ساتھ ایران کی شمالی مغربی سرحد کی سیاحت و دریافت حالات کرنیکی وجہ سے پہلے ہی مشہور ہو چکا تہا مشہد آیا اور وہان سے براہ تربت حیدری و بیرجند وطبس سیستان پہونچا جہان ایک شخص ابراہیم خان نامی سردار لاش جوین نے اوسکو مار ڈالا۔ اس واقعہ قتل کے حالات ڈاکٹر فاربس کے

۵۱۔ دیکھو "ٹریولس ان بلوچستان اینڈ سندھ" (سفر بلوچستان و سندھ) مصنفہ سر ایچ پاٹنجر سنہ ۱۸۱۶ء۔
۵۲۔ دیکھو ضمیمہ تصنیف متذکرہ صدر صفحات ۴۰۶۔ الی۔ ۴۱۱۔
۵۳۔ اوسنے دو مضامین "جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال" مین شایع کئے جن مین سے ایک کا عنوان "اسکیچ آف دی فزیکل جاگریفی آف سیستان" (سیستان کے جغرافیہ طبعی کے کوایف) ہی اسکے ساتھ ایک نقشہ بہی ہی اور یہ نوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۰ء کے صفحات ۷۱۰۔ الی۔ ۷۲۶۔ مین درج ہی دوسرے مضمون کا عنوان جو دسوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء کے صفحات ۳۱۹۔ الی۔ ۳۴۰۔ مین درج ہی "جرنل کیپٹ وائل ٹریولنگ ان سیستان" (روزنامچہ سفر سیستان) ہی۔ ۵۴۔ دیکھو "اے ڈسکرپشن آف دی کنٹری آف سیستان" (بیان حالات ملک سیستان) جلد سیزدہم سنہ ۱۸۴۴ء صفحات ۱۱۵۔ الی۔ ۱۲۱۔

ذاتی ملازم نے بیان کئے ہین لیکن اوسکا طرز بیان کسی قدر بے ربط ہی یہ حالات ۱۸۴۲ء کی روئداد رایل جاگرافیکل سوسائٹی مین شایع ہوئے[۵۱] تیئس سال بعد سرحدی کمیشن کے اراکین کا جب سیستان مین گذر ہوا تو وہ اسی قاتل سے جو اوس زمانہ مین چکھن سور کا حاکم تہا دوچار ہوئے اور اس داستان غم کی تفصیلی حالات اون کو سننے مین آئے۔ اونہین معلوم ہوا کہ ابراہیم خان ایک وحشی اور نیم مجنون شخص تھا جو چرس اور بہنگ کا نہایت درجہ عادی تہا چنانچہ جہیل کے کنارے آبی جانورون کا شکار کرتے کرتے اوسنے نشہ کی ترنگ مین بیچارے ڈاکٹر فاربس کا بھی شکار کر ڈالا[۵۲] اسی زمانہ مین ایک اور نوعمر فوجی افسر لفٹنٹ پیٹن سن افغانی سمت سے دریاے ہلمند پر پہونچکر زمین وادر سے سیستان کی جہیل تک دریاے مسطور کے کنارے کنارے سفر کیا۔ وہ بھی ایک یا دو سال بعد قندہار کے بلوے مین جو کابل کے حادثہ کے بعد ہوا مارا گیا۔ چند سال بعد یعنی ۱۸۴۵ء مین فرانسیسی افسر فریر سیستان مین پہونچا جسکے حالات اوسنے اپنی دلچسپ کتاب مین قلمبند کئے ہین[۵۳] خانیکاف روسی جسکی تحقیقات مسائل طبیعیہ کی قدر و قیمت اوس حاسدانہ تحقیر کی وجہ سے جس سے علم و فن کے اس میدان مین وہ انگریزی متقدمین کی مساعی کو دیکھتا ہے کچھ زیادہ بڑھ نہین جاتی یہان ۱۸۵۹ء مین آیا[۵۴] اور دشت لوط سے گذر کر ہرات گیا۔ یہ فہرست ہی اون یورپین سیاحون کی جنہون نے جرنیل گولڈسمڈ اور اوسکے ہمراہیون[۵۵] کے سیستان جانے سے قبل اس ملک کے حالات قلمبند کئے۔

---

۵۱ - جلد چہار دہم ۵۲ - دیکھو "فراہم دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از انگ تا بہ دجلہ) صفحات ۲۱۷ الی ۲۱۹ - اور اسکا مقابلہ "ایسٹرن پرشیا" (مشرق ایران) کے صفحہ ۱۳۱ سے کرو۔ ۵۳ دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) باب بست و ہفتم و بست و ہشتم۔

۵۴ دیکھو "تذکرہ اقوام جنوبی حصہ حالات وسط ایشیا" (بزبان فرانسوی) صفحات ۱۵۳ الی ۱۶۴ -

۵۵ سیستان کے حالات مرقومہ مصنفین زمانہ حال کے لیے جو گولڈسمڈ کے کمیشن کی رپورٹ کے علاوہ سپرد قلم کئے گئے ہین۔ دیکھو کتاب "گلوبس" جلد سی و دوم صفحات ۱۷۰ - ۱۸۶ - ۲۰۰ (۱۸۷۷ء) اور رسالہ "پیٹرمینس متھیلنجن" (۱۸۶۳ء) صفحات ۱۴۹ و ۱۵۰ - (۱۸۶۴ء) صفحات ۵۹ الی ۶۳ - (۱۸۶۵ء) صفحات ۶۶ الی ۷۲ - (۱۸۶۸ء) صفحات ۲۵ الی ۲۹ -

سیستان کی سیاسی اہمیت

اب مین اوس مضمون کو شروع کرتا ہون جس کیطرف مین ناظرین کو آہستہ آہستہ لایا ہون اور جسکی اہمیت کا اظہار مین نے اس باب کے عنوان کی وساطت سے کر دیا ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ "معاملات سیستان" سے مراد حد بندی کا قدیم مسئلہ یا ایران و افغانستان کے دعاوی بالمقابل کا مسئلہ نہین ہے بلکہ اس سے مراد وہ حصہ ہے (بشرطیکہ ایسا ہو) جو سیستان وسط ایشیا کے امور سیاسی اور روس و برطانیہ عظمی کی تدابیر ملکی و حربی مین غالبًا لیگا یا لے سکتا ہے۔[ا] پرکار کی مدد سے اگر نقشہ کا معائنہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ علاقہ سیستان مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے لہذا موقعہ کے لحاظ سے اسے خراسان کی بڑھی ہوئی چھاونی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ وہ ارض واسطہ ہے جس مین ہو کر کسی طاقت کو جو مشہد سے جانب جنوب بڑہنا چاہے نہ خصوصًا اوس طاقت کو جو بحر ہند تک جا نکلنے کی خواہشمند ہو اور اسیطرح سے اوس طاقت کو بھی جو جنوب کی طرف سے خراسان اور مشہد تک جانیکی آرزومند ہو ضرور گزرنا پڑیگا۔ اس مسئلہ کی پہلی صورت دولت روس سے متعلق ہے اور دوسری صورت برطانیہ عظمی سے۔

سیستان کے فواید روس کے حق مین

روس کیلئے سیستان مفاد موجبہ بھی رکھتا ہے اور مفاد سالبہ بھی۔ اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین سے اوسکے لئے زیادہ مفید کونسا ہے۔ اگر وہ کسی وقت خراسان کا الحاق قرین مصلحت یا ضروری سمجھے تو سیستان پر قابض ہونیکی حالت مین اوس کو خراسان کا حصہ شمالی ہی نہین بلکہ سب کا سب صوبہ ملجائیگا۔ اسکے ساتھ ہی وہ ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد واقع بلوچستان سے بالکل قریب بلکہ اوس سے بالکل متصل

[ا] مین اپنی کتاب "رشیاان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) مین اس معاملہ کی مختصر مگر جامع کیفیت قلمبند کر چکا ہون - دیکھو صفحات ۳۰۹-۳۱۱-۳۸۱-

ہوجائیگا۔ اس وقت اوس کی سرحد اور ہندوستانی سرحد مین سلطنت افغانستان کے پورے پانچ سو میل فاصل ہین جو اگرچہ ملک کی ہیئت کذائی کے اعتبار سے اوسکے چڑھ آنے کو مانع نہین لیکن ایسی جنگجو اقوام سے معمور ہین جنکی دلی اگر اپنے بادشاہ کی وفاداری سے متاثر نہ بھی ہون تاہم آزادی اور خودمختاری کے جذبات سے لبریز ہین۔ بالفاظ دیگر افغانستان مین ہوکر جو کوئی بھی پیش قدمی کریگا اوس کو افغانون کے ساتھہ سخت جنگ کرنی پڑیگی۔ اگر ایسا مہتم بالشان ارادہ عمل مین لانا مقصود ہو تو عہود و مواثیق محکمہ کا نقض لازم آئے گا۔ کثیر التعداد افواج کے اجتماع کی ضرورت داعی ہوگی اور روزانہ خطرات برداشت کرنے پڑینگے۔ بہ خلاف اسکے اگر روسی فوج خواہشمند ہو (مین نہین کہونگا کہ ہندوستان پر حملہ کرینگی۔ کیونکہ اس قسم کے بعید الامکان واقعہ سے بحث کرنیکی ہمکو ضرورت نہین بلکہ) ایک ایسی جگہ کو جو ہندوستان سے متصل ہو اور جہان سے ہندوستان کو حملہ کا خوف ہو اپنے قبضۂ تصرف مین لانے کی۔ اور سیستان پر قبضہ کرلی تو خطرات مذکورۂ بالا بالکل دور ہوجائینگے۔ کسی روسی و برطانوی عہدنامے کے ٹوٹنے کی نوبت نہ آئیگی اور وحشی افغانون سے جنگ کرنے کی ضرورت نہ پڑیگی۔ روس کی بڑھی ہوئی سرحد ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد سے بقدر تین سو میل کے زیادہ قریب ہوجائیگی اور اس تبدیلی موقعہ کے باعث اسی نسبت سے ہندوستان کی وجوہ تشویش۔ اخراجات اور خطرات بڑھ جائینگے احتمال اس امر کا مقتضی نہین ہے کہ روس سیستان سے بھی کوئٹہ پر حملہ آور ہوگا لیکن اتنا تو یقینی ہے کہ اس مستقر سے اوسکو سرحدی اقوام کے ساتھہ سازش کرنے اور بلوچستان کے قطعات کے لعمیر بعنم کرتے جانے کے غیر محدود موقعے ملتے رہینگے۔ یہ امر محتاج بیان نہین کہ افغانستان کے مقابلہ مین روس کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہوجائیگا۔ روس کا خراسان مین ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ روس

ہرات مین ہے اور روس کا سیستان مین ہونا یہ معنی رکھیگا کہ روس سبزوار اور فرہ مین بھی ہے۔ اور یہ دونون
نہایت وسیع اور مہتم بالشان مقامات ہرات سے قندہار پر چڑہائی کرتے وقت راستہ مین پڑتی ہین
مین اس وقت فواید موجبہ کے اوس دوسرے پہلو پر جسکی رو سے سیستان کا قبضہ روس کے
حق مین نافع ہوگا یعنی جسکی رو سے اوسکو جنوبی سمندر تک پہونچنے مین آسانی ہوگی زور نہین دیتا
کیونکہ مین یہ مانے لیتا ہون کہ کوئی بھی برطانوی وزیر یا گورنمنٹ خلیج فارس یا بحر ہند پر کسی روسی بندرگاہ
کے ہونے کی اوسی طرح کبھی روادار نہ ہوگی جس طرح کوئی زار بحیرہ اخضر پر کسی انگریزی بندرگاہ کے
قایم کیے جانے کو جایز نہ رکھیگا۔ یہ سچ ہی کہ روس جنوبی سواحل کی جانب کسی بحری مخرج کے حاصل کرنیکا
بدرجہ غایت خواہشمند ہے اور اون دو طریقون مین سے جن سے وہ اس مقصد کو پورا کرنا چاہتا ہے
ایک یہ ہے کہ وہ جنوب کی طرف دست درازی کرکے مشہد سے براہ سیستان آئے۔ اور یہ امر روس کی
نظر مین قبضۂ سیستان کی آیندہ قدر و قیمت پر مستزاد ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ایسے واقعات کے صدور
کا لزوم وابستہ ہی جو لبعید الامکان ہین اور مین اون کو اسقدر خارج از حد تصور سمجھتا ہون کہ اون کی مزید جرح
و تعدیل مین الفاظ صایع نہ کرونگا۔

سیستان سے فواید برطانیہ عظمی کے حق مین

روس کے حق مین سیستان کے فواید سالبہ اوس شکل کی ضد ہین جو برطانیہ عظمی کے حق مین سیستان
کے فواید موجبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر روس چاہتا ہے کہ سیستان کو خود لے لے تاکہ وہ
برطانیہ عظمی کے قبضہ مین جانے نہ پائے۔ روس کو معلوم ہے کہ اگر سیستان پر انگریز قابض ہوگیے تو نہ صرف
اوس کی اون آرزوؤن کا خون اور منصوبون کا خاتمہ ہو جائے گا جنکا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے بلکہ خود افغانستان

کی طاقت اس درجہ بڑھ جائے گی کہ وہ اپنے رقیب کی ایشیائی وقعت کا رنگ پھیکا کر دیگا۔ مین اسکو ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہون۔ مین نے گذشتہ باب مین اوس عظیم الشان تجارتی معرکہ کا ذکر بالتفصیل کیا ہے جو خراسان مین روسی اور برطانوی و ہندوستانی مال تجارت مین ہو رہا ہے مین یہ ظاہر کر چکا ہون کہ جو فواید روس کو اپنی ماوراء النہری ریلوے سے حاصل ہین اور روز بروز زیادہ مقدار مین حاصل ہوتے رہین گے اون کی مدد سے روس اس قابل ہو گیا ہے کہ شمالی و مشرقی ایران کے بازارون مین اپنے مصنوعات کا انبار لگا دے اور اپنے صرف ایک ہی رقیب برطانوی ہندوستان کے مال کی قیمت مشہد کی منڈیون مین گھٹا دے۔ مین یہ بیان کر چکا ہون کہ اب وہ نازک وقت آ گیا ہے کہ اگر برطانوی و ہندوستانی تجارت کو ذرائع باربرداری کی آسانیون اور کم خرچ راستون کے قیام سے کمک نہ پہونچائی گئی تو ایک نہ ایک دن اوسے شکست فاش ہو گی۔ صرف ایک ہی طریقہ ایسا ہے جس سے ہندوستانی مال اپنے روسی رقیب سے مساوات کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ روس ہی کی چالون کو اختیار کیا جائے یعنی جنوب کی طرف سے ایک سلسلہ ریلوے آگے بڑھایا جائے جو شمال کی طرف کی ماوراء النہری ریلوے کا جواب ہو اور جس طرح ماسکو کی بنی ہوئی چیزین یہان لائی جاتی ہین اسیطرح بمبئی کے مصنوعات بھی یہان پہونچائے جائین خچرون اور اونٹون پر لاد کر یہ طول مسافت بعیدہ اور بہ صرف زر خطیر نہین بلکہ دخانی طاقت کی زبردست مدد سے۔ ایسی ریلوے کیلئے ضرور ہے کہ ہندوستان سے چلکر سیدھا سیستان کا رخ کرے

مجوزہ سلسلہ ریلوے کی حربی وقعت

میرے خیال مین ایسی ریلوے کے تجارتی فواید سے انکار ہی نہین ہو سکتا جو ہندوستان کو خراسان کے بازارون سے بالکل قریب کر دیگی لیکن فوجی پہلو سے بھی جو فواید اس سے مترتب ہونگے وہ بھی کچھ کم

نمایان نہین ہین کیونکہ اس سے انگلستان کو موقعہ ملجائیگا کہ ملک افغانستان کے جس پہلو کی محافظت کا اوسنے بیڑا اوٹھایا ہے اوسکی حفاظت کرسکے۔ اسکے علاوہ ریل کی وجہ سے انگلستان، روس کی خواہش کشور کشائی کے اوس نشو ونما کو روک سکیگا جسکا مین نے ذکر کیا ہے اور جو ممکن ہے کہ دونون سلطنتون کے تعلقات دوستانہ کیلئے خطرہ کا باعث ہون۔ اب مین توقف کرتا ہون اور اس امر کی طرف اشارہ کرنے سے محترز رہتا ہون کہ اگر کبھی سخت ضرورت داعی ہوئی تو ہندوستانی فوج اس موقعہ کو باسانی جنگ لڑائی کے وقت استعمال مین لاسکتی ہے کیونکہ ایسی حالت کی تصور مین لاتے ہوئے بہی مجہے اکراہ معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی یا ہندوستانی سپاہی کو پہر کبھی ایران مین بہ ارادہ مخاصمت گزرنے یا معارضانہ انتقام کی تدبیر عمل مین لانے کی ضرورت درپیش آئے۔ بہرحال ناظرین کو اپنی رائے قایم کرنے مین نقشہ سے مدد ملیگی۔

اصول انجینیری کی رو سے اس ریلوے کی تیاری کی آسانیان

اب اس سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق عملی لحاظ سے صرف دو اہم سوال باقی رہتے ہین پہلا سوال یہ ہے کہ آیا اصول فن انجینیری ایسی ریلوے کی تیاری کے موید ہوسکتے ہین؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ جس ملک مین اس ریلوے کا اجرا عمل مین آئے گا اوس سے کسقدر مالی نفع حاصل ہونا قرین احتمال ہے؟ اگر نقشہ دیکھا جائے تو اس حصہ کی ہیئت ارضی خود بخود صاف بتائے گی کہ سیستان پہونچنے کا سب سے زیادہ ممکن المرور (اگرچہ سب سے زیادہ قریب نہین) رستہ ہلمند کی وادی مین ہوکر گرشک یا قندہار سے ہے۔ اس مسافت کا بڑا حصہ (یعنی ہزار جنبعا سے جو ہلمے ارگنداب کے مقام اتصال سے نیچے کی طرف ہے رودبار تک جسکا فاصلہ ۱۰۰ میل ہے) جو یہان گرمسیل کہلاتا ہے وہی ہے جسکو جنوبی ایران مین گرم سیر کہتے ہین۔ اسنا خطہ کو کسی حصہ پر انسان کے جذبات کا قہر اس درجہ نازل نہین ہوا جیسا گہرسل پر زمان سلف مین یہان ہری کہیتیان

لہلہاتی تھین اور پر رونق شہر آباد تھے۔ لیکن رہزنون، قزاقون اور وقت بیکار فوجون کے طوفان بار نالہ
نے اسے ایک یک فشان اور ویران صحرا کی شکل مین بدل دیا۔ گروہ لوگ جو اس علاقہ مین سیاحت کر چکے ہین
خصوصاً ڈاکٹر بیلیو جو ہندوستان سے روانہ ہوکر جنرل پالک کے ساتھ اس راہ سے گزرا ہی اس کی از سر نو
زندہ ہونے کے امکان کا نہایت وثوق کے ساتھ یقین دلاتے ہین۔ ڈاکٹر بیلیو کہتا ہے۔

"اس وادی مین گزشتہ سرسبزی و آبادی کے نشانات ہر جگہ موجود ہین۔ زمین نہایت سیر حاصل ہے
اور آبپاشی کے لئے پانی ہر طرف سے مل سکتا ہی۔ ضرورت فقط اس بات کی ہی کہ ایک بارعب اور انصاف پسند
حکومت ہو جو جلد اسکی گم گشتہ خوشحالی کو حالت اصلی پر لے آئے اور اسکو پھر بالغ ثمر ور بنا دے جس مین
سیستان ہی تک ندار تک گاؤن اور شہر مسلسل آباد ہون۔ ہمین ذرا شک نہین کہ ایک مہذب گورنمنٹ کی سرپرستی
مین گرم سیل عروج اور سبزی کی اوسی درجہ کو پھر پہونچ سکتا ہے جو زمانہ سابق مین اوسی حاصل تھا اور اوس حالت
مین وادی ہلمند کا یہ حصہ آب و ہوا کی خوشگواری اور فرحت افزائی مین وادی دجلہ کے خطہ بغداد سی دعوائے
مساوات کر سکیگا جب بدامنی اور بے آئینی کی نحوست امن و آئین کی سعادت سی بدل جائیگی تو گرم سیل پھر ایک
دفعہ افزونی و فراوانی کا مرکز بنجائیگا۔ مغربی تہذیب کا پیش خیمہ کسی نہ کسی دن ضرور اس بھولے بسرے گوشہ مین
آنیوالا ہے اور کچھ عجب نہین کہ موجودہ باشندون کے پوتے پروتے اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی اس اجڑے
بیابان مین گونجتی ہوئی سن سکین گے۔"[1]

لیکن ممکن ہے کہ یہی "پوتے پروتے" جو یقین ہی کہ اب تک پیدا ہونے شروع ہو گئی ہونگے پل بڑھ کر
مر بھی جائین مگر سیٹی کی گونج نہ سن سکین جسکی وجہ یہ ہی کہ ہلمند کی طرف ریلوے کے آنے کے یہ معنی ہین کہ
افغانستان مین ہوکر ریلوے جائے۔ اور چونکہ امیر افغانستان ابھی تک اسپر راضی نہین ہی کہ ریل کی گھمگھوڑی بھی

[1] دیکھو فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس [illegible] کا سفر، صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶۔

اوسکے ملک مین بچھائی جاسکے اور اگر وہ ماضی بھی ہوا تو چونکہ بہار غالباً دوسری زیادہ ضروری تجاویز عمل

مین لائی جائینگی - لہذا اگر ہم ریل کے ہوتے ہوتے شاید اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی کی آواز بالکل نہ سن سکین گے

نوشکی سے سیستان تک کا سلسلہ ریلوے

اس سلسلہ کے قیام کا ایک اور بھی راستہ ہے جو زیادہ سیدھا [illegible]

اور مزاحمت مذکورہ بالا سے پاک ہے اسواسطے کہ اس امر کی مطلق [illegible] مین سے

ہوکر گزرے - جاننا چاہیے کہ برطانیہ عظمیٰ کی پشین ریلوے [illegible] شمالی پہلو کی ایک نقطہ تک

آگئی ہے اور نیز یہ کہ اس سلسلہ کو وہ مین سرنگ نکالی گئی ہے [illegible] ہے ریلوے بڑھ کے کھلے میدان پر قندھار سی

ستر میل سے بھی کم فاصلہ پر [illegible] ہے اس سرحدی ریلوے سرخواجہ چمن کے اسٹیشن

سے یا کسی دوسرے مقام [illegible] کیا جائے گا وہ سرتاسر بلوچستان کے علاقہ مین سے

ہوکر گزریگا جو دولت برطانیہ کے [illegible] اور جس مقام پر وہ وادی ہلمند مین جا نکلے گا اوس کی اعتبار

سے بیابان واسطہ کی مسافت کم یا [illegible] ہو جائے گی - نقطہ انحراف عموماً نوشکی تجویز کیا جاتا ہے جہان سے

سندپشین ریلوے کے اسٹیشن چمن تک سو میل سے کم اور کوئٹہ تک نوے میل سو کم اور دروازہ تک اسی

میل سے کم مسافت ہے نوشکی سے ہلمند تک بیابان مین نا کسی قسم کی مزاحمات ارضی سد راہ نہین ہین انجینیری

حیثیت سے جو رکاوٹین [illegible] ان رکاوٹون سے کچھ بھی نسبت نہین رکھتین جو جرنیل

اینسکاف کی راہ مین [illegible] وہ ایسی آسانی سے غالب آیا -

افغانستان کی حالت آئندہ

پیش بندی کے [illegible] حالات کا تصور ہم ذہن مین لا سکتے ہین جو افغانی اور بلوچی زراہون مین

کسی رقابت کی مستلزم ہی نہ ہو بلکہ جسکی رو سے بہترین راہ بلالحاظ اسکے کہ وہ کونسے علاقہ مین سے
گزرتی ہے اختیار کی جا سکے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ افغانستان برضا و رغبت خود نظم و نسق سلطنت کے
لحاظ سے برطانیہ کے ظل حمایت مین آجاے۔ بعض اہل الراے اس صورت کو انگلستان اور افغانستان
کے تعلقات سابقہ کے صرف ایک ہی معقول و جائز نتیجہ سے تعبیر کرتے ہین اور اس مین ذرا شک نہین
کہ اس سے زیادہ عملی نتیجہ اور کوئی متصور نہین ہو سکتا۔ اگر افغانستان کا انتظامی لحاظ سے انگلستان کی
ظل حمایت مین آنا فرض کر لیا جاے تو زیادہ عرصہ نہ گزرنے پائیگا کہ افغانستان مین انگلستان جہان چاہیگا
ریل کی پٹریان بچھا دیگا اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین تب اسی پہلی ایرانی سرحد تک ریلوے کے سلسلہ قایم کرنے کے
مسئلہ پر توجہ صرف کیجاے گی لیکن مخفی نہ رہے کہ جب افغانی اور انگریزون کی اغراض متحد ہون گی اور روس
اور برطانیہ کلان کی سرحد ملی ہوئی ہوگی (جیسا کہ اس مفروضہ کی رو سے لازم آتا ہے) تو جو اعتراض مین نے
کسی دوسرے مقام پہ سختی کے ساتھ اس امر پر کئے ہین کہ افغانستان مین ہندوستانی اور روسی سلسلہای ریلوی کا
اتصال قرار پاے اور جن پر مین ابھی تک قایم ہون وہ اگر بالکل دور نہین ہو جائین گے تو کم تو ضرور ہو جاینگے
کیونکہ ایسی صورت مین افغانستان کے حجاب فاصل کے اٹھ جانیکی وجہ سے دونون سلطنتین ایشیا مین اسی طرح گلہ بگلہ
کھڑی ہوئی نظر آئین گی جس طرح روس اور جرمنی یورپ مین نظر آتے ہین اور انگلستان کو طوعاً و کرہاً بلخ یا ہرات
کی بھی ویسی ہی حفاظت کرنی پڑیگی جیسی موجودہ صورت مین پولٹس ماؤتھ یا بمبئی کی کرنی پڑتی ہے۔ اور دونون
سلطنتون کے سلسلہ ہاے ریلوے کا میدان اس طرف ہوگا کہ ایک نہ ایک دن آپس مین مل جائین لیکن
ایسی صورت حالات کا وقوع پذیر ہونا خواہ ممکن الوقوع ہو بھی تاہم ابھی بہت دور ہے اس کا ظہور اوسی حالت مین
ہو سکتا ہے جبکہ افغانستان کی آزادی کا قیام جو ہماری موجودہ تدابیر مملکت کا نتیجہ اور وجہ جواز ہے ناممکن ثابت ہو اور

چونکہ ایسی مشکوک مراتب کی بنا پر ہم آیندہ کے متعلق کوئی معین رائی قایم کرنے کی جرارت نہین کر سکتے لہذا ہماری تجاویز وتدابیر ایسی ہونی چاہئین جنہین زمانہ آیندہ کے اوس حصہ کے حالات سے توافق ہو جو زمانہ حال سے زیادہ تر متصل ہے۔

حربی نکتہ چینی

جب ہم اوس ملک کی نوعیت کے مسئلہ کی بحث پر پہونچتے ہین جس مین سے ہو کر بلوچی و ایرانی ریلوے ہے جسکی نسبت ہم یہ فرض کر لیتے ہین کہ اسکی تیاری موجودہ سیاسی حالتون کے لحاظ سے عمل مین آئی ہے یا گزرتی ہے تو ہم چارون طرف سے ایسی شہادت مین گہر جاتے ہین جو آپس مین بالکل متضاد ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ حربی پہلو سے ایسا سلسلۂ ریلوے شمال اور مغرب دونون اطراف سے حملہ کی زد مین ہوگا۔ بعض ایسے بھی ہین جو کہتے ہین کہ ہند کے دونون طرف کے صحراؤن اور خود ملک ہند کی وجہ سے اس ریلوے کی خاطر خواہ حفاظت ہوگی۔ اس مقام پر میرا مقصد کسی حربی بحث مین پڑنے کا نہین ہے کیونکہ دخانی طاقت کی مدد سے طے مسافت کا طریقہ جب سے ایجاد ہوا ہے غالباً حربی مطالب کیلئے ایسی کوئی ریلوے قایم نہین کیگئی جسکی نسبت ماہرین فن نے متضاد اور متناقض آرا نہ قایم کی ہون۔ ملیرا النہری ریلوے کی بھی یہی حالت ہوئی اور یہی حال نوشکی و سیستان والی ریلوے کا ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اصول فن حرب کے اعتبار سے مجھے ایسی ریلوے کی نسبت رائی زنی کرنے سے کچھہ سروکار بھی نہین اسواسطے کہ میرا پیشہ سپہگری نہین اور اسلئے اگر مین نے اس مسئلہ کے متعلق رائے ظاہر کی تو غالباً مجھپر یہ اعتراض کیا جائیگا کہ مین اون معاملات مین دخل دیتا ہون جنکے متعلق مجھے ذرا بھی واقفیت نہین بہر حال باوجود فن حرب مین دستگاہ نہ رکھنے کے مین اشارتاً اس امر کا اظہار کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ مجھے تو اس ریلوے مین کثیر التعداد حربی فواید نظر آتے ہین۔ بااینہمہ مین یہی بہتر سمجھتا ہون کہ اس ریلوے پر ایک تجارتی تجویز کے پہلو سے نظر ڈالی جائے اور اس امر کو فرض کیے لیتا ہون کہ جس طرح جرنیلون اور کرنیلون کو اس بارہ مین رائی زنی کی خواہش ہے اوسی طرح ملک کے اون لوگون کو بھی ہے

جہاں پر اپنا سرمایہ صرف کرین گے۔

مخالفانہ رائے

ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہین کہ ہماری ریلوے سیستان تک پہونچ گئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہان پہونچکر اوسکے دیکھنے مین کیا آئیگا۔ اور وہ وہان کیا کریگی بعض لوگ اعتراض کرتے ہین کہ سیستان کے مقامی حالات طبعی تجارت یا توطن کے لئے بالکل موافق نہین ہین یہ لوگ سیستان کی ریت ارضی کی نہایت ڈراونی تصویر کھینچتے ہین اور بتاتے ہین کہ وہان ایک ہوا جسکو باد صد و بست روز کہتے ہین ہمیشہ مارچ سے اگست تک شمال و مغرب کی جانب سے چلتی رہتی ہے۔ یہ ہوا طلوع آفتاب کے وقت سے چلنا شروع ہوتی ہے اور دوپہر کو کسی قدر کم ہوجاتی ہے لیکن مغرب کے بعد سے سخت تیز ہونا شروع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ یہان ایک قسم کی خوفناک مکھی ہوتی ہے جو کاٹتی ہے اور گھوڑون تک کو مار ڈالتی ہے سال کے خاص خاص موسمون مین سورج کی گرمی سے وسیع دلدلون کے پانی مین سڑاند اٹھنے کے باعث ہوا متعفن ہوجاتی ہے اور بخار اور لرزہ پیدا ہوجاتا ہے۔ کبھی طغیانی کی وجہ سے تمام ملک غرقاب ہوجاتا ہے اور ایسی حالت مین آمد و رفت صرف "توتن" یعنی اون بیڑون کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو سرکنڈون اور جہاؤ کی شاخون کو باہم مستحکم طور پر ربط دیتے سے تیار کئے جاتے ہین[۱]۔ یہ معترض یہانتک مبالغہ کرتے ہین کہ اس وحشتناک تصویر مین سارا ملک شامل کر دیتے ہین اور پھر پوچھتے ہین کہ اس نیستان اور ریگستان اور دلدل زمین کیا لطف زندگی یا مفاد مالی دھرا ہے؟

سر ایچ۔ رالنسن کی رائے

جو رائے سر ایچ رالنسن نے ظاہر کی ہے اگرچہ مجموعی اعتبار سے سیستان کے خلاف ہے لیکن اس لحاظ کہ دوسرون کے مقابلہ مین اوسکی معلومات زیادہ وسیع ہین ایسی نہین کہ پورا سیستان اوسکی لپیٹ مین آجائے۔ اسکے علاوہ

[۱] اس کی تفصیلی کیفیت اور تصویر کے لئے دیکھو کتاب فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس (از انک تا بہ دجلہ) مصنفہ ڈاکٹر بیلیو صفحہ ۲۲۰

وہ ایک نہایت ممتاز اور بلند پایہ اہل الرائے ہی اور اس لئے اوسکی رائے اس قابل ہی کہ اوسپر غور کامل کیا جائے وہ کہتا ہے

"اگرچہ سیستان مین قدرتی مفاد بیشمار ہین تاہم بحالت موجودہ یہ ایک نہایت ہی مضر صحت مقام ہی اس خطہ مین

انسان سال مین صرف چند مہینے رہ سکتا ہی اور یہ اس قابل نہین کہ اسے مرکز حکومت بنا کر اسپر روپیہ ضائع کیا جائے

اسکے حربی مفاد کے بارہ مین یعنی جس پہلو سے اس پر ہندوستان مین خصوصیت کے ساتھ نظر ڈالی جاتی ہی سخت

غلط فہمی واقع ہوئی ہی بجائے اسکے کہ سیستان (جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے) ہندوستان پر کسی قوم مخالف کے مغرب کی

طرف سے حملہ آور ہونیکا مقام ابتدائیہ ہو وہ اس کام کے واسطے من کل الوجوہات سے کمتر ہی[۵۱] اسکے جنوب اور جنوب

و مشرق کی طرف ایک ایسا صحرا واقع ہے جس مین سے گزرنا محال ہی۔ البتہ اسکے مشرق کی طرف دریائے ہلمند کے واقع

ہونے کے باعث جسکا پاٹ تنگ اور جس مین پانی کم ہی سیستان مین اس طرف سے داخل ہونیکا ایک رستہ

پیدا ہو جاتا ہی۔ اس دریا کا پورا ساحل سیستان سے لیکر قندہار تک شمال کی طرف سے حملہ کرنیوالی فوج کی زد مین ہے

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ہرات یا فرہ یا زمین داور مین افغان فوج سے لئے پڑے ہون تو ایرانی فوج کے لئے ہلمند کی

کناری کناری سیستان سے گرشک تک کوچ کرنا ناممکن ہو گا۔ حربی لحاظ سے سیستان کی قدر و قیمت صرف اس امر

پر مشتمل ہی کہ یہان باربرداری کے لئے کثرت سے اونٹ دستیاب ہو سکتے ہین اور یہ جانور زیادہ تر بلوچیون کی ملک

مین ہین جو افغانستان کے ماتحت ہین نہ کہ ایران کے اور اس لحاظ سے ہماری کام آ سکتے ہین مگر ہماری دشمنون کے کام نہین آ سکتے[۵۲]۔

اگرچہ مندرجۂ بالا فقرہ کا مصنف خوش قسمتی سے ابھی تک زندہ ہی تاہم جایز ہو گا اگر اس امر کی تصریح کر دی جائے کہ

اس تحریر کا زمانہ (۱۸۸۵ء) موجودہ صورت حالات سے بہت پہلے کا ہی اور جن شرایط و حالات کو مد نظر رکھکر

---

۵۱ یہ سچ ہے۔ لیکن بالفرض اگر کوئی حملہ آور سیاسی وجوہ کی بنا پر ہرات بچوڑ خالی ہی نہ کرے یا غنیم کے پیچھے سے حاصل کر کے ہوئے فوجی منتہا ہرات کے ساتھ سیستان بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہو!

۵۲ دیکھو کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) صفحہ ۱۱۶۔

یہ رائے قلمبند کی گئی تھی وہ اب موجود نہیں ہیں۔ حربی بحث کے ضمن میں رالنسن نے جس مسئلہ پر رائے زنی کی تھی وہ اوس موقعہ سے متعلق ہے جو ایران کو سیستان کی راہ سے افغانستان سے حملہ کرتے وقت ملتا لیکن اس مسئلہ کو اوس نئے مسئلہ سے کچھ بھی تعلق نہیں جو روس کے ہرات کے نزدیک پہونچ جانے سے پیدا ہو گیا ہے۔ کسی ایرانی فوج کا بہ حالت موجودہ افغانستان پر حملہ آور ہونا ایسا ہی قرین احتمال ہے جیسا کہ سینٹ پیٹرس برگ پر چڑہائی کرنا۔ لیکن جو کچھ ایرانی یا افغان کرنا نہیں چاہتے یا کر نہیں سکتے وہ یورپین فوجین ریلوے کے منتہاؤن سے کرنے پر تیار ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصول فن حرب کے اعتبار سے جو نکتہ چینی سیستان پر سابق میں ہوئی وہ ۱۸۸۵ء سے کالعدم ہو گئی ہے۔

سیستان کی زرخیزی کے متعلق موافق آرا

معترضین نے کسی قدر تصرف کے ساتھ اوس فقرہ کی تمسخر آمیز نقل اوتار کر جو ایک دفعہ مجموعی حیثیت سے ایران کے حالات بیان کرتے وقت استعمال کیا گیا تھا[۱] اپنی پر الم داستان میں سیستان کو دو حصوں پر مشتمل قرار دیا ہے یعنی ایک صحرا زیر آب اور دوسرا صحرا بالائے آب۔ اون کے جواب میں نہ صرف تاریخ بلکہ واقعات موجودہ کی تردیدی شہادت پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر اون کا فیصلہ صحیح ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ کسی زمانہ میں یہ خطہ اپنی عظیم الشان شادابی۔ وسیع آبادی اور شاندار شہروں کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھا۔ اون کھنڈروں کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے جو میلوں تک پھیلے ہوئے چلے گئے ہیں اور اس کی پرانی شان و شوکت کا سراغ بتاتے ہیں؟ شادابی و زرخیزی کا دارومدار ایران میں مطلقاً ذرائع آبرسانی پر ہے اور ایران کے صوبوں میں سے اگر کسی صوبہ میں اسقدر پانی موجود ہے کہ نہ صرف بڑی بڑی نہروں کو جو دریاؤں جتنی بڑی ہیں اور چھوٹی چھوٹے آبپاشی کے نالوں اور راجبہوں کو لبریز کرے بلکہ بسا اوقات ان کے کناروں سے گزر کر جھیلوں اور دلدلوں کو پیدا کر دے تو وہ صرف سیستان ہی میں ہے۔ بہرحال ہم اس سرزمین کے

[۱] "ایران دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک صحرا آبا نمک اور دوسرا صحرا بے نمک"۔

سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے متعلق اون لوگون کی آرا کا ذیل مین اقتباس کرتے ہین جنہون نے اسے بچشم خود دیکھا۔ فیریر نے ۱۸۴۵ء مین حسب ذیل بیان قلمبند کیا:۔

"سیستان ایک ہموار ملک ہے جس مین جابجا پست پہاڑیان واقع ہین۔ سطح زمین کا ایک ثلث تودہ ہائے ریگ روان پر مشتمل ہے اور باقی کے دو ثلث کے اجزاء ترکیبی ریت اور چکنی مٹی ہین جن مین نباتاتی مادہ کافی ملا ہے اور جھاؤ، ریساغس، تنگ اور سرکنڈون کے جنگل کھڑے ہین جن کے درمیان شاداب مرغزار موجود ہین۔ دریائے ہلمند کی سالانہ طغیانی کے بعد زمین پر جس سیل کی تہہ جم جاتی ہے وہ حیرت انگیز طور پر زمین قوت نامیہ کو بڑھاتا ہے اور زمانہ دراز سے غالباً یہی حالت چلی آئی ہے۔ کم از کم اون کھنڈرون سے جو اب ساحل دیکھنے مین آتے ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے[۵۱]"

اس پر مین سر ایف۔ گولڈ اسمڈ کی رائے کا اضافہ کرتا ہون:۔

"زمین کی زرخیزی مسلم ہے۔ عام طور پر یہان شاید گیہون اور جو کی کاشت ہوتی ہے لیکن مٹر لوبیا۔ ارہر۔ تل اور کپاس بھی بوئی جاتی ہے۔ خربوزے اور خاص کر تربوز کثرت سے پیدا ہوتے ہین۔ اور چارے کی قلت کبھی نہین۔ معمولی نہرون کے ذریعہ سے اور اون سیلابون کے باعث جو گاہ بگاہ آتے رہتے ہین یہان کے طریقہ آبپاشی کو ایسی فراوانی حاصل ہے کہ محنتی اور قانع باشندون کی مدد سے یہان اناج کی پیداوار نہایت کثیر مقدار مین ہو سکتی ہے[۵۲]"۔

---

۵۱ دیکھو کتاب "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) صفحہ ۴۲۶۔

۵۲ - دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگرافیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرافیکل سوسائٹی) جلد چہل و سوم صفحات ۱۱ و ۳۷۔

بالآخر ان دونون آرا کے ساتھ اون لوگون کی شہادت شامل کیجا سکتی ہے جنہون نے کمیشن ماموریۂ تصفیہ سرحد کے ورود سیستان کے بعد اس علاقہ کا سفر کیا۔ ان سیاحان کا بیان ہے کہ سیستان کے ذرایع پیداوار مین حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اور اگر علمی طریقہ سے آبپاشی کا انتظام کیا جائے تو پیداوار کی استعداد بے انتہا بڑھ جائے۔ اس مین شک نہین کہ سیستان کی آیندہ ترقی کا انحصار اس امر پر ہے کہ اصول علم آب سے دریائے ہلمند کے بہاؤ اور طغیانی کو منضبط کیا جائے۔ زمین کے موقعہ یا اوسکی سطح مین کوئی ایسی رکاوٹ نہین جو دریا کے رخ کے جانب جنوب پلٹا دئے جانے اور بالکلیۃً زراعت کے کام مین صرف کئے جانے کو مانع آئے۔

سیستان کا پیوند واقعات کے وسیع تر دامن مین

ایک اور امر بھی ہے جو اگرچہ سلسلہ کے لحاظ سے اخیر ہے لیکن اسقدر اہم اور ضروری ہے کہ اوسے نظرانداز نہین کیا جا سکتا۔ اگرچہ ریلین ایران مین اوس سرعت اور تیزی کے ساتھ قایم نہون گی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہین اور ایران کے بہت سے حصے ایسے ہین جہان اونکا جلد قایم ہوجانا قرین مصلحت بھی نہین تاہم اکثر لوگ اوس زمانہ کی آمد آمد کے منتظر ہین جب بڑے بڑے شہرون اور تجارت کے ممتاز مرکزون کے درمیان تھکے ماندے گھوڑون محنت مشقت والی اونٹون اور زخمی پیٹھ والے خچرون کے مقابلہ مین کوئی زیادہ سریع السیر ذریعۂ نقل وحرکت قایم ہو جائے گا۔ ہم اوس دن کے متوقع ہین جب کہ شمال سے جنوب کی طرف آمد و رفت کے ذرایع خواہ کچھ ہی کیون نہون لیکن وسطی سرزمین کے بڑے

بڑے شہر غرباً سفر قاً کرمان شاہ سے لیکر کرمان تک وخانی گاڑیون کے ذریعہ سے
باہم ملادئے جائین گے اور ریلون کے یہ سلسلے اون وادیون اور گہاٹیون مین سے
ہوکر گزرینگے جن کا عام رخ بلاکسی استثنا کے جانب موافق مین ہوگا یعنی شمال و مغرب سے
جنوب و مشرق کی طرف ریل کی اصطلاح کی شاہراہ سے جسکے ساتھ انجام کار ہندوستان کی
ریلون کا سلسلہ ملجائیگا ایک شاخ ریلوے کا سیستان تک قایم ہونا شمال کی سمت مین بمنزلہ
ایک خفیف مگر قدرتی تفرع کے ہوگا۔ اسکے ساتھ ہی ساحل سمندر تک اوس سلسلۂ ریلوے
کے ذریعہ سے تعلق قایم ہوجائے گا جو بام پور سے ہوتا ہوا چاہ بر کو جائے گا۔ یاریگان اور
میناب کی راہ سے گوادر پہونچے گا یا اگر بلوچی علاقہ یعنی اوس علاقہ مین جو برطانیہ کے زیر حمایت
ہے کسی زیادہ تر مشرقی بندرگاہ کی ضرورت ہوئی تو پسنی یا کلمات کے عمدہ بندرگاہون تک
جائے گا۔ لیکن اگر سندہ و پشین یا بولان ریلوے کی نسبت جن کا منتہا ہندوستان کی موجودہ سرحد
ہوگا یہ خیال کیا جائے کہ یہ طوفان سے ضایع ہوجانے کے امکان کی زد مین ہونے کے باعث
سیستان تک کی ریلوے کا محفوظ و موزون مبدا نہین ہوسکتین تو اس صورت مین بولان ریلوے
بطور خود ایک مستقل بلوچی ریلوے ہوسکتی ہے جو ساحل سمندر سے روانہ ہوکر پنجگور سے گزرتی
ہوئی ایرانی سرحد کی طرف جائے گی اور بعض مستند لوگون کی تو یہہ رائے ہے کہ اس
ریلوے کو ہندوستان کے سلسلہ ریلوے سے بذریعہ ایک شاخ کے ملادینا چاہیئے
جو کراچی سے روانہ ہوکر مکران مین سے گزرتی ہوئی اس سے جاملے۔ بحر ہند کے ساتھ
اس طرح کی ریلوے کا اتصال ایسی صورت مین مشرقی ایران کے لئے وہی حکم رکھے گا جو

ماوراءالنہری ریلوے کا اتصال بحیرہ اخضر کے ساتھ ایران کے شمالی و مشرقی حصہ کے لئے رکھتا ہے اور بحر و بر پر دخانی طاقت کی متفقہ مساعی سے چند سال مین وہ انقلاب برپا ہوجائے گا جسکا بصورت مخالف ممکن ہے کہ صدیون تک انتظار کرنا پڑے۔ بقول ڈاکٹر بیلیو کے شاید نہ ہماری اولاد اور نہ ہماری اولاد کی اولاد کی قسمت مین اوس دن کا دیکھنا لکھا ہے جبکہ ان اقطاع مین وہ ریل کی سیٹی کی گونج اپنے کانون سنین گے۔ لیکن جب ہم پیوند زمین ہوکر آیندہ نسلون کے صفحہ خاطر سے محو ہوچکے ہونگے تو شاید کوئی مطالعہ کا شایق م افر ہماری کتاب کو لندن کے کسی بازار کی قدیم دکان مین جاکر پرانے لٹریچر کی ایک ایک شلنگ مین بکنے والی کتابون کے ڈہیر مین سے اٹھا کر پڑہے گا اور ہمین ہمارے کنج مرقد مین بھی اس بات کے لئے مبارکباد دے گا کہ جو واقعات اوس وقت تکمیل کو پہونچ چکے ہونگے اون کا خیال سالہاسال پیشتر ہمارے ذہن مین آیا تھا اور ہم نے اون کی تائید مین بصد شوق کوشش کی تھی۔

دسوان باب

از مشہد تا بہ طہران

"انسان نے اب تک جتنی چیزین بنائی ہین اون مین سے ایک بھی ایسی آرام دہ اور راحت بخش نہین جیسی کہ ہر راہ ایک عمدہ سرائے یا شراب خانہ۔"

(حیات ڈاکٹر جانسن مصنفہ باسویل)

"جہان تک ایرانیون سے مجھے سابقہ پڑا مین نے اونہین برا پایا۔"

ناریس

مشہد اور طہران کے درمیان ڈاک کی سڑک

ناظرین نے گزشتہ دو فصلون کے اہم اور دقیق سیاسی مباحث کو قطعاً نظر انداز نہین کیا بلکہ غور سے مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کی ہے اون کے لئے اس باب کے آسان تر مضامین باعث تلافی ہونگے۔ مشہد مین آٹھ دن تک قیام کرنے کے بعد مین نے بذریعہ سواری چاپار طہران کا طول طویل سفر اختیار کیا۔ اہل ایران ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴ فرسخ بیان کرتے ہین اور اسی کے حساب سے مسافر کو کرایہ دینا پڑتا ہے۔ اگر ایک فرسخ کو پورے چار میل کے مساوی قرار دیا جائے

تو اس فاصلہ کی مجموعی تعداد ۶۱۶ میل ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ خراسان کا فرسخ ایران کے دوسرے علاقوں کے فرسخوں کے مقابلہ میں اپنے تطویل وہ اور بظاہر ناممکن الاختتام طول کے لئے مشہور ہے[۱] (اور اس سے حقیقت میں سڑک کی وحشت انگیز یکسانیت کی تعریف مقصود ہے) تاہم اپنے اندازے کو سیاحان سابق کے اندازے سے مقابلہ کرنے پر میری دانست میں یہ فاصلہ ۵۶۰ انگریزی میلوں سے بھی کسی قدر کم ہے اس بات کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر اکیلا سفر کر رہا ہو اور سوائے اوس کے گھوڑے کے قدموں کے اور کوئی چیز اوس کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرتی ہو تو [illegible] اس فاصلہ کا جو وہ منزل بہ منزل طے کرتا ہے معلوم ہو جاتا ہے۔ مشہد سے لے کر طہران تک کی راہ چوبیس منزلوں میں منقسم ہے اور ڈاک

---

[۱] ایک سیاح جو طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سفر کرتا رہتا ہے اور اپنے خستہ و ماندہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہے اپنے گرد و پیش کے سامنے کے [illegible] زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا بے اختیار پکار اٹھتا ہے خراسان کے فرسخ کیا ہیں شیطان کی آنت ہیں اور جب ہم اوس جگہ کے قریب جہاں ہم مقام کرنے والے تھے پہونچے تو ہمارے ہمراہیوں میں سے ایک کے منہ سے بے ساختہ یہ فقرہ نکلا کہ "قسم ہے نبی جناب رسول اللہ صلعم کی کہ ان حرکات [illegible] میرے دیکھنے میں نہیں آئی میری کمر اور گھٹنے شل ہو گئے ہیں" ایک مقامی ضرب المثل بھی ہے جس کا یہاں حوالہ دینا باعث دلچسپی ہوگا (دیکھو ٹریولس انٹو بخارا (سفر بخارا) مصنفہ برنس جلد دوم صفحہ ۵۵) [illegible] خراسان کا فرسخ ایسا ہی ناختتاہی ہے جیسی عورتوں کی بکواس اور جس شخص نے اسے ناپا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اوس نے اسے کسی ٹوٹی جریب سے ناپا ہو۔

کی چوکیاں پندرہ سے لیکر تیس میل تک کے متفاوت فصل سے قایم ہیں لیکن انکا اوسط فاصلہ ۲۳ میل ہے۔ یہ سفر میں نے آسانی کے ساتھ نو دن میں بحساب اوسط ساٹھہ میل روزانہ طے کرکے ختم کیا کسی دن ستر میل اور کسی دن اس سے کم میں طے کرتا تھا۔ ایران میں طے مسافت کے لئے یہ شرح رفتار زیادہ نہیں بلکہ کم ہے[1]۔ اور بعض میں مجھے بآسانی ایک دن میں چھہتر سے لیکر اسی میل تک سفر کرنے کی عادت ہوگئی[2] محکمہ تار کے عہدہ دار اور اس ملک کے رہنے والے اس سے کم عزم نہیں کرتے بلکہ ایسا اوقات اس سے بھی زیادہ جاتے ہیں۔ مشہد سے طہران تک جو ڈاک رستے میں کہیں رکنے کے بغیر ہر چوکی پر سب سے پہلے گھوڑے لے کر طہران جاتی ہے وہ اس فاصلہ کو پانچ سے لیکر چھہ دن تک کے عرصہ میں طے کرتی ہے۔ ڈاکٹر ولس کا بیان ہے کہ وہ اصفہان سے طہران تک جو قریبًا ۲۸۰ میل کا فاصلہ ہے بذریعہ سواری اسپ ۳۹½ گھنٹے میں پہونچا اور جوافسر کہ صرف دن کے وقت سفر کرتے ہیں اور رات کو ٹھہر جاتے ہیں اونہوں نے طلوع آفتاب اور زین پر سے اترنے کے وقت کے درمیان ۱۲۰ میل فاصلہ طے کیا ہے۔

---

[1] لیکن باایں ہمہ ایک فرانسیسی افسر جس نے ۱۸۸۸ء میں اسی قدر مدت میں یہ سفر طے کیا تھا اپنی کتاب میں بیان کرتا ہے کہ جرنیل میکلین نے اوس کے حیرت انگیز کارنامے پر متعجب ہوکر اوس سے کہا کہ ایک انگریزی افسر جس نے یہ فاصلہ دس دن میں طے کیا تھا بیمار پڑگیا تھا۔ واضح رہے کہ مسٹر ایچ رالنسن نے ایک دفعہ یہ سفر چھہ دن میں طے کیا تھا۔

[2] دیکھو پرشیا ایز اٹ از (ایران کی ہیئت کذائی) صفحہ ۲۹۶۔

سرعت رفتار

اہل ایران ہمیشہ سے گھوڑے پر تیز سفر کرنے مین مشہور ہین اور اسیارہ
مین اون کے بادشاہون نے بھی بسا اوقات قابل ذکر کارنامے چھوڑے ہین۔
تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ شاہ عباس اعظم گھوڑون کی ڈاک بٹھا کر ۲۹ ½ گھنٹے مین
شیراز سے یزد پہونچا اور شاہی ہیئت دان کو حکم تھا کہ وقت کا حساب لگائے۔ میلکم
نے ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۸۹ ½ فرسخ یا ۳۰۴ میل[لہ] بیان کیا ہے اور اگرچہ
آج کل کی پیمائش کی رو سے یہ فاصلہ ۲۲۰ میل قرار پایا ہے لیکن پھر بھی ۲۹ ½ گھنٹہ مین
اس قدر فاصلہ طے کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ آغا محمد خان حکمران خاندان کا بانی جب
کریم خان زند کی وفات پر مازندران کو بھاگا تو شیراز سے اصفہان تک جو کسی صورت
مین تین سو میل سے کم فاصلہ نہین وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تین دن سے کم مین پہونچا۔
اوس کا بھتیجا فتح علی شاہ وارث تخت وتاج ہونے پر شیراز سے طہران کم از کم ۵۰۰ میل
کا فاصلہ طے کر کے چھ دن مین گیا۔ فریزر ایک ایرانی آغا بہرام کا واقعہ بیان کرتا ہے
جسکے پاس نہایت اچھے اچھے گھوڑے موجود تھے کہ ایک دفعہ وہ ایک ہی عربی گھوڑے
پر چھ دن مین شیراز سے طہران گیا اور وہان تین دن ٹھیر کر پانچ دن مین واپس
شیراز آیا اور پھر نو دن آرام لیکر اوسنے تیسرا سفر ۲ دن[لہ] مین طے کیا۔ لیکن سب سے زیادہ

لہ دیکھو "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران)۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۴۵۔
لہ دیکھو "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم صفحہ ۳۱۹۔

قابل ذکر کارنامہ (اس لحاظ سے کہ زحمت کشی کا تسلسل اس مین سب سے زیادہ پایا جاتا ہے) اوس فوجی افسر کا ہے جو ۱۸۴۰ء مین البا سے نپولین کے فرار ہو جانے کی خبر لیکر قسطنطنیہ سے دماوند تک جو طہران کے قریب واقع ہے ۷ اور نصف دن مین ۱۴۰۰ میل کا مجموعی فاصلہ طے کر کے پہونچا۔ برخلاف اسکے اگر تعجیل کی کوئی وجہ نہ ہو تو ایرانی سے زیادہ سست سوار بھی اور کوئی نہین ہو سکتا۔ اگر وہ بکثرت سوار رہا ہو تو پھر متانت و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ خرامان خرامان جاتا ہے اور اثنائے سواری چاپار مین کوئی بھی ایسا ایرانی میرے دیکھنے مین نہین آیا جو گھوڑے پر قدم چال سے زیادہ تیز جاتا ہو

خرچ سفر

چونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مین اپنے ذاتی تجربہ سے سواری چاپار کے حالات بیان کرتا ہون اور بعد مین اسی ذریعہ سے مین نے ایک ہزار میل سے زیادہ کا سفر طے کیا لہذا مناسب ہوگا کہ اس بارہ مین اپنے مشاہدات اور مشورون کو تلخیصاً بیان کردون۔ دوسرے باب مین جس کا عنوان "راہ و رسد" ہے مین پہلے ہی خرچ اور طرز عمل کے متعلق جو جو اطلاعین ضروری تھین درج کر چکا ہون۔ جو اندازہ مین نے اوس باب مین لگایا تھا اوس سے واضح ہوگا کہ چارون گھوڑون پر (ایک اپنے لئے۔ ایک غلام کے لئے ایک بارگیر کے لئے اور ایک سامان کے لئے۔ اس موقعہ پر مین نے سامان کے لئے ایک زاید جانور لے لیا تھا اگر اوس کے بھاگ بھاگ جانے سے تعاقب کی جو زحمت مجھکو اوٹھانی پڑی اور جو وقت میرا ضایع ہوا۔ اوس سے مجھے پورا تجربہ حاصل ہو گیا اور پھر

سامان کے لیئے زاید جانور ساتھہ رکھنے کا مین نے نام نہ لیا) مشہد سے طہران تک کے سفر مین ۶۰۰ قران صرف ہوئے۔ اوس وقت تبادلہ کی جو شرح تھی اوس کے لحاظ سے ۶۰۰ قران ۱۷ پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ مگر اس مین بارگیرون کا انعام رات کے قیام کے لیئے ڈاک بنگلون کا کرایہ شامل نہین۔ ان اخراجات کی تعداد دو پاونڈ یا اس سے کچھہ زیادہ ہوتی ہے رستہ کی خوراک کا دار و مدار زیادہ اوس ڈبون مین بند کیئے ہوئے گوشت کی مقدار پر منحصر ہے جو مسافر اپنے ہمراہ لے جائے۔ غرضکہ کسی صورت مین اس سفر کا خرچ بیس پاونڈ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس سفر مین میرے ہمراہ صرف ایک شخص تہا۔ اوسی کو میرا رفیق اور اوسی کو میرا ملازم سمجہنا چاہیئے۔ یہ شخص ایک ایرانی الاصل افغان غلام یعنی بدرقہ تہا جو برطانوی سفارت متعینہ طہران مین متعین تہا۔ اوس کا نام نادر علی خان تھا جس کے شاندار ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور سڑک کے تفصیلی حالات اوس کو معلوم تھے۔

وزیر صیغۂ ڈاک

ایران مین ڈاک کا جو طریقہ مروج ہے اور جسکے قایم کیئے جانے کے متعلق مین آگے چلکر کچھہ حالات بیان کرون گا۔ ڈاک کے ایک وزیر کی نگرانی مین ہے۔ لیکن چونکہ جو عہدہ دار اس خدمت پر اسوقت مامور ہے اوس کے تفویض دو اور محکمے بھی ہین اور مزید بران وہ کونسل کا پریزیڈنٹ بھی ہے لہذا یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ خدمت مسطورہ کو زیادہ اہم نہین سمجھا جاتا۔ دولت ایران کی طرف سے وزیر موصوف کو ہر ڈاک کی

چوکی کی مرمت اور سامان کے لئے جو سرکاری سڑکون پر واقع ہو کچھ سالانہ رقم ملتی ہے اور اس کے علاوہ گھوڑون کے واسطے چارے کے طور پر ہر سال کچھ جو اور پیال بھی ملتے ہین[1]۔ لیکن وزیر اس کا انتظام خود نہین کرتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو عام ایرانی طرز عمل کے بجائے ایک مخالفت ہو۔ ہر ایک سڑک کسی سوداگر یا مرفہ الحال شخص کو ٹھیکے پر دیدی جاتی ہے جو ایک معینہ رقم ہر سال وزیر کو ادا کرتا ہے۔ اس ٹھیکہ دار کا کام یہ ہے کہ ہر ایک چوکی پر ملازم اور گھوڑے مقرر کرے اور اس کام مین سے جسقدر روپیہ پیدا کر سکے کرے۔ اسکے بخل اور کفایت کی روک تھام اگر کسی شئے سے ہو سکتی ہے تو وہ یہ خیال ہے کہ میعاد سال کے ختم ہونے پر کوئی دوسرا ٹھیکہ دار زیادہ بولی بول کر اس رعایت کو حاصل کرے۔ پس مقام تعجب نہین ہے کہ ڈاک کی چوکیان اکثر نہایت بوسیدہ اور تباہ حال ہوتی ہین اور گھوڑے ایسے مریل اور دبلے اور برے ہوتے ہین کہ کچھ بیان نہین ہو سکتا۔ اس طریقہ کے مذموم ہونے کے متعلق اختلاف آرا ممکن نہین اور یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا سیاح کی حالت زیادہ قابل رحم ہے یا اون غریب جانورون کی جن پر اوسے مجبوراً تازیانے برسانے پڑتے ہین۔

چاپار کے مالہ وماعلیہ

بہر حال مین سواری چاپار کے آلام ولذات کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتا ہون

---

[1] حال ہی مین سرکاری چاپار خانون کی کل تعداد ۲۰۰ تھی اور خزانہ عامرہ سے ہر چاپار خانہ کے لئے ۲۰ تومان (۵ پاونڈ ۱۳ شلنگ) سالانہ مقرر تھے۔ اسکے علاوہ ۱۰ خروار (تقریباً ۳ ٹن) جو اور اسی قدر پیال گھوڑون کے لئے مقرر ہے

تاکہ اسکی نسبت منصفانہ رائے قایم کی جا سکے۔ اس طریقہ کو سیاحون نے اپنے اپنے مذاق استعداد زحمت کشی اور یاوری بخت کے اعتبار سے "باعث تفریح طبع" "وقت طلب" یا "عذاب" کے لفظون سے تعبیر کیا ہے اور شاید ان تینون راؤن مین سے ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ ان آرا کے قایم کرنے مین سب سے بڑی دربہ تحریک وہ مقدار مسافت ہے جو طے کیجائے۔ کسی قدر اس کا دار و مدار سال کی فصل یا موسم پر ہے جس مین سفر کیا جائے اور بہت کچھ سفر کرنے والے کی قسمت پر زائرون کے سوائے جو قافلہ کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین۔ مشہد اور طہران والے راستے کو بہت کم لوگ اختیار کرتے ہین اور اسلئے ہر چوکی پر پانچ یا چھہ گھوڑون سے زیادہ نہین ہوتے اور بعض دفعہ اس سے بھی کم ہوتے ہین۔ ان گھوڑون کو مین نے عام طور سے نہایت تبہ حال پایا۔ کہانے کو انہین کم ملتا تھا۔ ہڈیان ان کی نکلی ہوئی تہین۔ چال ان کی ٹہیک نہ تھی اور ان کی پیٹھ پر زخم تھے جنکی وجہ سے بعض دفعہ تو جی نہ چاہتا تھا کہ ان پر سواری کی جائے۔ بہترین گھوڑے جو مجھے ملے وہ ایسے تھے کہ کسی دوسرے ملک مین او نہین اوسط درجہ کے گھوڑون مین کہترین خیال کیا جائے گا۔ ان مین سب سے خراب گھوڑے پر سوار ہونا ایک ایسی سزا تھی جسے زمانۂ آیندہ کا کوئی ڈینٹی[له] موزون طور پر جہنم کے طبقہ اسفل السافلین مین اپنے جانی دشمن

له ڈینٹی اطالیہ کا مشہور و معروف شاعر ہے جو ۱۲۶۵ء مین پیدا ہوا تھا۔ اٹلی مین اوس کی اوس بے نظیر نظم "ڈیوائن کامیڈی" کی طرف اشارہ ہے جس مین اوس نے بہشت۔ اعراف اور دوزخ کے متعلق خیالی تصویرین نہایت

دشمن کے لئے تجویز کرسکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب طہران اور ترشیز والی سڑک پر میر اگذر ہوا جسپر آمد و رفت زیادہ رہتی ہے اور جہان چاپار کا انتظام اچھا ہے تو تعداد اور عمدگی کے لحاظ سے زیادہ قابل اطمینان گہوڑے میرے دیکھنے مین آئے عام طور سے اون پر سوار ہونا برداشت کیا جاسکتا تہا اور بعض دفعہ تو ایسے گہوڑے مل جاتے تہے جنہین اچھا کہا جاسکتا تہا۔ اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ مجھے انکے ذریعہ سے ایک گہنٹہ مین ۸ یا ۹ میل اوسط مسافت کے حساب سے دن بھر سفر کرنے مین کامیابی ہوئی اور جب کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ عام طور سے پویہ چال چلتے تہے اور بعض دفعہ سرپٹ جاتے تہے تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ دن بھر مین ستر یا اسی میل کا سفر ایسا ہے کہ برداشت کیا جاسکے اور اگر موسم عمدہ اور موافق مزاج ہو تو بسا اوقات اسکو خوشگوار و خوشش آئند کی صفت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال اس فیصلہ کا جزو اعظم یاوری بخت ہے۔ اگر مسافر سرکاری ڈاک کے مقابلہ یا معارضہ سے جس کا حق ہر جگہ فائق ہے اپنے آپکو بچا سکے اور اگر رخت سفر اوسکے ہمراہ زیادہ نہو اور بار برداری کے لئے زیادہ جانورون کا محتاج نہو اور خصوصًا اگر وہ مسافرون کی کسی دوسری جماعت سے جو اوسی سڑک پر سفر کررہی ہو بڑھ کر آگے نکل جائے تو اوسکی اچھی طرح گذرے گی لیکن اگر ان تمام اسوریان مین سے کسی ایک مین نصیب نے اوس کی یاوری نہ کی تو وہ ایران سے رخصت ہوتے وقت اس ملک پر تین حرف بہیجے گا اور کہے گا کہ یہان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۸۔ خوبی کے ساتھ کہینچی ہین۔

کے رہنے والے بدمعاش اور ناپاک ہین۔ اس مین شک نہین کہ عام سیاحون کا تجربہ یہی ہے اور اس کی توجیہ شاید اس واقعہ سے ہوسکتی ہے کہ ایران مین اگر کسی یورپین کے لئے کوئی خیال باعث تشفی ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک فاصلہ معینہ کو اپنے متقدمین سے وہ زیادہ جلد طے کرے۔ چنانچہ اس بارہ مین یہان شدت کے ساتھ مقابلہ عمل مین آتا ہے۔ رستے مین جہان تار ہے وہان سے مسافر کے دوستون اور خویش و اقارب کے منتظر کانون مین اوسکے مراحل کی خبر بذریعہ تار برقی کے ذریعہ سے پہونچتی ہے اور مسافر کے لئے اس سے زیادہ خوشی اور نہین ہوسکتی یا اس سے بڑا کارنامہ وہ اور کوئی نہین چھوڑ سکتا کہ طے مسافت کے لحاظ سے اپنے متقدمین پر سبقت لیجائے۔

چاپارخانہ

اس مقام پر مین چاپارخانے اور اوسکی کم مایہ مگر مخصوص خصوصیات کا ذکر کرتا ہون بعض دفعہ کسی قصبہ یا گاؤن کے بیچون بیچ اور بعض دفعہ اوسکے حوالی مین مگر بالعموم کف دست میدان کی ویران تنہائی مین ایک چھوٹی سی مستطیل شکل کی عمارت پانی کے کنارے کھڑی نظر آتی ہے اس عمارت کی دیوارین کچی مٹی کی بالکل پھاٹک اور ایک اندرونی احاطہ کے گرداگرد کھنچی ہوئی ہوتی ہین پھاٹک پر ایک پست سا چوگوشہ برج ہوتا ہے اور عمارت کے سرا اور پر ایک نیم مدور برج یا چھجا آگے کو نکلا ہوا ہوتا ہے مجموعی حیثیت سے یہ عمارت بظاہر ایک چھوٹا سا مٹی کا قلعہ معلوم ہوتی ہے۔ اور حقیقت مین اس کا



ایرانی چاپارخانہ

مقصد بھی یہی ہے کیونکہ ایسے ملک مین جو کچھ زیادہ عرصہ نہین گذرنے پایا کہ ترکمانون
کی دستبرد اور غارتگری کی جولانگاہ رہ چکا ہے اور جہان بلاتفریق و امتیاز سرقہ کا
مرتکب ہونا لوگون کا عام شیوہ ہے ہر ایک جائداد کی محل سے لیکر باغیچہ تک حملہ سے اسطرح
حفاظت کرنی پڑتی ہے گویا کہ ملک مین علانیہ جنگ برپا ہے۔ بچاپار خانہ مین ایک بڑی
چوبی دروازہ سے داخل ہوتے ہین اور جب اس کو بند کر دیا جاتا ہے تو سوائے سیڑہی
لگا کر چڑہنے کے اور کسی طرح اس مین گذر ممکن نہین۔ جب مسافر گھوڑے پر سوار پھاٹک
مین پہونچتا ہے تو اوسے دیوار کے دونون طرف ایک پست سا چبوترہ اور دو دروازے
نظر آتے ہین جن کے ذریعہ سے نیچے کے تنگ و تار اور غلیظ حجرون مین داخل ہوتے
ہین۔ پھاٹک مین سے گزر کر اندر کا صحن آتا ہے جو طول مین بیس سے لیکر پچیس اور عرض
مین بارہ سے لیکر پندرہ گز تک ہوتا ہے۔ وسط مین ایک چبوترہ نظر آتا ہے جس پر
مرغیان گھوڑے کے ڈھیر کو کریدتی ہوئی دکھائی دیتی ہین۔ اگرچہ حقیقت مین اس
چبوترہ کا مقصد یہ تھا کہ گرمی کی راتون مین مسافر تازہ ہوا مین اس پر اپنا بستر جمائے صحن
کے گرداگرد جو دیوارین ہوتی ہین اونکے دو اور بعض دفعہ تین پہلوؤن پر چرنی بنادی
جاتی ہے جس مین گھوڑون کے لئے گھاس ڈال دی جاتی ہے اور گرمی کے موسم مین
گھوڑون کو یہان باندہ دیا جاتا ہے۔ لیکن دو بغلی دیوارون کے اندر موسم سرما کے لئے
لمبے لمبے تنگ و تار طویلے بنے ہوتے ہین۔ جن مین ایک پست دروازہ کے
سوائے اور کہین سے ہوا یا روشنی کا گذر نہین ہوتا اور جو سڑی ہوئی لید کے ڈہیرون

سے متعفن ہوتے ہین۔ بالعموم بارگیر اور ملازم گھوڑون سمیت انہین مین سے کسی مین ایک
جھوٹے سے الاؤ کے گرد سو رہتے ہین۔ صحن کی اندرونی دیواروں پر کسی زمانہ مین
چونے کا پلستر ہوگا مگر اب بالکل اوکھڑ گیا ہے۔ اور اب پوری دیوار گلی معلوم ہوتی ہے۔
تھکا ماندہ مسافر جب گھوڑے پر سوار پھاٹک کے اندر داخل ہوتا ہے تو چاپارچی جو بعض
دفعہ اپنی وردی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ اوسکے استقبال کے لئے باہر نکلتا ہے۔ دونون
مین اس امر کے متعلق اشتیاق آمیز گفتگو ہوتی ہے کہ آیا اصطبل مین تازہ دم گھوڑے
موجود ہین یا نہین اور جب چاپارچی مسافر کو اوسکے استفسارات کے جواب مین امید دلارہا
یا مایوس کر رہا ہوتا ہے تو سامان تھکے ماندے جانورون کی پیٹھ پر سے اوتار کر چبوترہ
پر رکھہ دیا جاتا ہے اور برطانوی مسافر پاؤن پسار کر لیٹ جاتا ہے یا شوربے یا چاء کا
ایک گرم گرم پیالہ تیار کرا کے پیتا ہے۔ اوس کا ایرانی ملازم قلیان کا جو ہمیشہ تیار رہتا
ہے ایک کش لگاتا ہے۔ اور خستہ و ماندہ جانورون کو جن پر سے سوائے اون کی پھٹی
پرانی گردیون کے اور ہر ایک چیز اوتار لی جاتی ہے بارگیر دس منٹ تک آہستہ آہستہ
ادہر ادہر ٹہلاتا ہے اور اسکے بعد پانی پلانے کے لئے لیجاتا ہے۔ اگر اوس کی
قسمت یاور ہوئی تو پاؤ گھنٹہ مین اور نہین تو کہین ایک یا دو گھنٹے کے بعد چار کچھہ تازہ دم
گھوڑے باہر لائے جاتے ہین اور مسافر اون مین سے اپنے لئے بہترین جانور پسند
کر کے ایک دفعہ پھر سوار ہوتا ہے اور راہ کے نشیب و فراز کے طے کرنے مین پھر
مصروف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر تازہ دم جانور نہ موجود ہون یا کسی دوسرے سیاح



ایرانی چاپارچی

نے بیشدستی کر کے ایسے جانوروں پر قبضہ کر لیا ہو تو ایسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے
کہ عیاذاً باللہ دو گھنٹے کے انتظار شدید کے بعد وہی کمبخت جانور جو اپنی پیٹھ پر بوجھ
اوٹھائے ابھی پچیس میل کی مسافت طے کر کے آئے تھے پھر اور پچیس میل کی منزل
کوڑے کھا کھا کر طے کرنے کے لئے باہر لائے جاتے ہین۔ مجھے اس امر کا مُقر ہونا
پڑتا ہے کہ میری ہمدردی ہمیشہ جانور کے ساتھ ہوتی تھی نہ کہ اوسکے سوار کے ساتھ۔ اور
جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ ان دقیانوسی ٹٹوؤن سے ہر روز بلکہ ہر ساعت سفا کانہ
کام لیا جاتا ہے تو مجھے بعض دفعہ یہ حیرت ہوتی تھی۔ ڈنڈے اور چابک کھانے
پر بھی وہ کس طرح اوس سست چال سے متجاوز ہوتے ہین جس کی اون کی تباہ حالت
سے توقع کیجا سکتی ہے۔

بالاخانہ

لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سیاح اپنے دن کی منزل پر پہونچ گیا ہے اور
اور اوس چاپارخانے مین وارد ہوا ہے جہان اوسے شب باش ہونا ہے تو سوال
یہ ہے کہ اوس وقت اوسے کیا پیش آئے گا۔ اس سوال کا جواب اوس آگے کو نکلے
ہوئے چہار گوشہ برج سے ملیگا جو داخل ہونے کے پھاٹک پر بنا ہوا ہے۔ اس مین
زینون کے ذریعہ سے جن کا ڈھلاؤ کوہ البرس کے پہلو کے اوتار کے برابر برابر
ہوتا ہے اور جو اندرونی صحن کے زاویون پر بنے ہوے ہین داخل ہوتے ہین۔
ان زینون پر بدقت تمام چڑھ کر ہم سطح چھت پر جو عمارت کے گرداگرد چلی گئی ہے۔

پہونچتے ہین اور ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ برج صرف ایک حجرہ پر مشتمل ہے جس مین عموماً
دو اور بعض دفعہ تین دروازے جو کبھی بند نہین کئے جاتے اور دیوارون مین دو کہلے
دریچہ نما منافذ ہوتے ہین اور اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مین چارون سمتون
سے ہوا داخل ہوتی ہے۔ یہ بالاخانہ ہے جو ممالک غیر کے مہمانون کی آسایش
کے لئے مخصوص ہے۔ اس ویران اور بھیانک مکان مین جس مین جہاز کے بادبانون
سے کم ہوا داخل نہین ہوتی مسافر کو چارو نا چار رات بسر کرنی پڑتی ہے۔ اندر کی دیوارون
پر کسی زمانہ مین چونے کا پلستر اور قلعی تہی۔ اگر اس مین کسی قسم کی آسایش ہے تو وہ یہ ہے
کہ دیوارون مین متعدد اوتہلے طاقچے بنے ہوئے ہین جن مین ایرانی مسافرون نے
نہایت زشت و کریہ تصویرین کہینچی ہین اور کبھی کبھی (مگر ہمیشہ نہین) انگیٹہی بھی ہوتی ہے۔
سامان اس مین بالکل نہین ہوتا۔ مسافر کا پہلا کام یہ ہے کہ فرش کو جھڑوا کر۔ کہٹملون۔
پسوؤن اور کیڑون مکوڑون سے صاف کرے۔ ایک کونے مین نمدہ یا دری اور اوپر
اپنا پیال سے بھرا ہوا تہیلا بچھائے۔ ایندہن مول لیکر آگ جلائے۔ کہلی کہڑکیون
کو بند کرائے اور بوسیدہ درزون پہ کیلون سے پردے لگائے۔ ان ابتدائی
تیاریون کے بغیر جو لوازمات سے ہین بالاخانہ اس قابل نہین ہوتا کہ اوسمین رہ سکین
لیکن دن بھر کے تہکے ماندے مسافر کے لئے جسکا جسم مارے تکان کے شل ہو رہا
ہوتا ہے جاڑے کی یخ بار رات مین یہ تیاریان کرنا بعض دفعہ نہایت دوبھر معلوم ہوتی
ہین۔ باوجود ان تیاریون کے بھی یہ ہوائی نشیمن بعض اوقات اس قدر سرد ہوتا ہے

کہ مسافر سردی کی تاب نہین لاسکتا اور مجبوراً نیچے اوتر کر مرطوب اور تنگ حجرون مین سے کسی مین پناہ لیتا ہے۔ غرضکہ کوئی آدھ گھنٹہ مین جب تیاریان ہوچکتی ہین اور خوشگوار حرارت اکڑے ہوئے جوڑون اور خستہ اعضا کو راحت پہونچانے لگتی ہے اور سماوار مین سے خوش آیند بھاپ اوٹھنے لگتی ہے تو تسکین کی ایک حیرت انگیز کیفیت مسافر پر طاری ہوتی ہے اور وہ غالباً اس وقت اپنے مکان کو قلعۂ ونڈسر[۱] کی کسی پر تکلف خوابگاہ سے بدلنا پسند نہ کرے گا۔ لیکن جب دوسری صبح کو چار یا پانچ بجے منھ اندھیرے کڑکڑاتی سردی مین جھلملاتی شمع کی روشنی مین اوسے اوٹھ کر کپڑے پہننے پڑتے ہین چیز بست باندھنی پڑتی ہے۔ ناشتہ تیار کرنا پڑتا ہے اور آخر کار اس بات کی نگرانی کرنی پڑتی ہے کہ تمام سامان اندھیرے مین صحیح و سالم گھوڑون کی پیٹھ پر جو نیچے اصطبل مین ہوتے ہین بار ہو جائے تو اوس وقت کچھ دیر کے لئے یہ خیال اوسکے دل مین آتا ہوگا کہ سیاحت ایران پر وہی مثل صادق آتی ہے۔ کہ

"کلاہ دلکش ست اما بدردسر نمی ارزد"

اور وہ یہ سوچتا ہوگا کہ انگلستان مین جو خوشی و اطمینان میسر ہے وہ یہان کہان۔

چاپار کے گھوڑے

ایرانی چاپار کے گھوڑون کے متعلق مین ایک آدھ جملہ اور درج کرنا چاہتا ہون کیونکہ یہ ممکن نہین کہ ایک شخص چند ہفتون کی مدت مین ان جانورون مین سے ساٹھ ستر پر

[۱] شاہ انگلستان کے ایک محل کا نام ہے۔ مترجم

سوار ہو اور اونکی جنس کے متعلق کوئی عام راے قایم نہ کرے - اس مین شک نہین کہ بُرے گہوڑون مین سے مسافر اپنے لئے سب سے اچھا گہوڑا پسند کرتا ہے لیکن چاپارشاگرد کی سفر ونگارانی کرنی چاہیے کیونکہ اوسکو ہر ایک جانور کی خوبیان پوری طرح سے معلوم ہوتی ہین اور اگر اوسکی روک نہ کی جاے تو وہ اپنے لئے سب سے بہتر گہوڑے کا انتخاب کرے گا اور اپنے مالک کی آسایش کا ذرا خیال نہ کرے گا جس وقت مسافر چاپارخانہ سے نکلتا ہے اور اپنے نئے گہوڑے کو کچھ دور چلا کر دیکھتا ہے تو وہ وقت بھی اوسکے لئے نہایت ہی تذبذب کا ہوتا ہے تین سو گز کے اندر اندر اوسی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو تین یا چار گھنٹہ کا سفر اوسکے سامنے ہے آیا وہ قابل برداشت ہوگا یا پرعذاب - تہوڑے سے تجربہ کے بعد جو چال یورپین اپنے لئے پسند کرتا ہی وہ یہ ہے کہ کبھی تیز پویہ جاے کبھی قدم قدم - ایرانی جب پویہ یا سرپٹ نہین جاتے ہین تو وہ ایک بہدی تکلیف دہ دُلکی اختیار کرتے ہین جو انگریزی زین پر مغز کو ہلا ڈالی سواری چاپار کے کل اثنا، مین مجھے صرف دو دفعہ ایسے گہوڑون پر سوار ہونے کا اتفاق ہوا جو انگریزی دُلکی چل سکتے تھے - چاپارشاگرد اپنے ساتھ چمڑے کا ایک چابک اپنے ہمراہ رکھتا ہے اور ہر ایک مسافر کو بھی یہی چاہیے کہ ایسا چابک ساتھ لیکر چلے چاپارشاگرد کی چابک کے تڑاقون کی آواز ایسی ہوتی ہے کہ پناہ بخدا - لیکن گہوڑا جو چابک کہانے کا عادی ہو رہا ہے اوس سے جھرجھری تک نہین لیتا - چاپارشاگرد کو ہم نے وقتاً فوقتاً "پوسٹ باے" (یعنی چاپار طفلک) لکھا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ شاگرد

"طفلک" نہین ہوتا بلکہ اچھا خاصا مرد ہوتا ہے۔ وہ زین پر سوار نہین ہوتا بلکہ عموماً سامان کے ڈہیر پر بیٹھہ جاتا ہے اور اوس کی دونون ٹانگین دونون طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہین نہ اوسکے ہاتھہ مین باگین ہی ہوتی ہین بلکہ صرف ایک رسا جو قزی کے ایک سرے سے بندہا ہوا ہوتا ہے وہ ہاتھہ مین لئے رہتا ہے۔ اوسکی نسبت باور تو یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رہنمائی کریگا اور سرعت رفتار کا معیار خود قایم کریگا لیکن مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایک دن مین ستر میل کا فاصلہ اس طرح سے نہین کیا جاسکتا اور یہ کہ ایک غیر ملک مین بھی اپنا رہنما آپ ہی بننا چاہیئے۔ اگر روشنی ہو تو عموماً راہ کے متعلق غلطی نہین ہوسکتی کیونکہ اگرچہ یہان کوئی سڑک موجود نہین اور رستہ خچر کی صرف ایک پگڈنڈی ہے جو میدانون کو قطع کرتی پہاڑون پر چڑہتی اور درون مین اوترتی ہوئی جاتی ہے اور بعض دفعہ صرف ایک ہی لکیر ہوتی ہے اور بعض اوقات متوازی راہون کی ایک چوڑی دہاری ہوتی ہے لیکن پھر بھی بے شمار جانورون کے کہرون کے نشانات زمین پر کچھہ ایسے قایم ہوگئے ہین کہ جس سمت مین جانا ہوتا ہے وہ سامنے کئی میلون تک نظر آجاتی ہے۔ رات کے وقت اگر چاپار شاگرد کی مدد نہو جس کی نظر اور حافظہ کبھی غلطی نہین کرتے تو اجنبی فوراً راہ گم کرجائے۔

چاپار کے گھوڑے کی شوخیان

ایران کے چاپاری گھوڑے کا مشہور ترین خاصہ یہ ہے کہ خواہ مخواہ سکندری کھاتا ہے۔ ان مین سے اکثر کے گھٹنے چھلے ہوئے ہوتے ہین اور گھوڑے کے

انتخاب کے وقت سب سے پہلی یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ اوسکے گھٹنے کے بال
بالکل اوڑے ہوئے تو نہین ہین مجھے یہ بات معلوم نہ ہوسکی کہ آیا گھوڑے کے
ٹھوکر کہانے کی وجہ لگام کا تنگ رکھنا تھا اوسے ڈھیلا چھوڑ دینا اور اس لئے مین نے
یہ نتیجہ نکالا کہ چاپار کے گھوڑے کی قسمت ہی مین یہ لکھا ہے کہ سال مین اتنی ٹھوکرین کہایا
کرے۔ ان مین سے بعض تو اسباب ظاہری اور بعض اوس کی اپنی مرضی پر منحصر ہین۔
لیکن یہ ضرور ہے کہ کوئی مجبور کرنے والا پراسرار قانون یہ سب کی سب ٹھوکرین اوسکو
کسی نہ کسی طرح کہلواے۔ اس واقعہ سے کہ مین ایران مین مشرقی علاقہ سے وسطی
علاقہ اور وسط سے جنوب تک گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ایک دفعہ بھی نہ گرا بجائی
اسکے کہ میرے نظریہ کی تردید ہو اور اوس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ کوئی وجہ موجبہ ایسی
نہ تھی کہ میرے ساتھ ایسی رعایت کی جائے۔ البتہ اس کی توجیہ اس دلیل سے ہوسکتی
ہے کہ میرے بچاؤ کا خمیازہ دوسرے لوگ یا تو پہلے ہی اوٹھا چکے ہونگے اور یا
آگے چلکر اٹھائینگے۔ میرے ایرانی ملازم کا جو میرے پیچھے پیچھے سوار آتا تھا
پٹخنی کہا کر فرش خاک پر گرکے درد و تکلیف سے کراہنا میرے لئے مساوات ہو گیا
تھا۔ چاپار شاگرد اگر دن بھر مین ایک دفعہ نہ گرلیتا تو اوسے نہایت ہی مایوسی ہوتی۔
لہذا چاپار کے گھوڑے کی بے اعتباری کی حمایت مین یہ بات البتہ کہی جاسکتی ہے
کہ شاذ و نادر ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سوار گھوڑے پر سے گرے اور اوسے سخت
چوٹ آئے۔ حوادث یا صدمات کی تعداد گرنے کی تعداد کے مقابلہ مین نہایت

ہی خفیف ہے۔ دو اور عیوب میرے دیکھنے مین آئے جو ان گھوڑون مین پائے
جاتے ہین۔ بعض مریل سے مریل گھوڑے بھی سوار کو اپنے اوپر چڑھنے نہین دیتے
جو اس بات کا عجیب ثبوت ہے کہ اون کی یادداشت نے سابق کے تجربہ سے
فایدہ اُٹھایا ہے۔ ایک دفعہ مجھے البتہ حادثہ پیش آنے ہی کو تھا۔ یہ واقعہ اس طرح
ہوا کہ ایک گھوڑا جس پر سے مین اُترا میرے رکاب مین پاؤن رکھتے ہی بھاگا۔
اور قریب تھا کہ اپنے آپ کو اور مجھے ایک کھلی ہوئی قنات کے گڑھے مین گرا دے
اسکے علاوہ جب سوار اپنا دہنا ہاتھ چابک کے ساتھ بلند کرتا ہے یا خالی ہاتھ
اٹھاتا ہے تو اوس سے ان جانورون کی یادداشت پر ایسا برہم کرنے والا اثر
پڑتا ہے کہ وہ بسا اوقات کتراکر بائین طرف کو دفعتہ پلٹا کھا جاتے ہین۔ جب ایرانیون
کو کسی چاپار کے گھوڑے سے خاص طور پر نفرت ہو جاتی ہے تو وہ بعض دفعہ انتقاماً
اوس کی دم کاٹ ڈالتے ہین جسکی وجہ سے وہ ایک ایسے ملک مین جہان دم کا ہونا
لازمی سمجھا جاتا ہے ہمیشہ کے واسطے ناقابل کار ہو جاتا ہے۔ مگر یہ فعل اگر بے رحمانہ
نہین تو معاندانہ تو ضرور ہے اور اجنبیون کا اس سے اجتناب کرنے مین کوئی نقصان
نہین۔ ایرانی چاپار کے گھوڑے اور طریقہ چاپار کے متعلق اس گریز کے خاتمہ پر مین
شاید موزون طور سے ٹیورنیر کا وہ مہتم بالشان فقرہ درج کر سکتا ہون جو تین سو سال
سے بھی پہلے اوس نے اپنے سفرنامہ ایران کے دیباچہ مین لکھا تھا۔ وہ کہتا ہے:
"مسافر ایشیا مین اوسطرح سفر نہین کر سکتا جس طرح یوروپ مین کر سکتا ہے۔

دونون براعظمون کے اوقات سفر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین اور جو آسانیان یوروپ مین مسافرون کو حاصل ہوتی ہین وہ ایشیا مین نہین ہوتین"

سڑک کی عام حالت

سے طہران کو جو سڑک گئی ہے اوس کی اندرونی دلچسپیان ایسی محدود ہین کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانیکی سخت ضرورت اگر داعی نہ ہو تو کوئی شخص اسے کبھی اختیار نہ کرے۔ راستہ بھر یعنی ۶۰۰ میل کے پورے فاصلہ مین ایک بھی چیز ایسی دیکھنے مین نہین آتی جسے خوبصورت کہا جاسکے اور ایسی چیزین بھی بہت ہی کم دیکھی جاتی ہین جو باعث دلچسپی ہون۔ بہر حال فصل خزان کے آخری حصہ مین اسکا منظر رنگینی سے معرا اور ویرانی لئے ہوئے ہوتا ہے سڑک یا یون کہیے کہ ٹیلا لمبے پتھریلے میدانون مین سے لہراتی۔ غیر خوش آیند پہاڑون کو قطع کرتی اور اُجڑے ہوئے گاؤن اور قصبون مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ جابجا اس بات کا قوی ثبوت بہم پہونچتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان کی آبادی زیادہ گھنی تھی اور اسلئے آجکل کے مقابلہ مین اس علاقہ کی زیادہ احتیاط کے ساتھ نگہداشت کی جاتی تھی۔ مسافر کا گزر ایسے قصبون مین ہوتا ہے جو بالکل سونے پڑے ہین اور سوا سے متزلزل دیوارون اور منہدم برجون کے اندوہ فزا امتزاج کے اور کچھ وہان موجود نہین۔ اوسکے دیکھنے مین ایسے قلعے اور مستحکم مقامات آتے ہین جو انحطاط کے آخری درجہ کو پہونچ چکے ہین اور اب مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حیثیت نہین۔ ایسے مسدود اور متروک قناتون

کی لمبی لمبی قطارین نظر آتی ہین جنکے ذریعہ سے کبھی پہاڑون سے میدانون مین پانی لایا جاتا ہوگا - شہرون کی دیوارون کے کہنڈر رہ گئے ہین اور اون مین بڑے بڑے سوراخ نظر آتے ہین - جو عمارتین قابل ذکر تہین وہ اب گر رہی ہین اور جن مکانون مین پہلے لوگ بود و باش رکہتے تہے اون کی اب یہ حالت ہو رہی ہے کہ تودہ ہاے خاک سے اون کی حقیقت زیادہ نہین جہان کتے بہونکتے ہوئے سنائی دیتے ہین - غلیظ و کثیف قبرستان جنکی حرمت کی ذرا پروا نہین کیجاتی - اور جو ہر ایک شہر کے باہر کئی سو گز تک پہیلے ہوئے ہوتے ہین اور جن مین لوح مزار کا نقش مٹ چکا ہے اور قبرین زمین مین دہنستی ہوئی چلی جا رہی ہین ایسے وحشت انگیز نہین ہوتے جیسا کہ شہر کا اندرونی حصہ جہان زندون کی حالت بہی ویسی ہی ہو رہی ہے جیسی مردون کی - مسافر اگر زیادہ سے زیادہ کسی نئی بات کے پیش آنے کی توقع کر سکتا ہے (اگرچہ جیسا کہ مین پیشتر ذکر کر چکا ہون مجہے اس بارہ مین ناکامی ہوئی) وہ یہ ہے کہ اوس کا گہوڑا سکندری کہا کر اگر اپنے گھٹنون کو نہ پہوڑے تو سفر کی شل کر دینے والی یکسانیت کے تسلسل ہی کو توڑ دے -

عبرت

لیکن اگرچہ یہ رستہ بیرونی دلچسپیون سے معرا ہے پہر بہی تاریخی اور عملی لحاظ سے اس سے دو سبق حاصل ہو سکتے ہین - اس سفر کے اختیار کرنے سے مسافر محض اوس راہ کو طے نہین کر رہا ہے جسے کم از کم پانچ سو سال سے ہزارہا زائرون نے طے

کیا ہے بلکہ وہ فوجون کی طوفان بار گذرگاہ کو دہرا رہا ہے اور عظیم الشان فاتحون اور فرمانرواؤن کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اور اگر اوس ویرانی مین جو اوس کے چارون طرف پھیلی ہوئی ہے اوس کی چشم بصیرت کو یہ نظر نہین آتا کہ یہ ملک ایک زمانہ مین کیا تھا اور اب کیا ہے تو کم از کم وہ اس امر کے متعلق تو ضرور راے قایم کرسکیگا کہ جنگ اور وبا کے خوفناک نتایج نے کہنہ بدنظمی کے زیادہ تر خوفناک نتایج کے ساتھہ ملکر اس ملک کی کیا حالت کردی ہے اور اس بوسیدہ شہرون اور ویران مکانون کے اجڑے ہوئے طبقہ مین وہ زبان حال سے ایران کے دیرینہ زوال کی داستان سنیگا۔

منزلون اور فاصلہ کی فہرست

ذیل کے نقشہ مین اون منازل کے نام اور فاصلے درج کیے جاتے ہین جو مشہد اور طہران[۱] کے درمیان واقع ہین:

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ تخمینی	فاصلہ بحساب میل تخمینی	نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ تخمینی	فاصلہ بحساب میل تخمینی
مشہد	۰	۰۰	شوراب	۷	۲۵
شریعت آباد	۹	۲۴	زعفرانی	۵	۱۸
قدم گاہ	۷	۲۹	سبزوار	۷	۲۴
نیشاپور	۶	۱۷	مہر	۷	۳۲

[۱] اس سڑک پر بہت سے سیاحون نے سفر کیا ہے اور اسکے تفصیلی یا جزئی حالات بھی قلمبند کیے ہین چنانچہ ان مین

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ تخمینی	فاصلہ بحساب میل تخمینی
مزینان	۶	۳۰
عباس آباد	۷	۲۳
میان دشت	۶	۲۳
سیومائی	۷	۲۴
ارمیان	۴	۱۷
شاہ رود	۷	۲۷
دہ ملا	۴	۱۶
دامغان	۶	۲۶
گشادہ	۷	۲۳
اہوان	۶	۲۴
سمنان	۶	۲۴
لسگرد	۶	۲۳
دہ نمک	۸	۲۵
نشالک	۷	۲۶
ایوان کیف	۶	۲۱
کبود گنبد	۷	۲۶
طہران	۷	۲۵
میزان کل	۱۵۴	۵۵۹

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۲ سے مین صرف ان لوگون کا نام لیتا ہون جو سب سے زیادہ مشہور یا علم و فضل کے اعتبار سے سربرآوردہ ہین :- الاصطخری (سنہ ۹۵۰ تا سنہ ۹۵۱ء) "اورئنٹل جاگرفی" (ترجمہ "مسالک الممالک") - صفحہ ۱۸۱ ؛ راوئی ڈی کلاویجو (سنہ ۱۴۰۴ء) "نیریٹو آف ایمبسی" (داستان سفارت) + وان میراپ (سنہ ۱۷۴۴ء) بہ سبب جے ہینوے ہسٹاریکل اکاؤنٹ آف برٹش ٹریڈ" (تاریخی حالات تجارت برطانوی متذکرہ سبب جے ہینوے) - جلد اول - صفحات ۳۵۷، الی ۳۵۹ + کپتان ٹرو لیہر (سنہ ۱۸۰۱ء) "ڈاسی کی سرگزشت سفر" (بزبان فرانسوی) + جے - بی - فریزر (سنہ ۱۸۲۱-۲۲ء) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) - باب سیزدہم الی ہفدہم + کپتان اے - کونولی (سنہ ۱۸۳۰ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر) - جلد اول - صفحات ۱۹۴ الی ۲۲۰ + اے - ایل - منفورڈ (سنہ ۱۸۳۰ء) "لینڈ مارچ" (سفر خشکی) - جلد دوم - صفحات ۱۴۳ الی ۳۴۴ + ڈاکٹر جے - والف (سنہ ۱۸۳۱ء و سنہ ۱۸۴۳ء)

دوسرا راستہ

قبل اسکے کہ مین کچھ اور ذکر ون مین یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون کہ مشہد سے نیشاپور تک کی پہلی تین منزلون کا سفر ایک اور راستے سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ڈاک کی چوکیان اور منزلین دوسرے یعنی جنوبی راستہ پر واقع ہین اس سلئے اس راہ کو جو زیادہ تر شمالی سمت مین واقع ہے چاپار کے ذریعہ سے جانے والے مسافر اختیار نہین کر سکتے۔ البتہ اس طرف سے کاروان جاتے ہین (جن کے ہمراہ اونٹ نہ ہون) اور خصوصًا گرمی کے موسم مین اس راہ کو اختیار کرتے ہین۔ کیونکہ اگرچہ سڑک خراب ہے لیکن جس علاقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۲ - "ٹرولس اینڈ نیریٹو آف مشن" (سفرنامہ و حالات سفارت) + جے۔ پی۔ فیریر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ صفحات ۵۴ - الی - ۱۱۵ + کپتان سی۔ کلارک (۱۸۵۰ء)۔ "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد سی ویکم۔ صفحات ۳۷ - الی ۴۵ + این۔ ڈی۔ خانیکاف۔ (۱۸۵۸ء) "میمائر اٹ سیٹیرا" (تذکرہ وغیرہ)۔ صفحات ۷۲ - الی ۹۷ + ای۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۲ء)۔ "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱۳۴ - الی ۱۹۱ و ۲۷۱ - الی - ۲۹۵ + آرمینئس ویمبری (۱۸۶۳ء)۔ "لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگذشت) باب بست و ہشتم + شاہ کجکلاہ ایران (۱۸۶۶ء و ۱۸۸۳ء) "سفرنامہ شاہ ایران" (بزبان فارسی) + ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔ صفحات ۳۶۸ - الی ۴۱۱ + کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۶۶ - الی ۳۸۸ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۴۲ - الی ۱۶۷ + ای۔ او ڈونوون (۱۸۸۱ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول باب بست و دوم۔ الی بست و ہشتم۔

مین سے یہ ہو کر گذرتی ہے وہ زیادہ تر مرتفع ہے (یعنی ۲۰۰۰ فیٹ) اور اوسکے مناظر سبزہ اور خوش نمائی کے باعث زیادہ تر دلچسپ ہین مشہد کے ناک افشان میدانون اور عریان چٹانون سے چند ہی میل کے فاصلہ پر بہتے پانی اور سبز و شاداب درختون مین پہونچکر مسافر کو حقیقت مین تعجب ہوتا ہے۔ منزلین حسب ذیل ہین[۱]۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب
مشہد	۰	۰
جاغرک	۵	۲۰
دہ رود	۶	۲۲
نیشاپور	۶	۱۸
میزان کل	۱۷	۶۰

میری روانگی مشہد سے

ایرانی دستور کے مطابق جسے تقاضائے اخلاق سختی سے طور پر ہر جگہ برتا جا سکتا ہے۔ کرنل اسٹوارٹ اور دوسرے احباب میرے ہمراہ شہر کے پھاٹک کے باہر کچھ دور تک مشایعت کے طور پر سوار آئے۔ ایک اور قابل تحسین ایرانی رواج کے بموجب کرنل اسٹوارٹ

---

[۱] اس راہ کو حسب ذیل سیاحون نے اختیار کیا ہے اور بیان بھی کیا ہے: جے بی فریزر (سنہ ۱۹۲۱ء) + اے بی ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ء) + ایچ ڈبلیو بیلیو اور کرنل ایوان اسمتھ (سنہ ۱۸۷۲ء) + کرنل ویلنٹائن بیکر (سنہ ۱۸۷۳ء)

نے مجھے پہلی منزل کے سفر کے لئے اپنے اصطبل مین سے ایک گھوڑا عنایت کردیا
اور ایک تیسری رسم کی تعمیل مین مین نے یہ قصد کیا کہ پہلے دن ایک ہی منزل جاونگا
اس کا یہ مقصد تھا کہ نوکر چاکرون اور خیمہ وخرگاہ کی حالت ٹھیک ہوجائے اور مین کل
زیادہ کڑی منزل طے کرنے کے لئے آمادہ ہوجاؤن۔ مسطح میدان پر ایک گھنٹہ
تک سفر کرنے کے بعد اون تند وتیز آندھیون مین سے ایک نے چلنا شروع کیا
جسے مشرق کا سیاح اپنے تکلیف دہ تجربہ سے جانتا ہے یہ آندھی طوفان کی طرح
تھپیڑے مارتی ہوئی چلی اور خاک کے ایک بادل سے زمین آسمان کو اس نے ایک
کردیا۔ میری آنکھون اور کانون اور منہہ کو اس کثیف طوفان نے خاک جھونک جھونک کر
بھردیا۔ یہ آندھی ٹھیک میری سمت مقابل سے چل رہی تھی اور نہایت گرم تھی۔ جب
مشہد سے روانہ ہوکر ہم سات میل کے قریب طے کرچکے تو ہم اُن پہاڑون کے دامن
مین پہونچے جو مشہد کے میدان کو نیشاپور کے میدان سے جدا کرتے ہین اور حقیقت
مین کوہ بنالود کا جنوبی ومشرقی منتہا ہین۔ جاغرک سے لیکر دہ رود تک کی سڑک اس
سلسلہ کوہ کو بلا تکلف طے کرتی ہے لیکن ڈاک کی سڑک ایسے ڈھلوان چڑھاؤ سے
کترا کر جنوبی ومشرقی سمت کو جاتی ہے اور اس سلسلہ کی پست تر پہاڑیون اور پہلوؤن
ہی کو طے کرتی ہے۔

زایرون کا زندہ القا

ہر ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سڑک جلد جلد چڑھتی ہوئی پہونچی ہے زایرون

نے اس مقدس شہر کی طرف جاتے وقت اظہار شکر و منت کے طور پر پتھر کے
چھوٹے چھوٹے ڈھیر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے سنہری کلس کو دیکھکر
بتقاضائے زہد و ورع لگا دیے ہین۔ان ڈھیرون سے مراد یہ بیان کی جاتی ہے
کہ زایر یا تو اپنے کسی عزیز مرحوم کے لئے یا اپنے پس ماندون کے لئے اور یا خود
اپنے لئے پہلے سے ایک مکان تیار کرتا ہے تاکہ دوسری دنیامین اونکے یا اوس کے
کام آئے۔ہر ایک ٹیکرے کی چوٹی پر زہد و اتقا کی یہ علامات کثرت سے موجود ہین۔
سب سے بلند ٹیلا جہان سے نو وارد اوّل اوّل متبرک عمارت کو دیکھتا ہے سلام تپہ
یعنی کوہ سلام کہلاتا ہے اور دہ رود کی سڑک پر بھی اسکے مقابل کا موقع موجود ہے۔
ایک شیعہ مسلمان جب اول اول یہان پہونچکر اپنی منزل مقصود کو دیکھتا ہے
تو فرط جوش سے اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہے اور ادن مصائب و آلام کو یاد کرکر کے
زار و قطار روتا ہے جو اوسکے مذہب کے شہدا کو سہنے پڑے۔یہان وہ اپنے لباس
کو پارہ پارہ کرتا ہے اور ان دہجیون کو کسی شاخ یا جھاڑی سے باندہ دیتا ہے۔تاکہ
امام صاحب اوسے پہچان لین اور قیامت کے دن اوس کی شفاعت کرین۔یہان
وہ اپنے رنگین علم کہولتا ہے اور یا علیؑ۔یا حسینؑ اور یا امام رضاؑ۔کے نعرے مارتا
ہوا اوس منزل مقصود کی طرف جلد جلد بڑہتا ہے جسکی اوسے اتنی مدت سے تمنا
تھی۔مین نے کئی دفعہ پیچھے مڑکر دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا کیونکہ پوری وادی گرد و خاک
کے ایک طوفان مین لپٹی ہوئی تھی جسکے سفید بادل آسمان کی طرف کسی آتش زدہ

گہاس کے جنگل کے دہوئین کی طرح عظیم الشان مرغولون مین اوٹھ رہے تھے۔

ان پہاڑیون مین سے ایک کی چوٹی پر پتھر کی ایک سل سیدہی کھڑی ہے جو یہان خراسان کے ایک سابق گورنر جنرل کے زہد و اتقا کی یادگار کے طور پر نصب لیگئی ہے۔ یہ گورنر جنرل طہران مین صدر اعظم اور سپہ سالار کے جلیل القدر عہدون پر سرفراز ہو چکنے کے بعد معتوب ہو کر اس خدمت پر بہیجدیا گیا تہا اور یہان اوسنے مشہد کی حالت درست کرنے اور اس مین عمدہ عمدہ کاروان سرائین بنانے کی وجہ سے لوگون مین عموماً زایرون مین خصوصاً بہت کچھ شہرت حاصل کی تہی۔ اوس کا نام ابھی تک زندہ ہے نہ صرف پتھر کی سل پر بہت سے احسان مند مشہدیون کی زبان پر۔

شریف آباد

تار برقی کے ستونون کی رہنمائی سے بہت سی اونچی نیچی اور چٹیل پہاڑیون کے سلسلہ کو طے کرتے ہوئے ہم تزخ کی کاروان سرائے مین جو ایک ندی کے کنارہ واقع ہے پہونچے۔ سڑک پر پیادہ روون۔ اونٹون اور گدہون کا ہجوم تہا اور مین نے ایک گاڑی بہی دیکھی جو ان پہاڑیون مین سے ایک پر ایک جگہہ پھنس گئی تھی۔ آخرکار ایک وادی ہم شریف آباد کی قبہ دار کاروان سرائے مین پہونچے جسے تربت حیدری والے مشہور اسحاق خان نے موجودہ صدی (انیسوین) کے شروع مین تعمیر کیا تہا۔ یہ اسحاق خان وہی ہے جسکا ذکر مین خراسان کے باب مین کرچکا ہون۔ یہین ۱۸۳۱ء مین ڈاکٹر والف جسکے دماغ مین کچھ تنگ ضرور تہا۔ پہلی مرتبہ مشہد کو جاتے وقت وحشی ہزارہ ایون کی ایک جماعت کے ہاتھ پڑ گئے

سے بال بال بچا۔ کاروان سرائے کے چارون طرف ایک چھوٹا سا گاؤن آباد ہے
اور چاپار خانہ قریب ہی واقع ہے۔

میت لیجانے والے قافلے

صبح کے وقت آفتاب نظر نہین آیا۔ پہاڑون پر سردی پیدا کرنے والا سفید
کہر چھا رہا تھا۔ روانہ ہونے کے دو گھنٹہ بعد ہم سلطان آباد کے گاؤن اور کاروان سرائے
کے پاس سے ہو کر گزرے جہان میرے سامان کا گھوڑا موقع پاکر گاؤن کی بیچدار گلیون
مین بہاگ گیا اور ہمین اوسے باہر نکالنے کے لیئے کچھ دیر تک اچھی خاصی آنکھ مچولی
کھیلنی پڑی۔ سڑک پر کئی سو مسافر تھے جن مین سے زیادہ مشہد کی طرف جانے والے
تھے۔ یہ سب کے سب یا قریباً سب کے سب گھوڑون پر سوار تھے جس سے
گدھے کی سواری کے مقابلہ زیادہ خوشحال ہونے ثبوت ملتا تھا۔ مین یہ دیکھ رہا تھا
کہ شیعہ مردون کی لاشین تابوتون مین مشہد کے بڑے مدفن کی طرف جا رہی ہین اور
سیاحان سابق کے بیانات کی رو سے مین نے تابوتون کو دیکھتے ہی پہچان لیا
بعض تابوت سیاہ بانات مین لپٹے ہوئے تھے اور گدھون کے دونون جانب
لٹکے ہوئے تھے لیکن ایک آدمی ایک بہت لمبا تابوت اپنے سامنے زین پر
رکھ کر لیجا رہا تھا اور ضرور ہے کہ کبھی کبھی اوس کے دل پر عجب کیفیت طاری ہوتی ہو
بعض دفعہ کوئی میت لیجانے والا قافلہ ملتا ہے جسے اس بات کی اجازت
حاصل ہے کہ شیعون کی اس قدر میتین مشہد تک پہونچاوے۔ لیکن بعض

دفعہ ایک غیر پیشہ ور میت لیجانے والا بھی دیکھنے مین آتا ہے جو اپنے سفر کا خرچ نکالنے اور آخر مین کچھ روپیہ مرنے اوڑانے کے لئے پس انداز کرنے کو اپنے کسی زیادہ متمول ہم وطن یا دوست کی لاش لیجانے کا ذمہ لیتا ہے۔

قدم گاہ

قدم گاہ مین وہ رستہ جو مشہد سے دہ رود کو آتا ہے پہاڑ دن پر سے اوتر کر میدان کی طرف آتا ہے اور اوس رستہ سے مل جاتا ہے جسپر مین سفر کر رہا تھا۔ قدم گاہ کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام طوس کو تشریف لیجاتے وقت یہان فروکش ہوئے تھے اور یہان کے آتش پرستون پر اپنی کرامت ظاہر کرنے کے لئے اونہون نے اپنے قدم کا نشان ایک کالے پتھر پر چھوڑا۔ چنانچہ یہ پتھر بعد مین ہمیشہ کے لئے زیارت گاہ ہو گیا[ه۱]۔ اس مقدس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ اس مسجد کا بانی شاہ عباس تہا۔ مگر اوس کا خیال صحیح نہین حقیقت مین اس مسجد کا بانی شاہ سلیمان تہا اور اس مقام کے تقدس کی وجہ سے یہان بہت سے سید

ه۱ فارس کے صوبہ مین اصطخر کے قریب ایک اور قدمگاہ بہی ہے جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہان ایک چٹان پر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے گہوڑے کے سم کا نشان ثبت ہے۔ دیکھو پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم بابت ۱۸۸۳ء جس مین کپتان ویلس کا مضمون مندرج ہے۔ سترہوین صدی کے مصنفین نے بعض ساسانی پتہر کی مورتون کو بہی جو شیراز کے قریب پائی گئین قدم گاہ لکہا ہے۔

رہتے ہین جو بد معاش ہونے کے لحاظ سے اپنے اکثر دوسرے بھائیون سے کم نہین۔ مسجد ایک بڑے باغ کے اوپر کے کنارے پر ایک مرتفع چبوترہ پر واقع ہے۔ کسی زمانہ مین اس باغ کے کئی خوبصورت درجے پھولون کی کیاریون۔ حوضون اور بہتے پانی کی نہرون سے مزین ہوتے تھے۔ اگرچہ یہ باغ اب بہت کچھ ویران ہوگیا ہے پھر بھی کثیر التعداد درخت اس پر اپنا سایہ کئے ہوئے ہین۔ مسجد کے اندر ایک ہی درجہ ہے۔ جس مین ابھرے ہوئے کنارے والے محراب مین سے داخل ہوتے ہین اور اسکے اوپر ایک بہت بڑا قبہ ہے۔ پتھر جس پر قدم ہے مسجد کے اندر ہے اور یہ کچھ مقام تعجب نہین کہ امام صاحب کے قدم کا نشان معمولی قدمون کی نشان سے بڑا ہے۔ ان سب بڑے آدمیون کے پاؤن بھی بڑے تھے مین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان حضرت عمرؓ کی مسجد واقع یورشلیم مین اور بدھ کے پاؤن کا نشان کوہ آدم پر سیلون مین دیکھا ہے اور اونکے قدمون کے بہت بڑے ناپ کو دیکھکر مجھے تعجب ہوا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے قدم کا نشان نسبتاً اسقدر کیون چھوٹا ہے۔ قبے کے بیرونی حصے پر کسی زمانہ مین کاشی کا کام تھا لیکن اب وہ اکھڑکر نیچے گر پڑا ہے اگرچہ ابھی تک ایک صحیح وسالم کتبے کی دھاریان گنبد کے پیٹ اور روکار پر نمایان ہین۔ مسجد کے باغ سے نہر نکلکر سڑک کے بیچون بیچ صنوبر[۱] کے درختون کی ایک شاندار قطار کے پاس سے بہتی ہوئی چاپارخانہ اور

---

[۱] بیان کیا جاتا ہے کہ جن بیچون یا مخروطی پہلو ن سے یہ صنوبر اوگے ہین او نہین چار سو سال قبل ایک زائر کوہستان

ایک بڑی کاروان سراے کے درمیان گذرتی ہے۔ زیارت گاہ سے اوپر ایک پہاڑی پر جو سطح میدان سے پانچسو فیٹ بلند ہوگی۔ قدم گاہ کا گاؤن اور قلعہ ہے اور وادی کی سمت مقابل مین جو یہان پہاڑون مین پیدا ہوئی ہے ایک اسی طرح کی پہاڑی پر ایک پرانی گڑہی واقع ہے۔

نیشاپور کا میدان

قدم گاہ سے روانہ ہونے کے ایک گھنٹہ بعد ہم نیشاپور کے مشہور و معروف میدان مین پہونچے جسکی تعریف مین مورخین سابق اسقدر رطب اللسان ہوئے ہین۔ اسکے عجائبات کا اظہار کثرت کے اعتبار سے بارہ کے عدد کے اضعاف کی وساطت سے کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ یہان فیروزے۔ تانبے۔ سیسے۔ سرمہ۔ لوہے۔ نمک۔ مرمر اور سیلکھری کی بارہ بارہ کانین ہین۔ پہاڑون سے نکل کر بہنے والی بارہ ندیان ہین۔ بارہ سو گاؤن ہین اور بارہ ہزار قناتین ہین جو بارہ ہزار چشمون سے نکالی گئی ہین۔ یہ شاہانہ دولت بالکل ضائع ہوچکی ہے۔ لیکن نیشاپور کا میدان ابھی تک زرخیز و شاداب ہے اگرچہ یہ شادابی و زرخیزی ویسی نہین جس سے روایات کے صفحے معمور ہین۔ مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اقطاع کی شادابی (کم از کم موسم خزان کے آخری حصہ مین) انگلستان کے سرحاصل علاقہ کی شادابی سے کچھ بھی مناسبت رکھتی ہے۔ سواے اون درختون سے ڈھکے ہوئے چوکھونٹے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۱۔ ہالیہ سے لایا تہا۔

قطعات کے جہان گاؤن واقع ہین اورکہین سبزہ کا نشان نہین پایا جاتا لیکن یہ قطعات
ہر پانچ پانچ میل کے بعد واقع ہین اور کثیر التعداد نالیون اور پشتون سے اس بات کا پتہ
چلتا ہے کہ یہ کل علاقہ زیر آبپاشی ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ اناج یہان بیج سے دس گنا
پیدا ہوتا ہے لیکن آجکل یہان کی خاص پیداوار - چانول - افیون اور تمباکو ہین - فیریر جو
۴۵ سال قبل زیادہ اچھی فصل مین اس رستے سے گذرا اس کی زرخیزیون کا ذکر نہایت
جوش سے کرتا ہے - وہ کہتا ہے "مین نے اس سے پہلے ایران مین سبزہ کی کہین
ایسی فراوانی نہ دیکہی تھی اور جب نگاہ دور دور تک سبزہ زارون پر پڑتی تہی تو مجھے آسانی
سے سمجہہ مین آجاتا تھا کہ ایران کے فرمانروایان قدیم کو نیشاپور سے کیون ایسا خاص اُنس تھا"

شہر نیشاپور

نیشاپور (نسایا - پانسوا - مورد رحمت یزدان - مولد ڈایونیسس[۱] رب النوع - روایات
یونان - اور فردوس ایران) کی شکستہ دیوارین اور برج جن پر ایک بلند مسجد کی چہت
اور مینار چہائے ہوئے ہین - شہر مین پہونچنے سے بہت دیر پہلے ہمین نظر آنے
شروع ہو گئے تہے ایک وسیع قبرستان مین سے گزر کر جس کی کثیف قبرین اوس
غلاظت کا ثبوت دیتی تھین جو ایران مین کیا موت اور کیا حیات دونون
مین ساری ہے اور شہر کی جنوبی دیوار کا چکر کاٹ کر ہم چاپارخانہ مین جو مغربی
پہاٹک کے ٹہیک باہر واقع تہا پہونچے - شہر پناہ جو کسی زمانہ

[۱] قدیم یونانیون کے عقیدے کے مطابق شراب کا دیوتا - مترجم

مین بلند تھی اس وقت کو جان کی شہر پناہ سے بھی زیادہ ویران حالت مین تھی ہر پچاس گز کے اندر دیوار مین بڑے بڑے سوراخ تھے اور دیوار کے بعض بعض حصے تمام و کمال غائب ہو گئے تھے۔ لیکن ایک مقام پر کچھ آدمی مرمت کے کام پر لگے ہوئے تھے اور ایک برج کو از سر نو تعمیر کر رہے تھے۔ ایک کھائی مین سے گیلی مٹی کی ٹکیان کھود کر دست بدست اوپر پہونچا دی جاتی تھین جہان اونھین ایک دوسری پر جما دیا جاتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ مین بالکل نہین آسکی کہ اس ترمیم سے اب کیا فائدہ مترتب ہوگا۔ اگر غنیم چاہے تو دہاوا کرتا ہوا نیشاپور مین ایسی ہی آسانی سے داخل ہو سکتا ہے جیسی آسانی سے برامپٹن کی سڑک تک۔ اگرچہ فائدہ اوسکو ایسا کرنے سے اوسی قدر ہوگا جس قدر برامپٹن کے قبرستان پر فوجی قبضہ کر لینے سے۔

نیشاپور کی تاریخ اور شہرت

نیشاپور کا نام عرف عام مین نے یا نو اور شاپور سے مشتق ہے۔ [illegible] روایت یون ہے کہ شاپور نے از سر نو اس کو بنایا اپنے نام پر بنایا [illegible] لیکن یہ شہر شاپور سے بھی پہلے کا تھا اور اس کی بنیاد [illegible] طہمورث سے منسوب کی جاتی ہے جو فرمانروایان سلسلۂ پیشدادی کا ایک بادشاہ تھا اور نوح علیہ السلام سے چوتھی پشت مین تھا۔ اس کا صحیح ماخذ نو (آجکل کے فارسی لفظ نیک کا مرادف) اور شاپور سے ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شہر کو سکندر اعظم نے برباد کیا اور بعد مین شاپور اول یا شاپور ذوالاکتاف (ایرانی روایات انکو ہمیشہ مخلوط کر دیتی ہے) نے از سر نو تعمیر

کیا۔ شاپور ذوالاکتاف کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے اپنا ایک بہت بڑا مجسمہ تیار کراکر نصب کرایا جو مسلمانون کے حملے تک یہان قایم رہا۔ لیکن شاپور کے شہر کا موقع وہ نہین تہا جو موجودہ نیشاپور کا ہے بلکہ زیادہ تر جنوب و مشرق کی طرف تھا جہان اسکے کہنڈر ابھی تک ایک ٹیلگون گنبد والے مقبرہ کے گرد پائے جاتے ہین جو سڑک کی بائین جانب واقع ہے۔ نیشاپور جو دنیا کے ہر شہر سے یقیناً زیادہ برباد ہوا اور پھر بنایا گیا۔ عربون کے زمانہ مین از سر نو پہلا پہولا اور یکے بعد دیگرے خاندان طاہریہ اور محمود غزنوی کا جب کہ وہ حاکم خراسان تہا اور فرمانروایان خاندان سلجوقی کا پایہ تخت رہا۔

سلجوقیون کے پہلے سلطان طغرل بیگ نے اسے اپنا مستقر بنایا اور اوسکے عہد مین یہ عظمت و شان کے منتہائے عروج کو پہونچا۔ بہت سے مشہور و معروف سیاحون نے اسکی عظمت و شوکت اور شہرت و ناموری کا ذکر کیا ہے۔ دسوین صدی مین عرب سیاح الاصطخری نے اسے مربع شکل مین پایا جو چارون طرف ایک ایک فرسخ کے فاصلہ مین پہیلا ہوا تہا۔ جسکے چار پہاٹک تہے اور اطراف مین دو وسیع آبادیان تھین۔ گیارہوین صدی مین ناصر خسرو بیان کرتا ہے کہ اگر قاہرہ کا ہمسر کوئی دوسرا شہر ہے تو وہ نیشاپور ہے۔ ایک عرب نے اسکی قناتون اور اسکے باشندون کے متعلق یہ ظرافت آمیز فقرہ کہا ہے کہ "یہ شہر کیا ہی نفیس ہوتا اگر اس کی نہرین بالائے زمین ہوتین اور اسکے باشندے زیر زمین"۔ ایک اور مصنف ابو علی العلوی نے بیان کیا

ہے کہ یہ شہر فسطاط[۱] (قاہرہ قدیم) سے زیادہ بڑا - بغداد سے زیادہ آباد - بصرہ سے زیادہ منتظم اور قیروان سے زیادہ شاندار ہے - اس میں ۴۴ محلے ۵۰ بڑی بڑی سڑکیں - ایک شاندار مسجد اور ایک مشہور آفاق کتب خانہ تھا - سلطنت خراسان کے چار[۲] بادشاہی شہروں میں اس کا بھی شمار تھا -

نیشاپور کی بربادی

اب بدبختی کا دور آیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ بارہویں صدی کے بعد سے اگر نیشاپور اس غرض سے تباہ ہوا کہ از سر نو تعمیر کیا جائے تو جونہی کہ اس کی مکرر تعمیر عمل میں آئی بربادی بھی ساتھ ہی ساتھ آئی - کسی شہر نے کسی زمانہ میں ایسی سخت تباہی نہیں ظاہر کی - کوئی شہر کسی زمانہ میں ایسی سفاکانہ تباہی کا کھلونا نہیں بنایا گیا - خود قدرت نے

---

[۱] فسطاط کی بنا حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زمانہ تسخیر مصر میں ڈالی - اس شہر کے بنا ڈالے جانے کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے جسکو علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق میں اس طرح بیان کیا ہے -

"عمرو نے چند روز تک یہاں قیام کیا اور یہیں سے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ علاقہ فتح ہو چکا - اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجیں بڑھائی جائیں - وہاں سے منظوری آئی - عمرو نے کوچ کا حکم دیا -

اتفاق سے عمرو کے خیمہ میں ایک کبوتر نے گھونسلا لگا لیا تھا - خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو عمرو کی نگاہ پڑی - حکم دیا کہ اسکو یہیں رہنے دو کہ ہمارے مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے - چونکہ عربی میں خیمہ کو فسطاط کہتے ہیں اس عمرو نے اسکندریہ سے واپس آکر اسی خیمہ کے قریب شہر بسایا اس لئے خود شہر بھی فسطاط کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج یہی نام لیا جاتا ہے" الفاروق مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۹۶ - مترجم

[۲] - باقی کے شہر مرو - بلخ اور ہرات تھے -

انسان کی اوسکے انتقام کے وحشیانہ عزم مین اعانت کی کیونکہ جو کچھ فاتح کی تسخیر سے بچ رہا تھا اوسے زلزلہ نے منہدم کیا[۱]۔ بارہوین۔ تیرہوین اور چودہوین صدیون مین یہان تین بڑے زلزلے آئے۔ ان کے ہاتھون جو تباہی نیشاپور پر نازل ہوئی اوسکا آغاز ترکمانون نے کیا جنہون نے ۱۱۵۳ء مین مشہور سلطان سنجر کے عہد مین اسکو ایسا غارت کیا کہ جب یہان کے باشندے لوٹ کر آئے تو اونہین اپنے گہرون کا نشان تک نہ ملا۔ لیکن اگر "ترکمانی صولت" تازیانہ کا حکم رکھتی تھی تو "مغلی جلادت" نے نیش عقرب کا کام دیا۔ چنگیز خان کے مغلون نے اوسکے بیٹے تلوی خان کی ماتحتی مین ۱۲۲۰ء مین شہر کو شعلہ و شمشیر کے حوالہ کیا[۲] اور ایک معتبر مورخ بیان کرتا ہے کہ اونکی خوفناک

---

[۱] عرفی نے جسکے کلام مین آثار ایران کا جابجا ذکر ہے اور جس نے اس مشہور شعر کو سنکر کہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

بے اختیار ایران کی گذشتہ شان و شوکت کا عبرتناک نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے اپنے ایک مشہور نعتیہ قصیدے مین جسکا مطلع

سپیدہ دم چو زدم آستین بہ شمع شعور — شنیدم آیۂ استغفروا ز عالم نور

ہے نیشاپور کے تباہ کن زلزلون کی طرف اسطرح سے اشارہ کیا ہے۔

نعوذ باللہ اگر روز حشر طے نکند — شفاعت تو عمل نامۂ اناث و ذکور

ز شرم کثرت عصیان من برعشہ فتد — حساب گاہ قیامت چو ارض نیشاپور

[۲] اسی چنگیز گردی مین خواجہ فریدالدین عطار جنہین صوفیہ کرام کے طبقہ مین ایک ممتاز درجہ حاصل ہے اور جنکا پندنامہ زبان زد خاص و عام ہے شہید ہوئے۔ مترجم

سفاکی کی پاس اوس وقت تک نہ بجھی جب تک کہ اونہون نے سترہ لاکھ چالیس ہزار
نفوس کا خون نہ بہا لیا اور شہر کو ایسا مسمار نہ کر دیا کہ گھوڑا اوسپر ٹھوکر کھائے بغیر جاسکے۔
پچاس سال نیشاپور پھر آباد کیا گیا لیکن مصیبت اور عذاب کے جن جن مرحلون کو اس نے
اوسوقت سے طے کیا ہے اون کا ذکر کرنا موجب طوالت ہوگا۔ مغلون تاتاریون۔
ترکمانون اور افغانون نے یکے بعد دیگرے اسے اپنا شکار بنایا اور بتدریج اسے
اوس شکل مین منتقل کر دیا جسے اٹھارہوین صدی مین ایک وسیع کھنڈر سے تعبیر کیا گیا۔
۱۷۴۷ء مین نادر شاہ کی وفات پر اس شہر نے احمد شاہ ابدالی افغان کے حملہ کی مدافعت
کی لیکن چھہ مہینے کے محاصرے کے بعد اوس نے اسے مسخر کر لیا اور جو واقعات
کہ اس تسخیر کے وقت پیش آئے وہ اگر چنگیز خان کی سفاکیون کے مساوی نہ تھے
تو کم از کم اونکے یاد دلانے والے ضرور تھے۔ لیکن فاتح جس قدر کامیاب ہوا اوسی قدر
حزم و احتیاط سے بھی اوس نے کام لیا۔ جس ترک سردار عباس قلی خان نے اوس کا
مقابلہ کیا تھا اور جسکو وہ تعظیم کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا اور جسکی بہن سے اوس نے
شادی بھی کر لی تہی اوسی کو اس شہر کی حکومت احمد شاہ نے پھر دیدی۔ عباس قلی خان
اس احسان کے معاوضہ مین عمر بھر احمد شاہ ابدالی کا مطیع رہا۔ اور شہر کو آرایش و تزئین
کے لحاظ سے اپنی ہمت و مستعدی سے حالت اصلی پر لے آیا۔ اوسکے جانشین کی
زمانہ مین ۱۷۹۶ء مین نیشاپور بلا کسی جھگڑے کے قاجار غاصب آغا محمد خان کے
قبضہ مین چلا آیا اور اوسوقت سے ابتک دولت ایران کے ماتحت رہا ہے ۱۸۲۱ء

مین فریزر نے اسکی آبادی کا اندازہ ۵۰۰۰ کیا۔ کونلی نے ۱۸۳۰ء مین آبادی کی تعداد ۸۰۰۰ ہونا بیان کی۔ سر ایف۔ گولڈاسمڈ نے بھی ۱۸۷۲ء مین یہی تعداد بیان کی۔ سب سے بعد کا اندازہ دس ہزار کا ہے اور یہ تعداد اوس ترقی کے لحاظ سے جسکی ایک طویل امن کے زمانہ مین امید کی جاسکتی ہے کچھ زیادہ نہین۔

مقبرہ عمر خیام

سے انگریزی ناظرین شاید نیشاپور کو صرف اس تقریب سے پہچانتے ہونگے کہ یہ ایران کے اوس ہیئت دان شاعر عمر خیام کا دار القرار ہے جس کا نام اور جس کا کلام موجودہ نسل کو فٹز جیرالڈ کے بے نظیر ترجمہ اور اس سے کمتر درجہ کے بہت سے شعراء کے مطابق اصل و تصرف آمیز تراجم کے ذریعہ سے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اصحاب ثانی الذکر مین سے کسی ایک کی تصنیف کے دیباچہ مین میں نے ایک درخواست لکھی ہوئی دیکھی تھی کہ "کاش کوئی شخص میری اس کتاب کو نیشاپور مین لے جاکر عمر خیام کے مقبرہ پر نذر چڑھاوے" اگر میرے پاس یہ کتاب موجود ہوتی تو یقیناً مین نے راقم کی درخواست کی تعمیل کی ہوتی اور جس وقت مین نے اپنا غیر ضروری سامان علیحدہ کیا تھا اوسی وقت شاعر کی قبر پر اس کتاب کو بھی نذر چڑھا دیتا۔ اگرچہ مجھے خوف ہے کہ اگر عمر خیام کی قبر کی تباہ حالت کو اوسکے انگریزی معترفین دیکھتے تو اونہین سخت صدمہ پہونچتا۔ یہ قبر ایک ویران سے باغ مین ہے جس مین کبھی پھولون کی کیاریان اور پانی کی نہرین تھین مگر اب سواے خس و خاشاک کے اور کچھ نہین

رہا۔ قبر پر کوئی کتبہ نہین ہے جس سے شاعر کے نام یا شہرت کا پتہ چل سکے۔ اور مقام افسوس ہے کہ آجکل کے ایرانی عمر خیام کی مشت خاک کی طرف سے ویسے ہی بے پرواہین جیسے انیسوین صدی کے اہل لندن میتھیو پیرس[۵۱] یا ولیم آف مامس بری[۵۲] کی خاک کی طرف سے۔

سڑکین

[stain] پورمین قصبہ طبران کے سلسلہ تار برقی کا ایک دفتر تار ہے جس مین ایرانی عملہ مامور ہے مزید بران علاوہ ان دونون سڑکون کے جو مشہد سے آتی ہین یہ اور کئی قابل ذکر سڑکون کا مقام اتصال ہے۔ جانب جنوب ایک سڑک ترشیز سے آتی ہے اور جانب شمال ایک پگڈنڈی معادن[۵۳] سے ہوتی ہوئی جہان فیروزے کی کانین

---

۵۱ میتھیو پیرس ازمنہ وسطی کا ایک مشہور مورخ ہے جو ۱۱۹۵ء مین پیدا ہوا۔ اوس کی سب سے بڑی کتاب "ہسٹوریا میجر" (تاریخ کبیر) ہے جس مین اوسنے ابتدائے آفرینش سے اپنی وفات کے زمانہ تک جو ۱۲۵۹ء مین وقوع مین آئی۔ دنیا کے واقعات قلمبند کئے ہین۔ مترجم

۵۲۔ یہ ایک انگریزی مورخ ہے جو سامرسٹشائر واقع انگلستان مین ۱۰۹۵ء پیدا ہوا۔ اوس نے آکسفورڈ مین تعلیم پائی اور عبائے رہبانیت پہن کر مامسبری کے کلیسا کے کتب خانہ کا خازن ہوگیا اور اسی لحاظ سے اوسکو مامسبری سے انتساب ہے۔ اوس کی خاص تصنیف انگلستان کی ایک تاریخ ہے جس مین ولیم فاتح کے حملے سے لیکر ۱۱۴۲ء تک کے حالات درج ہین اوس کا سنہ وفات بھی ۱۱۴۳ء ہے۔ مترجم

۵۳ کرنیل ویلنٹائن بیکر نے اس رستہ کا ذکر ۱۸۷۶ء مین اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحات ۱۶۶ سے الی ۱۷۱ پر کیا ہے۔

ہین کوچان کو جاتی ہے اور مغرب کی طرف وہ قدیم فراموش شدہ بحیرہ اخضر کی طرف جانیوالی تجارتی راہ واقع ہے جسکی نسبت یہ باور کیا جاتا ہے کہ ازمنہ وسطی ہین چین ہندوستان اور براعظم یوروپ کو جو بڑے خشکی کے رستہ کی زنجیر باہم ملاتی تھی اوس کا یہ ایک حلقہ تھی - یہ راہ نیشاپور سے غربی شہر اصفرائن کو اسی نام کے میدان ہین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے اور پھر مغربی سمت اختیار کرکے پہاڑون کو اوس درہ کی طرف سے جو دہانہ گرگان کے نام سے مشہور ہے - اور جس ہین دریائے گرگان بہتا ہے طے کرتی ہوئی اوس میدان ہین جانکلتی ہے جو ڈہلتا ہوا بحیرہ اخضر کی طرف چلا گیا ہے - اس راہ کی منزلین اسیڈورساکن چیرکس اور الاصطخری نے اپنے سفرنامون ہین بیان کی ہین اور شاہ عباس اعظم نے جو کاروان سرائین اس پر بنائی تہین وہ ابھی تک کہڑی ہین اگرچہ اب اون کے کہنڈر رہ گئے ہین -

فیروزے کی کانین

نیشاپور سے شمالی و مغربی سمت مین قریباً چھتیس میل کے فاصلہ پر متذکرہ بالا سڑکون مین سے پہلی پر وہ مشہور و معروف فیروزے کی معادن واقع ہین جو نیشاپور کے قریب ہونے کے باعث ہمیشہ سے نیشاپور کی کانین کہلائی ہین - اگرچہ فیروزے ایران مین اور جگہہ بھی ہوتے ہین[۵] - اور بعض اوقات یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دوسرے

[۵] ایران مین فیروزے کی دوسری کانین جن کا ذکر مین نے سنا ہے یا جن کے حالات مین نے پڑہے سے ذیل ہین :- (۱) ترشیز کے قریب جنہین گورنمنٹ نے ۱۸۸۹ء مین ۲۰ تومان سالانہ کے ٹہیکہ پر دیدیا مگر ان بن کام نہین

ملکون مین بھی یہ پتھر پیدا ہوتا ہے لیکن تمام علمی مطالب کے لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا مین بھی صرف ایسی کانین ہین جو کان کنی کے مصارف کی ایک بڑی معیار پر تلافی کرتی ہین اور ہزار فیروزون مین سے جو بازار مین بکنے کیلئے آتے ہین ۹۹۹ کا مخزن ہوتی ہین۔ یہ کانین جن کی تعداد کثیر یہان موجود ہے جن مین کھدائی کا کام جاری ہے یا جو بند ہو گئی ہین ایک ضلع مین جسکا رقبہ چالیس مربع میل ہوگا واقع ہین۔ یہ ضلع معدنی پیداوار کے لحاظ سے نہایت زرخیز ہے۔ یہان ایک نمک کی کان موجود ہے جس مین سے اس وقت نمک نکلتا ہے۔ ایک سیسے کی کان ہے لیکن اس مین سے اب سیسا نکالا نہین جاتا۔ اس کے علاوہ اس نواح مین بھربھرا پتھر بھی نکلتا ہے۔ فیروزے پہاڑیون کے ایک سلسلے مین پیدا ہوتے ہین جسکے اجزائے ترکیبی سنگ سماق۔ سنگ سبز چونے کے پتھر اور بھربھرے پتھر ہین۔ یہ سلسلہ سطح سمندر سے کبھی ۵۰۰ سے زیادہ یا ۴۸۰۰ فیٹ سے کم بلند نہین رہا۔ فیروزون کے نکالنے کے دو طریقے ہین۔ یا تو کانون کو چٹانون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۱۔ ہوتا۔ ان کا ذکر بیلیو نے کیا ہے (۲) طبس کے قریب۔ جن کا ذکر سنگگریگر اور ہربرٹ نے کیا ہے (۳) کرمان کے قریب جن کا ذکر مارکوپولو۔ لیفنگلے اور ہربرٹ نے کیا ہے (۴) تفت واقع ضلع یزد مین جن کا حال خانیکاف۔ نیپیر اور ہربرٹ نے بیان کیا ہے (۵) قلعہ زری مین جو برجند اور نہ کے درمیان بصیران کے قریب واقع ہے۔ ان کانون کا حال خانیکاف نے بیان کیا ہے۔ کرمان کے ضلع مین متعدد کانین پائی جاتی ہین (۱) پزیر کی کانین جو گود احمر مین ہین (ب) مشیز کے قریب (ج) شہر بابک کے قریب۔ لیکن ان تمام کانون سے جو پتھر نکلتے ہین اون کی رنگت نہایت زردی مائل ہوتی ہے اور وہ زیادہ قیمتی نہین ہوتے۔

کے اندر غلام گردشون کی شکل مین تیار کی گئی ہین کہودنے یا بارود سے اڑانے سی
اور یا پرانی کانون کے ملبے یا اوس مٹی کو ڈہونڈنے سے جسے ندیان پہاڑیون کی
پہلو سے میدان مین بہالاتی ہین۔ بہترین فیروزے اب بالعموم ثانی الذکر طریقہ سے
حاصل ہوتے ہین۔ کان کنی اور فیروزہ تراشی وغیرہ مین پندرہ سو آدمی مصروف ہین جو
معدن بالا اور معدن پائین کے دو بڑے گاؤن اور اسی نواح کے چند چہوٹے چہوٹے
موضعون مین رہتے ہین۔

کان کنی کی تاریخ

باور کیا جاتا ہے کہ زمانہ سابق مین بعہد فرمان روایان خاندان صفویہ جبکہ ایران
تمول اور شہرت کے نصف النہار پر پہونچا ان کانون پر خود سلطنت کی طرف سے کام
ہوتا تہا۔ اٹہاروین صدی کی بدعملی اور شورش وفساد کے زمانہ مین ان کانون کی
طرف یا تو بالکل التفات نہین کیگئی اور یا انہین بالکل گاؤن والون پر چہوڑ دیا گیا جنہون نے
جو کچہہ ممکن تہا ان مین سے نکالا۔ جب امن وامان قایم ہوا تو گورنمنٹ نے پہر ان پر قبضہ
کر لیا اور اس صدی (انیسوین صدی) مین برابر یہ سب سے زیادہ بولی بولنے والے کو
ٹہیکہ پر دی جاتی رہی ہین۔ لیکن کان کنی کا کوئی معینہ اور منضبط طریقہ پہلی موجود نہ تہا۔ جو شخص
جسطرح چاہتا تہا کہودتا تہا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سی پرانی کانون کی چہتین اور دیوارین
گر پڑین اور نہایت قیمتی پیداوار کا مخزن بالکل مسدود ہوگیا۔ اس کے علاوہ خود سائنس
کی ترقی نے کان کنی کے کام کو زیادہ بے اصول کر دیا کیونکہ جہان پہلے کدال سے

احتیاط کے ساتھ کام لیا جاتا اب وہان غیر مقرر طور پر بارود کا استعمال کیا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے پتھر نکالتے وقت چکنا چور ہو جانے لگے۔

آمدنی

تولی کا بیان ہے کہ جب حسن علی مرزا حاکم خراسان تھا تو فیروزے کی کانون کا سالانہ محصول ایکہزار تومان اور پتھر کے نمک کی کانون کا تین سو تومان لیا جاتا تھا۔ فریزر کے زمانہ مین (۱۸۲۱ء) دو ہزار خراسانی تومان یا دو ہزار سات سو پاؤنڈ کل کانون کے لئے اور تیرہ سو تومان سب سے بڑی کان کے لئے طلب کئے گئے۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ ۱۸۶۲ء مین محصول صرف ایکہزار تومان یعنی چار سو پاؤنڈ تھا۔ دس سال بعد جماعت ملحوظ تصفیہ سرحد کے اراکین کو معلوم ہوا کہ کل کانون کا محصول آٹھ ہزار تومان یا تین ہزار دو سو پاؤنڈ تھا۔ گو کہ ۱۸۷۶ء مین کپتان نیپیر نے محصول کی مقدار چھ ہزار تومان یا دو ہزار چار سو پاؤنڈ ہونا بیان کی۔ ۱۸۸۲ء تک محصول کی مقدار آٹھ ہزار تومان رہی لیکن اس زمانہ مین شاہ نے دانشمندی و دوربینی کی راہ سے یہ خیال کیا کہ اس سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے چنانچہ اس سال اُسنے پندرہ سال کی مدت کے لئے مخبر الدولہ وزیر صیغہ تعلیمات و تاربرقی و معاون کو یہ کانین اس شرح سے پٹہ پر دے دین کہ سال اوّل وہ نو ہزار تومان ادا کرے اور اسکے بعد ہر سال اٹھارہ ہزار تومان[1]۔ وزیر موصوف نے چند مالدار لوگون کو اپنا شریک

---

[1] بنجمین اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشنس" (ایران اور اہل ایران) کے صفحہ ۴۰ پر اپنی معمولی غلط بیانی سے یہ تعداد اسّی ہزار ڈالر یعنی سولہ ہزار پاؤنڈ ہونا بیان کرتا ہے۔

بنا لیا اور طباع و دیانتا جنرل شنڈلر کو جس کی خدمات سے ہر ایک مجوزہ (کاش مین لفظ مجوزہ کے بجائے مکمل استعمال کر سکتا) اصلاح کے کام مین استفادہ کیا جاتا تھا ایک سال تک خدمت نظامت پر مامور رہا[۱]۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس شرکا کو اپنا طریقہ کان کنی غیر نافع ثابت ہوا کیونکہ جب مین یہان آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجلس مسطورہ نے کانین ملک التجار مشہد کو (یہ وہی باہمت شخص ہے جس نے کوچان کی سڑک کی تیاری کا ذمہ لیا تھا) دس ہزار تومان یا دو ہزار آٹھ سو پچاس پونڈ سالانہ کے تشکی ٹھیکہ پر دے دین۔ اور اُس قدیم طریقہ کے بموجب جس پر ہر اجارہ دار اپنی باری مین کاربند ہوتا ہے ملک التجار نے بھی گاؤن والون کو اپنا تشکی حصہ دار بنا لیا۔ اوس کا ان اسامیون مین سے بعض کے ساتھ ابھی ابھی اسبات پر جھگڑا ہو چکا تھا کہ جو پتھر اونہین سے ملے اون مین سے بعض کلانی و عمدگی کے لحاظ سے متعدد پتھرون سے زیادہ بیش قیمت تھے۔ چنانچہ اوس نے پتھر ضبط کرکے اون کا اجارہ منسوخ کر دیا۔ سال گذشتہ (۱۸۹۰ع) مین کل فیروزون کی قیمت جو

---

[۱] ان کانون کا سب سے بہتر حال اوس کی مرتبہ رپورٹ مین مندرج ہے جو "ڈپلومیٹک اینڈ کانسیولر رپورٹس" (سیاسی و سفارتی رپورٹین) کے حصہ دوم مطبوعہ ۱۸۸۳ع مین شایع کیگئی۔ جن اور سیاحون نے معاون فیروزہ کو جاکر دیکھا ہے اور اونکے حالات بیان کئے ہین وہ حسب ذیل ہین:- جے۔ بی فریزر (۱۸۲۲ع) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب شانزدہم۔ وغیرہ۔ "ٹریولس ساؤتھ آف دی کیسپین" (حالات سیاحت جانب جنوب بحیرہ اخضر) صفحات ۳۴۴- الی- ۳۴۶ + ایلیکس چوڈزکو (۱۸۳۶ع) "ریویو انت" (سیر مشرق) بزبان فرانسوی + این ڈی خانیکاف (۱۸۵۸ع) "میمائر اینسیٹرا" (سرگذشت وغیرہ)۔ صفحات ۹۰- الی- ۹۳ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ع) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۶۶- الی- ۱۷۱-

کانون سے نکلے اسی ہزار تومان یعنی بائیس ہزار آٹھ سو پچاس پاؤنڈ سے کم نہ تھی۔

فیروزون کی خریداری

فرض کر لینا غلطی مین داخل ہوگا کہ مشہد یا نیشاپور مین بلکہ کان کے منہ پر بھی جا کر سیاح کو نادر پتھر معقول قیمت مین مل سکتے ہین۔ ستر سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ فریزر نے یہ کوشش کی تھی لیکن اوسے جل دینے کی جو بے ڈھب کوششین کی گئین اون کی وجہ سے اوسے اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔ اِسکے بعد جو سیاح یہان آئے اون سب کو یہی تجربہ ہوا۔ بہترین پتھر دن کو کمیشن ایجنٹ کان سے نکلتے ہی خرید لیتے ہین اور یا تو یوروپ روانہ کر دیتے ہین اور یا امراے ایران کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہین۔ باوجود تلاش و تفحص کے مجھے نہ تو مشہد مین اور نہ طہران مین ایک بھی اچھا فیروزہ دستیاب ہوا۔ مین اپنے تجربہ کے اظہار کے لئے بعینہٖ ٹیورنیر کے الفاظ کا اعادہ کر سکتا ہون جو اوس نے دو سو سال پہلے استعمال کئے تھے۔

"سابق مین مشہد کے جوہری ایران کی پرانی کانون کے کچھ فیروزے لاتے تھے لیکن گذشتہ پندرہ سال کے عرصے سے کوئی فیروزہ اس طرح کا دستیاب نہین ہوا۔ جب مین پچھلی دفعہ وہان تھا تو صرف تین فیروزے دیکھنے مین آئے جو اچھے تھے۔ نئی کانون کے فیروزے بالکل نکمے ہوتے ہین اون کا رنگ برقرار نہین رہتا بلکہ کچھ مدت مین ہرا زردی مائل ہو کر پھیکا پڑ جاتا ہے"۔

فریب دہی

فیروزون کے خریدار کو چاہیئے کہ مشرق کے جوہری کی عیاری سے جو ضرب المثل ہے اپنے آپکو بچائے ایک سچے فیروزے کا جو گہرا نیلا رنگ ہونا چاہیئے اوسکو مصنوعی طور سے بیچنے کے وقت تک قایم رکہنے کا ایک طریقہ ہے جسے یہ لوگ استعمال کرتے ہین۔ فیروزے مٹی کے گیلے برتنون یا کسی اور طرح سے نمی مین اوس وقت تک رکھے رہتے ہین جب تک کہ وہ بایع کے ہاتھ مین چلے نہ جائین۔ اس ترکیب سے اون کا رنگ آسمانی رہتا ہے۔ خریدار دام چکا کر فیروزہ لیے ہوئے گہر چلا جاتا ہے لیکن مایوسی کے ساتہہ دیکہتا ہے کہ پتھر کا رنگ روز بروز پھیکا پڑ جاتا ہے یہان تک کہ کچھ مدت کے بعد پیلا سبزی مایل ہوجاتا ہے۔ معمولی قسم کے پتھر ایران مین خصوصًا اور مشرق مین عمومًا گھوڑے کے ساز و یراق۔ پیش قبض کے دستون اور میانون کے مرصع کرنے کے لئے استعمال مین لائے جاتے ہین لیکن ان چپٹے سنگریزون کے بھی عمدہ نمونے مجھے دستیاب نہین ہو سکے۔ سب سے زیادہ معمولی قسم کے پتھر تعویذون اور نگینون کے کام آتے ہین۔ ان پر عربی آیات کندہ کردی جاتی ہین تاکہ اون کی رنگین اور نقص چھپ جائین۔ اس قسم کے تعویذ اور نگینے مشہد مین زایرون کے ہاتھ کثرت سے بیچے جاتے ہین۔

زعفرانی

اس جملہ معترضہ کے بعد مین پھر اپنے حالات سفر کا سلسلہ شروع کرتا ہون۔ نیشاپور۔

کہ میدان کو میدان سبزوار سے جو بقدر ایک ہزار فیٹ کے زیادہ نشیب مین واقع ہے۔ زشت و بدنما پہاڑیون کا ایک جہکتا اور اُوٹھتا ہوا سلسلہ جسپر سے سڑک گزرتی ہے جدا کرتا ہے۔ نیشاپور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر زمین آباد کی بڑی کاروانسرائے آتی ہے۔ اسکے بعد ایک پست دہانہ مین سے گزر کر مسافر پہاڑیون مین داخل ہوتا ہی اور کچھہ دور جا کر شور آب کا چھوٹا سا گاؤن جہان چاپار خانہ بھی ہے ایک وادی مین نظر آتا ہے جب دوسری منزل آئی تو مجھے چاپار کے متعلق وہ تجربہ پیش آیا جس سے زیادہ تکلیف دہ تجربہ کا ایران کے تمام سفر مین مجھے اتفاق نہین ہوا۔ جس کم بخت جانور پر مین سوار تھا اوس سے ایسی گھناؤنی بو آتی تھی کہ بمشکل تمام مین اوس کی پیٹھہ پر بیٹھہ سکا اور وہ خود درد اور کرب کے مارے اس طرح سے کراہتا تھا کہ معلوم ہوتا تہا کہ اوس پر عذاب الیم نازل ہو رہا ہے۔ جب اوس پر سے زین اوتاری گئی تو معلوم ہوا کہ اوس کی پیٹھہ پر ایک بہت بڑا گھاؤ تھا۔ اس پر مین نے غلام سے گھوڑا بدلا۔ مگر مجھے معلوم ہوا کہ اوس کے عراقی کی بھی وہی حالت ہو رہی ہے۔ اٹھارہ میل تک برابر ان مصیبت کے مارے ہڈیون کے ڈھانچون پر سوار ہو لے پر مجبور رہو نا راکب اور مرکب دونون کے لئے سوہان روح تھا۔ کئی میل تک ہموار میدان کا ایک قطعہ طے کرنے کے بعد ہم مقام زعفرانی مین پہونچے۔ یہان ایک زمانہ مین ایک عالی شان کاروانسرائے تھی جسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا تہا کہ اس سے بڑی کاروانسرائے ایران مین اور کوئی نہین۔ ایرانی جو ہر ایک شے کی تاویل مین حتی الامکان شاعرانہ نازک خیالی کو ملحوظ رکہتی

ہین بیان کرتے ہین کہ زعفرانی کی وجہ تسمیہ یہ روایت ہے کہ ایک دولتمند سوداگر نے اس عمارت کے تیار کرتے وقت اینٹون مین کچھ زعفران ملادی جو اوسنے امداداً ایک غریب شخص سے خریدی تہی جو یہ زعفران معاً کرامت سے سونے کی خاک ہوگئی اور اسکے بعد ہمیشہ اینٹون مین چمکتی رہی۔[لہ] اس عمارت کو جس مین ایک زمانہ مین حامون دکانون اور باغون کے علاوہ سترہ سو حجرے ہونے بیان کیے جاتے ہین لیکن جواب سب کے سب معدوم ہوگئے ہین۔ بعض سیاح شاہ عباس سے منسوب کرتے ہین۔ لیکن خانیکاف کی یہ رائے نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ طرز عمارت اور کتبون سے جو کوفی خط مین ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کاروان سرائے عربون کے زمانے مین تعمیر کیگئی اور قیاساً اس کا زمانہ تعمیر ملک شاہ سلجوقی کے عہد کو قرار دیتا ہے۔ اسکے منہدمہ آثار پر اوس خیر خواہ خلائق صدر اعظم نے جسکا حال اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ زمانہ حال کی وضع کی ایک خوشنما کاروانسرا تعمیر کی۔ زعفرانی سے آگے چلکر شمالی پہاڑون سے کچھ فاصلہ پر سڑک سبزوار کے میدان مین داخل ہوتی ہے۔ اور اس کو قطع کرتی ہوئی کچھ دور جاکر شہر سبزوار مین پہونچتی ہے

سبزوار

سبزوار ایک شاداب و سیر حاصل ضلع کا صدر مقام ہے جہان ۱۸۷۱ء مین سخت قحط پڑا تہا اور یہ ضلع پہر اب کچھ پنپنے لگا ہے۔ ۱۸۷۱ء سے پہلے سبزوار کی آبادی کا

[لہ] ۔اس روایت کو فریزر۔ فیریر اور ایسٹوک نے علی الترتیب اپنی اپنی تصانیف کے صفحات ۳۸۵ و ۳۸۶ اور صفحات ۱۰۲ و ۱۰۳ اور جلد دوم صفحہ ۱۸۰ پر مختلف طور سے بیان کیا ہے۔

کا تخمینہ تیس ہزار لگایا جاتا تھا مگر قحط کی وجہ سے فوراً ہی کم ہو کر دس ہزار سے بھی گھٹ گئی لیکن اب پھر اٹھارہ ہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ شہر کے گرد حسب معمول کچی اینٹون کی ایک فصیل کھنچی ہوئی ہے اور شمال کی طرف ایک ٹیلے پر اس مین ایک ارک واقع ہے سبزوار کی روایتی بنا مشرق کے اور شہرون کی طرح عہد سلف کے بعید ترین طبقون سے تعلق رکھتی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے اس کا آغاز زیادہ موزون طور پر فرمانروایان سلسلہ سلجوقیہ کے زمانہ سے منسوب کیا جاسکتا ہے جسکے طرز عمارت کا سراغ اس کے بعض باقیات مین ملتا ہے۔ اپنے اکثر ہمسایون کی طرح سبزوار بھی کئی دفعہ برباد ہوا۔ چنانچہ محمد شاہ خوارزمی نے جو دقیقہ اسکی تباہی مین اٹھا رکھا تھا اوسے تیمور نے ۱۳۸۰ء مین پورا کیا۔ جو خوشحالی اسنے بعد مین از سر نو حاصل کی اوسے افغان حملہ آورون نے اٹھارھوین صدی مین اپنی حقیقی قومی خصوصیت کے اقتضا سے ملیا میٹ کر دیا۔ موجودہ شہر کی عمر سو سال سے زیادہ نہین کیونکہ علی یار خان مزینانی خراسان کے ایک طاغی حاکم نے بعہد فتح علی شاہ اسے نئے سرے سے تعمیر کیا۔ کچھ عرصہ سے سبزوار مین تجارت کو ترقی ہو گئی ہے کیونکہ یہان روئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ اون کی برآمد کی یہ ایک بہت بڑی منڈی ہے۔ شہر مین ارمنی سوداگرون کا ایک کارخانہ ہے جنکے تجارتی تعلقات روس کے ساتھ براہ استرآباد و گز[1] ہین۔ یہ سوداگر روئی اور اون روس کو بھیجتے ہین اور

[1] اس رستہ کے بجائے اب خراسان مین داخل ہونے کا وہ جدید رستہ اختیار کیا جاتا ہے جو عاشق آباد سے کوچان جاتا ہے۔ یہ نیا رستہ جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون سبزوار سے آسانی کے ساتھ بدل سکتا ہے۔

×

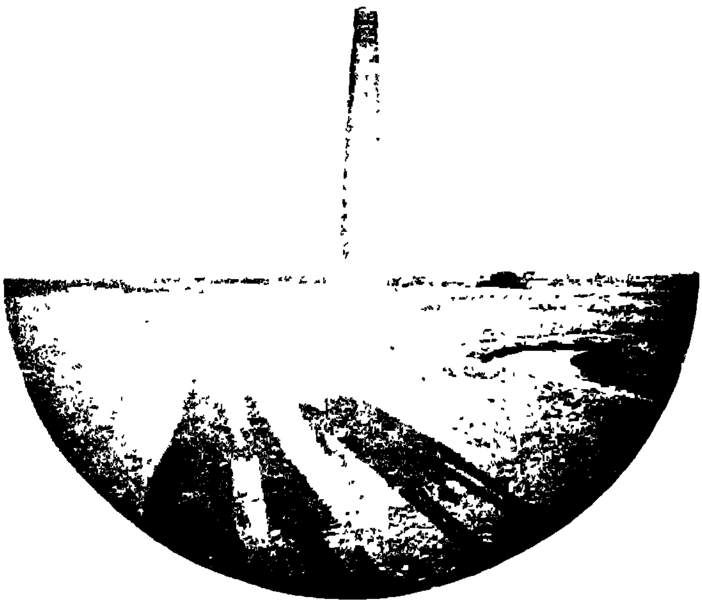
نکر اور چھینٹ کا کپڑا وہان سے منگواتے ہین۔ سبزوار مین ایک موٹا سوتی کپڑا تیار ہوتا ہے اور تانبے کی بدوضع دیگچیان بھی یہان بنتی ہین۔ یہ تانبا تین کانون سے جو اس نواح مین ہین اور جو شمالی ایران مین پیداوار کے لحاظ سے سب مین زیادہ مشہور ہین نکلتا ہی لیکن یہ توقع نہین کی جا سکتی کہ "پرشین مائننگ رائیٹس کارپوریشن" (کمپنی محافظ حقوق معدنیات ایران) ان کی پوری طرح سے چھان بین کرے گی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ شمالی ایران کے جن جن مقامات مین بابیون کی کثرت ہے اون مین سے سبزوار بھی ہے

مینار خسروگرد

ایک اجنبی کے لئے سبزوار مین اگر کوئی دلچسپ شے ہے (بہ شرطیکہ اس غلطی کو جائز رکھا جائے) تو وہ شہر کے باہر واقع ہے۔ یہ ایک تن تنہا مینار ہے جسے ایرانی روایتاً خسروگرد[۵۱] کہتے ہین اور جو موجودہ شہر کی فصیل کے دوسری طرف مغرب کی سمت مین

۵۱ مقام تعجب ہے کہ کرنل ویلنٹائن جیسے باریک بین اور دقیقہ سنج سیاح نے اس مینار کا ذکر کرتے وقت اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۶۶ پر لکھا ہے کہ "یہ عجیب شکل کا مینارہ جو پکی اینٹون کا بنا ہوا ہے خسرو کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے" خسرو سے اس مینار کو منسوب کرنا اوسی درجہ قرین عقل ہے۔ جس درجہ ایڈورڈ دی کنفیسر (شاہ انگلستان) یا کنفیوشیس سے۔ اوڈولزون بھی اس بلند مینار سے کو ایرانی فن عمارت مین جس کی رو سے اذان دینے کے لئے عموماً مینار پر ایک غلام گردش بنادی جاتی ہو ایک غیر معمولی وضع سے تعبیر کرتا ہو لیکن اوسے یہ خیال نہین رہا کہ جس زمانہ مین یہ مینار بنایا گیا وہ سنیون کا دور تھا نہ کہ شیعون کا۔ خسروگرد ضلع بیہق کا جو موجودہ سبزوار کا دوسرا نام تھا خاص مقام تھا۔

چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے مگر بلا شبہ اوس قدیم شہر کی حدود کے اندر تھا جسے محمد شاہ
خوارزمی نے برباد کیا۔ یہ بات مشکل سے سمجھ مین آتی ہے کہ کسی کو بھی اس مینار کی حقیقت
کے متعلق جس مین عربی فن عمارت کی ہر ایک شان پائی جاتی ہے محض اسوجہ سے تذبذب
واقع ہوا ہو کہ جو مسجد کسی زمانہ مین اسکے ساتھ موجود تھی وہ جاتی رہی ہے۔ علی الصباح اسکے
دیکھنے کیلئے مین جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تو مین نے دیکھا کہ جاڑے کی آمد آمد مین
شمال اور جنوب کی طرف پہاڑون کی چوٹیان برف سے جو تازہ ہی گری تھی سفید ہو رہی تھین
آفتاب نے طلوع ہو کر اپنی شعاعین جب اُن کی جگمگاتی ٹوپیون پر ڈالین۔ تو وہ نورانی
نظر آنے لگین اور اون کے دامن ہائے زیرین کی اودی اودی اور ارغوانی سنجاف عجب
بہار دکھانے لگی۔ اوڈولوون نے تعظیم کے خیال کو بالائے طاق رکھکر اس مینار کو دور
سے کسی کارخانے کے دودکش سے تشبیہ دی ہے۔ اس مین شک نہین کہ یہ تشبیہ
کسی حدتک صحیح ہے لیکن جب ہم اس مینار کے پاس پہونچتے ہین تو یہ وہم رفع ہو جاتا ہے
اس وقت ہمکو نظر آتا ہے کہ یہ ایک اونچی لاٹھ ہے جو ایک سو فیٹ بلند ہو گی۔ اور
جس کی اینٹون کی چنائی اسطرح ہوئی ہے کہ بیرونی سطح پر آرایش کا کام نظر آتا ہے یہ لاٹھ
گاؤدم ہوتی ہوئی اوپر کو چلی گئی ہے۔ اور جابجا کوفی کی ابھری ہوئی نوشتون کی دھاریان اس پر
ثبت ہین۔ چوٹی ٹوٹی ہوئی ہے اور اسلئے لاٹھ ناتمام معلوم ہوتی ہے۔ یہ لاٹھ ایک
چھوٹے آٹھ کونی تہ دار بنی ہوئی کرسی پر کھڑی ہے جو چھ فیٹ نظر آتی ہے اور ایک اور چبوترہ
پر جو قریب آٹھ فیٹ کے بلند ہے قائم ہے۔ اس چبوترہ کے گوشون پر دروازے



مینا خسروگرد

بنے ہوئے ہین اور اسکے گردا گرد چھوٹے چھوٹے ستون اور ایک پست سی کچی مٹی کی دیوار کھینچی ہوئی ہے - فریزر ۱۸۲۲ء مین اس لاٹھ پر ایک چکردار زینے سے جو اسکی اندر ہے اوپر چڑھا تھا اور دو نوون نے بھی ۱۸۶۰ء مین اوس کی تقلید کی - یہ زینہ اب منہدم ہو گیا ہے -

اس مینار کی تاریخ

سیاح کو فی خطرہ رہ سکتا ہوگا اوسے زمانہ قدیم کی اس دلچسپ یادگار کی تاریخ کے متعلق کبھی بھی شبہ وارد نہ ہوا ہوگا کیونکہ جو کتبہ مینار پر ثبت ہے اوس مین لکھا ہی کہ ۵۰۵ھ (مطابق ۱۱۱۱ء) مین یہ مینار ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے سلطان محمد کے عہد مین جب کہ سلطان سنجر فرمانروا ے خراسان تھا تعمیر کیا گیا - افغانون نے جب ۱۷۲۲ء مین حملہ کیا تو اس مینار کو سخت صدمہ پہونچا مگر بعد مین نادر شاہ نے اسے درست کر دیا اور اب یہ اوس شہر اور اوس عظمت وشان کی ایک ہی یادگار رہ گیا ہے جو دنیا کے صفحے سے مٹ چکی ہے -

مہر اور مزینان

سبزوار کے قریب زمین زراعت سے سرسبز تھی - علی الخصوص گیہون کے کھیت کثرت سے کھڑے تھے لیکن ایک گھنٹہ سے بھی کم کی مسافت ہم نے طے کی ہوگی کہ کھیتیان نظر آنی موقوف ہو گئین - ہمارے سامنے اور دہنے بائین ایک ویران کنکریلا میدان پھیلا ہوا تھا جسکے وسط مین کچھ فاصلہ پر ایک پہاڑ جسکی دو مخروطی چوٹیان تھین کھڑا تھا اور

جب ہم اسکے پاس پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ اسکی ریڑہ کچھ دور تک پہیلی ہوئی چلی گئی ہی
اس پہاڑ کو اپنی بائین طرف چہوڑ کر ہم اوس برف پوش سلسلہ کوہ کے قاعدہ کی طرف بڑہی
جو شمال کی طرف واقع ہے اور پانچ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم موضع مہر مین پہونچے۔ یہ
پہلی آبادی تھی جو ئیس میل کے بعد ہمارے دیکھنے مین آئی۔ چاپار خانہ گاؤن کے عین وسط
مین واقع ہے اور گاؤن کی سب سے بڑی گلی کے بیچون بیچ ایک تیز اور گدلی نہر بہتی ہے
مہر اور مزینان کے درمیان مین نے پہلی مرتبہ ایک کویر یعنی دشت نمک دیکھا یہ وہ عجیب وغریب
اور وحشت انگیز صحرا ہین جو بعض دفعہ سخت میدان اور بعض دفعہ فریبندہ ولدل کا حکم رکھتے
ہین اور وسط ایران کے اکثر حصئہ مین پہیلے ہوئے ہین۔ آگے چل کر مین ان کا ذکر خاص طور
سے کرون گا۔ ریت کے سفید قطعے لون کی ایک پتلی تہ کے نیچے چمکتے ہوئے نظر
آتے تھے اور کچھ دور سے معلوم ہوتا تہا کہ گویا ادھتلے ڈابر ہین۔ مزینان کسی زمانہ مین بہت
بڑی آبادی تھی اور مستحکم گاؤن اور شہرون کے ایک مجموعہ کا مرکز تھی مگر ۱۸۳۱ء مین ایک
طاغی سردار کی سرکشی کا خمیازہ اسکو بہگتنا پڑا اور عباس مرزا نے اسے برباد کر ڈالا۔ اب
اس مقام کی حالت نہایت ہی تباہ ہے۔ جو مکانات یہان موجود ہین وہ بوسیدہ یا ویران
ہین۔ گاؤن کے حوالی مین گزشتہ زمانہ کی ایک یادگار ایک کاروان سرائے کی شکل مین
جسے شاہ عباس نے تعمیر کیا تھا موجود ہے۔ ایک اور دلکشا عمارت بھی یہان موجود ہے
جو ہارون الرشید کے بیٹے اور حضرت امام رضاؑ کے قاتل مامون کی بنائی ہوئی ہے
لیکن اب اجڑ چلی ہے چارون طرف دوسرے قصبات یا دیہات کے آثار نظر آتے



برف خانه واقع مزینان

ہین جو سب کے سب ویران ہین۔ جب مین ایک یخ بار صبح کے پانچ بجے مزینان سے گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا تو دونون بڑی کاروانسرا ؤن مین زایرون کے قافلے کوچ کی تیاریان کر رہے تھے اور گاہ بیگاہ کسی رفیع الصوت سپاہی یا حاجی کے اللہ اکبر کی ضرب لگانے کی آواز کانون مین پڑتی تھی جسکے جواب مین زایرون کی کل جماعت صدائے بازگشت کی طرح وہی ضرب لگاتی تھی جسکی آواز سرد ہوا مین دور تک گونجتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ گاؤن کے دوسرے کنارے پر سے بھی اسی طرح کی آوازون کی گونج بلند ہوتی تھی۔ غرضکہ اس شور اور پکار کے ساتھ ان مقدس ابناء السبیل کے لئے ایک نئے دن کا آغاز ہوا۔

زایرون کے قافلے

روزمرہ کے سفر مین زایرون کی جو تعداد کثیر میرے دیکھنے مین آئی اور جنھون نے مشہد کی سڑک کو گویا اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اون کا ذکر مجھے اس بات کا شوق دلاتا ہے کہ اپنے ہر روز کے سفر کے غیر دلچسپ حالات مین اون انسانی حوالی کی کیفیت کے اضافہ سے نرالا پن پیدا کردن جو مشہد کی سڑک کے محیط ہین۔ زایرون کی جماعتون کے سفر کا رخ اوس سمت کے مقابل تھا جس مین مین سفر کر رہا تھا۔ بعض اوقات میلون سے کوئی کاروان پہناے وسیع پر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا نظر آجاتا تھا۔ جب یہ کاروان قریب پہونچتا تھا تو زایرون مین سے کسی متقی یا خوش الحان شخص کی آواز قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہوئے سنائی دیتی تھی یا کوئی زیادہ تر زندہ دل مسافر کسی ایرانی استاد کے

اشعار گاتا ہوا سننے مین آتا تھا۔ جب اس قافلہ کا لمبا سلسلہ بالکل پاس آجاتا تھا تو اس مین گوناگون راکب اور انواع و اقسام کے مرکب نظر آتے تھے۔ متمول اور خوشحال لوگ گھوڑون پر سوار قلیان کا دم لگاتے جاتے تھے۔ کچھ لوگ اونٹون پر سوار تھے خچر بھی بہت سے تھے جن پر کجاوے[له] لدے ہوئے تھے۔ لیکن

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است   چون بار ہمی برد عزیز است

عام طور سے بوجھ اوٹھانے کے لئے گدھا ہی دیکھنے مین آتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے جانورون پر اسقدر بوجھ لدا ہوا تھا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہانڈیان اور دیگچیان اور برتن اور بندوقین اور پانی کی صراحیان اونکے دونون طرف لٹک رہی تھین اور گھر بھر کا کل سامان اون کی پیٹھ پر تھا اور اس تمام سامان پر مضحکہ انگیز متانت و سنجیدگی کے ساتھ مالک سامان کی مرغیان بھی موجود تھین۔ غریب زائرون کے لیے یہ معمولی بات ہے کہ پیدل سفر طے کرتے ہین اور جب تھک جاتے ہین تو کچھ دور کے لئے گدھے پر سوار

[له] کجاوہ جو نہایت تنگ ہوتا ہے اور جس مین تکلیف دہ ہچکولے لگتے ہین یورپیون کے لئے جن کا نیچے کا دھڑ اہل مشرق کی طرح ہر طرف مڑ اور دب سکنے کا عادی نہین ہے نہایت ہی زحمت کی سواری ہے بلکہ اس مین سوار ہونا یورپیون کے لئے قریباً ناممکن ہے۔ آدم اولیریس جو ۱۶۳۷ء مین ہالسٹین کے ڈیوک کی سفارت کے ہمراہ بطور سکرٹری ما مور ہوکر آیا اپنے مصائب و آلام کی کیفیت حسب ذیل بیان کرتا ہے "طبیب سفارت کو اور مجھے کنزاوہ (کجاوہ) مین ایک ہی اونٹ پر بٹھایا گیا جس سے ہمین سخت تکلیف ہوئی۔ ایک عذاب تو ہمین اس بڑے جانور کی چال سے سہنا پڑتا تھا جو ہر قدم پر ہمین غضب کا جھٹکا دیتا تھا اور دوسرا تمام اونٹون کی ناقابل برداشت عفونت سے جو سیدھی ہماری ناک مین آکر حلول کرتی تھی"۔



کاروانسرائے اور کجاوے

ہو لیتے ہین۔ صبح کے وقت بسا اوقات یہ دیکھنے مین آتا ہے کہ مالک اپنے گدہے
پر سوار بے خبر سوتا ہے اور دھڑام سے زمین پر گر پڑتا ہے۔ ہر ایک قافلہ کا ایک کاروان
باشی یعنی قافلہ سالار ہوتا ہے جسکی علامت اکثر یہ ہوتی ہے کہ ایک سرخ پرچم جو ایک نیزے
پر لہرا رہا ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مرد اپنے بڑے بڑے اونی فرغلون مین
جن سے اون کا سر تک ڈہکا ہوا تھا اور جن کی خالی آستینین دونون طرف بغلون پر
سے بڑے بڑے کانون کی طرح نکلی ہوئی تہین سپٹے ہوئے جا رہے تھے اور بسا اوقات
اونکے چہرونکا پہچاننا مشکل تھا۔ لیکن اگر مردون کا پہچاننا مشکل تھا تو اون نیلے سوت کے
ہیولائی تودون کا پہچاننا جو گدہون کی پیٹھ پر لدے ہوئے تھے اور بھی زیادہ مشکل تھا
اور میری حمیت مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ مین اون کا انسائی الاصل ہونا باور کرون۔
ایک یا دو دفعہ جب ایک اس طرحکے قافلہ کے پاس سے مین ہو کر گذرا تو مین نے
جان بوجھ کر گہوڑے کو مہمیز لگائی اور سرپٹ دوڑایا کیونکہ گدہون کا اپنے پیچھے گہوڑے
کی ٹاپون کی آواز سنکر دولتیان جہاڑتے ہوئے رستہ سے کترا کر بھاگ جانا اور جو
بے ڈول تودے اون پر لدے ہوئے تھے اون کا ہلنا اور ڈگمگانا اور آخر مین چیخین مارنا
اور نقابون کا اون کے چہرون پر سے اتر جانا اور اپنی سواری پر سے نیچے گر پڑنے
کے خطرے مین مبتلا ہونا ایسا سمان نہ تھا کہ کوئی دیکھے اور ہنسی کے مارے جسکی ایسی
اشد ضرورت تھی اور جس سے لطف اوٹھانے کیلئے اس قدر محنت کیگئی تھی پیٹ مین
بل نہ پڑ جائین۔ عام طور سے ہر قافلہ کے ہمراہ فقیرون کی ایک جماعت بھی ہوتی جو ادہر مجہ کو

بھیک مانگتے تھے اور اودہر کافر سمجھہ کر مجھپر تین حرف بھیجتے تھے۔ اسکے علاوہ بہیڑ حال درویش بھی تھے جو اسلامی ممالک مین سب سے زیادہ تکلیف دہ اوسوقت ہوتے ہین جب وہ بھیک مانگتے ہین۔

دوسرے لوگ

نہین کہا سکتا کہ جسقدر لوگون سے ہم دوچار ہوئے وہ سب کے سب زیارت کرنے کیلئے جارہے تھے۔ برخلاف اسکے ہمین بعض دفعہ خاموش ومتین سوداگرون سے بعض دفعہ ملاؤن سے جو موٹے تازے گدہون یا خچرون پر سوار تھے۔ بعض دفعہ سرکاری عہدہ دارون اور سپاہیون سے اور بعض دفعہ قبایل کے قبایل سے جو ہجرت کرکے دوسرے علاقہ مین جارہے تھے سابقہ پڑتا تھا۔ ہر صنف وقسم اور سن وسال کے مسافر سڑک پر موجود تھے۔ سوار اور پیدل۔ امیر اور غریب۔ شریف ورذیل غرضکہ شاندار۔ غریبا مور۔ نفرت انگیز سحر اثر مشرقی دنیا کے سبھی طرح کے نمونے دیکھنے مین آتے تھے۔

کاروانسرائین

رات کے وقت یہ گوناگون اور متنوع عناصر (کیونکہ مختلف ممالک کے زایر یہان آتے ہین۔ اون کاروان سراؤن مین پناہ لیتے ہین جو تمام راہ مین دس دس پندرہ پندرہ میل کے فاصلہ سے واقع ہین۔ ان عمارات کا مین نے اتنی مرتبہ ذکر کیا ہے کہ مین یہان ضمنی طور پر اون کا کسیقدر تفصیلی حال بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون۔ کاروانسرائے کو مشرق کی سرائے سمجھنا چاہیئے۔ لیکن انگلستان کی سرائے کے ساتھہ اگر اسکو کوئی مشابہت

ہے تو وہ صرف برائے نام ہے۔ کیونکہ کاروانسرائے پر نہ کوئی شاندار علامت ثبت ہوتی ہے۔ نہ کوئی فرحت افزا دلکشا نشستگاہ ہوتی ہے۔ نہ کوئی صاف ستھرا کمرہ ہوتا ہے جہان سامان خور و نوش مہیا ہو اور نہ کوئی منکسر خادم یا خندہ پیشانی مالک سرائے تمہارے خیر مقدم کے لئے بڑہتا ہے۔ کاروانسرائے کا محافظ اور نگران شاید ایک ہی شخص ہوتا ہے اور بس مسافر کو ہر ایک چیز کا اہتمام بذات خود کرنا پڑتا ہے۔ اپنے جانورون کی نگہداشت اوسے خود کرنی پڑتی ہے۔ اپنے سامان کے ڈہیر کی نگرانی بھی خود وہی کرتا ہے۔ اپنے لیئے آگ وہ خود جلاتا ہے اور اپنا کہانا وہ آپ پکاتا ہے عمارت عموماً اینٹ یا پتھر کے ایک وسیع مربع یا مستطیل مکان کی شکل کی ہوتی ہے جس کی اندر ایک کہلا صحن اور اوسکے گرداگرد حجرے بنے ہوئے ہوتے ہین۔ اسکے دو بیرونی پہلو اور عقب کی دیوارین سادہ ہوتی ہین اور کچھہ دور سے دیکھنے پر یہ عمارت ایک بہت بڑا قلعہ معلوم ہوتی ہے اور بسا اوقات بانیان عمارت نے اس خیال کی پوری پوری تصدیق اسی ارادہ سے اس طرح کی ہے کہ زاویون پر باہر کو نکلے ہوئے برج ہین اور اوپر ایک فصیل ہے۔ سامنے کی بیرونی دیوار یا رو کار بڑے بڑے محرابی طاقون کا ایک سلسلہ ہے جسکے ساتھہ دو فیٹ اونچا ایک چبوترہ بھی ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم مین راتون کو بسا اوقات ان چبوترون پر مسافر سوتے ہین۔ وسط مین ایک بہت بڑا پہاٹک ہے جسکے اوپر بعض دفعہ ایک برج یا بالاخانہ ہوتا ہے اس پہاٹک کی راہ سے اندر کی انگنائی مین داخل ہوتے ہین جسکا رقبہ شاید پچاس گز مربع ہوتا ہے اور جسکے اطراف مین دو کہلی

ہوادار درجے بیرونی دیوار کے درجون کی طرح ہوتے ہین۔اعلیٰ درجہ کی کاروانسراؤن
مین ان محرابی درجون مین سے ہرایک کی پشت پر ایک دروازہ ہوتا ہے جس مین سے
ایک اندرونی حجرہ مین داخل ہوتے ہین جو سردی کے موسم مین رات کے وقت خواب
گاہ کا کام دیتا ہے۔ ان کے پیچھے بیرونی دیوار سے ملے ہوئے گرم وتاریک
طویلون کی قطارین ہوتی ہین جن مین جانور باندہ دیے جاتے ہین اورجنہین چارون کونون
سے داخل ہوتے ہین۔غرضکہ ایک عام ایرانی کاروانسراے کی یہ ہیئت ہوتی ہے
چند ترقی دادہ یا جدید وضع کی کاروانسراؤن مثلاً برازجان کی کاروانسراے مین جو خلیج فارس
کے قریب واقع ہے (یہ عمدہ ترین سراے تھی جو کل ملک مین میرے دیکھنے مین آئی)
ذی رتبہ یا ذی ثروت مسافرون کے لیے اوپر کی منزل پر چند درجے ہوتے ہین۔مگر علی العموم
ایران کی سراے کی تدبیر منزل مین جمہوریت کا عنصر زیادہ تر ساری ہے۔

رات کے وقت اونٹ کا سفر

مشرق کے اس قسم کے سفر کی جو بہت سی غیر معمولی یادگارین مسافر اپنے ساتھہ لیجاتا
ہے اون مین شاید سب سے زیادہ وحشت خیز اور پراثر یاد اون اونٹون کے قافلون کی
ہے جن سے وہ رستے مین رات کے وقت دوچار ہوتا ہے۔شب تاریک مین دور سے
فریاد جرس سنائی دیتی ہے اور اسکی ماتمی آواز جو تہوڑی دیر بعد بلند ہوتی ہے
بتدریج زیادہ قریب آتی جاتی ہے اور گاہ بیگاہ کسی چہوٹی گھنٹی کی ٹن ٹن اسکے ساتھہ ملکر
جتاتی ہے کہ اوسی قافلہ کا آخری حصہ بھی قریب آپہونچا ہے۔بڑا جرس قطار کے

پہلے اونٹ کے گلے مین پڑا ہوتا ہے لیکن جب اس کی آواز قریب تر اور بلند تر ہوتی جاتی ہے تو نہ تو کوئی اور آواز اوس کا ساتھ دیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز ہی نظر آتی ہے دفعتاً تاریکی مین سے ایک جہاز کے سایہ کی طرح قافلہ کا سرگروہ وبے پاؤن نمودار ہوتا ہے۔ اوسکے گرد گرد سے قلووون کی دہمک ریت کے نرم بچھونے پر آہستہ آہستہ پڑتی ہے اور بیابانی غولون کی ایک بڑی مسلسل قطار کی طرح یہ خاموش سلسلہ پاس سے گذر جاتا ہے اور شب تار کی پہنائی مین نگاہ سے غایب ہوجاتا ہے ۔

لطف تقابل

انوکہا اور ہمیشہ یاد رہنے والا ہے وہ تناقص جو مشرقی ساحت اور انگلستان کے طرز زندگی اور ذرایع نقل وحرکت مین پایا جاتا ہے۔ نہ یہان بہاری اور لمبے اور وزنی چھکڑے کسان کے مکان اور اوسکے کہیتون کے درمیان آتے جاتے ہوئے نظر آتے ہین نہ ہلکی گاڑیان اور تیز رو سواریان مکادمی سڑکون پر سرعت کے ساتھ جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہین۔ افسوس! یہان سڑکین ہی نہین ہین اور جب سڑکین نہین ہین تو پھر گاڑیان اور چھکڑے کیسے؟ خس پوش اور کھپریل کے مکان۔ کہیتون کی بیچ کی گذرگاہ مین جہاڑیون کی باڑین۔ صاف ستہری کھیتیان۔ چھلکتی ہوئی ندیان اور ان سب کے بعد ریل کا دہوین کی قطار اپنے پیچھے چھوڑکر ناگہانی جہپٹ کے ساتھ گرجتے ہوئے پاس سے گزرجانا یہ سب باتین ایسی ہین کہ مشرق کے مسافر کو خیال ہوتا ہے کہ یہ سرے سے دنیا مین ہین ہی نہین۔ اور کم از کم اہل ایران کے

لئے جن کی باوجود تنگ خیال اور غیر نشو ونما یافتہ ہونے کے یہ کیفیت ہے

"کہ جس حال مین ہین اوسی مین ہین شادان"

حقیقت مین ان چیزون کا وجود ہی نہین۔ وہان تو یہ حالت ہے کہ جس چیز مین دیکھو نقل وحرکت۔ تیزی وسرعت اور مستعدی وچالاکی کا تلاطم بپا ہے اور یہان یہ کیفیت ہے کہ قرار وسکون۔ کہنگی وفرسودگی اور غیر تغیر پذیری وکاہلی کی ایسی مہر لگی ہے کہ ٹوٹتی ہی نہین

ترکمانی تاخت وتاراج

نیشاپور اور شاہرود کے درمیان جن مین تقریباً ایک سو میل کا فاصلہ حایل ہی چار منزلین واقع ہین جو سابق مین منازل ہفتخوان کی طرح دشوار گزار سمجھی جاتی تھین۔ یہان خراسان کے پہاڑون کی مغربی حدود جو اوس پرپیچ سلسلہ کوہ سے شاخون کی شکل مین پہٹ کر نکلی ہین جو دریائے اترک کے طاس کے گرد حلقہ زن ہین میدان سے آملتی ہین اور سڑک اون کے دامنون اور نشیب وفراز مین سے لہراتی ہوئی گذرتی ہے یہ تمام کوہستانی علاقہ ایک زمانہ مین ترکمان قزاقون کی دستبرد اور لوٹ مار کا دنگل تھا اور ان وادیون اور گھاٹیون سے نکلکر وہ بلائے ناگہانی کی طرح مشہد کو جانے والے یا وہان سے آنے والے مسافرون کی بیکس جماعتون پر چھاپہ مارتے تھے اور جو کچھ نقد وجنس اونکو ملتا تھا اوسے لوٹتے۔ جانورون کو اپنے آگے آگے ہانکتے اور قیدیون کو اپنے آگے گھوڑون پر بٹھا کر وہ اوسی تیزی سے اپنی پہاڑی کمین گاہون مین چلے جاتے تھے جس تیزی سے آئے تھے۔ مشہد سے مزینان تک جس رستہ کا مین ذکر کر چکا

ہون اوسکے کنارہ کنارہ مین سے اون کی موجودگی سے خوف کا بین ثبوت اون چھوٹے
چھوٹے مدور برجون کی شکل مین دیکھا جو میدان پر جا بجا اس طرح کہڑے تھے جسطرح
کسی بساط پر شطرنج کے مہرے اور جو عاشق آباد سے مشہد اور سرخس سے فرو بلکہ
شاہ رود سے قم تک ان خوفناک سرحدی لٹیرون کی مخصوص شکار گاہ کے نشانات
تھے۔ بعض بعض مقامات پر تقریبًا ہر ایک کہیت مین ایک اس قسم کی عمارت کہڑی ہوئی
نظر آتی تھی جو اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ جون ہی گرد کے اوٹھنے سے غنیم کے
آنے کا حال معلوم ہوتا کسان فورًا ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سے جو تہ مین
ہوتا تھا اسکے اندر گھس کر سوراخ کے مُنہ پر دو بڑے پتھر رکھ دیتا تھا اور جب تک
کہ یہ طوفان گذر نہ جاتا تھا اوسوقت تک اندر چھپا رہتا تھا۔ ترکمان لٹیرون کا جو خوف
اُس زمانہ مین لوگون کے دلون پر چھایا ہوا تھا۔ اور اپنی حفاظت آپ کرنے کی وجہ سے
محصوری کی جو حالت عام طور سے ملک مین پھیلی ہوئی تھی اوسکا اسی طرح کا ثبوت
اون گڑھیون سے ملتا ہے جو اوس تمام علاقہ کے ہر ایک گاؤن مین بنی ہوئی ہین
جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ خوف کے وقت انہین گڑھیون مین باشندے
پناہ لیتے تھے بیچارے مصیبت کے مارے کسان جب ایک دفعہ گڑہی کی چاردیواری
کے اندر داخل ہو جاتے تھے تب تو وہ سلامت رہتے تھے لیکن اگر کہین کہلے
میدان مین وہ دشمن کے قابو مین آجاتے تھے تو اسکے صرف دو نتیجے ہوتے تھے
یا تو بخارا یا خیوا کا نخاس اور یا موت ۔

فوجی بدرقہ

نصیب دہقان کو جس مصیبت کا ہر روز سامنا کرنا پڑتا تھا وہ سڑک کے اس خوفناک قطعہ پر جس کا مین اب حال بیان کرنے والا ہون ڈرپوک زایر کو بھی پیش آتی تھی۔ اس خطرہ کی مدافعت کے لئے بہت کچھ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جاتی تھین شاہ رود اور مزینان سے مہینے مین دو دفعہ ایک فوجی بدرقہ روانہ ہوتا تھا۔ اس مین پیدل سپاہیون کی ایک جمعیت توڑے دار بندوقون سے مسلح اور ایک رسالہ ایک پرانی توپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ میان دشت دونون بدرقون کا مقام اتصال تھا جہان ایک دوسرے کو سبکدوش کرتا تھا۔ مزینان کی جمعیت کا صرف جس مین ڈیڑھ سو توڑے دار بندوقون والے جوان اور توپ خانہ کے بارہ سوار تھے مزینان کے گاؤن والون پر بجائے معمولی محصول کے عاید کیا جاتا تھا۔ اور ۱۸۷۲ء مین بھی جب جماعت مامورہ تصفیہ سرحد سیستان کے اراکین طہران جاتے ہوئے ادھر سے گذرے تو اونکے ساتھ حفاظت کے لئے مزینان اور شاہ رود کے درمیان ۸۰ توڑے دار بندوقون والے جوان ساڑھے چار پونڈ کے گولے والی ایک توپ جس مین چھ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ڈیڑھ سو سے لیکر دو سو سوارون تک کی ایک جمعیت متعین تھی۔

زایرون کا بیم وہراس

کونولی۔ فریزر۔ ایسٹوک۔ لوڈولوٹن اور دوسرے مصنفین نے جنھین زایرین کے کاروانون کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے اپنے زاہد وعابد ہمراہیون

کے خوف وہیبت سے کے حالات کی سب بے نظیر یادداشت چہوڑی ہے - ایرانی ہمیشہ بزدل ہوتا ہے مگر ایرانی زائر اوس سے بھی بدتر ہوتا ہے اور جب ترکمان پاس ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ گویا اوس مین جان ہی نہین رہتی - پہلے تو تشویش ناک افواہین پہیلتی ہین اور روانگی مین توقف ہوتا ہے اوسکے بعد کسی مبہم سے خبر کو سنکر قافلہ روانہ ہوتے ہوتے رہ جاتا ہے اور انجام کار بڑی ہمت کر کے قدم آگے بڑہاتا ہے اور اکثر رات کے وقت سفر کرتا ہے جب کہ تاریکی خطرہ کو رفع کرنے کے بجائے اور اوسکی معین ہوتی ہے - اوّل توڑہ دار بندوقون والے جوان اپنے توڑدن کو سلگاتے یا تو پیدل اور یا گدہون پر سوار نکلتے ہین - اوسکے بعد رسالہ کے جوان چقماق والی بندوقین اور سپاہی لئے آتے ہین اور ان کے بعد زائرین کی بڑی جماعت آتی ہے جو حتی الامکان توپچیون اور توپ کے قریب رہتی ہے - توپ کو محافظ جان و مال سمجھا جاتا تہا مگر واقعات بتاتے ہین کہ اس غرض سے یہ ایک دفعہ بھی چلائی نہین گئی - ان سب کے بعد پھر سپاہی آتے ہین اور گردو غبار مین لپٹا ہوا پریشانی اور تشویش کے عالم مین قافلہ آگے بڑہتا ہے - اون کے چلّانے اور گانے اور وظیفہ پڑہتے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے اور آپس مین لڑنے جھگڑنے کا شور میلون سے اونکے آنے کی خبر دیتا ہے اور اگر وہ لوٹے جانے سے بچتے ہین تو اس کی وجہ یہ نہین کہ قزاقون کو گرفتاری کا خوف ہوتا ہے یا وہ توپ سے ڈرتے ہین بلکہ اوسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ مال غنیمت اس قدر نکما ہے کہ لیٹرون کی نظرون مین اوس کی کوئی قدر و قیمت نہین ہوسکتی کیونکہ

مسلمان زایر جب روانہ ہوتے ہین تو اپنا تمام مال و متاع پیچھے چھوڑ آتے ہین غرضکہ اُن کے خوف زدہ تصور مین ہر ایک جہاڑی دشمن کی کمینگاہ ہوتی ہے۔ ہر ایک ہوا کا جھونکا جس سے گرد اڑے غنیم کے حملہ کا قاصد ہوتا ہے اور ہر ایک پہاڑی ایک چھپے ہوئے سوارون کے دستے کے امن کا حکم رکہتی ہے۔ جب قافلہ منزل مقصود کو پہونچتا ہے اور خدا کی تائید سے اوسکے یہ خاص بندے صحیح و سلامت وہان پہونچ جاتے ہین تو بآواز بلند خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ اور یا علیؑ یا حسینؑ اور شیعہ مذہب کے دوسرے تمام ائمہ کے نام لے لے کر نعرے مارے جاتے ہین۔

گرفتاری کے قصے

لیکن یہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ اگرچہ ایک قافلہ کے قافلہ کا بیم و ہراس قابل تحقیر تہا تاہم انفرادی حیثیت سے لوگون کا خوف بلا وجہ نہ تھا۔ ابھی تک بہت سے واقعات اس قسم کے بیان کئے جاتے ہین کہ ترکمان قزاقون نے اکیلے دکیلے مسافرون یا چھوٹی جماعتون کو گرفتار کر لیا اور اس نواح کے دیہات مین مشکل ہی سے کوئی ایسا کسان ملیگا جس پر کبھی نہ کبھی اوسکے کہیتون یا پانی کے چشمون پر قزاق نہ آگرے ہون اور جسے اگر خوبی قسمت سے سالہا سال کی غلامی کے بعد فدیہ دیکر رہانہ کرالیا گیا ہو تو اوسکے جسم پر سفاکی و بیدردی و طوق و سلاسل کا عمر بھر نہ مٹنے والا نشان نہ پایا جاتا ہو۔ کرنیل ایون اسمتھ نے یہ بیان کرنے مین غلطی کی ہے کہ موسو ڈیمی بالاکول فرانسیسی عکاس جس نے اس فن کو شوقیہ طور پر اختیار کیا تہا اور جو ۱۸۶۰ء مین مرو کی مہم کے ساتھ

جسکا انجام بربادی اثر ہوا اس غرض سے گیا تہا کہ تصویرین اتارے اور شاہ کے لئے میدان جنگ کا ایک رنگین مرقع کہینچے اسی سڑک پر گرفتار کیا گیا اور اوس وقت تک رہا نہ ہوا جب تک ۵ امہینے کی قید بہگتنے کے بعد اوس کے شاہی سرپرست نے گیارہ ہزار تومان (جو اوس زمانہ مین پانچ ہزار پاونڈ کے مساوی ہوتے تہے) کا فدیہ اوس کی رہائی کے لئے ادا نہ کیا۔[1] اصل واقعہ یہ ہے کہ ترکمانون نے اوس حملہ مین اوسے گرفتار کیا جو اونہون نے بمقام مرو ایرانی دستہ فوج پر کیا تہا۔ البتہ یہ واقعہ درست ہے کہ اسی سڑک پر ایرانی فوج کا ایک جرنیل جسکے زیر کمان چھ ہزار فوج تہی جب دو یا تین لمحون کے لئے اپنی فوج کے پیچھے قلیان کا ایک آخری کش لگانے کے لئے ٹہیرا تو ترکمان اوس کی فوج کے دیکہتے دیکہتے اوسکو پکڑ کر بہگا لے گئے اور چند ہفتون مین وہ خیوا کے بازار مین چند پاونڈ کو بیچ ڈالا گیا۔

روسیون کا کار نمایان

صوبہ خراسان پر روس کی نیت کے متعلق خواہ کچھ بھی کہا جائے لیکن اس مین

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ اول اول ترکمانون نے اس نا شاد عکاس کی قیمت تین پاونڈ اسٹرلنگ لگائی۔ لیکن جب اونکو معلوم ہوا کہ یہ شخص یورپ زادہ ہے اور ذی وقعت ہے تو اونکے مطالبہ کا نرخ بتدریج بڑہتا گیا۔ اس اثنا مین خان خیوا کو معلوم ہوا کہ قیدی کے پاس آلات نقشہ کشی موجود رہین اور اوس سے یہ قیاس لگا کر کہ وہ ضرور کوئی فوجی انجینیر ہے اوسے لے لینا چاہاتا کہ اوس کی مدد سے وہ اپنے دار الحکومت کو مستحکم کر سکے۔ کرنل ویلنٹائن بیکر نے فرماسیہ چشمی سے فدیہ کی تعداد جو آخرین ترکمانون نے لی منظور کی المضاعفت بتائی ہے۔ موسیو دی بلاکول نے اپنی سرگذشت ماہ اپریل [illegible] مین اپنی کتاب "تور دے ماندے" (سفر عالم) (زبان فرانسوی) مین قلمبند کی۔

تو شک نہین کہ اس بلاے بے درمان یعنی ترکمان لٹیرون کے استیصال سے اوسنے
نہ صرف ایران کو بلکہ ہر ایک سیاح کو جو طہران اور مشہد کے درمیان سفر کرتا ہے ہمیشہ
کے لئے اپنا مرہون منت بنا لیا ہے - ماورار النہر کے تتی ترکمانون کے برخلاف
اس کامیابی کے ساتھ معرکہ آرا ہوتے وقت بلا شبہ وشک روس کی علت غائی خود
غرضی سے معرا نتھی اور نہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اوسنے ایران کی اغراض کو مدنظر رکھکر
یہ کام کیا یا یہ کہ کافۂ انام کی بہبودی کے لحاظ سے یہ خدمت اوسنے اپنے ذمہ لی لیکن
کم ازکم اس بارہ مین تو روس کی نیت سے قطع نظر کیا جا سکتا ہے اور ہم اپنے آپکو
اور اوس کو اس کامیابی پر سبارکباد دے سکتے ہین - اسکا بیاہت کی ۱۸۸۱ء کی کامیاب
فوج کشی اور اخال تقی کے الحاق کے بعد سے مشہد او طہران کے درمیان کی سڑک
بالکل محفوظ و سلامت ہو گئی اب کوئی پھر ایسا مامور نہین ہے اور نہ اوس کی ضرورت
ہی باقی ہے اور زائرون کو درگاہ ایزدی مین عجز والحاح کے ساتھ تائید چاہنے کی اب
کوئی خاص وجہ باقی نہین رہی مسافر اگر اب اچانک خوفزدہ ہو سکتا ہے تو اوس کا باعث
اس سے زیادہ تشویش ناک نہین کہ گاہ بیگاہ کبک کہساری جوان پہاڑون مین کثرت
سے ہین دفعتہً فراٹا بھرتے ہوئے اوسکے گہوڑے کے قدمون کے تلے سے
سے اوپر کو اڑتے ہین -

پل ابریشم

مزینان سے روانہ ہونے کے بعد ہماری سڑک شمال کی سمت مین پہاڑیون کی طرف

بڑہی۔ صبح کی دہندلی روشنی مین مین نے جنگلی ہرنون کا ایک بہت بڑا گلہ سڑک سے تین سو گز کے فاصلہ پر دیکھا لیکن میرے طپنچہ کی گولیون کا اثر اس سے زیادہ نہین ہوا کہ وہ معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ نگاہ سے غائب ہو گئے۔ چودہ میل طے کرنے کے بعد ہم صدر آباد کی ویران کاروانسرائے اور قلعہ مین پہونچے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہوتا ہے یہ عمارات اوس صدر اعظم کی تعمیر کی ہوئی ہین جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے مگر قلعہ اور اوس کی فوج عملی لحاظ سے بالکل بیکار تہی کیونکہ اس فوج کی طاقت صرف اسی قدر تہی کہ وہ دوسرون کی حفاظت کا خیال دل مین لائے بغیر فقط اپنا بچاؤ آپ کر سکے صدر آباد سے دوسری طرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہم پل ابریشم پر پہونچے جسے ابتداءً نادر شاہ نے تعمیر کیا تہا اور جسکی حال ہی مین مرمت ہوئی ہے۔ یہ پل دریائے ابریشم پر بندھا ہوا ہے جسکے پانی مین اون نمکین چشمون کی وجہ سے جو اسکے منبع کے قریب واقع ہین۔ بہت زیادہ کہاری پن پایا جاتا ہے۔ دریائے ابریشم شمال کی طرف سے بہتا ہوا یہان آتا ہے اور قالمورا کا نام اختیار کرکے آگے چلکر جنوب کے ایک کویر مین جذب ہو جاتا ہے۔ قالمورا کو عموماً خراسان کی مشرقی سرحد خیال کیا جاتا ہے اور اٹہارو ین صدی مین یہ احمد شاہ درانی کی افغانی سلطنت کی شمالی و مغربی سرحد تہا۔ جب مین یہان سے گذرا تو دریا کی تہ جس کا عرض تقریباً ۲۰ گز ہوگا بالکل خشک تہی نکلتی سورج نے مجہکو اسکا عکس لے لینے کی اجازت دی اور اس کی تصویر سے جو مقابل کے صفحے پر درج ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایران کا بطور نمونہ پیش کئے جا سکنے والا پل ہے۔

اسکے بعد مین جلد جلد آگے روانہ ہوا۔

عباس آباد

چھ میل آگے چلکر ہم ایک مقام پر پہونچے جو چشمہ گرم کے نام سے مشہور ہے اور جہان ایک چھوٹا سا سوتا متعدد ڈابرون کو بھرتا ہے اور گہاس کے چند قطعات کو سیراب کرتا ہے۔ یہ مقام عہد سابق مین نہایت خوفناک سمجھا جاتا تھا کیونکہ ترکمان قزاق کوہستان مین اپنے گہوڑون پر دور و دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد یہین اپنے گہوڑون کو پانی پلانے لایا کرتے تھے اور یہین بد قسمت مسافر بسا اوقات اون کے ہتے چڑھ جایا کرتا تہا۔ ۱۸۴۵ء مین اسی مقام کے قریب فیریر کو بھی اون سے دست و گریبان ہونا پڑا۔ اس منزل کے ختم پر عباس آباد کے گاؤن کا خوش سواد قلعہ واقع ہے جو ایک ٹیکرے پر درجہ بدرجہ بنا ہوا ہے اور اس کی رفیع الشان ردکار بے شمار دریچون سے مشبک اور برجون سے آراستہ ہے مگر یہ برج اب بوسیدہ ہو چلے ہین۔ اسکے باشندے سو گرجستانی خاندانون کی ایک نوآبادی کی نومسلم نسل سے ہین جسے شاہ عباس اعظم نے تین صدی پہلے اس غرض سے لا بسایا تہا کہ شمالی سرحد پر وہ اوسکی فوجی نوآبادیون کی زنجیر کے ایک حلقہ کا کام دین۔ اوسنے اونکے لئے سو تومان نقد اور گیہون کے سو خروار کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا تہا مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ وظیفہ بند کر دیا گیا۔ تیسری نسل مین اونکو گرجستانی زبان بولنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس لئے وہ مسلمان ہو گئے مگر بعض سیاحون نے اون کی بولی مین اونکی مادری زبان کا عنصر ابھی



پل ابریشم

تک پایا ہے۔ ترکمانوں کے خطرناک زمانے میں عباس آباد کا ایک بھی ایسا مرد نہ تھا جو ایک سے زیادہ دفعہ قیدی بنا کر نہ لیجایا گیا ہو۔

میان دشت

اور چٹیل ٹیلوں کے اوپر سے گذرتے اور دہانۃ الحق نام ایک وادی کی کنکریلی تہ کو طے کرتے ہوئے ہم اسی نام کے ایک میلے کچیلے گاؤں میں پہونچے جہاں کسی زمانہ میں پچاس فوجی سپاہیوں کا ایک دستہ سڑک کی محافظت کے لئے مامور تھا۔ اسکے بعد اسی قسم کے مناظر اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے ہم عباس آباد سے روانہ ہونے کے بعد ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر پہونچے اور آخر کار میان دشت[۱] کی عالی شان کاروان سرائے میں جس کی اونچی فصیلیں اور آگے کو نکلے ہوئے برج اسے ایک بہت بڑی گڑھی کے مشابہ بناتے ہیں اور کئی میلوں سے نظر آتے ہیں وارد ہوئے۔ یہ مقام منازل ہفتخوان" کا مرکز تھا جہاں پہونچکر مسافت کا نصف خطرہ رفع ہو جاتا ہے اور زایر جمع ہو کر اظہار مسرت کرتے ہیں یا تشویش ناک خبریں پھیلاتے ہیں۔ یہاں ایک پرانی کاروانسرائے بھی ہے جسے شاہ عباس نے بنایا تھا چنانچہ شاہ موصوف کا نام اسکے پھاٹک پر لکھا ہوا ہے لیکن نئی کاروانسرائے جو ایک بہت بڑی برجوں والی عمارت ہے اور پکی اینٹوں کی بنی ہوئی ہے حال میں بنائی گئی

---

۱ کونولی نے اسے میرگان دشت لکھا ہے اور وان میرا نے تقریباً سو سال قبل زیادہ صحت کے ساتھ میون دشت لکھا تھا۔

ہے۔ اس کی فصیل کا ارتفاع ۲۰ فیٹ ہے۔ ایک صحن جس مین چاپار خانہ واقع ہے دونون کو آپس مین ملاتا ہے اور پانی تین بڑے آب انبارون یعنی باولیون مین رہتا ہے جن مین پتھر کے کھرے زینے کی راہ سے پہونچتے ہین۔

دہانۂ زیدار

ان دشت کے پرے وہ علاقہ واقع ہے جسکو زمانہ سابق مین سفر کے سب سے زیادہ خطرناک حصے کی گذرگاہ سمجھا جاتا تھا۔ سڑک پست دہانون مین چکر کاٹتی ہوئی گول ٹیکرون اور ٹیلون کے بیچ مین سے گذرتی ہے جہان ہر ایک موڑ پر ایک چھپا ہوا نشیب ہوتا ہے اور ہر ایک بلندی پر دشمن کی کمین گاہ کے موجود ہونے کا خوف ہوتا ہے پہاڑیان چٹیل اور سنگلاخ ہین۔ روئیدگی ادنیٰ اگر کہین ہے تو نہایت ہی پست جہاڑیون کی شکل مین پائی جاتی ہے ان مین کبک کثرت سے رہتے ہین جو بعض دفعہ جوڑون اور بعض دفعہ پانچ پانچ چھہ چھہ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے ہین۔ یہ ایسے ملے ہوئے ہین کہ سڑک پر ادہر ادہر دوڑتے پھرتے ہین اور مسافر کے پاس آجانے پر بھی نہین بھاگتے[۱]۔ یہان وہ مشہور دہانہ زیدار واقع ہے جس مین سے

---

[۱] یہ کبک یعنی عام سرخ ٹانگون والا تیتر ہے۔ ایران مین کبک دری کی بھی ایک قسم ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ درّاج یعنی ہندوستان کا کالا تیتر بھی پایا جاتا ہے۔ تیہو یعنی ریت مین رہنے والا تیتر بھی ہوتا ہے جس کی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا کہ اس کی دوڑ شیطان کی سی ہے۔ مزید بران جنبر لیتی یعنی جہاڑیون مین رہنے والا تیتر۔ کبک چل یعنی خاکی تیتر اور بجری کرا۔ یا با قرقرا یعنی جنگل مرغ بھی یہان پائے جاتے ہین۔

ہوکر ترکمان بالعموم تاخت وتاراج کے لئے آیا کرتے تہے اور اسکے منہ پر زیدار کا
چہوٹا سا قلعہ واقع تہا جس مین پچاس سرباز ون کی ایک جمعیت متعین تہی مگر یہ قلعہ
اب مسمار ہوگیا ہے۔ پہاڑیون کو طے کرنے کے بعد ہمین میومائی کے اوپر توام
چوٹیون[۱] والا پہاڑ نظر آتا ہے اور اسکے شمالی دامن کا چکر کاٹکر ہم موضع میومائی مین پہونچتے
ہین جہان شاہ عباس ثانی کی تعمیر کی ہوئی ایک عمدہ کاروانسرائے واقع ہے اور کچہہ
عالی شان پرانے چنار بہی کہڑے ہین۔ میومائی کے چاپار خانے کے جس بالاخانے
مین مین مقیم ہوا اوسی مین اوڈونووان کو عرب حاجیون کی ایک غضبناک جماعت
نے گہیر لیا تہا جس سے وہ بال بال بچا تہا اور اسی کاروان سرائے مین ڈاکٹر جان
کارمک جو کئی سال تک عباس مرزا کا طبیب خاص رہا ۱۸۳۳ء مین بعارضہ ٹائیفس مرا۔

ارمیان

اس کے بعد کی منزل جو میومائی سے لیکر شاہرود تک کی ہے اور جسکا فاصلہ اصل
سے ایران مین سب سے زیادہ لمبی ہوا کرتی تہی اور بہت سے مسافرون نے اسکی
تکالیف پر نوحہ خوانی کی ہے لیکن ڈاک کے مطالب کے لئے اب اس کو ارمیان
کی منزل اور چاپار خانہ سے دو حصون مین تقسیم کردیا گیا ہے۔ سڑک کا پہلا حصہ جو اوسی
سلسلہ کوہ کے قاعدہ کے ساتہہ ساتہہ جاتا ہے۔ نہایت پتہریلا ہے۔ رستہ مین

[۱] فریزر اس پہاڑ پر ۱۸۲۲ء مین چڑہا اور اس کی سب سے اونچی چوٹیون پر اوسنے دو نہایت ہی قدیم ویران قلعے بنے ہوئے دیکہے۔ دیکہو "اے ونٹرس جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم۔ صفحات ۱۵۴-الی-۱۶۴-

دو چھوٹے چھوٹے گاؤن واقع ہین جن مین سے ہر ایک کی زندگی کا دارومدار ایک چھوٹی سی ندی پر ہے جسکی کوہستانی گذرگاہ کا سراغ سفیدون کی ایک پتلی قطار سے ملتا ہے۔ درمیان ایک پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور اس کا منظر خوش آیند ہے چاپارخانہ کے دروازے کے باہر سڑک کے ساتھ ساتھ ایک پانی سے بھری ہوئی ندی بہتی ہے اور بہت سے سرسبز کھیتون کو جو گاؤن کے قریب ہین شاداب کرتی ہی شاہ رود تک کی مسافت کا پہلا نصف حصہ پہاڑیون کے اوس پست تر سلسلہ مین سے چکر کاٹتا ہوا گذرتا ہے جو بتدریج ڈھلکر شاہ رود کے میدان مین جو ارمیان سے ایک ہزار فیٹ نیچے ہے ضم ہوجاتا ہے۔ شاہ کوہ جو شاہ رود اور استرآباد کے درمیان البرز کی بلند ترین چوٹی ہے اوس کا برفانی تاج دن بھر میری نظرونکے سامنے رہا اور مجھے معلوم تھا کہ شاہ رود اسکے دامن مین واقع ہے۔ جب شاہ رود گیارہ میل رہ جاتا ہے تو ایک مسطح میدان پر نظر پڑتی ہے جس کا عرض دس میل ہوگا اور جس پر درختونکے تین علیحدہ علیحدہ سبز جھنڈ کھڑے ہوئے نظر آتے ہین۔ انمین سے جو دو قریب ترین وہ تو چھوٹے چھوٹے ناقابل ذکر گاؤن تھے اور ان سے پرے جو سب سے بڑا تھا اور گویا البرز کا دامن اوڑھے ہوئے تھا وہ شاہ رود تھا یہ قصبہ درختون مین ایسا چھپا ہوا تھا کہ باغون کی دیوارون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹون مین سے بہت دیر تک گذر کرنے کے بعد مین دفعتًا بازار مین جا نکلا۔

شاه رود

ایک سابق کے باب مین شاہ رود کے موقعہ کی حربی اہمیت کا مین پہلے ہی ذکر کر چکا ہون - یہ قصبہ بہت سی سڑکون کا مقام اتصال ہے - ہرات سے مشہد کو جو سڑک جاتی ہے طبس - ترشیز - یزد - استرآباد - مازندران اور دارالسلطنت سے جو سڑکین آتی ہین وہ سب کی سب یہین ملتی ہین - شاہ رود ایک میدان پر واقع ہے جسکی زرخیزی اور سرسبزی کے متعلق نومبر کا مہینا ہونے کی وجہ سے مین کوئی صحیح راے قایم نہین کر سکا لیکن اس کی پیداوار کی بہت بڑی استعداد اور ذرایع آبرسانی کی فراوانی اور بہتات مین کوئی کلام نہین - رود شاہ اوس گلی کے پاس سے ہو کر بہتی ہے جو چاپار خانہ کے باہر واقع ہے لیکن اس موسم مین اوسکی حقیقت ایک چھوٹی سی ندی سے زیادہ نہ تھی اور اس لحاظ سے اوس عظمت و شان کی مستحق نہ تھی جو اس کے نام سے مترشح ہوتی ہے - یہ مقام باعتبار مستحکم ہونے کے میری نظر مین نہایت ہی حقیر ہے کیونکہ ایک اُجڑے ہوئے قلعے اور دو چھوٹے چھوٹے مٹی کے برجون کے علاوہ جو ایک مخروطی شکل کی پہاڑی کی چوٹی پر بنے ہوئے تھے اور کوئی تعمیر اس کے بچاؤ کے لئے موجود نہ تھی - شاہ رود اپنے مقامی ساخت کے جوتون کی تیاری کے لئے مشہور ہے اور شاہ اور شاہی خاندان اس صنعت کے سرپرست بیان کئے جاتے ہین - اسکے علاوہ اس مقام کو اوس ہیبت ناک موذی شب گز یا غریب گز کی وجہ سے شہرت حاصل ہے جس نے یہان اوڈونوفن پر حملہ کیا تھا مگر شکر ہے کہ بندہ پر اوس نے نظر التفات

رکھی۔ مزید برآن یہ مقام نہ صرف مازندران کی مقامی پیداوار کی منڈی ہے بلکہ روسی مال درآمد براہ گز و استرآباد روسی اور روسی الاصل ارمنی سوداگرون کی وساطت سے بکثرت یہان آتا ہے[1]۔ روس کا پیس اینڈ مرکری کمپنی کا بھی ایک ایجنٹ اس شہر مین رہتا ہے اسکی آبادی پانچہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ یہان ایک ایرانی تار کا دفتر ہے اور استرآباد تک تار کا سلسلہ قایم ہے جہان چکشلیار کی راہ سے قزل اروات اور ماوراءالنہر کے ساتھہ مزید تعلقات تار برقی قایم ہین۔ روسی سفارت متعینہ طہران کو جب کوئی پیغام عاشق آباد مین پہونچانا مقصود ہوتا ہے تو اسی سلسلہ کی راہ سے پہونچاتی ہے۔

بازار

چونکہ مین شاہرود مین دوپہر کے وقت پہونچا تہا۔ اس لئے مین نے کچھہ دیر شہر کی سیر مین گذاری۔ اس مین ایک بہت بڑا مسقف بازار ہے۔ چھت چھپر کی نہین بلکہ پختہ ہے اور دوکانین وسیع اور آراستہ ہین۔ میرے مشاہدات اور استفسارات نے اون خبرون کی پوری تصدیق کی جو مین نے مشہد مین سنی تہین۔ سب کی سب شکر روسی تہی اور سب کی سب چا ہندوستانی تہی جو بندر عباس سے براہ یزد لائی گئی تہی۔ رنگین دریسون اور چھینٹون کا زیادہ تر حصہ روسی ساختہ کا تہا لیکن لٹھے پر کسی بمبئی کے کارخانے

[1] عاشق آباد سے سبزوار تک کوچان کی راہ سے جو نیا تجارتی رستہ کہولا گیا ہے اوس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ابہی سے اوسکے باعث روس کی اوس تجارت مین جو شاہرود کے ساتھہ ہوتی ہے بہت کچھہ کمی واقع ہوگئی ہے یا یا شاید مجھے یون کہنا چاہیئے کہ تجارت کا رخ ایک طرف سے دوسری طرف بدل گیا ہے۔

کا نشان ثبت تہا اور مین نے نہ صرف مانچسٹر کے سفید دہلے ہوئے سفید سوتی کپڑونکا
ایک بہت بڑا انبار جسپر بمبئی کی چہٹیان لگی ہوئی تہین دیکھا بلکہ بہت سے کورے
تہان بہی میرے دیکہنے مین آئے جو سیدہے مانچسٹر سے یہان لائے گئے تہے۔ یہ
بات قابل اطمینان تہی کہ باوجودیکہ شاہ رود عملی لحاظ سے بحیرہ اخضر کی ایک روسی بندرگاہ
سے صرف چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے پہر بہی مانچسٹر کا بنا ہوا کپڑا یہان دیکہنے
مین آیا۔ مین نے کچھ خوش طعم سفید انگور چند پنس دیکر یہان خریدے۔ ان سے شاہ رود
مین شراب بنائی جاتی ہے۔

بسطام

اگرچہ شاہ رود ضلع بسطام شاہ رود کا صدر مقام ہے پہر بہی گورنر یہان
نہین رہتا اور نہ یہان دارالحکومت ہی ہے۔ دارالحکومت شہر بسطام مین ہے جو
شاہ رود سے شمال و مشرق کی سمت مین ساڑہے تین میل کے فاصلہ پر رود شاہ
کے منبع کی طرف واقع ہے۔ بسطام کو شاہ رود سے ایک سنگلاخ پہاڑی جدا کرتی
ہے بسطام (جو ایک مازندرانی نام ہے) شاہ رود کے مقابلہ مین زیادہ زرخیز اور سیر
حاصل ہے اسکے علاوہ یہ مقام مسلمان زائرون کے نزدیک نہایت متبرک ہے۔
کیونکہ مشہور شیخ یا سلطان بایزید جو صوفیہ کرام مین سے ہین یہان ایک خوش نما مسجد
کے صحن مین ۸۷۴ء مین دفن کئے گئے۔ یہ مسجد اب بہت کچھ ویران ہوگئی ہے۔
اس مسجد کا گنبد کسی مغل فرمانروا نے ۱۳۱۳ء مین تعمیر کیا تہا اور اسکے ساتہہ ایک منارہ

مینارہ لرزان بھی اوسی قسم کا ہے جو مین آگے چلکر اصفہان کے ذکر مین بیان کرونگا۔ اس مینارہ کو جب چوٹی پر سے ہلاتے ہین تو یہ جنبش کرنے لگتا ہے۔ کرنیل یوٹ نے اس نظارہ کو اون اینٹون اور چونے کی لچک سے منسوب کیا ہے۔ جو اسکی تعمیر مین صرف کیا گیا ہے اور زیادہ مدت کے گذرنے کی وجہ سے زیادہ لچکدار ہو گیا ہے اور اسکو اسی طرح کے اوس نظارے سے تشبیہ دیتا ہے جو سنگ لرزان کی سلون مین دیکھنے مین آتا ہے[۵۱]۔ اس کے علاوہ بسطام مین اینٹون کا بنا ہوا ایک عجیب وغریب برج ہے جس کا بیرونی دور متعدد نمایان زاویون کی وجہ سے کتے کے دانتون کے مشابہ ہے اور اوس برج کے ہم شکل ہے جسکا ذکر مین آگے چلکر رے[۵۲] کے بیان مین کرونگا۔

گورنر کی طرف سے وکلا مع تحف و ہدایا

شاہرود کے چاپارخانہ مین جو اس لحاظ سے کہ اوس مین بالاخانہ کے تین درجے

---

۵۱ - پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی "(روئداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم- صفحہ ۹۷ مطبوعہ ۱۸۸۳ء - بسطام کی عمارات کا بہترین بیان خانیکاف کی کتاب "میموایر" سے اسٹراگ تذکرہ وغیرہ کے صفحہ ۹۷ پر درج ہے۔

۵۲ - فریزر اپنی کتاب "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) کے صفحات ۶۱۲ لغایت ۶۱۴ - مین ایک اسی قسم کے کثیر الاضلاع برج کا ذکر کرتا ہے جو جرجان کے قریب دریائے گرگان کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہ برج ڈیڑھ سو فیٹ اونچا تھا۔ اس کا اندرونی قطر دس گز اور بیرونی ساڑھے بارہ گز تھا اور اسکی چوٹی بلند مخروطی شکل کی تھی جس مین ایک دریچہ لگا تھا۔ عربی زبان کی دو چوڑی سطرون کے پڑھنے سے واضح ہوتا تھا کہ یہ بھی بسطام ہی کی طرح کا برج ہے۔

ہین۔یکتا ہے جب مین پہونچا تو مین نے دیکہا کہ یہان قالین کے فرش اور پردہ دار دروازون کی وجہ سے تنعم کی غیر معمولی علامات نمایان ہین - بازار سے واپس آکر جب مین منہ ہاتہہ دہونے لگا اور کپڑے بھی مین نے اوتار ہی ہوئے تہے تو بلا کسی اطلاع کے مجہے معلوم ہوا کہ مزید سرکاری توجہہ مجہپر مبذول کی جارہی ہے یعنی پہلے دو آدمی جو تہوڑی سی فرانسیسی بول سکتے تہے بلا اطلاع کئے اندر داخل ہوئے ایک تو شاہ رود کی کمپنی مسرس زیگلر کا گماشتہ تہا اور دوسرا توانیانز نامی ایک کوٹہی کا کارپرداز تھا چونکہ اونہون نے اپنے آنیکی کوئی وجہ نہین بتائی اس لئے مین نے قیاس کیا کہ وہ محض بتقاضاے استعجاب آئے ہین لیکن مشرق مین اس قسم کی باتون پر اظہار ناراضی نہین کرنا چاہیئے بلکہ اور اونکو خوش اخلاقی کی علامات سے تعبیر کرنا چاہیئے - لہذا مین منہ ہاتہ دہونے اور کنگھا وغیرہ کرنے مین مصروف رہا اور شاہ رود کی تجارت اور سوداگری کے متعلق اون سے باتین بھی کرتا رہا - لیکن تہوڑی دیر مین بالاخانہ کے دروازے مین پہر سایہ نمودار ہوا اور تین ایرانی عہدہ دار اندر داخل ہوئے اور ملازمین کی ایک جماعت باہر کھڑی رہی - اِن تینون کے پیچہے پیچہے کچھ نوکر ایک کشتی لیے ہوئے آئے جس مین چاء کے دو ڈبے اور سیلے کا غذمین لپٹے ہوئے چار مصری کے کوزے رکہے ہوئے تہے - اِن کے بعد دو اور آدمی آئے جو ایک دُنبہ کو جو لاتین پہینک رہا تہا اوٹہائے ہوئے تہے - اِن سب کے بعد ایک اور شخص آیا جو بید کی بنی ہوئی دو کرسیان لایا - یہ نظارہ ایسا پر اثر تہا کہ اگر مین اسکو اپنے ناظرین کے سامنے تہیٹر

کے تماشہ کی شکل مین قلمبند کرکے پیش کرون تو غیر موزون نہ ہوگا۔

تماشہ گاہ - ایرانی چاپارخانہ کا ایک کچا مکان۔

افراد اہل تماشہ۔ ایک انگریز فلالین کی قمیص اور گھٹنا پہنے اور موزے چڑہائی ہوئے

ارمنی سوداگر۔

ایرانی پیشخدمت ماشی۔

لالٹین جلاتے ہوئے دُنبے۔

لوازم تماشہ۔ مصری کے کوزے اور بید کی بنی ہوئی کرسیان۔

اب مجھے حقیقت حال معلوم ہوئی اور مین سمجھا کہ گورنر شاہ رود نے جو شاہی خاندان سے ہتار رسمی طور پر میرے پاس اپنے وکیل بھیجے ہین اور مجھے بسطام مین آکر اپنے ہان مہمان ہونے کی دعوت دی ہے اور ارمنیون کو بطور مقدمہ کے روانہ کیا ہے تاکہ وہ سب کچھ دیکھہ بہال آئین اور ترجمانی کی خدمت انجام دین اونکی مدد سے مین نے گورنر کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور جو تحایف اوسنے میرے لئے بھیجے تھے۔ اونہین مین نے قبول کیا لیکن قدرتی طور پر یہ لازم تہا کہ مساوی قیمت کی کوئی سوغات اوسکے وکیلون کو دون۔ چنانچہ مین نے کچھ تومان ان حضرات کی خدمت مین نذر کئے اور اونہون نے نہایت اطمینان کے ساتھ روپیہ جیب مین ڈالکر یہ سمجہا کہ چلو معاملہ ختم ہوا۔ غرضکہ اونہون نے ظاہر کیا کہ اب آرام کا وقت آپہونچا ہے اور یہ کہہ کر کورنش بجا لاتے ہوئے رخصت ہوئے۔ ادہر مین نے دُنبہ ذبح کرایا اور بڑے مزے کی

بھنی ہوئی ران کھانے پر سیر سے سامنے آئی۔

سفر کا دوسرا حصّہ

شاہ رود کی منزل سفر مشہد و طہران مین قریبًا نصف سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے اس سے سفر کے دو حصے ہو جاتے ہین لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین کم دلچسپ کونسا ہے۔ اونکی ہیئت ظاہری مین ایک عجب تطابق پایا جاتا ہے کیونکہ جس طرح مشہد سے شاہ رود تک کی سڑک پر دو مشہور قدیم شہر نیشاپور اور سبزوار واقع ہین اسی طرح اس سڑک کے شاہ رود سے لیکر طہران تک والے حصہ مین دامغان اور سمنان ہین اور جس طرح پہلے حصہ مین اگر کوئی عمارت قابل دید ہے تو سبزوار اور بسطام کے مینار اور برج ہین اسی طرح دوسرے حصہ مین بھی ہمین دامغان اور سمنان کے اسی قسم کے مقابر پر اکتفا کرنی پڑتی ہے۔ بالاخر اس تطابق کو مکمل کرنے کے لئے جس طرح پہلا مشہور ومعروف ترکمانی دردن کو طے کرکے ختم ہوتا ہے اسی طرح اس رستہ کا دوسرا حصہ سفر کے آخری دن سے پہلے کے روز اون مشہور تر بحیرہ اخضر کے علاقہ کی طرف رہنمائی کرنے والے دردن مین گذرتا ہے جو دیرامن کے میدان کا منفذ ہین۔ پتھریلے کویر اور مریل گھوڑے دونون کی خصوصیات مشترکہ مین۔

اوجڑے ہوے شہر

دیھ ملا کی طرف جاتے وقت ایک نہایت ہی ذلیل گھوڑا مجھے سواری کو ملا اور جس رستے پر مین نے سفر کیا وہ بھی کچھ کم برا نہ تھا۔ چاپارخانہ گاؤن کے سواد مین جو کچھ دور

آگے جاکر ایک میدان مین واقع ہے کھڑا ہے یہ گاؤن مٹی کے ایک بہت بڑی
ٹیلے کی وجہ سے ذکر کے قابل ہے جس پر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا جسکی شکستہ
دبوسیدہ دیوارین اب حسرتناک کہنڈرون کی شکل مین بدل گئی ہین۔ دیھ ملا
سے لیکر دامغان تک کا رستہ ذرا صاف ہے مگر کسی طرح کٹنے ہی مین نہین آتا میری
دہنی طرف البرز کی سنگلاخ سرخی لئے ہوئے فصیل میدان سے عمودی اوٹھتی ہوئی
چلی گئی تہی اور ایک سد سکندری کی طرح اس عظیم الشان سلسلہ کوہ کی گہاٹیون اور درون
کو اس نے مسدود کر رکہا تہا اور ان سب کے پیچھے مازندران کے دہندلے میدان
بحیرہ اخضر کی طرف ڈہلتے ہوے چلے گئے تہے۔ بائین یعنی جنوب کی طرف اگرچہ
مین نے اکثر نقشون پر ایک دشت کویر کی علامت دیکہی ہے لیکن میری ذاتی یادداشت
مین مندرج ہے کہ دن بھر کے سفر مین اس طرف کا افق دس میل کے اوسط فاصلہ سے
پہاڑیون کے ایک سلسلہ سے محدود تہا جن کا ارتفاع استقدر ہے کہ اکثر نقشون پر
اونہین دکہایا جاسکتا ہے لیکن جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے اون مین سے اکثر مین
ان پہاڑیون کا کوئی سراغ نہین پایا۔ دامغان تک کی سڑک متعدد دیہات مین سے
ہوکر گذری جن مین سے ایک گاؤن مہمان دوست حقیقت مین اسم بامسمے تہا کیونکہ
پیدل اور سوار مسافرون کا اس کی ایک ہی گلی مین بہت بڑا ہجوم تہا۔ دامغان سے
تین میل کے قریب ہم ایک ویران شہر بستا جان کے کھنڈرون مین سے ہوکر نکلے
کچے مکانون کے ایک ویران شہر کا اس سے زیادہ اندوہناک نظارہ تصور مین نہین

آسکتا۔ مکان چہتین اور دیوارین بتدریج منہدم ہوکر مٹی کے ناقابل شناخت تودون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔ مگر بمرور زمانہ یہ تودے ایسے ٹہوس ہوجاتے ہین کہ بیسیون بلکہ بعض دفعہ سیکڑون سال تک قایم رہتے ہین۔ یہ فرض کرلینا بہی ٹہیک نہین کہ ہرایک ویران شہر یا موقع کے ساتھ اوسکے باشندون کا نشان بہی روے زمین سے مٹ چکا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تہا کہ ایران کی آبادی جو اب فلسطین کی طرح منتشر ہے کسی زمانہ مین چین کی آبادی کی طرح گنجان ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ یہ قیاس غلط ہوگا۔ جس طرح ہر ایک بڑے ایرانی فرمانروا یا بانی خاندان شاہی نے کیخسرو کے زمانہ سے لیکر آج تک اپنے دارالسلطنت کو اس خیال سے ایک جگہہ سے دوسری جگہ منتقل کیا کہ اوس کے نام کے ساتہہ نئے جاہ وجلال کو انتساب ہو اسی طرح ہر ایک چہوٹے چہوٹے حاکم ضلع یا سردار علاقہ نے اپنے فرمانروا کی مثال کو پیش نظر رکہہ کر اضلاع مین ایک نئی آبادی کے قایم کرنے کی کوشش کی اور ادنیٰ درجہ کے طبقون مین بہی ہر خاندان کے سردار نے اپنی حالت کی اصلاح اور اپنے پیشینون پر تفوق لیجانے کے خیال سے نئی عمارت بنالی۔ غرضکہ

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت + رفت و منزل بدیگرے پرداخت

نئی عمارتون کے بنانے کی اس عالمگیر خواہش نے جو ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون کے دلون مین ساری ہے اور قحط۔ وبا اور جنگ کی آفتون نے آپس مین ملکر شہرون اور مکانون کے بے شمار بوسیدہ ڈہانچون کی ترکیب مین حصہ لیا ہے۔

دامغان

میل کے فاصلہ سے دامغان کے دو مینار سے جو سبزوار کے مینار کے مدمقابل ہین پردہ نگاہ پر ہویدا ہوتے ہین۔ دونون ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر شہر کے مختلف حصون مین کہڑے ہین۔ دونون مین سے جو زیادہ تر اپنی حالت اصلی پر قایم ہے اور جسکے اوپر چڑہا جا سکتا ہے اور جسپر بعد کے زمانہ کی ایک برجی بہی ہے جس مین موذن کے لئے ایک دروازہ بنا ہوا ہے شہر کی سب سے بڑی گلی کے سرے پر واقع ہے۔ ایک مسجد اسکے قریب ہے۔ یہ وہ مسجد نہین جسکے ساتھہ یہ ابتدائً ملحق تھا بلکہ حال کے زمانہ کی تعمیر ہے۔ سبزوار کے مینار کی طرح اسکی ردکاری اینٹون کی ہے اور اون کی چنائی اس طرح سے کی گئی ہے کہ دور پر مبندسی تشکلین بن گئی ہین اسکے علاوہ خط کوفی مین ایہوان کام کا ایک کتبہ بہی اس پر ثبت ہے۔ دونون مینار امام زادون کے مقبرون سے تعلق رکہتے ہین اور اونکے نام سے منسوب ہونے کے باعث منار جعفری اور مینار قاسمی کہلاتے ہین۔ ان دونون امامون کی زیارت گاہون اور نیز پیر علمدار نیچ حضرت امام محمد فرزند امام ابراہیم کے مقبرے کے حالات کے متعلق مین ناظرین کی توجہ خانیکاف کے عالمانہ

لہ ایکیو یہ وایرانیہ ترا (تذکرہ وغیرہ) صفحات ۴، ۵، ۷۔ ییسٹ نے اپنی کتاب "لینڈ آف دی امامس" (سرزمین آئمہ) کے ۱۹۰ پر یہ لغو غلطی کی ہے کہ میناروں کا نام چہل ستون اور مسجد جم بتایا ہے اول الذکر نام ایران مین ہر بڑی اور نفیس عمارت سے منسوب کیا جاتا ہے اور اسلئے اوسکا اطلاق مسجد پر ہو سکتا ہے نہ کہ مینار پر۔ اسی طرح مسجد جم سے اوسکی مراد مسجد جامع ہے جو ایک شہر مین ویسا ہی حکم رکہتی ہے جیسا اکسفورڈ یا کیمبرج مین "یونیورسٹی چرچ" (کلیسائے دار العلم)۔

اوراق کی طرف منعطف کرتا ہون۔ دامغان اگرچہ موجودہ صدی (انیسوین) مین بھی بہت بڑا شہر تھا لیکن اب افسوسناک انحطاط کی حالت مین ہے ایک بہت بڑے مربع قلعہ کے ویران کھنڈر جن مین ایک کرہ شیخ علی شاہ کا مقام ولادت ہونے کے لحاظ سے مشہور تھا اور دکھایا جایا کرتا تھا بازار کے مثلثی میناروں سے اوپر سر اٹھائے کھڑے ہین لیکن بوسیدہ ہو کر گر رہے ہین۔ مین گھوڑے پر سوار بازار مین سے ہو کر گذرا جو ایک لمبی سقف پوش گلی پر مشتمل ہے اور شاہ رود کے مقابلہ مین بہت کم صاف اور آراستہ ہے۔ شہر مین ایک ندی بہتی ہے جو ایک پہاڑی چشمہ سے جس کا نام چشمہ علیؓ ہے آتی ہے اس چشمہ پر شاہ کا گرمیون کے رہنے کا محل بنا ہوا ہے اسکے علاوہ یہ مقام زیارت گاہ بھی ہے کیونکہ یہ منجملہ اون مقامات کے ہے جہان حضرت علیؓ کے گھوڑے نے خشمگین ہو کر اس زور سے اپنا سم پتھر پر مارا کہ اوسکا نشان مستقل طور پر رہ گیا اس کرامت کے موقع کے قریب ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور کرامت ایک چشمہ کی شکل مین موجود ہے جس کا نام چشمہ باد ہے۔ کہتے ہین کہ اگر خاص خاص وقتون مین اس کو جنبش دیجائے تو ایسا طوفان اٹھتا ہے کہ اوسکے تھپیڑون سے ہر ایک چیز برباد ہو جاتی ہے۔[۱]

دامغان کی تاریخ

تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے دامغان کے دو پہلو ہین۔ روایتی اور جدید۔ اسے ہمیشہ

---

[۱] جے۔ بی۔ فریزر۔ "اے ونٹرس جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۴۰۰ + ای۔ بی۔ ایسٹوک۔ جلد دوم صفحہ ۱۵۱ + کرنیل ویلنٹائن بیکر صفحہ ۱۳۸ +

قدیم شہر ہیکا ٹامپیلاس یعنی سو دروازون والے شہر کا موقع قرار دیا گیا ہے یہ نام یونانیون نے اوس شہر کا رکھا تہا جو سلسلہ ارساسیدیہ کے پارتہین فرمانرواون کا پایہ تخت تہا لیکن چند مٹی کے تودون اور متعدد زمین دوز نالیون کے سوا جن کے بنانے مین پتہر کی بڑی بڑی سلین صرف کی گئی ہین دامغان مین نہ تو اس وقت ایسے آثار باقی ہین جن کو اوس رفیع الشان عہد قدیم پر منطبق کیا جاسکے اور نہ تاریخ ہی اس امر کی شاہد ہے کہ کبھی اس قسم کے آثار یہان موجود تہے۔ فیریر نے البتہ اس نظریہ کی تردید کی کوشش اس استدلال سے کی ہے کہ سو دروازون والے شہر سے مراد لازمی طور پر ایک ایسا شہر ہونا چاہیئے جہان بہت سی سڑکین آپس مین ملتی ہون حالانکہ دامغان مین صرف دو سڑکین ہین مگر میرے خیال مین اوس کا خیال غلط ہے۔ اسی استنباط کی بنا پر وہ شاہ رود و بسطام کو ہیکا ٹامپیلاس کا موقع قرار دیتا ہے[1]۔ لیکن قطع نظر اس واقعہ کے کہ دامغان مین دو سے زیادہ سڑکین ملتی ہین اس امر کو یقینیات سے تعلق نہین ہے کہ یونانیون نے اس کا جب یہ نام رکھا تو اونکی مراد شہر کے دروازون سے ہی تہی یہ نام اونہون نے مصری شہر تہیبیز کا بھی رکہا تہا جسکی نسبت یہ قیاس کیا گیا ہے کہ سو دروازون سے اشارہ اون کثیر التعداد عالی شان مندرون کے دروازون سے ہے جن سے ریمیسس (فرعون مصر) کا پایہ تخت مزین تہا اور ممکن ہے کہ پارتہین شہر کے متعلق بھی سو دروازون سے یہی مراد ہو۔ لیکن اگر دامغان اور ہیکا ٹامپیلاس کے ایک ہونے کے مسئلہ سے بلحاظ

[1] کاروان جرنیز۔ (سفر بذریعہ کاروان) صفحات ۶۹-الی-۷۴۔

اوس کے نظامی ہونے کے قطع نظر بھی کیا جائے تاہم دامغان کے موجودہ نام کے ساتھہ بھی تاریخی اعتبار سے بہت کچھہ دلچسپیاں وابستہ ہین۔[۱] نہ یہان اس امر کے تکرار کی ضرورت ہے کہ چنگیز خان نے اسے ایک دفعہ برباد کیا اور نہ اس واقعہ کے اعادہ کی حاجت کہ تیمور نے دوسری دفعہ اسکو تباہ کیا۔ بنی نوع انسان کے ان دونون دشمنون کیلئے شہرون کی شان وشوکت کا مٹانا ایک معمولی سی بات تھی۔ ڈان رائی ڈی کلیویجو جب ۱۴۰۴ع مین شاہ کیسٹیل کی طرف سے سفارت پر مامور ہو کر تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے وقت شمالی ایران مین سے ہو کر گزرا تو اوس نے دامغان مین ابھی تک مٹی مین گڑے ہوئے انسانی سرون کے دو برج کہڑے ہوئے دیکھے جو تیمور نے اپنی فتح کی یادگار مین چند سال پیشتر یہان نصب کئے تھے۔ شاہ عباس نے اس شہر کو نئے سرے سے تعمیر کیا اور اسکا ارک بنایا۔ ماہ اکتوبر ۱۷۲۹ع مین نادر شاہ نے اپنی مشہور فتح اشرف افغان پر حاصل کی جو سال آیندہ مین افغانون کے ایران سے نکالدئے جانے کا پیش خیمہ تھی۔ اسی مقام پر ۱۷۶۳ع مین کریم خان زند کے حقیقی نہین سوتیلے بھائی زکی خان نے جسے قوم قاجار کا بلوہ فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اپنے قیدیون کو سر نیچے اور پاؤن اوپر برابر برابر فاصلہ سے زمین مین گاڑ کر ایک باغ لگایا اور یہین ۱۷۹۶ع مین نادر کا مصیبت زدہ پوتا شاہ رخ اوس وحشیانہ عذاب کے اثر سے مرا جو مشہد مین آغا محمد شاہ نے اوس پر روا رکھا تھا۔ موجودہ (انیسوین) صدی مین دامغان کو

[۱] دامغان کے قدیم حالات کے لئے دیکھو تصانیف اصطخری۔ مقدسی۔ یاقوت حموی۔

قطعی طور پر بجائے ایک دشمن کے ایک دوست نے تباہ کیا یعنی سنہ ۱۸۳۲ع مین عباس مرزا کی فوج تین مہینے تک یہان آکر رہی اور اوسکے قیام کے برباد کن اثر سے یہ شہر کبھی نہین پنپا۔ کوئی ٹڈی دل بھی ایسی عام تباہی نہ پھیلاتا جو اس فوج نے اپنے زمانہ قیام مین پھیلائی۔ آبادی اب ۱۳۰۰۰ ہونا بیان کی جاتی ہے۔ مگر مجھے باور نہین آتا۔

دولت آباد

دامغان سے روانہ ہونے کے بعد سڑک مغرب کا رخ اختیار کرتی ہے اور ایک میدان کو جو شروع شروع مین کنکریلا لیکن بعد مین زرخیز اور زراعت سے سرسبز ہے طے کرتی ہوئی غشاہ کی طرف بڑہتی ہے۔ غشاہ مین صرف دو عمارتین ہین۔ ایک کاروانسرائے اور ایک چاپارخانہ اور اگر ضروریات سفر نہ ہوتین تو اس مقام مین جو غیر آباد ہے یہ عمارتین بھی قایم نہ کی جاتین۔ رستہ مین اگر کوئی دلچسپ مقام آتا ہے تو وہ دولت آباد کا ویران قلعہ ہے جسکے گرد تین دیوارین کھینچی ہوئی ہین اور ایک گہری کھائی اوسے گھیرے ہوئے ہے۔ ساٹھ سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ سارجینٹ گبنس ایک انگریز نے جو عباس میرزا کی فوج مین ملازم تہا اسکی نسبت لکہا تہا کہ "ایران مین جو چھوٹے چھوٹے قلعے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے بہتر ہے"[۱] دامغان کے حاکم نے جس نے کچھ مدت تک گورنر صوبہ کے استیصال کی مدافعت کی تہی عباس مرزا کو تیس ہزار تومان نذرانہ اس شرط پر پیش کیا کہ اوسے دامغان کی حکومت پر بحال رکھا جائے

۱؎ جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (رسالہ رائل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد یازدہم۔ صفحہ ۱۰۴ (مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ع)

عباس مرزا نے روپیہ تو جیب مین ڈال لیا اور حاکم کو مشہد لیتا گیا اور مقامی گورنر نے اوس کی غیبت سے فائدہ اوٹھا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نواح کے دوسرے اکثر مقامات کی طرح یہ اب ویران ہے اور انحطاط جلد جلد اسپر اپنا عمل کر رہا ہے۔

کرگان

ن بھر بلکہ اپنے تمام سفر کے اثنا مین میرا گذر اون متعدد بڑے بڑے تودۂ گل کے پاس سے ہوا جنکی حقیقت کے سمجھنے مین شمالی ایران کے مسافر کو بہت کچھ دقت پیش آئی ہے۔ یہ مٹی کے بہت بڑے بڑے مدور یا بیضوی ٹیلے ہین جو پچاس سے لیکر سو فیٹ تک بلند ہین۔ ان پر عمارت کا کوئی نشان نہین بلکہ چکنی مٹی کے ٹھوس ڈھیرون سے مرکب ہین۔ جنکے پہلوؤن کو مرور زمانہ نے صاف و ہموار کر دیا ہے۔ مقامی روایت انہین جمشید سے منسوب کرتی ہے جسکے دوسرے لفظون مین گویا یہ معنی ہوئے کہ راویون کو ان کی حقیقت کچھ بھی معلوم نہین تھی۔ بعض لوگ انہین آتشکدون کے موقع سے تعبیر کرتے ہین جو قدیم زمانہ مین جبکہ مذہب زردشت رائج تھا تعمیر کئے گئے ہونگے۔ لیکن مجھے ذرا بھی شبہ نہین کہ اگر وہ سب کے سب نہین تو اون مین اکثر مٹی کے قلعے تھے جو گاؤن کی حفاظت کے لئے بنائے گئے تھے اور یہ گاؤن مدت ہوئی کہ پیوند زمین ہو چکے ہین۔ مٹی کے یہ ٹیلے علی العموم اون میدانون مین پائے جاتے ہین جہان قدرت نے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہین پیدا کیا اور اس لئے انسان کو مصنوعی طور پر اوسکے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی بہت سے ٹیلون کی چوٹیون پر ابھی تک

مٹی کی گڑھیون کی ٹوٹی ہوئی بے شکل دیوارین نظر آتی ہین اور ظاہر ہے کہ یہ گڑھیان کسی زمانہ مین ان چوٹیون پر بنی ہوئی ہون گی - اس کا بین ثبوت بدشت مین جو شاہرود کے قریب واقع ہے اور بجنرود شاہرود کے درمیان جاجرم مین ملتا ہے - جہان یہ ٹیلے جنھین یہان کرگان کہا جاتا ہے صاف اور چٹیل ہین وہان اوپر کی عمارت بالکل مسمار ہوچکی ہے - ان ٹیلون کا ایک طویل سلسلہ ابھی تک وادی گرگان مین واقع ہے درگمیش تپی (یعنی چاندی کی پہاڑی) سے جو بظاہر انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ٹیلا ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل پر واقع ہے شروع ہوکر مٹی کی ایک تہری قلعبندی کو جو اسکندر اعظم سے منسوب کیجاتی ہے ترکیب دیتا ہوا البرز تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے - بعض مقامات مین مثلاً قزوین اور طہران کے درمیان اون کے متساوی الفصل ہونے سے یہ بدیہی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ انہین ایک کیمپ کی خبر دوسرے کیمپ کو دینے کے لئے روشنی کے مینارون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا - بہرحال دونون صورتون مین اون کا مقصد فوجی تھا - اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ان مین سے کسی کو بھی مقبرہ تصور کیا جائے -

اہوان

نعشاشے سے روانہ ہوکر سڑک ایک ویران اور غیر مزروعہ میدان مین سے گذرتی ہے - اسکے بعد بتدریج ایک چڑھاؤ آتا ہے جسے طے کرکے یہ ایک عسیر المرور درہ مین داخل ہوتی ہے اور پھر دفعتہ ایک تاریک سے نشیب مین جا پہونچتی ہے جہان اہوان کا چاپارخانہ اور

کاروانسرائے واقع ہین - موجودہ اینٹ کی سرائے شاہ سلیمان صفوی کے زمانہ کی
بنی ہوئی ہے - ایک قدیم تر سرائے بھی ہے جو پتھر کی ہے اور نوشیروان ساسانی
سے منسوب کی جاتی ہے مگر اب اوسکے کھنڈر رہ گئے ہین - لفظ اہوان کے معنی جن لئے
بظاہر سیاحان سابق[۱] کو بہت کچھ مغالطہ مین ڈالا ہے غزال صحرائی[۲] ہین روایت اس مقام
سے اون حیرت انگیز کرامتون مین سے ایک کو منسوب کرتی ہے جو حضرت امام رضاؑ
سے سفر طوس کی مختلف منازل مین ظہور مین آئین - یہان اونہین ایک اسیر ہرنی ملی جس نے
اونکے مقدس وجود کو پہچان کر گویائی حاصل کی اور اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لئے
اون سے مدد مانگی - امام صاحب نے شکاری کو حکم دیا کہ ہرنی کو چھوڑ دے اور خود اوسکی
واپس چلے آنے کے ضامن ہوئے - لیکن ہرن کے لئے اپنے گھر کی خوشیان وعدہ
کی ایفا پر غالب آئین اور اوسنے اپنا اقرار پورا نہ کیا - اسپر شکاری نے امام صاحب
سے کہا کہ میری ہرنی لائیے چنانچہ اونہون نے اپنی قوت ارادی کے زور سے اوسکو
اوسکے صیاد کے پاس واپس بلا بھیجا جسکے پاس وہ بعد کو ہمیشہ بطور ایک اسیر پالتو
جانور کے رہی اس مقام پر مسافر اوس کوہستان مین داخل ہوتا ہے جو دامغان اور سمنان
کے میدانون مین فاصل ہے - قلۂ فاصل کے بلند ترین مقام سے سمنان بارہ میل

ف۱ فریزر نے اسے اہوانے یون لکھا - فریزر نے اہیمون اور لوڈ ونون نے اغیان - اسی طرح غشاہ کا ہیبلکا سبک - گوشہ کو شک اور کوشہ کیا ہے ۔

ف۲ آہو کے معنی غزال کے ہین اسی لئے آہو برہ (یعنی بچہ غزال) ایران مین برہ کو کہتے ہین ۔

کے فاصلے سے پتھرون کے فرش پر ایک سبز قطعہ کی شکل مین نظر آتا ہے۔ دوسری طرف اتارگو آسان تھا لیکن رستے مین پتھر بہت بکھرے ہوئے تھے اور گھوڑے کو پے ڈالکر شہر کی طرف جانے مین کوئی لطف نہ تھا۔ رستے مین مجھے ایک بند گاڑی ملی جس مین چار گھوڑے بجتے ہوئے تھے اور ان مین سے دو پر سوار بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی کے آگے آگے کچھ سوار بھی جا رہے تھے اور ایک گارد بھی ہمراہ تھا۔ مجھے یہ دیکھکر تھوڑی دیر کے لئے خوف پیدا ہوا کہ کہین یہ میرے ہی استقبال کے سامان تو نہین ہین مگر اس امر کے دریافت کرنے سے مجھے اطمینان ہوا کہ گاڑی مین حاکم ضلع سوار تھا جو غالبًا اپنے غیر وسیع علاقہ کا دورہ کرنے کے لئے نکلا تھا۔

سمنان

سمنان ایران مین اپنے وسیع اور شاداب باغون۔ اپنے پرانے درختون۔ دامغان کے مقابل کے ایک وسیع مینارے۔ حال کی بنائی ہوئی ایک خوشنما اور آراستہ مسجد۔ چار کی ٹکیون اور نیلے سوت کے پائجامون کی مقامی ساخت۔ عورتون کے حسن اور زبان کے عسیر الفہم ہونے کے لحاظ سے مشہور ہے۔ شاید ان تمام باتون مین ایک بھی ایسی نہین جو اجنبی کی توقع کو پورا کرتی ہو۔ چھوٹی گلیون مین ندیون کا پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ گلیان ایران مین عام طور سے نہ صرف سڑکون بلکہ نالیون کا بھی کام دیتی ہین۔ لیکن باوجودیکہ آبرسانی کے ذرایع اس قدر وسیع ہین پھر بھی شہر اوس سے پوری طور پر منتفع ہوتا ہوا معلوم نہین ہوتا۔ البتہ تمباکو کی یہان کثرت سے کاشت کیجاتی ہے

بازار کے باہر کہلے مقام مین چند پرانے چنار ہین اور ایک عالی شان درخت خود بازار مین کہڑا ہے اور اس کا دیوقامت تنہ چہت کو چیرتا ہوا اوپر کو نکلا ہے قدیم منارہ بھی بازار کے وسط مین واقع ہے اور مسجد جامع سے ملا ہوا کھڑا ہے لیکن مسجد کے اب کہنڈر رہ گئے ہین۔ منارہ ایک سو فیٹ بلند ہے اور اس مین ایک زینہ ہے جسمین منارے کی چوٹی تک سو سیڑہیان ہین منارے کی چوٹی پر موذن کے لیے غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ زلزلہ اور مرور زمان کی وجہ سے یہ جہک گیا ہے۔ فتح علی شاہ کی مسجد مین جو یہان سے تہوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے ایک وسیع چاردیواری پچاس گز مربع ہے اس مین دو خوشنما ایوان بھی ہین جو کاشی کے کام کے چوکہٹون مین نصب ہین۔ اس کے متعلق ایک مدرسہ ہے۔ چار کی ٹکیون کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہی کہ جب ویمبری نے جس نے اون کی شہرت ہرات سے بعید مقام مین سنی تہی اونہین خریدنا چاہا تو اوسے یہ ٹہیٹ ایرانی جواب ملا کہ ان چیزون کی مانگ اس قدر زیادہ اور اونکی مقدار برآمد اس قدر کثیر ہے کہ مقامی خرچ کے لیے کچہہ بھی نہین رہین جسطرح ویمبری کو چار کی ٹکیان نہین ملی تہین اوسی طرح خوبصورت عورتین میرے دیکھنے مین نہین آئین۔ زبان کے متعلق مین لاعلمی کے باعث کوئی رائے نہین قایم کرسکا۔ لیکن خانیکاف جیسے محقق السنہ نے بہی سوالات کے ذریعہ سے اس زبان کے حالات دریافت کرنے کی ناکام کوشش مین مصروف رہکر اس سے زیادہ ناطق نتیجہ نہین نکالا کہ یہ ایک مازندرانی بولی ہے جس کی آوازون کا جزو اعظم حروف علت ہین۔ اس کے علاوہ

ایک روایت ہے کہ ایک عالم فاضل نے جسے کسی ایرانی شہنشاہ نے ایک دفعہ اس امر کی تحقیق پر متعین کیا تھا کہ جو زبانیں اوسکے ملک کے باشندے بولتے ہین اونکے متعلق بعد تحقیق کیفیت پیش کرے تو اوس نے سمنان کی بولی کی تشبیہ اپنے شاہی سرپرست کے حضور مین اس طرح سے ظاہر کی کہ ایک خالی کدو مین کچھ سنگریزے ڈالکر اونہین کھڑکھڑا دیا۔[۱] بیان کیا جاتا ہے کہ سمنان مین ۴۰۰۰ گھر اور ۱۶۰۰۰ باشندے آباد ہین لیکن غالباً اس اندازہ مین مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ یہودیون کو یہان رہنے کی ممانعت ہے لیکن پچیس کے قریب ہندو بنئے تجارت مین مصروف ہین کیونکہ سمنان وہ مقام ہے جہان بندر عباس سے براہ نیر و طبس ایک رستہ جنوب کی طرف سے آتا ہے اور شمالی صوبون کو مال تجارت بہم پہونچاتا ہے ایک عام وضع کی کچی دیوار جس کے پہلوؤن پر برج اور پہاٹک ہین اور جو معمولی بوسیدگی کی حالت مین ہے۔ شہر کے گرداگرد کھنچی ہوئی ہے اور گویا ایک مستحکم ارک ہین جو شہر کی شمالی و مغربی دیوار سے اوپر کو اوٹھا ہوا سے رہتا ہے۔

لسگرد

ایک لمبا پتھریلا چڑہاؤ اون چند دلچسپ مقامات مین سے ایک کی طرف ہماری رہنمائی

---

[۱] دیکھو گرامیٹکل نوٹ آن دی سمنانی ڈائلکٹ یا (سمنانی زبان کے متعلق ایک نحوی یادداشت) مصنفہ پادری جے۔ ہسٹ مندرجہ جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی یا (روزنامچہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی)۔ جلد شانزدہم۔ صفحہ ۱۲۰۔ (مطبوعہ ۱۸۸۴ء) اور نیز دیکھو مضمون متعلقہ زبان سمنان مرقومہ۔ اے۔ ایچ شنڈلر۔ مندرجہ تصنیف خود۔ جلد سی و دوم باب سوم

کرتا ہے جو مشہد اور طہران کی درمیانی سڑک پر واقع ہین۔ یہہ لسگرد کا عجیب و غریب آدمیون کے رہنے کا ٹھور ہے کیونکہ مین اس سے زیادہ موزون نام اسکے لئے تجویز نہین کرسکتا۔ یہان کسی زمانہ مین ایک اونچے مدور گلی ٹیلے پر جو میدان سے شاید اسی فیٹ اوپر کو اٹھا ہوا چلا گیا ہوگا۔ ایک قلعہ بنا ہوا تہا۔ قلعہ اب برباد ہوگیا ہے اور اسکے اندرونی مکانات اینٹ اور خاک کے تودون کی شکل مین بدل گئے ہین۔ لیکن گانون والے انہین ویران کہنڈرون مین آباد ہین اور بیرونی دیوارون کی چوٹیون پر اونہون نے دو منزلہ کچے مکان بنالئے ہین جن پر اندر کی طرف سے بوسیدہ سیڑہیون کی راہ سے چڑہتے ہین ان مکانون کی ہیئت کذائی کا سب سے زیادہ نمایان جز ان گہر لکڑی کی کڑیون کا ایک چھجا ہے جسے مٹی سے لیپ دیا گیا ہے۔ یہی کمزور چھجا جگر و کسی کو نیچے گر پڑنے سے بچانے کے لئے کوئی کٹہرا بھی نہین اور جو مارے سوراخون کے چھلنی ہو رہا ہے۔ ان لوگون کا آنگن ہے۔ کچھ دور سے یہ جگہ یون نظر آتی ہے کہ گویا پرندون کی ایک بہت بڑی ٹکڑی نے یہان آکر بسیرا لیا ہے اور دیوارون مین اپنے رہنے کے لئے گہونسلے بنائے ہین۔ اس تمام ٹیلے کی بیرونی شکل ایک بہت بڑے پیپے سے مشابہ ہے۔ ٹیلے کے اوپر سیڑہیون کے ذریعہ سے جن کی سلامی مین بہت کم ڈھال ہے چڑہتی ہین اور اسکے اندر داخل ہونے کی راہ ایک چھوٹا سا چور دروازہ ہے جو پتھر کی ایک سل پر جو ایک چول پر گھومتی ہے مشتمل ہے۔ مین اندر داخل ہوا اور سیڑہیون پر چڑھ کر اوپر کی منزل کے چند گہونسلون (مین اونہین جہونپڑی کے نام سے تعبیر نہین کرسکتا) کو مین نے

جہانک کر دیکھا۔ عورتون کے مُنہ پر نقاب تھی اور وہ کثافت اور غلاظت مین اٹی ہوئی تھین۔ مکانون کی عام اندرونی حالت وہی تھی جسکی توقع کسی عقاب کے نشیمن کے آئین خانہ داری سے کی جاسکتی ہے۔ یہان بھی وہی زبان بولی جاتی ہے جو سمنان مین رائج ہے۔ قلعہ کے گرد ایک عمیق و عریض خندق ہے جو اب باغ کی شکل مین منتقل کردی گئی ہے اِس باغ کے محاصل خانقاہ حضرت امام رضاؑ واقع مشہد کے اوقاف کی توفیر مین حصہ لیتے ہین۔

قشلاق تک کی سڑک

لسگو سے روانہ ہوکر سڑک ایک پہاڑی علاقہ مین سے گذرتی ہے جس مین موسم سرما کے سیلابون کی کاوش نے گہری نالیان اور گھاٹیان پیدا کردی ہین جن پر پل بندھے ہوئے ہین۔ جب سڑک پھر میدان مین اُترتی ہے تو موضع دیہہ نمک کم از کم بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بے انتہا ویران اور نفرت انگیز صحرا کے وسط مین واقع نظر آتا ہے۔ سیاحت ایران مین اوس جھوٹی اُمید سے زیادہ فریب دہ اور کوئی شئے نہین ہوسکتی جو مسافر کو اپنی منزل مقصود کے دیکھنے سے جو بادی النظر مین صرف چند میل کے فاصلہ پر واقع معلوم ہوتی ہے پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ اوس مایوسی سے زیادہ تکلیف دہ اور تھکانے والی کوئی اور شئے ہوسکتی ہے جو اوس وقت مسافر کو ہوتی ہے جبکہ میل طولانی ہوکر فرسخون کی شکل مین بدل جاتے ہین اور منزل مقصود تک مسافر کسی طرح پہونچتا ہی نہین۔ کچھ فاصلہ سے دیکھنے پر جو مقام صرف ایک دو مکانات کی

آبادی معلوم ہوتا تھا وہ قریب آنے سے ایک اچھا خاصہ گاؤن نکل آتا ہے جس مین بہت
سے مکانات ہین اور جو کف دست بیابان کے خاکستری محیط کے کسی چھوٹے سے نیم
سبز شعب مین چھپا ہوا تھا۔ اس کے بعد جو علاقہ آتا ہے اور جو ویرانی مین اس سے
کچھ کم نہین اوسمین ہمارا گذر پادیھ اور ارادان[1] کے پاس سے ہوتا ہے۔ یہ گاؤن بھی مٹی کی
بڑے بڑے مصنوعی ٹیلون کی چوٹیون پر قلعہ کی شکل مین بنے ہوئے ہین اور اجڑے
ہوئے ہین۔ لسگرد کی طرح یہ مکرر آباد نہین ہوئے۔ جب ابتداءً یہ قلعے تعمیر اور برجون اور
کنگرون سے آراستہ کئے گئے ہونگے تو ان کی شان ہی نرالی ہو گی۔ اب ان کی یہ حالت
ہو رہی ہے کہ کہین کہین تو قلعہ کی شکل پہچانی جا سکتی ہے اور کہین کہین فقط مٹی کے
ٹھوس اور چٹیل ٹیلے رہ گئے ہین جن کے متعلق مین فقرہ سابق مین تفصیلی بحث کر چکا ہون
ارادان کے پرے ایک پانی سے بھری ہوئی ندی پہاڑون سے نکلتی ہے اور بہت سی
شاخون مین منقسم ہو جاتی ہے جن مین سے کم از کم بیس کو مین نے نصف میل کے فاصلہ
مین طے کیا ہو گا۔ زراعت مین بھی اسی نسبت سے ترقی ہو جاتی ہے اور قشلاق سے
(جسکے لغوی معنی قیام گاہ موسم سرما کے ہین) جو علاقہ خالصہ ہے طہران کے شاہی اصطبلون
کے لئے دانہ اور چارہ بہم پہونچایا جاتا ہے۔ یہ علاقہ ضلع خار کا ہے جسکا ذکر قدیم تاریخون
اور سفرنامون مین اکثر آیا ہے اور جو شمالی ایران کے ایک خرمن ہونے کی وجہ سے
مشہور ہے۔ یہان سے سڑک شمال و مغرب کی سمت اختیار کرتی ہے اور قشلاق سے

[1] فریزر اس مقام کو ہرادو کہتا ہے۔

آٹھ میل کے فاصلہ پر پہاڑیون کے ایک سلسلہ مین اوس راہ سے داخل ہوتی ہے جس کو عام طور پر مشہور دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے منسوب کیا جاتا ہے اور جو اس لحاظ سے اس علاقہ کے سیاسی مسئلہ کو پیدا کرتا ہے۔

دروازہ ہاے بحیرہ اخضر

اس مقام پر میرا یہ مقصد نہین ہے کہ اس مسئلہ پر بالتفصیل بحث کرون اور اس کے لئے یہان گنجایش بھی نہین۔ اسکے امور تنقیح طلب کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصنفین سابق انکو اپنا بحث بنایا اگرچہ اونہون نے کوئی قطعی راے قایم نہین کی نظر بران مین اپنے ناظرین کو اس مسئلہ کے متعلق۔ نیل[۵۱]۔ اوسلے[۵۲]۔ موریر[۵۳]۔ فریزر[۵۴]۔ فیریر[۵۵] ایسٹوک[۵۶] اور گولڈاسمڈ[۵۷] کی تصانیف کی ورق گردانی کا مشورہ دیتا ہون۔ دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے مراد وہ درہ ہے جس مین سے ہوکر اربیلا[۵۸] کی شکست کے بعد دارا بھاگ

۵۱۔ دیکھو دی جاگرفیکل سسٹم آف ہیروڈوٹس" (ہیروڈوٹس کا نظام جغرافی) صفحہ ۲۷۱۔

۵۲۔ دیکھو ٹریولس ان دی ایسٹ" (سفر مشرق)۔ جلد سوم ضمیمہ سوم۔

۵۳۔ دیکھو سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) ۱۸۱۳ء صفحہ ۳۶۴ و ۳۶۵۔

۵۴۔ دیکھو جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ ۱۸۲۱ء صفحات ۲۹۱ الی ۲۹۳۔

۵۵۔ دیکھو کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) ۱۸۵۶ء صفحات ۵۹ و ۶۰۔

۵۶۔ دیکھو جرنل آف اے ڈپلومیٹ۔ (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ (۱۸۶۴ء) جلد دوم صفحہ ۱۴۰۔

۵۷۔ دیکھو جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (رسالہ رائل جاگرفیکل سوسائٹی) (۱۸۳۲ء) جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۶

۵۸۔ اربیلا جس کا نام اب اربل ہے موصل سے ۴۴ میل جانب مشرق و جنوب واقع ہے۔ اس کے قریب سکندر نے

کی طرف بہاگا تہا اور جس مین سے سکندر کی فوج نے اوس کا تعاقب کیا تہا۔ اس درہ کی شناخت کے لئے ضروری اطلاع کا اکثر حصہ ایرین[۱] اور پلائنی[۲] کی تصانیف مین مل سکتا ہے۔ پلائنی کہتا ہے کہ یہ درہ آٹہ میل لمبا ہے اور اٹہائیس[۳] میل تک اس کی راہ مین کہین پانی نہین ملتا۔ اور ایرین کہتا ہے کہ سکندر دہاوا کرتا ہوا یہان سے[۴] ایک دن مین پہونچا۔ لیکن دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی کا استحقاق چار درون کو ہے۔ ایک درہ تنگ شمیر ہے جس کی نسبت روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۸۔ دارا کو ۳۳۱ قبل مسیح مین آخری شکست دیکر سلطنت ایران کا خاتمہ کر دیا۔ مترجم۔

۱۔ ایک فیلسوف اور مورخ تہا جو سنہ ۱۰۰ء مین پیدا ہوا۔ سکندر اعظم کی مہم ایشیائی کے مفصل حالات اوسنے قلمبند کئے۔ ہندوستان کے متعلق بہی اوسکی ایک تصنیف موجود ہے۔ یہ تصانیف جرمنی زبان مین ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہین۔ مترجم

۲۔ اٹلی کا ایک نہایت مشہور عالم اور مورخ اور سلطنت کا رکن رکین تہا۔ ۲۳ء مین پیدا ہوا۔ اوسکی مشہور کتاب "ہسٹوریا نیچرلیس" (صحیفہ فطرت) ہے جس کا ترجمہ ہر ایک یورپین زبان مین ہو چکا ہے۔ اس کتاب کو مختلف مضامین کا مجموعہ اور معلومات کا مخزن سمجہنا چاہیئے کیونکہ پلائنی کے تمام مشاہدے اور تجربے اس مین مندرج ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اوسکی کتاب مین بیس ہزار مسایل سے بحث کیگئی ہے۔ ۷۹ء مین وہ ویسوویس کی اوس مشہور آتش افشانی کے موقع پر راکہہ اور چنگاریون کے ڈہیر مین دب کر مر گیا جو پمپیائی کی حسرت ناک بربادی کا باعث ہوئی۔ مترجم

۳۔ دیکہو "ہسٹوریا نیچرلیس" (صحیفہ فطرت) کتاب ششم فصل چہاردہم۔

۴۔ دیکہو "مہم اسکندر" کتاب سوم فصل بستم۔ "دہاوے" کا لفظ مین نے اس لئے لکہا کہ ایرین نے حسب ذیل الفاظ لکہے ہین۔ "اوس شخص کے لئے ایک دن کا سفر جو اسکندر کی طرح مسافت طے کرے" اس سے مسافت ظاہر ہوتی ہے کہ سکندر نے غیر معمولی تیزی کے ساتہ سفر کیا۔

ذوالفقار کے ایک وار سے چٹان کو کاٹ ڈالا۔ یہ درہ اوس سڑک پر واقع ہے۔ جو دارالسلطنت سے شاہ رود کو جاتی ہے اور کوہ البرز کی بلندترین چوٹی شاہ کوہ کے نیچے استرآباد اور شاہ رود کے درمیان ہے اس درہ کا طول ڈیڑھ سو گز اور عرض فقط اٹھارہ فیٹ ہے اور اسکی دونوں دیوارین جو چونے کے پتھر کی ہین عمودی چلی گئی ہین نیپیر کہتا ہے کہ اس مین ذرا شک نہین کہ یہی دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہین" مگر اس مین بھی شک نہین کہ نیپیر غلطی پر ہے کیونکہ نہ صرف اس درہ کی ہیئت کذائی اور طول بیان متذکرہ سے غیر مطابق ہین بلکہ تنگ شمشیر بر بقدر دو سو میل کے زیادہ تر مشرق کی سمت مین ہے۔ برنس[1] نے درہ گدوک واقع کوہستان البرز کو جو فیروزکوہ کے شمال مین ہے اور جس مین سے ہوکر مازندران کو جانے والی معمولی سڑک گذرتی ہے دروازہ ہائے بحیرہ اخضر قرار دیا ہے شمالی درون مین جو عراق عجم سے مضافات بحیرہ اخضر کی طرف رہنمائی کرتے ہین درہ سواچی متصل فیروزکوہ اور تنگ سرانزا کو بھی جو یہان سے کچھ دور ہے سنگلاخ اور عمودی دیواروں والی گھاٹیون کے ہونے کی وجہ سے دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی ہوسکتا ہے[2]۔ لیکن موریر جو بذات خود یہان آیا اور جس نے اونکی ہیئتون کے تشابہ کو محسوس کیا اوسے بہت جلد یہ بات معلوم ہو گئی کہ فاصلہ کے اعتبار سے جس مشابہت کا ہونا اون مین لازمی تہا وہ اُن مین موجود نہین ہے کیونکہ وہ طہران سے

---

[1] "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم صفحہ ۱۱۱۔

[2] "سکندر طبرق" (سفر ثانی)۔ مصنفہ موریر صفحہ ۳۶۵۔

سے سکندر بھی ایک دن مین اس قدر مسافت
٩٠ میل جانب مشرق واقع ہین اور اس لحاظ
طے نہین کرسکتا تھا۔ نظر بران اوسنے یہ رائے ظاہر کی اور فریزر۔ فیریر اور ایسٹوک نے
بدلائل موجہ اوسکی تائید کی کہ دروازہ ہائے بحیرۂ اخضر اوس درہ کو سمجھنا چاہیئے جو خار اور
ورامن کے میدانون کے درمیان واقع ہے اور جہان سفر کرتا کرتا مین اب پہونچا ہون

تنگ سردرہ

اس درہ کا نام سردرہ ہے۔ اس مین ایک تنگ گذرگاہ سے جانب جنوب
و مشرق داخل ہوتے ہین اور یہ سلسلہ کوہ البرز کی اوس شاخ مین سے پیچ کہاتا ہوا جاتا ہے
جو یہان جنوبی و مغربی سمت مین ایران کے بڑے وسطی صحرا کی طرف جاتی ہے۔ جو
یادداشت مین نے قلمبند کی اوس کی رو سے اس درہ کا طول قریباً چھ میل [1] ہے
ایک شور ندی وادی کی تہ مین بہتی ہے جسکے کنارون پر لونی کی ایک سفید پپڑی
جمی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی یہ درہ کشادہ ہو کر ایک چھوٹا سا میدان سا
بنا وسط ایک پرانی ویران عمارت کھڑی ہے جسکے کونون تو می نظین بھری پڑی ہین۔
پر دو قدیم قلعون یا برجون کے آثار موجود ہین۔ بظاہر اس جگہ پر ہے اور پہاڑ کا ڈھلوان اوس کے
کے مطابق جو توپون سے آشنا نہین تھا اچھی طرح سے محفوظ ہوا ہے جسکے جگر کو ہمیشہ ایک
مین جنکی محافظ از دہرین۔ ماخوذ از یونیورسل

[1] مصنف جب گھوڑے پر سوار ہو اور اپنا بیان بعد مین شاید حافظہ سے
کی تعیین ہین جو غلطفہمی اوسکو واقع ہوسکتی ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا
کا مختلف مصنفین نے مختلف اندازہ لگایا ہے۔ فیریر ٤٥ میل بیان کرتا ہے اور ابٹ نے ... کیا ہے۔ مترجم

دکر مین جابان کا دیسی نام ہے۔ مترجم
لئے آسمان سے بجلی چلانے کے جرم

واقعہ سے اس امر کے قرین احتمال ہونے کی تائید ہوتی ہے کہ عہد سلف مین یہ شہزور ایک مسلہ کوہستانی گذرگاہ تہی۔ اسکے علاوہ مصنفین عہد عتیق نے اس کار سے جو فاصلہ قلمبند کیا ہے اور جو قریب چالیس[4] میل کے ہے آجکل کے فاصلہ سے کافی تطابق رکہتا ہے۔

اختلاف آرا

خلاف اسکے اس خیال کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ اس درہ کی طبعی ہیئت ایسی نہین کہ صحیح طور سے دروازون کے لفظ کا اطلاق اوسپر ہو سکے یا پلائنی کے اس بیان کی تصدیق ہو سکے کہ یہ انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے اور بعض مقامات پر سے اسقدر تنگ ہے کہ صرف ایک گاڑی اوس مین سے گذر سکتی ہے۔ اسکے علاوہ اس امر کو بہی پیش نظر رکہنا پڑتا۔ کہ چونکہ یہ درہ خاص سلسلۂ کوہ کی صرف ایک چھوٹی سی شاخ کو طے کرتا

ہ مقام تعجب ہے کہ اسے دوسرے ممتاز تر درون کے مقابلہ مین اس قدر

ور سب سے زیادہ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ سیدہا علاقہ بحیرہ اخضر مین

سے طے کر کے البرز کا خاص سلسلۂ کوہ پھر بھی قطع کرنا باقی رہ جاتا

ں امر کی کافی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ یہ دروازہ ہائے بحیرہ اخضر کے نام

اشکلات مین سے اول الذکر مشکل کو مسٹر ایچ۔ رالنسن نے

ن سب نے نظیر دستگاہ حاصل ہے یہ رائے پیش کر کے حل کیا

ہ سے رفع ہو سکتی ہے کہ "کیسپین سی" (بحیرہ اخضر) کی طرح اس درہ کی وجہ تسمیہ

ہے۔ کہ اصلی ابواب بحیرۂ خضر دروازے یہ درہ نہین ہین بلکہ اسی سلسلۂ کوہ کی ایک دوسری گہاٹی کا نام ہین جو شمال کی طرف چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور تنگ سلوک کے نام سے مشہور ہے۔ اس گہاٹی کو مسٹر ہیچ رالنسن نے ۱۸۳۵ء مین جاکر دیکھا اور اس کی طبعی خصوصیات اگرچہ غیر معروف ہین لیکن مصنفین یونان و روما کے بیانات سے مطابق ہین اور اسکے علاوہ رے اور میدان خار کو ایک زیادہ قریب کے راستہ سے یہ گہاٹی ملاتی ہے۔

اصلی دروازے

اس خیال سے گریز نہین کرسکتا کہ جو لوگ یونانی اور رومائی مصنفین متذکرہ صدر کے بیانات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اونہین اس مشکل عقدہ کا یہ حل تسلیم کرنا پڑیگا یا کم از کم اسکی نسبت اونہین یہ باور کرنا پڑے گا کہ آیندہ چلکر اس کی تصدیق ہو جاے گی اسکے علاوہ یہ اہم واقعہ بھی انداز نہین کیا جاسکتا کہ جو یورپین سیاح اصفہان کو شمال کی سمت مین عباس اعظم کے دربار فرح آباد یا اشرف واقع تین سو سال سے بھی کم کا عرصہ ہوتا ہے اونہون نے اون گہاٹیوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۲ یہی قوم کسپیائی ہے جبکہ اِسترابو[۵] نے اکثر کیا قوم کا نام ابہی تک ضلع جاسپ مین جو کاشان کے مغرب کی طرف ہے باقی ہے۔

[۵] اِسترابو مشہور یونانی جغرافیہ دان اور مورخ۔ حمص مین ۶۶ سنہ قبل مسیح۔ حال معلوم نہین مگر ۲۱ء اور ۲۵ء کے درمیان اس کا واقع ہونا تصور کیا جاتا مین اوسنے سفر کیا اور اوسکے جغرافیہ کے سترہ مقالے ہین جو لندن مین بسلسلہ بانن

سپرد قلم کئے ہین جن مین سے ہو کر وہ اسی نواح مین کوہ البرز کو طے کر کے گئے اور اونکے
بیانات پلائنی کے بیان سے مطابقت رکہتے ہین۔ محلہ باغ سے (جسے ایک ایرانی جغرافیہ
دان میدان خار سے تطبیق دیتا ہے) پیٹرو ڈیلا ویلی ۱۶۱۸ء مین اور سر ٹامس ہربرٹ
بہمراہی سر رابرٹ شرلی و سر ڈاڈمور کاٹن ۱۶۲۷ء مین روانہ ہو کر ایک گھاٹی مین سے
ہوتے ہوئے حبلہ رود اور فیروز کوہ کو گئے اور وہان سے بحیرہ اخضر کی طرف روانہ ہوئے
اس گہاٹی کے جو حالات ان دونون نے بیان کئے ہین وہ پلائنی کے بیان سے
بالکل مطابق ہین۔ پیٹرو ڈیلا ویلی بیان کرتا ہے کہ محلہ باغ سے روانہ ہو کر وہ ایک نہایت
تنگ و عمیق گہاٹی مین داخل ہوا جس کے دونون طرف بلند پہاڑ تہے اور جو بعض موڑون
پر سے اسقدر تنگ تہی کہ فینس کا بھی اس مین سے گذرنا مشکل تہا۔ وہ یہ بھی لکہتا ہے
کہ اس گ ی پانی کی ایک چھوٹی سی ندی بہتی تہی۔ ہربرٹ اپنے اونکے کہے
ہے۔" اس رات کے سفر کا اکثر حصہ دریا ے طارس کی ترمین سی
نیا ق خلا مین پانی کی پیتے سے تر ہوتی ہے۔ گہاٹی کا عرض چالیس
اسکی تہ پر سنگریزے بکھرے ہوئے ہین۔ دونون طرف دیوار کی
ٹیان ہین جو دو گولی کے ٹپہ سے بھی زیادہ بلند ہین۔ آٹھ میل
مین اور اسکی ہیئت کذائی اوس بیان سے مطابق ہے
کے متعلق درج کیا ہے۔ غرضکہ یہ ایک عظیم الشان گذرگاہ ہے
کی نسبت قطعی طور سے فیصلہ نہین کیا جا سکتا لیکن اگر

مجہہ سے پوچہا جاے تو مین اسکو آفرینندہ کون و مکان کی کنیز یعنی قدرت کی دستکاری سے
سے تعبیر کرونگا" ان مصنفین کے بیانات اون بیان سے کچہہ زیادہ مختلف نہین مین جو
اے چوڈزکو سابق روسی قونسل متعینہ رشت نے اوس درہ کے متعلق قلمبند کیا ہے جس مین
ہو کر وہ ۱۸۳۵ء مین بہمرہی سر ایچ - رالنسن گذرا تہا - وہ اسے گردن سیالک کہتا ہے
اور اسکے بیان مین لکہتا ہے کہ یہ ایک مہیب گہاٹی ہے جس کا طول ۲۵۰۰ گز ہوگا جسکی
چٹیں اور عمودی دیواریں بلندی مین ساڑہے چہہ سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک
ہونگی اور جو سب سے زیادہ چوڑے مقام پر صرف تیس فیٹ اور سب سے زیادہ تنگ حصہ[۵۱]
پر پانچ فیٹ چوڑی ہوگی - بخلاف اسکے یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ جن درون کا پلائنی ۔
ڈیلاویلی - ہربرٹ اور رالنسن نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ وہ دروازہ ہاے بحیرۂ خزر
نہ ہون جن مین سے ہوکر دارا بہاگا تہا اور سکندر نے اوس کا تعاقب کیا تہا اور اس
نام کے دعویدار ایک سے زیادہ درے ہین - یہ حل سب سے زیادہ
کیونکہ تنگ سر درہ بڑے بڑے فاضل اہل الراے کے نزد
کرٹیس اور مارسیلنس[۵۳] کے بیانات سے کسی اور شمالی یا مشرق

[۵۱] " اینیلے ڈے وایژے" (حالات سفر) - مطبوعہ ۱۸۵۰ء - حصہ سوم
[۵۲] روفس کوینٹس کرٹیس ایک رومائی مورخ تہا جس نے روستہ الکبریٰ کے شہنشا
سے ۵۴ء تک سے نشو و نما پایا اور سنے اپنی تاریخ مین جو دس جلدون میں
اہت سکندر کی مہم کا حال لکہا ہے - اوس کی کتاب اوّل اول ۱۴۷۰ء مین وینس
مین چہپی - مترجم - [۵۳] امینس مارسیلینس چوتہی صدی کا ایک رومائی مورخ

مطابق ہے۔ لیکن میری راے مین اسے وہ درہ قرار نہین دیا جاسکتا جس کا ذکر پلائنی نے کیا ہے اور نہ اسے اون دروازہ ہاے بحیرۂ اخضر سے تطبیق دیجا سکتی ہے جس سے استرابو نے اسقدر جغرافی اہمیت منسوب کی ہے۔

دماوند

ردہ سے نکلکر ہم ایک مرتفع میدان مین پہونچے جسپر قریب ترین سلسلہ ہاے کوہ کی بادامی اور خاکستری چٹانون کو اپنے سایہ مین لئے ہوے ایک مخروطی شکل کی متساوی الساقین جگمگاتی ہوئی چوٹی ٹھکڑی تھی اور میری مسحور نظرون کے سامنے دماوند کا عالی شان نظارہ پیش کر رہی تھی اس دن کے بعد سے ایک مہینے تک سواے اوس حالت کے جبکہ صبح کے وقت دہند اور کہر کی وجہ سے مطلع مکدر ہوتا تہا یہ رفیع القدر نظارہ جو ... پر سایہ کئے رہتا ہے میری نگاہ کے پردے سے محو نہین ہوا اور ... سفر جنوب کے اثنا مین میرے ساتھ ساتھ رہا۔ جاپانی مناظر

...ن پر جو چڑہائی کی تہی اور جس کا نتیجہ اوسکے حق مین بادی بخش ہوا اوس مین ...در مین لکہی ہو گر پہلی ۲ جلدین گم ہوگئین ہین باقی کی ۹ اپنی ۱۸۵۳ء سے لیکر ۱۸۶۳ء تک کے ...یت ہی قابل قدر ہین کہ یہ واقعات اوسکے اپنے چشم دید تہے۔ جغرافیہ آثار قدیمہ ...سے اپنی تاریخ مین جابجا یادداشتین قلمبند کی ہین اور قومون مین عربون قوم ...شام اور تہریب ... پر اوسنے نہایت دلچسپ نوٹ دئے ہین۔ اوس کی کتاب ...دگی۔ مترجم۔

...یزن۔ نولدکے اور شنڈلر نے اس خیال کی تائید کی ہے آخر الذکر مصنف

مین جو درجہ فیوجی۵۱ یاما کو حاصل ہے وہی ایرانی مناظر مین دماوند کو ہے۔ دونون مین ابدیت رفعت اور تمکنت کی شان پائی جاتی ہے۔ دونون کی مستقل مہر اپنے اپنے ملکون کی روایات پر ثبت ہے۔ اور اگر عدیم المثال فیوجی نے نپان۵۳ کی صنعت پر اوس سے بہت زیادہ اثر ڈالا ہے جتنا دماوند نے ایران پر تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل جاپان اگرچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۶ - نے اوس راستہ کی حسب ذیل قیاسی سمت جبکو بتائی ہے جو اسکندر نے دارا کے تعاقب مین اختیار کیا تھا۔ روز اول رے سے موجودہ ایوان کیف تک ۳۸۳ اسٹیڈیم یعنی ۴۴ میل۔ روز دویم دروازہ ہائے بحیرہ اخضر (تنگ سردرہ) اور کہرا (خار) مین سے ہوکر موجودہ ارادان تک ۲۹۷ اسٹیڈیم یعنی ۳۴ میل۔ روز سویم سگرد تک ۳۳۱ اسٹیڈیم یعنی ۳۸ میل روز چہارم آرہ یا گرماب تک ۳۷۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۲ میل۔ روز پنجم فرات تک جو ہیکاٹامپیلاس یعنی دامغان کے قریب واقع ہے ۴۱۷ اسٹیڈیم یعنی ۴۹ میل۔ روز ششم ۴۰۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۶ میل شاہ رود تک جہان اوسنے دارا کی نعش پڑی پائی۔

۵۱ - جاپان کے ایک بلند پہاڑ کا نام ہے جو سطح سمندر سے ۱۲۲۸۸ فیٹ بلند ہے۔ مترجم۔

۵۲ "مقامی روایات کے مطابق دماوند یا دیوبند (یعنی دیوون کے رہنے کی جگہ) اون تمام واقعات کا مقام وقوع سمجھا جاتا ہے جو انسانون کی نقاب اوڑھے ہوئے ہین۔ ایرانی مسلمانون کے قول مطابق یہی وہ مقام ہے جہان حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد آکر ٹھیری۔ یہین جمشید اور رستم جنکے کارنامون سے قومی نظمین بھری پڑی ہین رہتے تھے۔ یہین فریدون نے جنکے ہاتھون ضحاک کو شکست ہوئی آتش افروزی کی۔ یہین خود ضحاک کی قبر ہے اور پہاڑ کا دھوان اوس کے نتھنون مین داخل ہوتا رہتا ہے۔ یہین ایران کا پرامیتھس۱ یا سد زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے جسکے جگر کو ہمیشہ ایک دیو پیکر پرندہ نوچ نوچ کر کھایا کرتا ہے۔ آتش افشان پہاڑون کے قعر خزانون سے معمور ہین جنکی محافظ اژدہے ہین۔" ماخوذ از یونیورسل جاگرفی" (جغرافیہ عالم) طبع انگریزی جلد نہم صفحہ ۴۸۰۔ ۵۳ نپان جسکے معنی مطلع خورشید کے ہین جاپان کا دیسی نام ہے۔ مترجم

---

۱ یونانی روایت کے مطابق پرامیتھس ایک دیوتا تھا۔ جسے مہا دیوتا جوپیٹر نے آسمان سے بجلی چرانے کے جرم پاداش مین ایک پہاڑ سے جکڑ دیا تھا تاکہ ایک مردار خور پرندہ اوسکی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھائے۔ مترجم

اختراعًا ایرانیون سے کم نہین ہین تاہم تخیلاً وہ اہل ایران پر سبقت لے گئے ہین

یوان کیف

ایک مسطح اور غیر مزروعہ میدان کو طے کرنے کے بعد ہم ایوان کیف کے گاؤن اور چاپار خانے مین پہونچے جس مین داخل ہوتے وقت ہمین ایک پایاب ندی مین سے گذرنا پڑا جو اسکے قریب بہتی ہے ایوان کیف سے مراد عشرت منزل ہے اگرچہ بعض لوگون نے اسکی وجہ تسمیہ اور بھی بیان کی ہے یعنی ایوان کے (ایک ویران عمارت جو اس نواح مین ہے اوسکی نسبت روایت ہے کہ کیمبیسس کا محل تھا) اور ایوان کی (منزل بادہ نوشی) جو کچھ بھی اسکی وجہ تسمیہ ہو لیکن میری نظرون مین تو عیش پرستون کے لئے یہ مقام باعث دلچسپی نہ تھا۔ بہت سے مکانات مکینون سے خالی تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ باشندے ان مکانون کو چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے ہین ہے اور جس شہنشاہ نے ایسے کُن بے اور سیلے مقام کو اپنی نزہت گاہ قرار دیا ہوگا وہ بھی بڑا ہی بدمذاق ہوگا۔ ایوان کیف اور کبود گنبد کے درمیان دریائے حاجرود پہاڑ سے نکلتا ہے اور اس موسم مین جبکہ میرا یہان سے گذر ہوا کم از کم پچیس جداگانہ نہرون مین تقسیم ہوگیا تھا جو اپنی کنکریلی تہون مین بہنے کی کوشش کر رہی تہین اور ان سب کا پاٹ ملا جلا کر پاؤ میل ہوگا۔ مین نے ان سب کو پایاب عبور کیا اور کبود گنبد مین تھوڑی

۵۴ فریزا سے سیوانک یا ایوان کیج کہتا ہے۔

ایسٹوک نے اپنے سفرنامہ کی جلد دوم صفحات ۲۰۷ و ۲۰۸ پر اسکا ذکر کیا ہے۔

ستان کی جیت [illegible] کو دیکھا جن سے [illegible] ہے کہ ہین معمارت
اختیار کرلیا تھا۔ یہ علامات خطوط کے ایک بہت بڑے انبار پر جو دو انگلی [illegible] ان پر
بعد پہلی دفعہ مجھے ملے اور ایک عمدہ سے گھوڑے پر جس کی [illegible] نہین جو میرے [illegible] ایک [illegible] سے
مقیم طہران نے میرے استعمال کے لئے پہلے سے بھیج دیا تھا۔ میں گھوڑی تھوڑی دیر
کے میدان کو تیزی کے ساتھ طے کرنے لگا۔ جسکے کہنڈر ہو کچھ دور سے چار ستون
کی شکل مین نظر آتے تھے ایک ٹیکرے پر میدان کے ایک نشیب مین ہے جو
ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ دس میل کے فاصلہ سے افق پر مجھے استاج کی
چمک نظر آئی جیسے اندھیری رات مین دور سے جلتی ہوئی آگ کی ہوتی ہے یہ شاہ
عبدالعظیم کے مقبرہ کے سنہرے کلس کی جگمگاہٹ تھی جس پر آفتاب کی شعاعین ایک
برچھیان پھینک رہی نہین سابق زمانہ مین کاروان کا رستہ اس زیارت گاہ کے پاس
سے اوس سلسلہ کوہ کے دامن مین ہوتا ہوا گذرتا تھا جو ورامین اور طہران کے
میدانون کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ اب تک بھی اس راہ کو زائرین اختیار

لہ شاہ عبدالعظیم قدس سرہ کی خانقاہ باعتبار اپنے تقدس کے زائرین کے لئے گو ایسی ہی مشہور کیون نہ ہو
[illegible] لیکن تاریخی لحاظ سے جس اہم واقعہ نے اسکو ہمیشہ کے لئے مشہور کردیا ہے وہ ایران کے اوس فرمانروا
[illegible] کی شہادت ہے جو اس [illegible] کے بعد سلطنت [illegible] اور تدبر و سیاست کے لحاظ سے مشرق
مین اپنی آپ ہی نظیر تھا [illegible] مین جب شاہ [illegible] ناصرالدین شاہ عبدالعظیم کی خانقاہ [illegible]
فرما رہے تھے [illegible] اپنے معمول کے [illegible] تو شاہ [illegible] شہید [illegible]
گولی مار کر شہید کیا۔ مترجم

کرتے ہین اور اون کا یہ فرض ہے کہ خواہ وہ مشہد کو جاتے ہون یا وہان سے واپس آتے ہون لیکن اس بزرگ کی خانقاہ کی ضرور زیارت کرین مگر باربرداری کے جانور اور چارپار کی سڑک اب سلسلہ کوہ کے اوپر سے شمالی سمت مین ایک زاویہ بنائے ہوئے جاتے ہین - درہ کی چوٹی پر چڑھ کر نئی سڑک پہاڑ کے گردآلود تھون مین سے چکر کاٹتی ہوئی گذرتی ہے یہان تک کہ جب شمالی چوٹی آتی ہے تو میدان مین جو پہاڑ کے قاعدہ سے شروع ہوکر دور تک چلا گیا ہے حد نظر پر سبزہ کا وہ قطعہ نظر آتا ہے جس مین صرف چند عمارتون کے بام و رواق سرا وٹھائے نظر آتے ہین اور جو ایران کا دارالسلطنت ہے اس سے بھی پرے شہر سے کوئی سات میل کے فاصلہ پر کوہ البرز تیوری چڑھائے کھڑا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زنگ کھائے لوہے کی ایک فصیل آسمان سے باتین کر رہی ہے -

طہران

مسافر دور و دراز کا سفر طے کرنے کے بعد جب اوّل اوّل طہران کو دیکھتا ہے تو اوسکو فرحت ہوتی ہے لیکن اس کا منظر کچھ زیادہ شاندار نہین ہے جب مین پہاڑ کی پہلو سے اوترا اور طہران کے قریب پہونچا تو یہ بات مین مشکل سے باور کرسکا کہ جو سبز سی پٹی مجھے نظر آرہی ہے وہ اصل مین ایک بہت بڑا شہر ہے جسکی آبادی قریبًا دولاکھ ہے - جو عمارتین درختون کی چوٹیون سے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تھین اون مین سے ایک تو ایک بڑی مسجد تھی جسکے چار کاشی کے کام کے مینارے تھے اور جو اتنی دور

سے انگی کے تکیین سایبون کی طرح اور زیادہ قریب پہونچکر کار تیشین وقت کے مصنوعی ستونون کے طرح نظر آتے تھے ایک یا دو برج تھے اور ایک گنبددار عمارت تھی جسکی چھت پر لوہے کی پنیون کا ایک ڈھانچ تھا جو بعینہ اُس لوہے کے حلقے کی طرح قطب نما تھا جس مین [illegible] رسون کا کرہ زمین نصب ہوتا ہے - قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ عمارت تکیہ یا امام باڑہ تھی جو شاہ دوسے کے محل کی حدود کے اندر واقع ہے - دیوارون کے باہر جانب جنوب اینٹون کے بہت سے پزاوے ہین - جن کا ٹھیکہ صدر اعظم[11] کے پاس ہے اس مقام پر مسلخ بھی واقع ہین جن کا محصول سالانہ دو ہزار دو سو تیس پاونڈ [illegible] شہر پناہ کے اندر ایک وسیع مخشی پہاٹک مین سے ہو آبادی سے کچھہ دور سے [illegible] شہر کے اندر داخل ہوا اور انگریزی سفارت خانہ مین جو شہر کی شمالی حدود پر واقع ہے پہونچنے سے پہلے مجھے کوئی دو میل تک گلیون مین [illegible] کرنا پڑا -

طہران اور مشہد کے درمیان دو رستے

از طہران تا بہ شاہ رود - (گرمی کے موسم کا یعنی کوہستانی راستہ براہ دماوند فیروزکوہ اور چشمہ علی - ۲۳۷ میل) - جے - بی - موریر - سنہ ۱۸۰۸ع ایسیکنڈ جرنی - (سفر ثانی

[11] صدر اعظم حق اجارہ ۱۲ ہزار تومان یعنی ۳۴۳۳ پاونڈ سالانہ ادا کرتا ہے اور اینٹون کا نرخ مقرر کرنے مین اپنے نفع کو نیفہ رکہتا ہے [illegible] مین دو قسم کی اینٹین تیار کی گئی ہین - چہوٹی اور بڑی - چہوٹی کی قیمت موسم کے [illegible] سے ۵۰ سے لیکر ۳۰ قران تک اور بڑی کی ۵۰ سے لیکر ۳۰ قران فی ہزار رہتی ہے - ایک قسم بڑا ادنی گئی کہ جسے قسم [illegible] سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور ان دونون اقسام کی قیمتین علی الترتیب ۲۵ سے ۳۰ سے ۴۰ اور ۲۰ سے ۰۰ قران فی ہزار تک ہین -

باب بست وسوم + کپتان آنریبل جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفکل سوسائٹی) جلد چہل وششم۔ صفحہ ۶۲۔ الی۔ آخرہ سنہ ۱۸۷۶ء

جو راستے طہران اور مشہد کے درمیان جرنیل۔ اے۔ ایچ۔ شنڈلر نے سنہ ۱۸۷۶ء مین اختیار کئے اور جن کا ذکر اوسنے نقشہ کے ساتھ اپنی تصنیف مطبوعہ سنہ ۱۸۷۷ء کے صفحات ۲۱۵۔ الی۔ ۲۲۹ پر کیا ہے وہ حسب ذیل ہین:۔ (۱) سمنان۔ جنوبی راہ براہ فرات تا بہ دامغان۔ (۲) میومائی۔ شمالی راہ۔ براہ شریف آباد تا بہ میان دشت۔ (۳) میان دشت۔ جنوبی راہ۔ براہ خان خودی وزشت گرد تا بہ عباس آباد۔ (۴) عباس آباد۔ شمالی راہ۔ براہ فرومید وجغتائی تا بہ میدان جوین اور وہان سے جنوبی مشرقی سمت مین براہ طبس تا بہ سبزوار۔ (۵) نیشاپور شمالی ومغربی راہ تا بہ معادن فیروزہ اور وہان سے جنوبی ومغربی سمت مین براہ شوراب تا بہ زعفرانی۔

جلد اوّل ختم ہوئی

غلط نامہ جلد اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳ دیباچہ مترجم	۹	ڈالتی	ڈالتی	۳۵	۸	کچھ مختلف	کچھ کم مختلف
۲ دیباچہ مصنف	۴	مضمون کہ	مضمون کا	۴۴	۱۵	چودہری	چودھری
۳	۱۲ و ۱۳	اسکے سوا کہ اسکو صوبوں	کے حصے	۴۶	۷	سمجھتا	سمجھا
۵	۸	پہون	پہنون	۴۷	۳	تصور	تصویر
۷	۱۱	موقت الیشوع	موقت الیشوع	"	۱۶	جود	موجود
۱۲	۵	متذکرہ بالا صدر	متذکرہ بالا	۵۲	۱۳	[illegible]	[illegible]
۳ اصل کتاب	۱۰	المیدو ماعلیہ	مالرد ماعلیہ	۵۳	۱۶	قدرت	تدبیرت
۱۱	۱۶	بنجر ویرانہ	بنجر ویر	۶۲	۱۰	بازار کا بگاڑ	بازار کا بگاڑ ہوا
۱۶	۱۴	سپ	اسپ	۶۹	۷	شروع	[illegible]
۱۹	۱۶	حدود فاصل	حدود فاصل	"	۸	مزاور	مزدور
۳۱	۴	[illegible]یون	نمائیون	۷۶	۱۵	ہنگلستان	بنگالہ
"	۵	رنگین	رنگینی	۸۳	"	پیش تعرار	پیش انکار
۳۳	۱۴	کمیاول	کمیاول	۹۱	۹	جبت	چپت
"	۱۶	ائی حباق	بائی حباق	۹۳	۴	[illegible]	[illegible]
"	"	بھی ہے	بھی	۹۷	۱۴	مزاوف	مزاحم
"	"	ہر ورتر	ہکر ورتر	۱۰۰	۱	اوسکے	اوس کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۰	۵	الوداغ	الوداع	۱۹۴	۸	پرسولے	سواسے
۱۳۰	۱۸	ہرروزرشو	ہرروزرشور	۱۹۹	۱۷	ایشس	ریشس
۱۳۱	۵	پڑارس	پڑارہ بس	۲۰۱	۱۵	حطت	خشت
۱۳۲	۹	ناگفتہ بہ	ناگفتہ بہ	۲۰۴	۱۴	تکلیف	تکلف
״	۱۰	ناپائداد	ناپائدار	۲۱۳	۶	فرمانرواروں	فرمانرواؤں
۱۳۴	۷	نے کو	نے	۲۲۰	۱۱	ہوتا ہے	ہوتا
۱۳۵	۱۱	اچلون	اچکون	״	۱۲	دیکھا	دیکھتا
۱۴۹	۸	پچونکہ	چونکہ	۲۲۲	۳	سیہ میں میت	سیہ میت
۱۵۰	۹	ایک سال	ایک سو سال	۲۲۵	۳	میرے	مثلاً میرے
۱۵۳	۱۱	حل کریں علیحدہ	حل کریں علیحدہ	۲۲۹	۶	پزر	فریزر
۱۹۳	۱۳	دی	دیا	۲۳۰	۱۳	چان	کوچان
۱۹۴	۱۲	۱۸۸۸ء پہلی	۱۸۸۹ء میں پہلی	״	۱۵	سے	مجھ سے
۱۶۲	۱	نے	سے	۲۳۲	۶	یک	ایک
۱۶۳	۱	نامو	نامور	״	۸	موہ	موجودہ
״	۱۸	لوں	دونوں	״	۱۲	روس	اوس
۱۷۴	۱۳	معائنہ	معائنہ کے بعد	״	۱۴	رولے	پڑاوے
۱۸۳	۱۲	روس	اوس	״	۱۶	مستندیہ	مستدیر
۱۹۱	۲	سڑک	سڑک کی	۲۳۳	۷	روس	اوس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۳	۱۲	[illegible]	قتوتو	۲۹۴	۳	اکتوبر	۱۸ اکتوبر
۲۴۰	۳	ـــے	پہنٹے	۲۹۵	۱۰	پیخ	یخ
۲۵۳	۱۷	من	کثمن	۲۹۶	۱۷	دوسرے لیکر پانچ میل	×
۲۵۴	۷	کھردری	کھرودری	۲۹۷	۱	×	
۲۵۶	۲	مہتم	مہتمم	"	۲	کہ اس کا معیار عین	×
۲۵۷	۱۰	منوب	مغرب	۳۰۱	۱۱	ہیں بینا	جینار
"	۱۱	دریاب	دریائے	"	۱۳	ستھرے	سنہرے
"	۱۵	دی	تھوتی	۳۰۰	۱۰	گھوڑیون	گھوڑوں
"	۱۷	کیاہے	کیاہے ہم	۳۰۰	۵	سفر	سفیر
۲۶۹	۱۳	ایران ارغون	ایران ارغون	۳۱۰		بعد	طلب
۲۷۰	۷	جور	جو	۳۱۶	۷	کہوڑ	گھوڑے
۲۸۲	۵	جیسے	جیسے	۳۱۸	۹	کا	کو
۲۸۴	۱۲	دوراہ	دوراہ	۳۲۱	۱۳	جن	جنہوں
"	۱۴	دوازادہ	دوازدہ		۱۴	پیشں	پیش سے
"				۳۲۰	۹	مرد	مردود
۲۸۶	۷	ایران کی	ایران کی نسبت	"	۱۹	تہین لیتے	تہیہ کرلیتے
۲۸۸	۷	بعد	بعید	۳۳۱	۱۵	غاطی	غلطی کا
۲۹۰	۱۲	صفوپر	صفحہ ۵ پر	۳۳۲	۴	پڑتے	پڑتے
۲۹۲	۱۲	اس	ایسے				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۴	۱	سے نے	×	۳۸۹	۱۰	زاویہ	زاویہ
۳۴۴	۶	مہتمم	مہتمم	۳۹۰	۱	سرٹک	سڑکین
"	۹	اسی	اس	۳۹۱	۵	اس مسئلہ	روس اس مسئلہ
۳۵۱	۴	جوڑا	جوڑ	۳۹۵	۱۳	بجنزدین	بحیرہ
۳۵۴	۱۰	دونون ایک	دونون نے ایک	۳۹۷	۱۲	سرحد پر ہوئے	سرحد پر ہونے
۳۵۶	۳	یڑہتا	بڑہتا	۴۰۴	۱	وہان سے کے	وہان کے
۳۶۵	۳	اوزمینون	اور زمینون	"	۹	ابن جوقل	ابن حوقل
۳۶۶	۲	باب مین	باب مین مین	۴۰۵	۷	(لیدن)	(لیدن) مین
۳۷۱	۱۱	ام الباد	ام البلاد	"	۱۰	مسرق	مشرق
"	۱۵	بیان گیا ہے	بیان کیا گیا ہے	"	۱۳	اصطمری	اصطخری
۳۷۴	۶	صرف ہوتے ہین	صرف ہوتی ہے	۴۱۲	۳	منتا	منتہا
۳۷۸	۱۷	۲۷۹	۳۷۹	"	۴	پہونچکر جنوب	پہونچ کر ہم جنوب
۳۷۹	۲	۲۷۸	۳۷۸	۴۱۳	۵	مشہد کے قریب	مشہد کے قریب ہے
۳۸۰	۱۱	سدن کی ملک	اون کی ملک	۴۱۴	۱۳	اون سے	اون کے
۳۸۱	۱	کمارہے	کمارہا ہے	۴۱۷	۱۵	برقائن	پرقائن
۳۸۲	۲	گوجا	گرجا	۴۱۹	۴	کہ اوہ	کہ وہ
۳۸۳	۵	جاگیرتی ہے	جاگرتی ہے	۴۲۰	۱۱	اوس	روس
"	۱۵	آف تنگ سلیمان	آن کنگ سلیمان	۴۲۱	۱۰	پہونچانا	پہونچتا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲	ڈکران	[illegible]
[illegible]	۱	[illegible]	اور لیے	۵۲۶	۱۴	[illegible]	[illegible]
[illegible]	۹	[illegible]	[illegible]	۵۲۸	۹	[illegible]	[illegible]
[illegible]	۱۰	[illegible] کے	[illegible] کے	″	۹	سل [illegible]	سل [illegible]
″	۱۵	[illegible]	[illegible]	″	–	وادی [illegible]	وادی [illegible]
″	۲۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۷	ہزار بائیوں	[illegible]
۳۸۰	۲	[illegible]	[illegible]	۵۲۸	۱۰	مقابلہ	[illegible]
۳۸	۵	[illegible]	[illegible]	″	۱۱	جاری	[illegible]
۳۸	۱۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۶	آج	آج تک
۳۸۸	۹	[illegible] کے	[illegible]	۵۳۸	۳	سال [illegible]	سال [illegible]
۴۱۷	۲	زمین قوت کا اسپہ	زمین کی قوت کا [illegible]	۵۴۶	۹	دستیاب	دستیاب
[illegible]	۸	جواب ساحل	جنوب ساحل	۵۴۹	۶	[illegible]	بعض
[illegible]	۱۵	ریلوے لے سے	ریلوے [illegible]	۵۵۲	۱۱	مرکز	مرکز
[illegible]	۱۴	[illegible]	[illegible]	۵۶۰	۴	اکام	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	ہوا	[illegible]	۱۱	بوسیہ	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۲	[illegible]	[illegible]
[illegible]	۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۳	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۵	۱۵	دالچسپی	دلچسپی	۶۰۳	۱۰	انداز	نظر انداز
۵۹۰	۸	مسب	منسوب	۶۰۴	۱	لے	گئے
۵۹۵	۱۶	چڑکر	چڑھکر	"	۱۵	میں	سے
۵۹۹	"	ایران	ایرکن	۶۰۵	۷	حرت	صرف
۶۰۱	۱۴	بسط	وسطاین	"	۱۷	سکنڈ	سکندر
۶۰۲	"	ہوئی کہ	ہوئی	۶۰۸	۲	یوان	ایوان
"	۱۳	دوواڑہ	دروازہ	۶۰۹	۱۰	شیت	تہیں

التماس

نقشہ جات جو حوالہ مین نے اپنے دیباچہ اور نیز حواشی مین دیا ہے وہ مین اسوجہ سے اس جلد کے ساتھ ہدیہ ناظرین نہین کر سکا کہ اون کی تیاری کے لئے بہت کچھ محنت اور وقت کی ضرورت تھی لیکن میرے پاس اسقدر وقت نہ تھا کہ مین اون کو خاطر خواہ طور پر تیار کرا سکتا۔ اس جلد کی ضرورت کے لئے نقشہ مقابل صفحہ ۱۲۵ کافی ہوگا۔

نقشہ جات کے لئے ناظرین کو چوتھی جلد کا منتظر رہنا چاہیئے۔ واضح رہے کہ اصل کتاب کے نقشہ جات رائل جاگرافیکل سوسائٹی انگلستان کی نگرانی مین اور مصنف کتاب کی پوری نگرانی کے ساتھ کئی سال کے بعد جاکر تیار ہوا تھا اور اوسکے ساتھ ہر طرح کی آسانیان اس کی تیاری کیلئے ولایت مین موجود تھین ہندوستان مین نہ تو وہ آسانیان موجود ہین نہ یہان ایسے صناع [illegible] سب سے زیادہ یہ کہ میرے پاس اسقدر وقت نہین [illegible] کہ مین [illegible] ساتھ جو نقشہ [illegible] دون وہ اس سے بہتر [illegible] لہذا ناظرین کو جو مایوسی اسوقت [illegible] نقشہ کے موجود نہونے سے ہوگی اسکی تلافی انشاءاللہ [illegible] چوتھی جلد کی اشاعت کے وقت ہوجائیگی۔

۲/۱ ۱۳۴

ظفر علیخان